



حدیث کی مایہ ناز تصنیف ابو داؤد شریف

کا ترجمہ، شرح و تخریج

نعمۃ الودود

فی شرح

سنن ابی داؤد

جلد سوم

تصنیف

امام ابو داؤد بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ

ترجمہ و تخریج

مصطفیٰ عبد الباقی محمد مجاہد قادری رضی اللہ عنہ

شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلا شریف

پسند فرمودہ و مصدقہ

نظر ثانی

محافظ القاری مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم جہانگیر لاہور

استاذ محنت زور بخش سعید القادری
جامعہ دارالہدیٰ مظفر گڑھ

الکتاب سیر لاہور

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

الصلوة والسلام عليك يا سيدى يا رسول الله
وعلى الك واصحابك يا سيدى يا حبيب الله

نام کتاب	نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد (جلد سوم) (احادیث 546 تا 900)
مصنف	حضرت امام ابو داؤد اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم و شارح	علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد قادری عفی عنہ
نظر ثانی	استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ
پسند فرمودہ	علامہ مفتی غلام حسن قادری - حزب الاحناف لاہور
صفحات	840
تعداد	600
کمپوزنگ	زاہد اقبال
اشاعت	اکتوبر 2014ء
ناشر	محمد اکبر قادری
قیمت	900 روپے

ناشر
اکبر اکبر
لاہور

شرفِ انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو غم خوار امت کی جان آقائے دو عالم نور مجسم ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہوں کہ جن کو تمام کائنات کے لئے رحمۃ اللعلمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا ہے کہ مجھے نبی مکرم فخر دو عالم ﷺ کے فرامین مقدسہ کی تاحیات خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، عزیز واقارب، اساتذہ کرام اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے اور تادم مرگ ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم ﷺ، قیامت میں شفاعت شفیع عظیم و جنت الفردوس میں نبی کریم ﷺ کے قدسین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب مغفرت و غم مدینہ و مدفن جنت البقیع

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام
علی سید الانبیاء والمرسلین

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد و شمار شکر کہ اس کی رحمت کاملہ اعانت و نصرت اور اس کے محبوب کریم حضور پر نور ﷺ کی ذات بابرکات کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمد للہ۔

ہم اہل شوق و محبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی و کاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہئے تاکہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہ تعالیٰ۔

گزارش ہے کہ اس کتاب میں اگر کسی قسم کی کوئی غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔ امید ہے زیر نظر کتاب ”نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد جلد سوم“ متلاشیان علم و عرفان کے لئے باعث تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش
محمد اکبر قادری

اظہارِ تشکر

الحمد للہ عزوجل نعمۃ الودود فی شرح سنن ابوداؤد سے موسوم دو جلدیں مکمل کرنے کے بعد آج فقیر و حقیر کو تیسری جلد شروع کرنے کا شرف نصیب ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر بے شمار احسانات ہیں جن میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ مجھے علم دین کی دولت سے نوازا پھر آقائے دو عالم نور مجسم ﷺ کے فرامین مقدسہ کی خدمت کرنے کا شرف بخشا۔ اللہ تعالیٰ مجھ حقیر سے ہمیشہ کے لئے راضی ہو جائے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب مغفرت و غم مدینہ و مدفن جنت البقیع

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

نعت شریف

تیسرے دن اے بہار پھرتے ہیں
 در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں
 آج وہ بے قرار پھرتے ہیں
 خیل لیل و نہار پھرتے ہیں
 کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں
 مانگتے تاجدار پھرتے ہیں
 کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں
 دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں
 لاکھوں گرد مزار پھرتے ہیں
 پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں
 مول کے عیب دار پھرتے ہیں
 پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں
 مال ہے راہ مار پھرتے ہیں
 گرگ بہر شکار پھرتے ہیں
 جیسے خاصے بچار پھرتے ہیں

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
 جو ترے در سے پار پھرتے ہیں
 آہ کل عیش تو کیے ہم نے
 ان کے ایما سے دونوں باگوں پر
 ہر چراغ مزار پر قدسی
 اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
 جان ہیں جان کیا نظر آئے
 پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
 لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر
 وردیاں بولتے ہیں ہر کارے
 رکھے جیسے ہیں خانہ زاد ہیں ہم
 ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
 بائیں رستے نہ جا مسافر سن
 جاگ سنسان بن ہے رات آئی
 نفس یہ کوئی چال ہے ظالم

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
 تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

کلام اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ

ترتیب

۳	شرف انتساب	۳۳	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی دنیا و آخرت میں زوجہ مطہرہ
۴	عرض ناشر	۴۴	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہر مشکل مسئلہ کا حل ملتا
۵	اظہار تشکر	۴۴	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مدح فرمانا
۶	نعت شریف	۳۳	وصال کے وقت نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لعاب دہن جمع ہونا
	درو شریف کی فضیلت	۳۴	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مدح فرمانا
	باب: عورت کا بغیر دوپٹے کے نماز پڑھنا	۳۵	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نوا و صاف
	تشریح	۳۵	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حلال، حرام، علم شعر اور طب کی جاننے والی
	مسئلہ	۳۵	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم تمام لوگوں و تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے زیادہ
	مسئلہ	۳۵	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا
	مسئلہ	۳۵	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عظیم اور حسین کلام
		۳۵	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنتی
		۳۸	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا در اہم کو تقسیم فرمانے والی
		۳۸	نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا فرمانا
		۳۸	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حیا کا عالم
		۳۸	حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دینا
		۳۹	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا گڑیوں سے کھینا
		۳۹	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت
		۴۰	حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام دینا
		۴۰	خواب میں فرشتہ کا حضور انور ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر دکھانا
		۴۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گڑیوں سے کھینا
		۴۱	نبی کریم ﷺ کا وصال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ اقدس پر ہوا
		۴۱	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں
		۴۲	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی محبت کا عالم
		۴۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے یتیم جیسی نعمت
		۴۲	نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری پر سکون
		۴۳	نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مدح فرمانا

۷۲	افادہ چہارم!	۴۹	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اللہ تعالیٰ اور رسول اور آخرت کے گھر کو چاہنا
۷۴	مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ	۵۰	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نماز جنازہ میں سب سے بڑھ کر مسلمانوں کی تعداد
۷۵	حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ	۵۰	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت البقیع میں مدفن
۷۵	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	۵۰	امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان مقدسہ میں قول
۷۵	باب: نماز پڑھنے والا اپنے جوتوں کو اتار کر کس جگہ رکھے	۵۲	باب: نماز میں کپڑا لٹکانے کا بیان
۷۶	تشریح	۵۲	تشریح
۷۶	مسجد میں جوتوں کے رکھنے پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ	۵۳	مسئلہ
۷۷	الجواب	۵۳	مسئلہ
۷۷	اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا فتویٰ	۵۳	اشکال
۷۷	الجواب	۵۳	جواب
۷۸	باب: بوریے پر نماز پڑھنے کا بیان	۵۴	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۷۸	تشریح	۵۶	باب: عورتوں کے لباس پر نماز پڑھا
۷۸	باب: چٹائی پر نماز پڑھنے کا بیان	۵۷	تشریح
۷۹	تشریح	۵۷	باب: وہ جو بالوں کا گچھا بنا کر نماز پڑھے
۸۰	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۵۸	تشریح
۸۲	باب: مرد کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا	۵۹	مسئلہ
۸۳	تشریح	۵۹	باب: جوتوں کو پہن کر نماز پڑھنا
۸۳	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک	۶۱	تشریح
۸۳	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک	۶۲	اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ
۸۳	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک	۶۲	مسئلہ
۸۳	امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک	۶۳	الجواب
۸۳	سجدہ کے معانی	۷۰	افادہ اول
۸۴	علامہ مجد الدین فیروز آبادی کا قول	۷۱	افادہ دوم
۸۴	علامہ راغب اصفہانی کا قول	۷۲	افادہ سوم!
۸۴	علامہ ابن اثیر جزری کا قول	۷۳	اقول!
۸۴	علامہ بیضاوی شیرازی کا قول		
۸۵	علامہ ابن عابدین شامی کا قول		
۸۵	علامہ ابوبکر المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول		

۱۰۵	تشریح	۸۵	قرآن مجید میں سجدہ کے اطلاقات
۱۰۶	باب: وہ آدمی جو پچھلی صف میں اکیلے نماز پڑھے	۸۶	سجدہ کرنے کے فضائل
۱۰۶	تشریح	۸۸	باب: صفوں کو برابر کرنے کا بیان
۱۰۶	باب: جو صف کے اندر بغیر رکوع کیے ٹل جائے	۹۲	تشریح
۱۰۷	تشریح	۹۳	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۱۰۸	حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ	۹۳	حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
۱۰۸	باب: نمازی کے سترہ کے متعلق	۹۴	حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ
۱۰۹	سترہ کے متعلق چند ابحاث	۹۴	مسئلہ
۱۰۹	پہلی بحث: سترہ کی تعریف	۹۴	مسئلہ
۱۰۹	دوسری بحث: جب سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلے سے گزر سکتا ہے	۹۴	باب: ستونوں کے مابین صفوں کو بنانا
۱۱۰	تیسری بحث: سترہ کا حکم	۹۵	تشریح
۱۱۱	چوتھی بحث: صحرا میں نماز پڑھنے والے کا سترہ قائم کرنا	۹۵	ستونوں کے درمیان صف نہ بنانے میں حکمتیں
۱۱۱	پانچویں بحث: سترے کی مقدار	۹۵	مسئلہ
۱۱۲	چھٹی بحث: امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے	۹۶	باب: صف میں امام کا قرب مستحب اور دوری میں کراہت
۱۱۲	ساتویں بحث: امام و منفرد کا صحرا یا جہاں لوگوں کے گزرنے	۹۶	تشریح
۱۱۲	کا اندیشہ ہو سترہ قائم کرنا	۹۷	مسئلہ
۱۱۲	آٹھویں بحث: بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے	۹۷	مسئلہ
۱۱۲	میں مذاہب آئمہ اربعہ	۹۷	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۱۱۲	فقہاء شافعیہ کا مذہب	۱۰۰	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف
۱۱۳	فقہاء حنابلہ کا مذہب	۱۰۱	باب: صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کا مقام
۱۱۳	فقہاء مالکیہ کا مذہب	۱۰۱	تشریح
۱۱۴	فقہاء حنفیہ کا مذہب	۱۰۱	مسئلہ
۱۱۶	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ	۱۰۲	حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ
۱۱۸	باب: جب لکڑی نہ پاسکے تو خط کھینچے	۱۰۲	باب: عورتوں کی صف اور صف اول سے متاخر ہونے کی
۱۲۰	سترہ کوزمین پر ڈالنے یا خط کھینچنے کا اعتبار ہے یا نہیں؟	۱۰۲	کراہیت
۱۲۱	باب: اونٹ کی جانب ہو کر نماز ادا کرنا	۱۰۳	تشریح
۱۲۲	تشریح	۱۰۴	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۱۲۲	مسئلہ	۱۰۵	باب: امام صف سے کہاں کھڑا ہو؟

۱۴۳	جواب	جب سترہ یا اس کی طرح کی جانب نماز پڑھے تو اس کو اپنے کس
۱۴۴	حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	چیز کے سامنے رکھے
۱۴۴	حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ	تشریح
۱۴۵	باب: جس نے کہا گدھے کے گزرنے سے نماز قطع نہیں ہوتی	حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ
۱۴۶	تشریح	باب: باتیں کرنے والوں اور سونے والوں کی طرف نماز پڑھنا
۱۴۶	حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	تشریح
۱۴۷	باب: جس نے کہا کتا کے گزرنے سے نماز قطع نہیں ہوتی	باب: سترے کے قریب رہنا
۱۴۷	تشریح	تشریح
۱۴۷	حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ	حضرت سہل بن ابو حمزہ رضی اللہ عنہ
۱۴۸	باب: جس نے کہا نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی	حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ
۱۴۹	تشریح	باب: نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو منع کرے
۱۵۰	ابواب تفریع افتتاح الصلوۃ	تشریح
۱۵۰	نماز شروع کرنے کی تفریع پر ابواب	مسئلہ
۱۵۰	باب: رفع یدین کرنا	مسئلہ
۱۵۳	تشریح	باب: نمازی کے سامنے سے گزرنے کی نہی
۱۵۴	بحث اول	تشریح
۱۵۴	رفع یدین کی حد کہاں تک ہے؟	سوال
۱۵۴	فقہاء شافعیہ کا مذہب	الجواب
۱۵۴	فقہاء حنبلیہ کا مذہب	باب: جو چیز نماز کو توڑتی ہے
۱۵۴	فقہاء مالکیہ کا مذہب	تشریح
۱۵۴	فقہاء احناف کا مذہب	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
۱۵۵	دلیل نمبر: 1	باب: امام کا سترہ اقتداء کرنے والوں کا سترہ ہوتا ہے
۱۵۵	دلیل نمبر: 2	تشریح
۱۵۵	دلیل نمبر: 3	مسئلہ
۱۵۵	دلیل نمبر: 4	حضرت عروہ بن شعیب رضی اللہ عنہ
۱۵۶	دلیل نمبر: 5	باب: جس نے کہا عورت کے گزرنے سے نماز نہیں قطع ہوتی
۱۵۶	دلیل نمبر: 5	تشریح
۱۵۶	دلیل نمبر: 6	شبہ

۱۶۳	دلیل نمبر: 10	۱۵۶	دلیل نمبر: 7
۱۶۳	دلیل نمبر: 11	۱۵۶	دلیل نمبر: 8
۱۶۳	دلیل نمبر: 12	۱۵۶	دلیل نمبر: 9
۱۶۳	دلیل نمبر: 13	۱۵۶	دلیل نمبر: 10
۱۶۳	دلیل نمبر: 14	۶	دلیل نمبر: 11
۱۶۳	دلیل نمبر: 15	۱۵۷	دلیل نمبر: 12
۱۶۳	دلیل نمبر: 16	۱۵۷	دلیل نمبر: 13
۱۶۳	دلیل نمبر: 17	۱۵۷	دلیل نمبر: 14
۱۶۳	دلیل نمبر: 18	۱۵۷	دلیل نمبر: 15
۱۶۳	دلیل نمبر: 19	۱۵۷	دلیل نمبر: 16
۱۶۵	دلیل نمبر: 20	۱۵۷	دلیل نمبر: 17
۱۶۵	دلیل نمبر: 21	۱۵۷	بحث ثانی
۱۶۵	دلیل نمبر: 22	۱۵۷	رفع یدین کب کب کرے؟
۱۶۵	دلیل نمبر: 23	۱۵۷	فقہاء شافعیہ کا مذہب
۱۶۵	دلیل نمبر: 24	۱۵۸	فقہاء مالکیہ کا مذہب
۱۶۶	دلیل نمبر: 25	۱۵۸	فقہاء حنابلہ کا مذہب
۱۶۶	دلیل نمبر: 26	۱۵۸	فقہاء احناف کا مذہب
۱۶۶	بحث رابع	۱۶۱	بحث ثالث
۱۶۶	علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ کی ترک رفع یدین پر تحقیق	۱۶۱	رفع یدین بکسیر تحریمہ کے علاوہ منسوخ
۱۷۱	اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا ترک رفع یدین پر فتویٰ	۱۶۱	دلیل نمبر: 1
۱۷۱	الجواب	۱۶۱	دلیل نمبر: 2
۱۷۳	باب: نماز شروع کرنا	۱۶۱	دلیل نمبر: 3
۱۸۰	تشریح	۱۶۲	دلیل نمبر: 4
۱۸۰	مسئلہ	۱۶۲	دلیل نمبر: 5
۱۸۲	مسئلہ	۱۶۲	دلیل نمبر: 6
۱۸۲	مسئلہ	۱۶۲	دلیل نمبر: 7
۱۸۲	باب: تشهد اول سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا	۱۶۳	دلیل نمبر: 8
۱۸۳	تشریح	۱۶۳	دلیل نمبر: 9

۲۲۲	حدیث مبارکہ: 6	۱۸۴	فقہاء حنابلہ کا موقف
۲۲۳	حدیث مبارکہ: 7	۱۸۵	فقہاء مالکیہ کا موقف
۲۲۳	حدیث مبارکہ: 8	۱۸۵	فقہاء شافعیہ کا موقف
۲۲۴	حدیث مبارکہ: 9	۱۸۵	فقہاء احناف کا موقف
۲۲۴	حدیث مبارکہ: 10	۱۸۵	عورت کہاں تک ہاتھ اٹھائے
۲۲۴	حدیث مبارکہ: 11	۱۸۶	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۲۲۵	حدیث مبارکہ: 12	۱۸۶	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا
۲۲۶	حدیث مبارکہ: 13	۱۸۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت
۲۲۶	حدیث مبارکہ: 14	۱۹۰	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارک
۲۲۷	حدیث مبارکہ: 15	۱۹۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زہد و عبادت و خوف خدا عزوجل
۲۲۷	حدیث مبارکہ: 16	۲۰۱	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم
۲۲۸	حدیث مبارکہ: 17	۲۰۵	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت
۲۲۸	حدیث مبارکہ: 18	۲۱۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بمنزلہ ہارون علیہ السلام
۲۲۸	حدیث مبارکہ: 19	۲۱۲	حدیث مبارکہ: 1
۲۲۸	حدیث مبارکہ: 20	۲۱۲	حدیث مبارکہ: 2
۲۲۹	حدیث مبارکہ: 21	۲۱۲	حدیث مبارکہ: 3
۲۲۹	حدیث مبارکہ: 22	۲۱۳	حدیث مبارکہ: 4
۲۲۹	حدیث مبارکہ: 23	۲۱۳	حدیث مبارکہ: 5
۲۲۹	حدیث مبارکہ: 24	۲۱۳	حدیث مبارکہ: 6
۲۳۰	حدیث مبارکہ: 25	۲۱۴	حدیث مبارکہ: 7
۲۳۰	حدیث مبارکہ: 26	۲۱۷	فائدہ
۲۳۰	حدیث مبارکہ: 27	۲۱۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت
۲۳۱	حدیث مبارکہ: 28	۲۲۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل
۲۳۱	حدیث مبارکہ: 29	۲۲۰	حدیث مبارکہ: 1
۲۳۲	حدیث مبارکہ: 30	۲۲۰	حدیث مبارکہ: 2
۲۳۲	حدیث مبارکہ: 31	۲۲۱	حدیث مبارکہ: 3
۲۳۲	حدیث مبارکہ: 32	۲۲۱	حدیث مبارکہ: 4
۲۳۳	حدیث مبارکہ: 33	۲۲۲	حدیث مبارکہ: 5

۲۳۹	حدیث مبارکہ: 61	۲۳۳	حدیث مبارکہ: 34
۲۴۰	حدیث مبارکہ: 62	۲۳۳	حدیث مبارکہ: 35
۲۴۰	حدیث مبارکہ: 63	۲۳۳	حدیث مبارکہ: 36
۲۴۰	حدیث مبارکہ: 64	۲۳۳	حدیث مبارکہ: 37
۲۴۱	حدیث مبارکہ: 65	۲۳۴	حدیث مبارکہ: 38
۲۴۱	حدیث مبارکہ: 66	۲۳۴	حدیث مبارکہ: 39
۲۴۱	حدیث مبارکہ: 67	۲۳۴	حدیث مبارکہ: 39
۲۴۲	حدیث مبارکہ: 68	۲۳۴	حدیث مبارکہ: 40
۲۴۲	حدیث مبارکہ: 69	۲۳۵	حدیث مبارکہ: 41
۲۴۲	حدیث مبارکہ: 70	۲۳۶	حدیث مبارکہ: 42
۲۴۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائیں	۲۳۶	حدیث مبارکہ: 43
۲۴۲	ورضا مند ہونا	۲۳۶	حدیث مبارکہ: 44
۲۴۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور	۲۳۶	حدیث مبارکہ: 45
۲۴۲	حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا احترام	۲۳۶	حدیث مبارکہ: 46
۲۴۲	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دینا	۲۳۷	حدیث مبارکہ: 47
۲۴۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کیسے ہوئی؟	۲۳۷	حدیث مبارکہ: 48
۲۵۲	باب: جس نے رکوع کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہ کیا	۲۳۷	حدیث مبارکہ: 49
۲۵۵	تشریح	۲۳۷	حدیث مبارکہ: 50
۲۵۶	اعتراض	۲۳۸	حدیث مبارکہ: 51
۲۵۶	جواب	۲۳۸	حدیث مبارکہ: 52
۲۵۶	اعتراض	۲۳۸	حدیث مبارکہ: 53
۲۵۶	جواب	۲۳۸	حدیث مبارکہ: 54
۲۵۷	اشکال	۲۳۸	حدیث مبارکہ: 55
۲۵۷	جواب	۲۳۹	حدیث مبارکہ: 56
۲۵۸	حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ	۲۳۹	حدیث مبارکہ: 57
۲۵۸	نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا	۲۳۹	حدیث مبارکہ: 58
۲۶۰	نماز میں ہاتھ کہاں باندھے؟	۲۳۹	حدیث مبارکہ: 59
۲۶۰	فقہاء مالکیہ کا مذہب	۲۳۹	حدیث مبارکہ: 60

۲۷۸	مسئلہ	۲۶۰	فقہاء شافعیہ کا مذہب
۲۷۸	مسئلہ	۲۶۰	فقہاء حنبلیہ کا موقف
۲۷۸	عصمت کی تحقیق	۲۶۱	فقہاء احناف کا مذہب
۸	عصمت کے متعلق اقوال علماء کرام	۲۶۱	دلیل نمبر: 1
۲۷۹	علامہ میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ کا قول	۲۶۱	دلیل نمبر: 2
۲۷۹	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمہ اللہ کا قول	۲۶۱	دلیل نمبر: 3
۲۷۹	علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی رحمہ اللہ کا قول	۲۶۲	دلیل نمبر: 4
۲۷۹	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمہ اللہ کا قول	۲۶۲	دلیل نمبر: 5
۲۷۹	علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ حنفی کا قول	۲۶۲	دلیل نمبر: 6
۲۸۰	علامہ میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ کا دوسرا قول	۲۶۲	دلیل نمبر: 7
۲۸۰	امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کا قول	۲۶۲	دلیل نمبر: 8
۲۸۰	قاضی عبدالنبی بن عبدالرسل الاحمد نگری کا قول	۲۶۲	دلیل نمبر: 9
۲۸۱	علامہ عصام الدین کا قول	۲۶۳	دلیل نمبر: 10
۲۸۱	علامہ جمال الدین منظور افریقی رحمہ اللہ کا قول	۲۶۳	دلیل نمبر: 11
۲۸۲	علامہ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ کا قول	۲۶۳	دلیل نمبر: 12
۲۸	علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ کا قول	۲۶۳	سینے پر ہاتھ باندھنا کیسا؟
۲۸۲	علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی رحمہ اللہ کا قول	۲۶۵	مسئلہ
۲۸۲	علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ کا قول	۲۶۵	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۲۸۲	عصمت انبیاء کرام علیہم السلام پر چند دلائل	۲۶۸	باب: کون سی دعا سے نماز کی ابتداء کی جائے
۲۸۵	اشکال	۲۷۶	تشریح: تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے قبل کوئی دعا ہے یا نہیں؟
۲۸۵	جواب	۲۷۶	امام شافعی رحمہ اللہ کی اختیار کردہ دعا
۶	امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کی طرف سے جواب	۲۷۷	امام اعظم اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اختیار کردہ دعا
۲۸۶	علامہ قرطبی مالکی رحمہ اللہ کی طرف سے جواب	۲۷۷	اگر دعا افتتاح رہ جائے تو کیا کرے
۲۸۷	علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ کی طرف سے جواب	۲۷۷	مسئلہ
۲۸۸	علیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کی جانب سے جواب	۲۷۷	مسئلہ
۲۸۸	باب: جن کے نزدیک سبحانک اللہم وبحمدک سے افتتاح کرے	۲۷۸	مسئلہ
۲۹۲	۲۷۸	۲۷۸	مسئلہ

۳۲۱	فقہاء شافعیہ کا موقف	۲۹۴	تشریح
۳۲۱	فقہاء احناف کا موقف	۲۹۸	باب: افتتاح نماز کے وقت سکتہ کرنا
۳۲۲	دلیل نمبر: 1	۳۰۰	تشریح
۳۲۲	دلیل نمبر: 2	۳۰۰	حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
۳۲۲	دلیل نمبر: 3		باب: جن کے نزدیک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جہر سے
۳۲۲	دلیل نمبر: 4	۳۰۱	نہیں پڑھنا
۳۲۵	دلیل نمبر: 5	۳۰۳	بحث اول
۳۲۵	دلیل نمبر: 6	۳۰۳	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے معانی
۳۲۵	دلیل نمبر: 7	۳۰۵	بحث ثانی
۳۲۵	دلیل نمبر: 8	۳۰۵	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آیت قرآنی ہے یا نہیں
۳۲۵	دلیل نمبر: 9	۳۰۶	بحث ثالث
۳۲۶	دلیل نمبر: 10	۳۰۶	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں
۳۲۶	دلیل نمبر: 11	۳۰۸	بحث رابع
۳۲۶	دلیل نمبر: 12	۳۰۸	ہر سورت کے اول میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جز ہے یا نہیں
۳۲۶	بحث ثامن	۳۰۸	
	ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھی جائے گی یا نہیں اور سورت سے پہلے	۳۰۸	فقہاء حنبلیہ کا مذہب
۳۲۶	بسم اللہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟	۳۰۹	فقہاء مالکیہ کا مذہب
۳۲۷	سوال	۳۰۹	فقہاء شافعیہ کا مذہب
۳۲۷	جواب	۳۰۹	فقہاء احناف کا مذہب
۳۲۷	فقہاء شافعیہ کا مسلک	۳۱۲	بحث خامس
۳۲۸	فقہاء مالکیہ کا مسلک	۳۱۲	بسم اللہ میں نبی کریم ﷺ کی جانب رمز اور اشارہ
۳۲۸	فقہاء حنبلیہ کا مسلک	۳۱۳	بحث سادس
۳۲۸	فقہاء احناف کا مسلک	۳۱۳	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے فوائد اور حکمتیں و احکام
۳۲۹	کیا دوسری رکعت میں اعوذ باللہ پڑھے گا؟	۳۱۸	بحث سابع
۳۳۰	اشکال		نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سر پڑھی جائے گی یا
۳۳۰	جواب	۳۱۸	جہر؟
۳۳۱	باب: جس نے بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھا	۳۱۸	فقہاء مالکیہ کا موقف
۳۳۲	تشریح	۳۱۹	فقہاء حنبلیہ کا موقف

۳۵۲	خشوع کے مدارج	۳۳۵	اشکال
۳۵۳	خشوع کے متعلق اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم	۳۳۵	جواب
۳۵۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول	۳۳۸	اعتراض
۳۵۳	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول	۳۳۹	باب: کوئی حادثہ عارض آنے پر نماز کو تخفیف کرنا
۳۵۴	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول	۳۴۰	تشریح
۳۵۴	حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول	۳۴۱	اشکال
۳۵۴	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول	۳۴۲	جواب
۳۵۵	حضرت عبداللہ بن منقذ رضی اللہ عنہ کا قول	۳۴۲	باب: نماز تخفیف کرنا
۳۵۵	حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول	۳۴۵	تشریح
۳۵۶	کیا نماز میں خشوع و خضوع واجب ہے؟	۳۴۶	باب: نماز میں نقص آنا
۳۵۶	قرآن مجید سے دلائل	۳۴۶	تشریح
۳۵۷	احادیث مبارکہ سے دلائل	۳۴۶	خشوع و خضوع کے معانی
۳۵۹	نماز میں خشوع کے وجوب کا مطلب	۳۴۹	قرآن مجید میں خشوع کا اطلاق
۳۵۹	نماز میں خشوع و خضوع کرنے والوں کی امثال	۳۴۹	آیت نمبر: 1
۳۵۹	مثال نمبر: 1	۳۴۹	آیت نمبر: 2
۳۶۰	مثال نمبر: 2	۳۵۰	آیت نمبر: 3
۳۶۰	مثال نمبر: 3	۳۵۰	آیت نمبر: 4
۳۶۱	مثال نمبر: 4	۳۵۰	آیت نمبر: 5
۳۶۱	مثال نمبر: 5	۳۵۰	خشوع کے متعلق احادیث مبارکہ
۳۶۱	مثال نمبر: 6	۳۵۰	حدیث مبارکہ: 1
۳۶۲	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	۳۵۰	حدیث مبارکہ: 2
۳۶۳	باب: ظہر کی قرأت کے متعلق	۳۵۱	حدیث مبارکہ: 3
۳۶۵	تشریح	۳۵۱	حدیث مبارکہ: 4
۳۶۵	مسئلہ	۳۵۱	حدیث مبارکہ: 5
۳۶۵	مسئلہ	۳۵۲	حدیث مبارکہ: 6
۳۶۵	مسئلہ	۳۵۲	حدیث مبارکہ: 7
۳۶۵	مسئلہ	۳۵۲	حدیث مبارکہ: 8
۳۶۶	مسئلہ	۳۵۲	حدیث مبارکہ: 9

۳۷۶	امام ظہر میں اخفاء کرے	۳۷۶	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمہ اللہ کا قول
۳۷۶	حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رحمہ اللہ	۳۷۶	علامہ شہاب الدین احمد خفاجی رحمہ اللہ کا قول
۳۷۷	باب: آخری دو رکعات کو تخفیف سے پڑھنا	۳۷۷	حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ کا قول
۳۷۸	تشریح	۳۷۸	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمہ اللہ کا قول
۳۷۸	حضرت جابر بن سمرہ رحمہ اللہ	۳۸۰	علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی رحمہ اللہ کا قول
۳۷۸	باب: ظہر اور عصر میں قرأت کی مقدار	۳۸۲	حافظ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ کا قول
۳۷۸	تشریح	۳۸۳	قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی رحمہ اللہ کا قول
۳۷۹	مسئلہ	۳۸۳	علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ کا قول
۳۷۹	مسئلہ	۳۸۴	علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی رحمہ اللہ کا قول
۳۷۹	مسئلہ	۳۸۴	علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ کا قول
۳۷۹	مسئلہ	۳۸۵	باب: فجر میں قرأت کرنا
۳۷۹	حضرت عکرمہ رحمہ اللہ	۳۸۵	تشریح
۳۷۹	باب: مغرب میں قرأت کی مقدار	۳۸۵	مسئلہ
۳۷۹	تشریح	۳۸۵	مسئلہ
۳۷۹	مسئلہ	۳۸۶	حضرت عمرو بن حریث رحمہ اللہ
۳۷۹	مسئلہ	۳۸۶	باب: جو نماز میں سورۃ فاتحہ کو پڑھنا چھوڑ دے
۳۷۹	مروان بن حکم	۳۹۰	تشریح
۳۷۹	باب: مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنا	۳۹۰	مسئلہ
۳۷۹	تشریح	۳۹۰	مسئلہ
۳۷۹	مسئلہ	۳۹۰	مسئلہ
۳۷۹	حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ	۳۹۲	مذہب اربعہ!
۳۷۹	باب: جو ایک ہی سورت کا دو رکعات میں تکرار کرے	۳۹۲	فقہاء مالکیہ کا مذہب
۳۷۹	تشریح	۳۹۳	فقہاء شافعیہ کا مذہب
۳۷۹	مسئلہ	۳۹۳	فقہاء حنبلیہ کا مذہب
۳۷۹	مسئلہ	۳۹۴	فقہاء احناف کا مذہب
۳۷۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کی تحقیق	۳۹۹	احناف کے مزید دلائل
۳۷۹	نسیان کا معنی	۳۹۹	دلیل نمبر: ۱
۳۷۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسیان نہیں ہوا؟	۳۹۹	دلیل نمبر: ۲

۴۰۵	دلیل نمبر: 31	۴۰۰	دلیل نمبر: 3
۴۰۶	دلیل نمبر: 32	۴۰۰	دلیل نمبر: 4
۴۰۶	دلیل نمبر: 33	۴۰۰	دلیل نمبر: 5
۴۰۶	دلیل نمبر: 34	۴۰۱	دلیل نمبر: 6
۴۰۶	دلیل نمبر: 35	۴۰۱	دلیل نمبر: 7
۴۰۶	دلیل نمبر: 36	۴۰۱	دلیل نمبر: 8
۴۰۷	دلیل نمبر: 37	۴۰۱	دلیل نمبر: 9
۴۰۷	دلیل نمبر: 38	۴۰۲	دلیل نمبر: 10
۴۰۷	دلیل نمبر: 39	۴۰۲	دلیل نمبر: 11
۴۰۷	دلیل نمبر: 40	۴۰۲	دلیل نمبر: 12
۴۰۸	دلیل نمبر: 41	۴۰۲	دلیل نمبر: 13
۴۰۸	دلیل نمبر: 42	۴۰۲	دلیل نمبر: 14
۴۰۸	دلیل نمبر: 43	۴۰۳	دلیل نمبر: 15
۴۰۸	کیا امام کے پیچھے مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے؟	۴۰۳	دلیل نمبر: 16
۴۰۸	فقہاء مالکیہ کا موقف	۴۰۳	دلیل نمبر: 17
۴۰۹	فقہاء شافعیہ کا موقف	۴۰۳	دلیل نمبر: 18
۴۰۹	فقہاء حنبلیہ کا موقف	۴۰۳	دلیل نمبر: 19
۴۱۰	فقہاء احناف کا مذہب	۴۰۳	دلیل نمبر: 20
۴۱۱	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	۴۰۳	دلیل نمبر: 21
	باب: جس نے سورہ فاتحہ کی قرأت کو مکروہ کہا جب امام جہر سے پڑھے	۴۰۴	دلیل نمبر: 22
۴۱۱		۴۰۴	دلیل نمبر: 23
۴۱۳	تشریح	۴۰۴	دلیل نمبر: 24
۴۱۴	امام زہری رحمہ اللہ	۴۰۴	دلیل نمبر: 25
۴۱۵	جن کے نزدیک قرأت ہے جب امام قرأت جہر سے نہ کر رہا ہو	۴۰۴	دلیل نمبر: 26
۴۱۶	تشریح	۴۰۵	دلیل نمبر: 27
۴۱۶	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۴۰۵	دلیل نمبر: 28
۴۱۷	باب: ان پڑھ اور غیر عربی کیلئے کتنی قرأت کفایت کرے گی	۴۰۵	دلیل نمبر: 29
۴۱۹	تشریح	۴۰۵	دلیل نمبر: 30

۴۳۵	علامہ محمد بن اشیر جزری کا قول	۴۲۰	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ
۴۳۵	علامہ اسماعیل بن حماد الجوهری کا قول	۴۲۱	باب: تکبیر کس کس جگہ کہے؟
۴۳۵	علامہ سید شریف جرجانی کا قول	۴۲۳	بحث اول
۴۳۶	اللہ تعالیٰ کی حمد کے فضائل	۴۲۳	تکبیرات انتقال مشروع ہے یا نہیں؟
۴۳۶	حدیث مبارکہ: 1	۴۲۳	بحث ثانی
۴۳۶	حدیث مبارکہ: 2	۴۲۳	نماز کی تکبیرات میں مذاہب اربعہ
۴۳۶	حدیث مبارکہ: 3	۴۲۴	باب: ہاتھوں سے پہلے گھٹنے کس طرح رکھے؟
۴۳۶	حدیث مبارکہ: 4	۴۲۵	تشریح
۴۳۷	حدیث مبارکہ: 5	۴۲۵	مسئلہ
۴۳۷	حدیث مبارکہ: 6	۴۲۶	مسئلہ
۴۳۷	حدیث مبارکہ: 7	۴۲۶	مسئلہ
۴۳۷	حدیث مبارکہ: 8	۴۲۶	مالکیہ کا استدلال اور ان کا جواب
۴۳۷	حدیث مبارکہ: 9	۴۲۷	باب: رکعت اولیٰ اور رکعت ثالثہ سے اٹھنا
۴۳۸	حدیث مبارکہ: 10	۴۲۸	تشریح
۴۳۸	حدیث مبارکہ: 11	۴۲۹	حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ
۴۳۸	حدیث مبارکہ: 12	۴۲۹	باب: دو سجدوں کے مابین ایڑیوں پر بیٹھنا
۴۳۸	حدیث مبارکہ: 13	۴۲۹	تشریح: اقواء کا معنی
۴۳۸	حدیث مبارکہ: 14	۴۳۱	حضرت ابن جریج رحمہ اللہ
۴۳۹	حدیث مبارکہ: 15	۴۳۱	باب: جب رکوع سے سر کو اٹھائے تو کیا کہے؟
۴۳۹	نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا	۴۳۳	تشریح
۴۴۱	اللہ تعالیٰ کی حمد کام و کلام کرنے سے قبل نہ کرنے پر وعیدیں	۴۳۳	مسئلہ
	اللہ تعالیٰ کی مومنین اور صالحین کا آخرت میں چھ مقامات پر حمد	۴۳۳	مسئلہ
۴۴۱	کرنا	۴۳۴	مسئلہ
۴۴۱	1- پل صراط سے عافیت کے ساتھ گزرنے پر حمد	۴۳۴	مسئلہ
۴۴۱	2- فیصلہ ہونے کے بعد حمد کرنا	۴۳۴	اللہ تعالیٰ کی حمد
۴۴۲	3- جنت کے قریب پہنچ کر جنت کو دیکھنے کے وقت حمد کرنا	۴۳۴	حمد کے معانی
۴۴۲	4- جنت میں داخل ہونے کے وقت	۴۳۴	علامہ ابن منظور افریقی کا قول
۴۴۲	5- جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچنے کے وقت حمد کرنا	۴۳۵	علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی کا قول

۴۶۴	مسئلہ	۴۴۲	6- جنت میں آخری جملہ حمد کرنا
۴۶۴	مسئلہ	۴۴۳	باب: دو سجدوں کے درمیان کی دعا
۴۶۵	حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ	۴۴۴	تشریح
۴۶۵	حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ	۴۴۵	باب: عورتیں جب مردوں کے ساتھ ہوں تو ان کا سجدہ سے سر اٹھانا
۴۶۵	باب: رکوع و سجود میں دعا کرنا	۴۴۷	تشریح
۴۶۷	تشریح	۴۴۷	حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا
۴۷۹	باب: نماز میں دعا کرنا	۴۴۷	رکوع سے قیام کر کے اور دو سجدوں کے مابین ٹھہرنا
۴۸۱	تشریح	۴۴۸	تشریح
۴۸۱	حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ	۴۴۹	باب: رکوع اور سجود کی مقدار
۴۸۲	باب: رکوع اور سجود کی مقدار	۴۵۰	تشریح: مسئلہ
۴۸۲	تشریح: مسئلہ	۴۵۰	مسئلہ
۴۸۳	مسئلہ	۴۵۵	مسئلہ
۴۸۳	مسئلہ	۴۵۵	مسئلہ
۴۸۳	باب: اعضائے سجود کا بیان	۴۵۵	مسئلہ
۴۸۶	تشریح: آئمہ اربعہ کا موقف	۴۵۵	باب: نبی کریم ﷺ کا فرمان مقدسہ کہ جس کی نماز مکمل نہ ہوئی تو اس کی نوافل سے مکمل کی جائے گی
۴۸۶	مسئلہ	۴۵۶	تشریح
۴۸۷	مسئلہ	۴۵۷	حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ
۴۸۷	مسئلہ	۴۵۸	باب: رکوع اور سجود کے ابواب کی تفریع اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا
۴۸۷	مسئلہ	۴۵۹	تشریح
۴۸۷	علامہ شمس الائمہ سرخسی کا قول	۴۶۰	مسئلہ
۴۸۷	علامہ ابوالحسن مرغینانی کا قول	۴۶۰	حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ
۴۸۸	علامہ ابن نجیم مصری حنفی کا قول	۴۶۰	باب: انسان رکوع اور سجدوں میں کیا کہے؟
۴۸۸	علامہ ابن ہمام کا قول	۴۶۱	تشریح
۴۸۸	علامہ جلال الدین خوارزمی کا قول	۴۶۳	مسئلہ
۴۸۸	علامہ زین الدین مصری کا دوسرا قول	۴۶۴	مسئلہ
۴۸۹	علامہ بدر الدین عینی حنفی کا قول	۴۶۴	مسئلہ
۴۸۹	ملا احمد بن فراموز خسر کا قول	۴۶۴	مسئلہ

۵۱۴	مسئلہ	۴۸۹	علامہ زین الدین بن نجیم مصری کا تیسرا قول
۵۱۴	حضرت مطرف رحمہ اللہ	۴۸۹	علامہ ابن ہمام حنفی کا قول
۵۱۵	باب: نماز میں وسوس اور خیالات کی کراہیت	۴۹۰	علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی کا قول
۵۱۵	تشریح	۴۹۰	علامہ محمد بن محمود بابر تہی کا قول
۵۱۶	حضرت زید بن خالد جہنی رحمہ اللہ	۴۹۱	علامہ علاؤ الدین حصکفی کا قول
۵۱۶	باب: نماز میں امام کو لقمہ دینا	۴۹۱	علامہ ابن عابدین شامی حنفی کا قول
۵۱۷	تشریح	۴۹۴	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کا فتویٰ
۵۱۸	آیا لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں	۴۹۴	نماز میں بال سنوار نایا کپڑا موڑنا
۵۱۹	مسئلہ	۴۹۵	حضرت عباس بن عبدالمطلب رحمہ اللہ
۵۱۹	مسئلہ	۵۰۲	باب: امام کو سجدہ میں پانے والا کیا کرے
۵۱۹	مسئلہ	۵۰۲	تشریح
۵۱۹	مسئلہ	۵۰۳	باب: ناک اور پیشانی پر سجدہ کرنے کا بیان
۵۲۰	باب: لقمہ دینے کی نہی	۵۰۳	تشریح
۵۲۰	تشریح	۵۰۴	باب: سجدہ کرنے کا طریقہ
۵۲۱	باب: نماز میں ادھر ادھر دیکھنا	۵۰۵	تشریح
۵۲۱	تشریح	۵۰۵	مسئلہ
۵۲۱	مسئلہ	۵۰۵	مسئلہ
۵۲۲	مسئلہ	۵۰۶	مسئلہ
۵۲۲	حضرت ابو ذر رحمہ اللہ	۵۰۶	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
۵۲۵	باب: ناک پر سجدہ کرنا	۵۱۰	باب: اس میں ضرورت کی وجہ سے رخصت
۵۲۵	تشریح	۵۱۱	تشریح
۵۲۶	باب: نماز میں نظر کرنا	۵۱۱	باب: کوکھ پر ہاتھ رکھنا
۵۲۷	تشریح: نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا	۵۱۱	تشریح: آئمہ اربعہ کا موقف
۵۲۸	مسئلہ	۵۱۳	مسئلہ
۵۲۸	اشکال	۵۱۳	باب: نماز میں رونا
۵۲۸	جواب	۵۱۳	تشریح: فقہاء کرام کا اختلاف
۵۲۸	حضرت جابر بن سمرہ رحمہ اللہ	۵۱۴	مسئلہ
۵۲۹	باب: اس میں رخصت	۵۱۴	مسئلہ

۵۲۲	حدیث مبارکہ: 16	۵۲۹	تشریح
۵۲۲	حدیث مبارکہ: 17	۵۳۰	حضرت اہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ
۵۲۲	حدیث مبارکہ: 18	۵۳۰	باب: نماز میں کوئی عمل کرنا
۵۲۲	حدیث مبارکہ: 19	۵۳۳	تشریح: نماز میں بچہ کو اٹھانا
۵۲۲	حدیث مبارکہ: 20	۵۳۳	نماز میں سانپ اور بچھو کو مارنا
۵۲۳	حدیث مبارکہ: 21	۵۳۳	مسئلہ
۵۲۳	حدیث مبارکہ: 22	۵۳۳	مسئلہ
۵۲۳	حدیث مبارکہ: 23	۵۳۳	حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ
۵۲۳	حدیث مبارکہ: 24	۵۳۳	رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں
۵۲۳	حدیث مبارکہ: 25	۵۳۳	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا
۵۲۳	حدیث مبارکہ: 26	۵۳۵	حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا
۵۲۳	حدیث مبارکہ: 27	۵۳۵	حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا
۵۲۳	حدیث مبارکہ: 28	۵۳۸	حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب
۵۲۳	حدیث مبارکہ: 29	۵۳۸	حدیث مبارکہ: 1
۵۲۵	حدیث مبارکہ: 30	۵۳۹	حدیث مبارکہ: 2
۵۲۵	حدیث مبارکہ: 31	۵۳۹	حدیث مبارکہ: 8
۵۲۵	حدیث مبارکہ: 32	۵۳۹	حدیث مبارکہ: 4
۵۲۶	حدیث مبارکہ: 33	۵۳۹	حدیث مبارکہ: 5
۵۲۶	حدیث مبارکہ: 34	۵۴۰	حدیث مبارکہ: 6
۵۲۶	حدیث مبارکہ: 35	۵۴۰	حدیث مبارکہ: 7
۵۲۶	حدیث مبارکہ: 36	۵۴۰	حدیث مبارکہ: 8
۵۲۶	حدیث مبارکہ: 37	۵۴۰	حدیث مبارکہ: 9
۵۲۷	حدیث مبارکہ: 38	۵۴۰	حدیث مبارکہ: 10
۵۲۷	حدیث مبارکہ: 39	۵۴۱	حدیث مبارکہ: 11
۵۲۷	حدیث مبارکہ: 40	۵۴۱	حدیث مبارکہ: 12
۵۲۷	حدیث مبارکہ: 41	۵۴۱	حدیث مبارکہ: 13
۵۲۸	حدیث مبارکہ: 42	۵۴۱	حدیث مبارکہ: 14
۵۲۸	حدیث مبارکہ: 43	۵۴۱	حدیث مبارکہ: 15

۵۵۹	مسئلہ	۵۴۸	حدیث مبارکہ: 44
۵۵۹	بحث ثانی	۵۴۸	حدیث مبارکہ: 45
۵۵۹	نماز میں سلام کا جواب دینے کے متعلق مذاہب	۵۴۹	حدیث مبارکہ: 46
۵۵۹	مسئلہ	۵۴۹	حدیث مبارکہ: 47
۵۵۹	مسئلہ	۵۴۹	حدیث مبارکہ: 48
۵۶۰	مسئلہ	۵۴۹	حدیث مبارکہ: 49
۵۶۰	حضرت صہیب رضی اللہ عنہ	۵۴۹	حدیث مبارکہ: 50
۵۶۶	باب: نماز میں چھینکنے والے کو جواب	۵۵۰	حدیث مبارکہ: 51
۵۶۷	تشریح: چھینک کے متعلق چند اباحات	۵۵۱	حدیث مبارکہ: 52
۵۶۷	بحث اول	۵۵۱	حدیث مبارکہ: 53
۵۶۷	چھینک کا معنی	۵۵۱	حدیث مبارکہ: 54
۵۶۷	بحث ثانی	۵۵۱	حدیث مبارکہ: 55
۵۶۷	نماز میں چھینک کے جواب کے متعلق مذاہب	۵۵۲	حدیث مبارکہ: 56
۵۶۷	بحث ثالث	۵۵۲	حدیث مبارکہ: 57
	نماز میں چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا اور اس کے جواب دینے	۵۵۲	حدیث مبارکہ: 58
۵۶۷	کے متعلق مسائل	۵۵۲	حدیث مبارکہ: 59
۵۷۰	بحث رابع	۵۵۲	حدیث مبارکہ: 60
۵۷۰	چھینک آنے کے اور جواب دینے کے الفاظ	۵۵	حدیث مبارکہ: 61
۵۷۱	بحث خامس	۵۵۳	حدیث مبارکہ: 62
۵۷۱	نماز کے علاوہ چھینک کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں	۵۵۳	حدیث مبارکہ: 63
۵۷۳	بحث سادس	۵۵۴	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ
۵۷۳	چھینک کے متعلق مسائل	۵۵۵	باب: نماز میں سلام کا جواب دینا
۵۷۳	مسئلہ نمبر: 1	۵۵۸	تشریح: دو اباحات
۵۷۳	مسئلہ نمبر: 2	۵۵۸	بحث اول
۵۷۳	مسئلہ نمبر: 3	۵۵۸	نماز میں کلام کرنے کے متعلق مذاہب
۵۷۳	مسئلہ نمبر: 4	۵۵۸	مسئلہ
۵۷۴	مسئلہ نمبر: 5	۵۵۸	مسئلہ
۵۷۴	مسئلہ نمبر: 6	۵۵۹	مسئلہ

۵۹۹	فتاویٰ جات	۵۷۴	مسئلہ نمبر: 7
۵۹۹	الجواب	۵۷۴	مسئلہ نمبر: 8
۶۰۰	(سوال)	۵۷۴	مسئلہ نمبر: 9
۶۰۰	جواب	۵۷۴	مسئلہ نمبر: 10
۶۰۰	حضرت بلال رضی اللہ عنہ	۵۷۵	مسئلہ نمبر: 11
۶۰۲	باب: نماز میں تصفیق کا بیان	۵۷۵	مسئلہ نمبر: 12
۶۰۶	تشریح: تصفیق کے متعلق مذاہب	۵۷۶	بحث سابع
۶۰۶	باب: نماز میں اشارہ کرنا	۵۷۶	چھینک آنا اللہ تعالیٰ کی نعمت
۶۰۷	تشریح	۵۷۸	بدشگونی کی تحقیق
۶۰۷	مسئلہ	۵۷۹	لکیریں کھینچنا
۶۰۷	مسئلہ	۵۹۰	حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ
۶۰۷	مسئلہ	۵۹۰	باب: امام کے پیچھے آمین کہنا
۶۰۸	مسئلہ	۵۹۳	تشریح: آمین کا معنی
۶۰۸	باب: نماز میں کنکریوں کو ہٹانا	۵۹۳	امام کے پیچھے آمین کہنے کے متعلق مذاہب اربعہ
۶۰۹	تشریح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ	۵۹۳	فقہاء حنبلیہ کا مذہب
۶۰۹	آئمہ اربعہ غیر مقلدین کا نظریہ	۵۹۳	فقہاء شافعیہ کا مذہب
۶۰۹	مسئلہ	۵۹۵	فقہاء مالکیہ کا مذہب
۶۰۹	حضرت معقیب رضی اللہ عنہ	۵۹۶	فقہاء احناف کا مذہب
۶۱۰	باب: ہاتھ کو کوکھ پر رکھ کر نماز پڑھنا	۵۹۸	احناف کے موقف پر مزید دلائل
۶۱۰	تشریح	۵۹۸	دلیل نمبر: 1
۶۱۱	باب: نماز میں عصا کا سہارا لینا	۵۹۸	دلیل نمبر: 2
۶۱۱	تشریح	۵۹۸	دلیل نمبر: 3
۶۱۲	باب: نماز میں کلام کرنا	۵۹۸	دلیل نمبر: 4
۶۱۲	تشریح	۵۹۹	دلیل نمبر: 5
۶۱۳	مسئلہ	۵۹۹	دلیل نمبر: 6
۶۱۳	مسئلہ	۵۹۹	دلیل نمبر: 7
۶۱۳	مسئلہ	۵۹۹	دلیل نمبر: 8
۶۱۵	مسئلہ		اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کے

۶۱۵	حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ	۶۳۵	علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کا قول
۶۲۱	باب: بیٹھ کر نماز پڑھنا	۶۳۶	علامہ ابوالبرکات احمد بن نسفی رحمہ اللہ کا قول
۶۲۲	تشریح	۶۳۶	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول
۶۲۲	مسئلہ	۶۳۶	علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمہ اللہ کا قول
۶۲۲	مسئلہ	۶۳۶	امام علی بن احمد واحدی رحمہ اللہ کا قول
۶۲۲	مسئلہ	۶۳۶	امام حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ کا قول
۶۲۵	مسئلہ	۶۳۶	علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رحمہ اللہ کا قول
۶۲۵	مسئلہ	۶۳۶	امام عبدالرحمن بن محمد مخلوف ثعالبی رحمہ اللہ کا قول
۶۲۵	مسئلہ	۶۳۷	امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود رحمہ اللہ کا قول
۶۲۵	مسئلہ	۶۳۷	غیر مقلدین کے امام محمد بن علی شوکانی کا قول
۶۲۵	مسئلہ	۶۳۷	نور انیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا احادیث مبارکہ سے ثبوت
۶۲۵	نہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کوئی نہیں	۶۴۳	باب: تشہد میں کیسے بیٹھے؟
۶۲۸	اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا فتویٰ	۶۴۴	مذہب آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم
۶۲۸	الجواب	۶۴۴	مالکیہ کا مذہب
۶۲۸	نہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر یا بھائی کہنا حرام اگر اہانت کی نیت سے	۶۴۵	شافعیہ کا مذہب
۶۳۱	پکارا تو کافر ہے	۶۴۵	حنبلیہ کا مذہب
۶۳۳	مفسرین علماء کرام کے اقوال	۶۴۵	احناف کا مذہب
۶۳۳	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کا قول	۶۴۵	تشہد میں مٹھی بند کر کے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا
۶۳۳	علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری رحمہ اللہ کا قول	۶۴۶	مذہب اربعہ
۶۳۴	علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمہ اللہ کا قول	۶۴۷	باب: چوتھی رکعت میں سرین کے اوپر بیٹھنا
۶۳۴	علامہ ابواللیث نصر بن محمد سرقندی رحمہ اللہ کا قول	۶۵۰	مذہب اربعہ
۶۳۴	امام فخر الدین محمد بن عمر رازی رحمہ اللہ کا قول	۶۵۱	باب: تشہد کے متعلق
۶۳۴	قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی رحمہ اللہ کا قول	۶۵۵	بحث اول
۶۳۴	علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی رحمہ اللہ کا قول	۶۵۵	تشہد کا حکم
۶۳۴	علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ کا قول	۶۵۵	آئمہ اربعہ کا موقف
۶۳۵	امام جلال الدین محلی رحمہ اللہ کا قول	۶۵۷	مسئلہ
۶۳۵	علامہ احمد بن صاوی رحمہ اللہ کا قول	۶۵۷	مسئلہ
۶۳۵	علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی رحمہ اللہ کا قول	۶۵۷	مسئلہ

۶۲۸	حدیث مبارکہ: 12	۶۵۷	مسئلہ
۶۲۹	حدیث مبارکہ: 13	۶۵۷	بحث ثانی
۶۲۹	حدیث مبارکہ: 14	۶۵۷	تشہد کے الفاظ اور مذاہب اربعہ
۶۲۹	حدیث مبارکہ: 15	۶۵۸	حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
۶۲۹	حدیث مبارکہ: 16	۶۵۹	باب: نبی مکرم ﷺ پر تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا
۶۲۹	حدیث مبارکہ: 17	۶۶۱	چند ابحاث
۶۷۰	حدیث مبارکہ: 18	۶۶۱	بحث اول
۶۷۰	حدیث مبارکہ: 19	۶۶۱	تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ
۶۷۰	حدیث مبارکہ: 20	۶۶۴	بحث ثانی
۶۷۰	حدیث مبارکہ: 21	۶۶۴	نماز کے درود میں سیدنا محمد ﷺ کا اضافہ کرنا
۶۷۰	حدیث مبارکہ: 22	۶۶۴	مسئلہ
۶۷۱	حدیث مبارکہ: 23	۶۶۴	بحث ثالث
۶۷۲	حدیث مبارکہ: 24	۶۶۴	نماز میں تشہد کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ پڑھنا
۶۷۲	حدیث مبارکہ: 25	۶۶۵	بحث رابع
۶۷۲	حدیث مبارکہ: 26	۶۶۵	نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے حکم میں مذاہب اربعہ
۶۷۲	حدیث مبارکہ: 27	۶۶۶	بحث خامس
۶۷۳	حدیث مبارکہ: 28	۶۶۶	نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کے فضائل
۶۷۳	حدیث مبارکہ: 29	۶۶۶	حدیث مبارکہ: 1
۶۷۳	حدیث مبارکہ: 30	۶۶۶	حدیث مبارکہ: 2
۶۷۴	حدیث مبارکہ: 31	۶۶۶	حدیث مبارکہ: 3
۶۷۴	حدیث مبارکہ: 32	۶۶۷	حدیث مبارکہ: 4
۶۷۴	حدیث مبارکہ: 33	۶۶۷	حدیث مبارکہ: 5
۶۷۴	حدیث مبارکہ: 34	۶۶۷	حدیث مبارکہ: 6
۶۷۴	حدیث مبارکہ: 35	۶۶۷	حدیث مبارکہ: 7
۶۷۵	حدیث مبارکہ: 36	۶۶۸	حدیث مبارکہ: 8
۶۷۵	حدیث مبارکہ: 37	۶۶۸	حدیث مبارکہ: 9
۶۷۵	حدیث مبارکہ: 38	۶۶۸	حدیث مبارکہ: 10
۶۷۶	حدیث مبارکہ: 39	۶۶۸	حدیث مبارکہ: 11

۶۸۷	دوزخ کے دروازے اور عذاب یافتگان	۶۷۶	بحث سادس
۶۸۹	دوزخ کا مقام	۶۷۶	جن مواقع پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے
۶۹۰	دوزخ کی ہولناکیاں	۶۷۷	الجواب
۶۹۲	دوزخ کی آگ اور پانی	۶۷۸	بحث سابع
۶۹۳	دوزخیوں کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا	۶۷۸	جن مواقع پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا مکروہ ہے
۶۹۴	دوزخی پر موت نہیں آئے گی	۶۷۸	بحث الثامن
۶۹۶	عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا		انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے میں جمہور کی
۶۹۶	عذاب قبر کا ثبوت	۶۷۸	آراء
۶۹۶	حدیث مبارکہ: 1	۶۸۰	بحث تاسع
۶۹۷	حدیث مبارکہ: 2		انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر افراد اصلوٰۃ بھیجنے میں فقہاء
۶۹۷	حدیث مبارکہ: 3	۶۸۰	کی آراء
۶۹۷	حدیث مبارکہ: 4	۶۸۰	فقہاء حنبلیہ کی آراء
۶۹۷	حدیث مبارکہ: 5	۶۸۰	فقہاء شافعیہ کی آراء
۶۹۷	حدیث مبارکہ: 6	۶۸۰	فقہاء مالکیہ کی آراء
۶۹۸	حدیث مبارکہ: 7	۶۸۰	فقہاء احناف کی آراء
۶۹۸	حدیث مبارکہ: 8	۶۸۱	حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ
۶۹۸	حدیث مبارکہ: 9	۶۸۱	حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۶۹۹	حدیث مبارکہ: 10	۶۸۱	باب: تشہد کے بعد کیا کہے؟
۶۹۹	حدیث مبارکہ: 11	۶۸۳	تشہد اخیر میں دعا کے متعلق مذاہب
۷۰۰	حدیث مبارکہ: 12	۶۸۳	دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کرنا
۷۰۰	حدیث مبارکہ: 13	۶۸۳	حدیث مبارکہ: 1
۷۰۱	حدیث مبارکہ: 14	۶۸۳	حدیث مبارکہ: 2
۷۰۱	حدیث مبارکہ: 15	۶۸۴	حدیث مبارکہ: 3
۷۰۱	حدیث مبارکہ: 16	۶۸۴	حدیث مبارکہ: 4
۷۰۲	حدیث مبارکہ: 17	۶۸۴	حدیث مبارکہ: 5
۷۰۳	حدیث مبارکہ: 18	۶۸۴	حدیث مبارکہ: 6
۷۰۴	حدیث مبارکہ: 19	۶۸۵	کیا عبادت عذاب کے خوف سے کرنی چاہئے
۷۰۵	حدیث مبارکہ: 20	۶۸۷	دوزخ کی گرمی کا عالم

۷۳۱	مسئلہ	۷۰۵	حدیث مبارکہ: 21
۷۳۱	مسئلہ	۷۰۶	حدیث مبارکہ: 22
۷۳۱	مسئلہ	۷۰۷	علماء کرام کے اقوال سے عذاب قبر کا ثبوت
۷۳۱	مسئلہ	۷۰۷	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا قول
۷۳۱	مسئلہ	۷۰۸	علامہ کمال الدین بن ہمام <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا قول
۷۳۱	مسئلہ	۷۰۹	علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا قول
۷۳۲	مسئلہ	۷۰۹	علامہ جلال الدین سیوطی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا قول
۷۳۲	مسئلہ	۷۰۹	علامہ ملا علی قاری حنفی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا قول
۷۳۲	مسئلہ	۷۰۹	زندگی اور موت کی آزمائش سے پناہ طلب کرنا
۷۳۲	حضرت جابر بن سمرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	۷۱۲	مسح و جال کے شر سے پناہ طلب کرنا
۷۳۳	باب: امام کے سلام کا جواب دینا	۷۱۲	دجال کہنے کی وجوہ
۷۳۳	تشریح	۷۱۳	دجال کی شرائط
۷۳۳	مسئلہ	۷۱۸	حضرت مجن بن ادراع <small>رضی اللہ عنہ</small>
۷۳۳	سلام کرنا	۷۱۹	باب: تشہد کا آہستہ پڑھنا
۷۳۴	حدیث مبارکہ: 1	۷۱۹	تشریح
۷۳۴	حدیث مبارکہ: 2	۷۱۹	باب: تشہد میں اشارہ کرنا
۷۳۴	حدیث مبارکہ: 3	۷۲۱	تشریح
۷۳۴	حدیث مبارکہ: 4	۷۲۱	اشارہ کے متعلق مذاہب اربعہ
۷۳۴	حدیث مبارکہ: 5	۷۲۲	مسئلہ
۷۳۵	حدیث مبارکہ: 6	۷۲۲	حضرت عبد اللہ بن زبیر <small>رضی اللہ عنہ</small>
۷۳۵	حدیث مبارکہ: 7	۷۲۵	باب: نماز میں ہاتھ ٹیکنے کی کراہیت
۷۳۵	حدیث مبارکہ: 8	۷۲۶	تشریح
۷۳۶	حدیث مبارکہ: 9	۷۲۶	باب: پہلے قعدہ میں تخفیف کرنا
۷۳۶	حدیث مبارکہ: 10	۷۲۷	تشریح
۷۳۶	حدیث مبارکہ: 11	۷۲۷	باب: سلام پھیرنا
۷۳۶	حدیث مبارکہ: 12	۷۲۹	تشریح: مذاہب اربعہ
۷۳۷	حدیث مبارکہ: 13	۷۲۹	مسئلہ
۷۳۷	حدیث مبارکہ: 14	۷۲۹	مسئلہ

۷۵۶	مسئلہ	۷۳۷	حدیث مبارکہ: 15
۷۵۶	مسئلہ	۷۳۷	حدیث مبارکہ: 16
۷۵۶	مسئلہ	۷۳۷	حدیث مبارکہ: 17
۷۵۶	مسئلہ	۷۳۸	حدیث مبارکہ: 18
۷۵۶	مسئلہ	۷۳۸	حدیث مبارکہ: 19
۷۵۷	مسئلہ	۷۳۸	حدیث مبارکہ: 20
۷۵۷	حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ	۷۳۸	حدیث مبارکہ: 21
۷۵۸	حضرت عبداللہ ابن شہاب رحمہ اللہ	۷۳۸	حدیث مبارکہ: 22
۷۵۸	باب: جب پانچ رکعات پڑھ لیں	۷۳۹	حدیث مبارکہ: 23
۷۶۰	تشریح: اختلاف آئمہ اربعہ	۷۳۹	حدیث مبارکہ: 24
۷۶۱	مسئلہ	۷۳۹	حدیث مبارکہ: 25
	باب: جب دوسری اور تیسری رکعت میں شک ہو جائے جس	۷۴۱	حدیث مبارکہ: 26
۷۶۱	نے شک کو دور کرنے کے لئے کہا	۷۴۱	جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے
۷۶۳	تشریح: اختلاف آئمہ کرام	۷۴۲	باب: بعد نماز تکبیر کہنا
۷۶۳	مسئلہ	۷۴۲	تشریح
۷۶۳	حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ	۷۴۵	باب: سلام کا اختصار
۷۶۳	حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ	۷۴۵	تشریح
۷۶۵	باب: جس نے کہا ظن غالب پر عمل کرے	۷۴۶	باب: جب نماز میں حدت لاحق ہو جائے تو چلا جائے
۷۶۷	تشریح	۷۴۷	تشریح
۷۶۷	مسئلہ	۷۴۷	حضرت علی بن طلق رحمہ اللہ
۷۶۷	مسئلہ		باب: کسی کا اس جگہ نوافل پڑھنا جس جگہ اس نے فرض
۷۶۷	مسئلہ	۷۴۷	پڑھے ہوں
۷۶۷	مسئلہ	۷۴۸	تشریح
۷۶۸	حضرت محمد بن مسلم رحمہ اللہ	۷۴۸	مسئلہ
۷۶۸	باب: جس نے سلام کے بعد کہا	۷۴۹	حضرت ارزق بن قیس رحمہ اللہ
۷۶۹	تشریح	۷۴۹	باب: سجدہ سہو کے متعلق
۷۶۹	مسئلہ	۷۵۵	تشریح: سجدہ سہو کے متعلق اختلاف آئمہ
۷۶۹	حضرت عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ	۷۵۵	مسئلہ

۷۸۸	حلبیہ کا موقف	۷۷۰	باب: جو دو رکعات کے بعد کھڑا ہو جائے اور تشهد نہ پڑھے
۷۸۹	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	۷۷۱	تشریح
۷۸۹	باب: جس نے قبلہ رخ کے علاوہ نماز پڑھی پھر پتہ چلا	۷۷۱	مسئلہ
۷۹۰	تشریح: چند اباحت	۷۷۱	مسئلہ
۷۹۰	پہلی بحث	۷۷۱	مسئلہ
۷۹۰	مذہب اربعہ	۷۷۱	مسئلہ
۷۹۰	دوسری بحث	۷۷۲	مسئلہ
۷۹۰	مسائل کے متعلق	۷۷۲	باب: جو تشهد میں بیٹھنا بھول جائے
۷۹۰	مسئلہ: 1	۷۷۳	تشریح
۷۹۱	مسئلہ: 2	۷۷۳	مسئلہ
۷۹۱	مسئلہ: 3	۷۷۳	مذہب اربعہ
۷۹۱	مسئلہ: 4	۷۷۳	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
۷۹۱	مسئلہ: 5	۷۷۵	حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ
۷۹۱	مسئلہ: 6	۷۷۵	باب: سجدہ سہو کے بعد تشهد پڑھ کر سلام پھیرے
۷۹۲	مسئلہ: 7	۷۷۹	تشریح
۷۹۲	مسئلہ: 8	۷۷۹	مسئلہ
۷۹۲	مسئلہ: 9	۷۷۹	باب: نماز کے بعد عورتوں کا مردوں سے قبل چلے جانا
۷۹۲	مسئلہ: 10	۷۷۹	تشریح
۷۹۲	مسئلہ: 11	۷۸۳	باب: نماز سے کس طرح پھرے
۷۹۳	مسئلہ: 12	۷۸۳	تشریح
۷۹۳	مسئلہ: 13	۷۸۳	باب: اپنے گھر میں کسی شخص کا نوافل پڑھنا
۷۹۳	مسئلہ: 14	۷۸۵	تشریح
۷۹۳	مسئلہ: 15	۷۸۵	مذہب اربعہ
۷۹۳	مسئلہ: 16	۷۸۵	مسئلہ
۷۹۳	تیسری بحث	۷۸۶	نوافل کے چند مسائل
۷۹۳	نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا	۷۸۷	حلبیہ کا موقف
۷۹۳	چوتھی بحث	۷۸۷	مالکیہ کا موقف
۷۹۳	نبی کریم ﷺ کا ابتدائی قبلہ	۷۸۷	شافعیہ کا موقف

۸۱۵	حدیث مبارکہ: 8	۷۹۷	پانچویں بحث
۸۱۵	حدیث مبارکہ: 9	۷۹۷	تحويل قبلہ کی تاریخ
۸۱۶	اقوال علماء کرام سے دلائل	۷۹۷	جمعہ کے ابواب کی تفریع
۸۱۶	حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا قول	۷۹۷	جمعہ کہنے کی وجوہ
۸۱۹	علامہ سید محمد آلوسی حنفی رحمہ اللہ کا قول	۸۰۰	باب: جمعہ کے دن اور جمعرات کی فضیلت
۸۲۳	شیخ انور کشمیری کا قول	۸۰۲	تشریح: جمعہ کا دن سید الایام
۸۲۳	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول	۸۰۳	مسلمانوں کی جمعرات اور جمعہ کے دن مغفرت اور دو گنا ثواب
۸۲۴	حاجی امداد اللہ مہاجر کی کا قول		حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، نزول توبہ و وصال جمعۃ المبارک کے دن ہوئی
۸۲۴	علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی کا قول	۸۰۴	
۸۲۵	علامہ احمد طحطاوی کا قول	۸۰۵	جمعہ کے دن قیامت کا برپا ہونا
۸۲۵	علامہ حسن بن عمار شرنبلالی کا قول	۸۰۵	جمعہ کے دن درود شریف پڑھنا
۸۲۵	علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کا قول	۸۰۶	حیات مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم
۸۲۵	امام بدر الدین عینی حنفی کا قول	۸۰۶	قرآن مجید سے دلائل
۸۲۶	علامہ عبد الوہاب شعرانی کا قول	۸۰۷	آیت مبارکہ: 1
۸۲۶	امام ابن حجر مکی کا قول	۸۰۷	آیت مبارکہ: 2
۸۲۶	امام اسماعیل بن یوسف بیہانی کا قول	۸۰۷	آیت مبارکہ: 3
۸۲۶	علامہ علی بن سلطان محمد القاری کا قول	۸۰۸	آیت مبارکہ: 4
۸۲۶	غیر مقلد نواب حسن خان کا قول	۸۱۰	آیت مبارکہ: 5
	اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کا قول	۸۱۳	آیت مبارکہ: 6
۸۲۷		۸۱۳	آیت مبارکہ: 7
۸۲۸	شیخ شبیر احمد عثمانی کا قول	۸۱۳	احادیث مبارکہ سے دلائل
۸۲۹	حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ	۸۱۳	حدیث مبارکہ: 1
۸۲۹	باب: جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کی گھڑی	۸۱۴	حدیث مبارکہ: 2
۸۳۰	تشریح	۸۱۴	حدیث مبارکہ: 3
۸۳۱	حضرت ابو بردہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما	۸۱۴	حدیث مبارکہ: 4
۸۳۳	باب: جمعۃ المبارک کی فضیلت	۸۱۴	حدیث مبارکہ: 5
۸۳۴	تشریح: جمعۃ المبارک پڑھنے کے واسطے سعی کب واجب ہے	۸۱۵	حدیث مبارکہ: 6
۸۳۵	مذہب اربعہ	۸۱۵	حدیث مبارکہ: 7

۸۳۶	مسئلہ
۸۳۶	مسئلہ
۸۳۶	مسئلہ
	اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا
۸۳۶	فتویٰ
۸۳۶	الجواب
۸۳۷	باب: ترک جمعہ کے متعلق سخت وعید
	تشریح: اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا
۸۳۷	خان بریلوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کا فتویٰ
۸۳۷	الجواب
۸۳۷	باب: ترک جمعہ کا کفارہ
۸۳۸	تشریح
۸۳۹	باب: جس پر جمعہ واجب ہے
۸۴۰	تشریح
۸۴۰	مسئلہ
۸۴۱	حضرت عروہ بن زبیر <small>رضی اللہ عنہ</small>
۸۴۱	باب: بارش والے دن جمعۃ المبارک
۸۴۲	تشریح
۸۴۳	بارش کے نزول کا فائدہ
	باب: ٹھنڈی رات یا بارش کی رات میں جماعت سے رک
۸۴۳	جانا
۸۴۵	تشریح
۸۴۷	مسئلہ
۸۴۷	حضرت محمد بن سیرین <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>
۸۴۸	اظہار تشکر

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين

اما بعد!

فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلاة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

وعلى آلك و اصحابك يا حبيب الله صلى الله عليه وسلم

الصلاة والسلام عليك يا نبي الله صلى الله عليه وسلم

وعلى آلك و اصحابك نور الله صلى الله عليه وسلم

درود شریف کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم موزن کی اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں بھیجتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے توقع ہے کہ وہ میں ہی ہوں پس جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 384)

آقائے دو عالم نور مجسم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے بے شمار فضائل و برکات ہیں۔ جن میں سے ایک فضیلت تو یہ ہے کہ پڑھنے والے پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرنے کے لئے کثرت سے نبی کریم ﷺ روف رحیم ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے۔

تشریح:

آزاد عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے یعنی بغیر ستر اس کے بالاتفاق فاسد ہے۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر مقدار لیسیر مکشوف ہو تو کیا حکم ہوگا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر یہ حالت ہو تو نماز درست نہیں ہوگی اور احناف و حنابلہ کے نزدیک مقدار لیسیر (مادون الربع) ہو تو پھر معاف ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

آزاد عورتوں اور خنثی مشکل (جس میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہوں اور یہ ثابت نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت) کے لئے سار ابدن عورت ہے سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے، سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلا یاں بھی عورت ہیں ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 95)

مسئلہ

ملا نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اتنا باریک دوپٹہ جس سے بال کی سیاہی چمکے عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی نہ ہوگی جب تک اس پر کوئی چیز نہ اوڑھے جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 58)

مسئلہ

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جن اعضاء کا ستر فرض ہے ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا نماز ہوگئی اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا جب بھی ہوگئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا اگرچہ فوراً چھپا لیا نماز جاتی رہی۔

(ردالمحتار: ج: 2، ص: 100)

مزید راقم ہیں۔

اگر نماز شروع کرتے وقت عضو کی چوتھائی کھلی ہے یعنی اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا تو نماز منعقد ہی نہ ہوئی۔

(ردالمحتار: ج: 2، ص: 100)

مزید راقم ہیں۔

اگرچہ چند اعضاء میں کچھ کچھ کھلا رہا کہ ہر ایک اس عضو کی چوتھائی سے کم ہے مگر مجموعہ ان کا ان کھلے ہوئے اعضاء میں جو سب سے چھوٹا ہے اس کی چوتھائی کے برابر ہے نماز نہ ہوئی مثلاً عورت کے کان کا نواں حصہ اور پنڈلی کا نواں حصہ کھلا رہا تو

مجموعہ دونوں کا کان کی چوتھائی کی قدر ضرور ہے نماز جاتی رہی۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 102)

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ عورت کے سر کے ستر عورت میں لکھتے ہیں۔
1- سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی عادت جتنی جگہ پر بال جمتے

ہیں۔

2- بال جو ٹٹکتے ہوں۔

(یہ عورت کے سر کے ستر عورت ہیں) (فتاویٰ رضویہ: ج: 6، ص: 39)

☆ قوله ان عائشة نزلت علی صفیة ام طلحة الطححات .

یہ صفیہ کی صفت ہے یعنی وہ صفیہ طلحہ الطححات کی والدہ محترمہ ہیں اور طلحہ الطححات سے مراد طلحہ بن عبد اللہ بن خلف ہیں۔

ان کو طلحہ الطححات کیوں کہا گیا اس کے بارے میں چند اقوال ہیں۔

ایک قول جو حضرت اصمعی رحمہ اللہ سے بیان کیا گیا ہے کہ طلحہ نام کے چند رجال ہیں جو جو دو سخا میں مشہور و معروف ہیں اور ہر

ایک کا لقب ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

1- طلحہ بن عبید اللہ التیمی۔ ان کا لقب الفیاض ہے۔

2- طلحہ بن عمر بن عبید اللہ یہ طلحہ الجواد ہے مشہور و معروف ہیں۔

3- طلحہ بن عبد اللہ بن عوف الزہری۔ یہ طلحہ الندی سے مشہور و معروف ہیں۔

4- طلحہ بن الحسن بن علی ان کو طلحہ الخیر کہا جاتا ہے۔

5- پانچویں یہی ہیں جو اس حدیث مبارکہ میں ذکر ہیں جن کو طلحہ الطححات کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ان میں سب سے زیادہ سخی

تھے۔

ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ

ان کے آباؤ اجداد میں بہت ساروں کے نام طلحہ تھے۔

قوله عن عائشة رضی اللہ عنہا .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں اور

اس امت مسلمہ کی ماں ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا مفسرہ تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام

رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے دو سال پہلے آپ ﷺ سے نکاح فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ

تین سال پہلے نکاح فرمایا۔

یہ آپ ﷺ کے عقد میں واحد کنواری عورت تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ کی عمر مبارک سات سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک نو سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ شادی کیوں نہیں کرتے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کس سے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

آپ ﷺ چاہیں تو کنواری سے کر لیں اور آپ ﷺ چاہیں تو بیوہ سے کر لیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

کنواری کون ہے؟

خولہ نے عرض کیا:

آپ ﷺ کے محبوب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

بیوہ کون ہے۔

انہوں نے کہا:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ پر ایمان لا چکی ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ! ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔

حضرت خولہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا:

اے ام رومان (رضی اللہ عنہا)! اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کیسی خیر اور برکت نازل کی ہے۔

انہوں نے کہا: وہ کیسے؟

انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا: اس کا حضور انور ﷺ سے کس طرح نکاح ہو سکتا ہے وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ تم ٹھہرو حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کر لوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ پیغام سن کر کہا وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی

ہے۔ پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے واقعہ عرض کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ جا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے

نکاح جائز ہے۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔

انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو بلاؤ۔ حضور انور ﷺ تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور انور ﷺ سے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ سال کی تھی۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور انور ﷺ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر میری سونئیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور کہا:

اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا)! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے ہیں اور ہم بھی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح خیر چاہتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے ارشاد فرمائیں

کہ جس گھر میں بھی میں موجود ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کر دیا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر

کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

حضور انور ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے دوبارہ ذکر کیا آپ ﷺ نے دوبارہ اعراض فرمایا میں نے تیسری بار ذکر

کیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) مجھے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں اذیت مت دو۔ کیونکہ بخدا

(حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا۔ میں نے واپسی میں حضور انور ﷺ کے پاس جا کر کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

میں نے پوچھا: مردوں میں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) کا والد محترم (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے متعلق سوال کرتے تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق قرآن مجید میں آیات کریمہ نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔ سترہ رمضان المبارک 57ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔
ایک قول یہ ہے کہ 58ھ کو ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ ان کو رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے بھانجوں اور بھتیجیوں نے آپ کو قبر میں اتارا جس وقت رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ (اسد الغابہ: ج 5: ص 501-504)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر ہیں آپ رضی اللہ عنہا کی ماں ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں۔ حضور انور ﷺ نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے (2) دو ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف صرف نو برس تھی۔ نو سال حضور انور ﷺ کے ساتھ رہیں حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی آپ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی کنواری بیوی سے حضور انور ﷺ نے نکاح نہیں کیا۔ بے مثال عالمہ، فقیہ، فسیحہ، فاضلہ تھیں۔ حضور انور ﷺ

سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت فرمائیں۔ تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی اشعار عرب پر بڑی نظر تھی۔ مدینہ منورہ میں 17 سترہ رمضان المبارک منگل کی رات وفات ہوئی۔ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جاوے۔ آپ ﷺ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ ﷺ کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ منورہ کے حاکم تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا۔

مترجم کہتا ہے کہ

صرف آپ ﷺ کے بستر میں حضور انور ﷺ پر وحی آئی حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو سلام کرتے تھے آپ ﷺ بہتان لگا تو سورہ نور کی تقریباً اٹھارہ آیتیں آپ ﷺ کی برات میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ ﷺ۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دوسو دس احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں ایک سو چوبیس متفق علیہ ہیں یعنی بخاری و مسلم دونوں کی روایات اور چون احادیث مبارکہ صرف بخاری کی ہیں اڑسٹھ احادیث مبارکہ صرف مسلم کی۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا (حاشیہ) (مرآۃ الناجح: ج: 8، ص: 588) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کثیر فضائل احادیث مبارکہ اور آثار کی صورت میں بیان کیے جاتے ہیں جو کہ دلائل کے طور پر ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مردوں میں بہت کامل گزرے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جیسے شید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 3769)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا! یہ جبرائیل علیہ السلام جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا: وعلیہ السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

آپ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جس کو میں نہیں دیکھ سکتی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2447)

خواب میں فرشتہ کا حضور انور ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر دکھانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) ارشاد فرمایا: تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تصویر لے کر آیا وہ یہ کہتا تھا یہ تمہاری زوجہ ہے میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم تھیں پھر میں یہ کہتا اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کر دے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5125)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گڑیوں سے کھیلنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھی وہ کہتی ہیں کہ میرے پاس میری سہیلیاں آتی تھیں وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر شرم یا خوف سے چھپ جاتی تھیں پھر رسول اللہ ﷺ ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے پھر وہ آکر میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 6130)

نبی کریم ﷺ کا وصال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ اقدس پر ہوا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ تجسس سے پوچھتے تھے کہ آج کہاں رہوں گا؟ اور میں کل کہاں رہوں گا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کو آپ دیر میں گمان کر رہے تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح قبض کی اس وقت آپ ﷺ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3773)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)!

(پھر) پوچھا (گیا)

مردوں میں (کون محبوب ہیں)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے والد (محترم) (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 101)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی محبت کا عالم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا: آپ ﷺ کو اس کا کیسے پتہ چلا ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو رب محمد کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو رب ابراہیم کی قسم!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم یا رسول اللہ ﷺ! میں صرف آپ ﷺ کے نام کو چھوڑتی ہوں۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 5228)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے تیمم جیسی نعمت

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریتہ ہار لیا وہ گم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو تلاش کرنے کے لئے اپنے اصحاب کرام کو روانہ کیا پھر نماز کا وقت آ گیا اور انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے اس چیز کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔

تب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کو (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) جزاء خیر دے آپ رضی اللہ عنہا پر جب کوئی آفت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے لئے اس سے نجات کی راہ نکال دی اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت رکھ دی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3773)

نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری پر پرسکون

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں تھے تو باری باری اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے۔

اور آپ ﷺ ارشاد فرماتے: میں کل کس کے ہاں ہوں گا میں کل کس کے ہاں ہوں گا؟

آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جانے پر حریص تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میری باری آئی تو آپ ﷺ پر سکون ہو گئے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3774)

نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مدح فرمانا

نبی کریم ﷺ کی زوجہ مبارکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت فاطمہ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی اس وقت آپ ﷺ میرے ساتھ میرے بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے وہ آپ ﷺ سے ابو قحافہ کی بیٹی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں۔ میں خاموشی رہی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اس سے محبت کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جا کر ان کو خبر دی کہ انہوں نے کیا کہا تھا اور اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا۔ پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ان سے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا نے تو ہمارا کوئی کام ہی نہیں کیا آپ رضی اللہ عنہا دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کو ابو قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کی قسم دیتی ہیں۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس معاملہ میں اب آپ ﷺ سے بالکل بات نہیں کروں گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر رسول اللہ ﷺ کی ازواج نے آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا اور یہ وہ تھیں جو باقی ازواج میں سے خود کو مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک برتر سمجھتی تھیں اور میں نے نیکی اور پرہیزگاری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مثل کوئی عورت نہیں دیکھی اور نہ ان سے بڑھ کر سچی صلہ رحم کرنے والی، صدقہ و خیرات کرنے والی اور تواضع اور انکسار کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی ماسوا اس کے کہ ان کی زبان میں تیزی تھی۔ وہ کہتی ہیں کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب فرمائی اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بستر پر اسی حالت میں تھے جس حالت میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دی۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! بے شک آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے وہ آپ ﷺ سے ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کا سوال کرتی ہیں پھر انہوں نے میری طرف رخ کیا اور مجھ سے لمبی اور تیز گفتگو کی اور میں رسول اللہ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی نظروں کی طرف دیکھ رہی تھی آیا آپ ﷺ مجھے جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں پھر ابھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہیں تھیں کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے بدلہ لینے کو ناپسند نہیں کریں گے پھر جب میں نے جواب دینے شروع کیے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں نہیں ٹھہر سکیں اور رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا: آخر (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی صاحبزادی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2442)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی دنیا و آخرت میں زوجہ مطہرہ

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا تا کہ وہ وہاں کے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے تیار کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اتباع کرتے ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3772)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہر مشکل مسئلہ کا حل ملتا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہمیں کبھی بھی کوئی مسئلہ مشکل پیش نہیں آیا مگر ہمیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا علمی حل مل جاتا تھا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3803)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مدح فرمانا

عمرو بن غالب سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا۔

تو انہوں نے اس سے کہا:

تم دفع ہو جاؤ اس حال میں کہ تمہاری صورت خراب ہو اور تم پر کتے بھونک رہے ہوں تم رسول اللہ ﷺ کی محبوبہ کو اذیت

پہنچا رہے ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3858)

وصال کے وقت نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لعاب و ہن جمع ہونا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں فوت ہوئے اور میری باری میں فوت ہوئے اور میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے اور آپ کی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور آپ ﷺ کے لعاب دہن کو جمع فرمادیا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر مسواک ہاتھ میں لیے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے جان لیا کہ آپ ﷺ مسواک کو پسند فرما رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ

آیا میں آپ ﷺ کے لئے یہ مسواک لوں؟

آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے ہاں فرمایا۔

میں نے ان سے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی آپ ﷺ کو وہ سخت لگی۔

میں نے پوچھا:

آیا میں آپ ﷺ کے لئے نرم کر دوں؟

آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے ارشاد فرمایا: ہاں!

پھر میں نے اس کو چبا کر نرم کر دیا آپ ﷺ پانی کے ڈونگے میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر پھیرتے اور ارشاد فرماتے ”لا الہ الا اللہ“ بے شک موت کی سختیاں ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھڑا کر کے ارشاد فرمایا: الرفیق الاعلیٰ میں حتیٰ کہ آپ ﷺ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ ﷺ کا ہاتھ جھک گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4449)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مدح فرمانا

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت نہیں دی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہما کے بھتیجوں نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہما ان کو اجازت دے دیں وہ آپ رضی اللہ عنہما کے نیک بیٹوں میں سے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان کی تعریف و توصیف کو چھوڑ دو مسلسل ان کو اجازت دینے کے لئے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہما نے اجازت دے دی۔

جب وہ آگئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہما کا نام ام المومنین ہے تو آپ رضی اللہ عنہما مجھ پر شفقت کریں۔ آپ رضی اللہ عنہما کے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہما کا نام یہ تھا اور آپ رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور نبی کریم ﷺ اسی چیز سے محبت کرتے تھے جو پاکیزہ ہو اور آپ اور آپ کے دوستوں کے درمیان صرف آپ کی حیات حجاب اور مانع ہے۔ لیلۃ الالباء میں آپ کا ہار گر کر گم ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہما کے اور مسلمانوں کے لئے خیر رکھ دی۔ سو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمادی اور آپ رضی اللہ عنہما کی برأت میں قرآن مجید کی آیات کریمہ نازل ہوئیں اور مسلمانوں کی تمام مساجد میں دن اور رات کے اوقات میں ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما)! میری تعریف و توصیف کو چھوڑو میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش میں بھولی بسری ہوتی۔

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7108)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نواوصاف

عبدالرحمان بن ضحاک سے روایت ہے کہ

عبداللہ بن صفوان اور ایک اور شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان میں سے کسی ایک سے کہا:

کیا حصہ (رضی اللہ عنہا) کی حدیث مبارکہ تم کو معلوم ہے؟

اس نے کہا: ہاں! اے ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا: اے ام المومنین رضی اللہ عنہا حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ کیا ہے؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مریم بنت عمران کے علاوہ مجھ سے پہلے کسی عورت کو نواوصاف نہیں دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں

اپنی سونوں پر فخر کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہی!

عبداللہ بن صفوان نے کہا: اے ام المومنین (رضی اللہ عنہا)! وہ نواوصاف کیا ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: 1- فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔

2- رسول اللہ ﷺ نے اس وقت مجھ سے نکاح فرمایا جب میری عمر سات سال تھی۔

3- نو سال کی عمر میں میری آپ ﷺ کی طرف رخصتی کی گئی۔

4- آپ ﷺ کے نکاح میں صرف میں کنواری خاتون تھی۔

5- میں اور رسول اللہ ﷺ ایک لحاف میں ہوتے تھے پھر بھی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔

- 6- میرے متعلق قرآن مجید کی ایسی آیات کریمہ نازل ہوئیں کہ اگر وہ آیات نازل نہ ہوتیں تو امت ہلاک ہو جاتی۔
- 7- میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے اور کسی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

8- میرے حجرے میں آپ ﷺ کی روح مبارکہ قبض کی گئی۔

9- جس وقت آپ ﷺ کی روح مبارکہ قبض کی گئی تو میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

(متدرک: رقم الحدیث: 6790)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حلال، حرام، علم شعر اور طب کی جاننے والی

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو حلال، حرام، علم شعر اور طب کا جاننے والا نہیں دیکھا۔

(متدرک: رقم الحدیث: 6793)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم تمام لوگوں و تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے زیادہ

حضرت زہری سے روایت ہے کہ

اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔ (متدرک: رقم الحدیث: 6794)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا

حضرت مسلم سے روایت ہے کہ

مسروق سے پوچھا گیا کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا۔

انہوں نے کہا:

اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض (علم وراثت) کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 2859)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عظیم اور حسین کلام

حضرت احنف بن قیس سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خطبات سنے ہیں اور آج تک بعد کے خلفاء کے خطبات سنے ہیں میں نے کسی مخلوق کے منہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

کی طرح عظیم اور حسین کلام نہیں سنا۔ (متدرک: رقم الحدیث: 6792)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنتی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کون کون جنت میں ہوں گی؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7096)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دراہم کو تقسیم فرمانے والی

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام دراہم تقسیم فرمادیئے حتیٰ کہ ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔
حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ رضی اللہ عنہا روزے سے ہیں آپ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کیوں نہ بچالیا۔ میں اس کا آپ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشت خرید لیتی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: اگر تم پہلے یاد دلاتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ (حلیۃ الاولیاء: ج: 2، ص: 47)

نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے والدین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔
اور آپ ﷺ سے عرض کیا۔

ہماری خواہش ہے کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کریں جس کو ہم بھی سنیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔

اے اللہ عزوجل! عائشہ بنت ابی بکر صدیق (رضی اللہ عنہا) کی مغفرت فرما ایسی مغفرت جو ظاہر و باطن امور میں واجب ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین نبی کریم ﷺ کی دعا کے حسن پر متعجب ہوئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس دعا پر تعجب کر رہے ہو۔ میری یہ دعا ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے وحدہ

لا شریک ہونے اور میرے رسول اللہ ﷺ ہونے کی گواہی دیتا ہو۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7111)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حیاء کا عالم

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جس حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دو صاحبزادوں کے ساتھ مدفون ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے اس حجرے میں بہت اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر جاتی تھی۔ (متدرک: رقم الحدیث: 6781)

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے تھے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج: 8، ص: 50)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا گڑیوں سے کھیلنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے؟

میں نے کہا:

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج: 8، ص: 49)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اللہ تعالیٰ اور رسول اور آخرت کے گھر کو چاہنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں تم اس میں عجلت نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لینا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

میں نے پوچھا:

وہ کیا چیز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات کریمہ تلاوت فرمائیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ

سَرَاحًا جَمِيلًا ۚ وَإِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ

أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (الاحزاب: 28-29)

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان نفع دے کر اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

آپ ﷺ کس چیز میں مجھے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں بلکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں پھر باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی میری طرح جواب دیا۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 4786)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نماز جنازہ میں سب سے بڑھ کر مسلمانوں کی تعداد

علامہ عبد الوہاب شعرائی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سترہ رمضان المبارک اٹھاون ہجری کو منگل کے دن وتر پڑھنے کے بعد وصال فرما گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

سالم نے کہا:

جب تھے مسلمان آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں تھے اس سے پہلے اتنے مسلمان کسی کی نماز جنازہ میں نہ تھے آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کیا گیا آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ چھیا سٹھ سال تھی۔ (الطبقات الکبریٰ: ج: 8، ص: 62)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفن

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں یہ سوچتی تھیں کہ ان کو ان کے حجرے میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا جائے پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد ایسے حادثات ہوئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے دیگر ازواج کے ساتھ دفن کر دینا (دوسری روایات میں ہے کہ تاکہ مجھے دوسری ازواج سے برتر نہ سمجھا جائے) پھر آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔ (متدرک: رقم الحدیث: 6777)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان مقدسہ میں قول

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے چار اشخاص کی برأت بیان فرمائی۔

1- حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ایک شاہد کی زبان سے بیان کی۔

2- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کر دی تو ان کی برأت ایک پتھر نے بیان کی۔

3- حضرت مریم کی برأت ان کے بیٹے نے بیان کی۔

4- اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دس آیات کریمہ میں بیان کی جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔

روایت ہے کہ

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آنے کی اجازت طلب کی۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اب وہ آئے گا اور میری تعریف کرے گا۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بتایا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب تک ام المومنین رضی اللہ عنہا مجھے اجازت عطا نہیں فرمائیں گی میں نہیں آؤں گا۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:
میں دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

اے ام المومنین (رضی اللہ عنہا)! آپ رضی اللہ عنہا کو دوزخ کے عذاب سے کیا خطرہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو دوزخ کے عذاب سے پناہ دے دی ہے اور آپ رضی اللہ عنہا کی برأت کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل فرمائی ہیں جن کی مسجدوں میں تلاوت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو طیب قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: طیبات طیبین کے لئے ہیں اور طیب طیبات کے لئے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طیب کے سوا کسی چیز سے محبت نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہما کے سبب تعلیم کا حکم نازل فرمایا۔
اور ارشاد فرمایا: صغیہ، پاک مٹی سے وضو کرو۔

روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی اپنی فضیلت بیان کی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں وہ ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے نکاح کیا۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں وہ ہوں جس کی اللہ تعالیٰ نے برأت بیان فرمائی جب ابن المعطل نے مجھے سواری پر سوار کیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہا نے سوار ہوتے وقت کیا کہا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے کہا تھا حسبی اللہ و نعم الوکیل ۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: یہی مومنوں کی نشانی ہے۔ (تفسیر کبیر: ج: ۸، ص: ۳۵۳)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِي السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کپڑا لٹکانے کا بیان

یہ باب نماز میں کپڑا لٹکانے کے حکم میں ہے۔

548 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَابْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَّ يُعْطَى الرَّجُلُ فَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ عِيسَى عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں کپڑا لٹکانے اور منہ کو ڈھانپنے سے روکا ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس کو عسل نے عطاء انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز میں کپڑا لٹکانے سے روکا ہے۔

(متدرک: ج: ۱، ص: ۳۸۴، معجم الاوسط: ج: ۲، ص: ۷۰، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۲۴۲، شرح السنۃ للبخاری: ج: ۱، ص: ۳۸۸)

549 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى بْنُ الطَّبَّاعِ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ عَطَاءً يُصَلِّي سَادِلًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا يُضْعَفُ ذَلِكَ الْحَدِيثُ

ابن جریج سے روایت ہے کہ میں نے عطاء کو اکثر نماز میں کپڑا لٹکاتے ہوئے ملاحظہ نہیں کیا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا یہی اس حدیث مبارکہ میں ضعف ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۲۴۲)

تشریح:

نماز میں کپڑا لٹکانا جمہور کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک صرف نماز میں مکروہ

ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً نماز اور خارج نماز میں مکروہ ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں مطلقاً کراہت نہیں۔ یہی مذہب عطاء و حسن اور ابن سیرین وغیرہ کا ہے۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 105)

مسئلہ

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

رومال یا شال یا رضائی یا چادر کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں اور اگر ایک ہی مونڈھے پر ڈالا اس طرح کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس زمانہ میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

(در مختار رد المحتار: ج: 2، ص: 488)

☆ قوله نهی عن السدل فی الصلاة وان یغطى الرجل فاه

نماز کی حالت میں منہ ڈھانپنا مکروہ ہے اس حدیث کی وجہ سے کیونکہ یہ قرأت اور اذکار سے مانع ہے اور اس میں تشبہ بالجوس بھی ہے۔ ”فانهم يتلمثون فی عبادتهم النار“ یعنی یہود آتش پرستی کے وقت اپنے منہ پر کپڑا پیٹ لیتے ہیں لہذا سردی کے وقت کمر یا چادر اوڑھتے وقت اپنے منہ کو نہ ڈھانپے۔

☆ قوله عن ابن جریج قال اکثر ما رایت عطاء یصلی سادلاً

عطاء ان علماء کرام میں سے ہیں جن کے نزدیک کپڑا مکروہ نہیں اسی لیے جریج نے کہا کہ میں نے عطاء کو نماز میں کپڑا لٹکاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

☆ قال ابوداؤد رواه عسل عن عطاء .

یہ حدیث مبارکہ کا دوسرا طریق بتا رہے ہیں یعنی ایک سند یہ بھی ہے مگر پہلی سند اس سند سے بہتر ہے کیونکہ عسل ضعیف راوی ہے۔

اشکال

اسی مقام پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ عطاء اس باب کی حدیث کے راوی ہیں جس میں نماز کی حالت میں کپڑا لٹکانا منع فرمایا

گیا ہے تو پھر عطاء خود اس حدیث مبارکہ کے خلاف کیوں کرتے تھے۔

جواب

ہو سکتا ہے ان کے نزدیک کپڑا لٹکانے کی کراہت ایک ہی کپڑے کی صورت میں ہو اگر کپڑا لٹکانا قمیض یا ازار پر ہو تب کراہت نہ ہو جس طرح کہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہے لہذا یہ ہو سکتا ہے کہ کپڑے لٹکانا قمیض یا ازار پر کرتے ہوں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی توجیہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یا تو وہ حدیث مبارکہ کو بھول گئے یا ان کے نزدیک حدیث مبارکہ کا محمل وہ کپڑا لٹکانا ہے جو تکبر کے طور پر ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے نسب سے زیادہ احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام جاہلیت کے زمانے میں عبد شمس تھا اور اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبدالرحمن رکھا اور ابو ہریرہ کنیت ہے اور یہ کنیت کیسے بنی اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے ہرہ یعنی بلی کو اٹھا کر آستین میں رکھ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) تب سے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابو ہریرہ رکھ لی اور اس پر فخر محسوس کرتے تھے۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ دوسری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب یوں ہے۔

دوس بن عدنان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نصر بن الازد۔
آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں بہت اختلاف ہے کسی اور صحابی کے نام میں اس قدر اختلاف نہیں ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں درج ذیل اقوال ہیں۔

1- عبد اللہ بن عامر

2- بریر بن عشرقہ

3- سکین بن دومۃ

4- عبد اللہ بن عبد شمس

5- عبد شمس

6- عبد نہم

7- عبد غنم

8- عبد عمر بن عبد غنم

9- عمرو بن علی القلاس

بہر حال اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے آپ ﷺ کا نام تبدیل کر دیا تھا۔
اس میں بھی دو اقوال ہیں۔

1- عبد اللہ

2- اور عبد الرحمن۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

جاہلیت میں میرا نام عبد شمس تھا اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبد الرحمن رکھا۔ اور میری کنیت کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن مجھے ایک ہرہ (بلی) ملی میں نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا رسول اللہ ﷺ نے میری آستین میں بلی دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ اے ابو ہریرہؓ (رضی اللہ عنہ) حضرت ابو ہریرہؓ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے اور پھر علم کی طلب میں ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ سے احادیث مبارکہ سنتا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہتیں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھائی پھر آپ ﷺ نے بہت سی احادیث مبارکہ بیان فرمائیں جن کو میں پھر کبھی نہیں بھولا۔

نیز حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا تھا اور سب سے زیادہ احادیث مبارکہ یاد رکھتا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ مستوفی 256ھ نے فرمایا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے جن میں صحابی اور تابعی شامل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں (یہ ہیں)

1- حضرت ابن عباسؓ

2- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

3- حضرت جابر رضی اللہ عنہ

4- حضرت انس رضی اللہ عنہ

5- اور حضرت وائلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے ان سے احادیث مبارکہ روایت فرمائی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل بنایا پھر معزول کر دیا پھر دوبارہ عامل بنانا چاہا مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار فرما دیا۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور یہیں وصال فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے 57ھ میں وصال فرمایا۔

یثم بن عدی نے کہا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے 58ھ میں ستر سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا وصال عقیق میں ہوا اور امیر مدینہ منورہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(اسد الغابہ: ج: 5، ص: 315 تا 317)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الصَّلَاةِ فِي شَعْرِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کے لباس پر نماز پڑھا

یہ باب عورتوں کے لباس پر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

550 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي فِي شَعْرِنَا أَوْ لِحْفِنَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ شَكََّ أَبِي

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لباس اور ہمارے لحاف پر نماز ادا نہیں فرماتے تھے۔ عبید اللہ نے کہا میرے باپ نے شک کیا۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 381، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 409، سنن نسائی: ج: 16، ص: 185، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 105)

تشریح:

بعض روایات میں آتا ہے کہ پڑھتے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں پڑھتے تھے۔ مگر احتیاط اسی میں ہے کہ عورتوں کے لباس اور لحاف پر نماز نہ پڑھی جائے۔ علت یہ ہے کہ ان پر نماز پڑھنے سے ہو سکتا ہے کہ عورت کی طرف دھیان جائے اور نماز میں خلل واقع ہو۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي عَاقِبًا شَعْرَهُ

باب: وہ جو بالوں کا گچھا بنا کر نماز پڑھے

یہ باب بالوں کا گچھا بنا کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

551 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبَرِيِّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَا رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهُوَ يُصَلِّي قَائِمًا وَقَدْ غَرَزَ ضَفْرَهُ فِي قَفَاهُ فَحَبَلَهَا أَبُو رَافِعٍ فَالْتَفَتَ حَسَنٌ إِلَيْهِ مُغْضِبًا فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ أَقْبِلْ عَلَيَّ صَاحِبُكَ وَلَا تَغْضَبْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ يَعْنِي مَقْعَدَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي مَغْرَزَ ضَفْرِهِ

سعید بن ابوسعید مقبری نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے مولیٰ ابورافع کو ملاحظہ فرمایا کہ اس کا گزر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے ہوا اس حال میں کہ وہ نماز ادا فرما رہے تھے اور انہوں نے گردن کے پیچھے اپنے بالوں کا جوڑا بنا رکھا تھا تو حضرت ابورافع نے اس کو کھول دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف غضب کی حالت میں دیکھا تو حضرت رافع نے کہا اپنی نماز کی طرف دھیان دو اور غضب (یعنی غصہ) کو ختم کر دو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کا مقام ہے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 393، معجم الکبیر: ج: 1، ص: 332، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 109، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 56)

552 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي

وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِّنْ وَرَائِهِ فَقَامَ وَرَأْيُهُ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ وَأَقَرَّ لَهُ الْآخِرُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَرَأْسِي قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ

کریب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا جس نے اپنے سر کے پیچھے بالوں کا جوڑا بنا رکھا تھا اور یہ پیچھے کھڑے ہو کر اس کو کھولنے لگ گئے اور وہ خاموشی کی حالت میں رہے جب انہوں نے فراغت حاصل کر لی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ نے میرے سر کو ہاتھ کس وجہ سے لگایا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جس طرح نماز میں کسی کے ہاتھ پیچھے باندھے ہوئے ہوں۔

(معجم الکبیر: ج: 11، ص: 413، سنن الکبریٰ: ج: 2، ص: 108، سنن داری: ج: 1، ص: 371، سنن الترمذی: ج: 4، ص: 292)

تشریح:

عقوص کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بالوں کو بجائے ارسال کے سر کے پیچھے ان کا جوڑا باندھ لے جس طرح عورتیں باندھ لیا کرتی ہیں۔

جمہور علماء و آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک کراہت کی صورت تب ہے جب کہ عقص نماز سے قبل نماز ہی کی نیت کرے اور اگر پہلے سے تب کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ کراہت مردوں کے بارے میں ہے عورتوں کے بارے میں نہیں ہے اس لیے کہ ان کے بال واجب الستر ہیں اور مردوں کے حق میں کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں بالوں کو جود سے محروم رکھنا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی جب سجدہ کرتا ہے تو اس کے بال بھی سجدہ کرتے ہیں اور ہر بال کے بدلہ میں اجر ملتا ہے۔

قوله انما مثل هذا مثل الذي يصلي وهو مكثوف

مکثوف ایسا آدمی ہے جس کے دونوں ہاتھ پیچھے کر کے طرف باندھ دیئے گئے جو آدمی اس حالت میں نماز پڑھے تو ظاہر ہے کہ اس کے ہاتھ سجدہ نہیں کر سکیں گے ایسے ہی جو شخص بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھے گا اس کے بال بھی سجدہ نہ کر سکیں گے۔ تشبیہ کی یہی وجہ ہے۔

قوله کریب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت کریب رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 595)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور نماز میں جوڑا باندھا تو فاسد ہو گئی۔ (درمختار و ردالمحتار: ج: 2، ص: 492)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الصَّلَاةِ فِي النَّعْلِ

باب: جوتوں کو پہن کر نماز پڑھنا

یہ باب جوتوں کو پہن کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

553 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ ابْنِ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي يَوْمَ الْفَتْحِ وَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عَنْ يَسَارِهِ

حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فتح مکہ مکرمہ کے دن ملاحظہ فرمایا کہ آپ ﷺ نے اپنے نعلین شریف اپنی الٹی جانب سے اتارے۔

(متدرک: ج: 1، ص: 390، سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 358، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 432، سنن الترمذی: ج: 2، ص: 244)

554 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو عَاصِمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادٍ بْنَ جَعْفَرٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ سُفْيَانَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْعَابِدِيُّ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ مُوسَى وَعِيسَى ابْنِ عَبَّادٍ يَشْكُ أَوْ اخْتَلَفُوا أَخَذَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةً فَحَدَفَ فَرَكَعَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ السَّائِبِ حَاضِرٌ لِدَلِكِ

حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مکہ مکرمہ میں صبح کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے سورہ مؤمنین کی تلاوت شروع فرمائی حتیٰ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے۔ ابن عباد نے شک کیا یا اختلاف کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو کھانسی آئی تو قرأت کو ترک کر کے رکوع فرمایا اور حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ اس دوران حاضر تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 59)

555 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي نَعَامَةَ السَّعْدِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ الْقَوَائِمَ نَعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى الْقَاءِ نَعَالِكُمْ قَالُوا رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَالْقَيْنَا نَعَالَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ جَبْرِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَدْرًا أَوْ قَالَ أَذَى وَقَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَدْرًا أَوْ أَذَى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ابْنُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا قَالَ فِيهِمَا خَبَثٌ قَالَ فِي الْمَوْضِعَيْنِ خَبَثٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے اپنے نعلین شریف اتار دیئے اور ان کو الٹی طرف رکھ دیا جب اس کو لوگوں نے ملاحظہ فرمایا تو انہوں نے بھی اپنے جوتوں کو اتار دیا جب رسول اللہ ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ تم نے لوگوں کے جوتے کیوں اتارے۔ انہوں نے عرض کیا ہم نے آپ ﷺ کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ ﷺ نے اپنے نعلین شریف اتار دیئے ہیں تو ہم نے بھی اپنے جوتوں کو اتار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تو آپ ﷺ نے بتایا کہ ان میں نجاست کا اثر ہے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بھی مسجد کو آئے اور اپنے جوتوں میں نجاست کا اثر دیکھے تو ان کو رگڑے اور ان میں نماز پڑھ لیا کرے۔ موسیٰ یعنی ابن اسحاق، قنادہ، حضرت بکر بن عبداللہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کو روایت کر کے کہا دونوں میں نجاست لگی تھی ارشاد فرمایا کہ دونوں مقام پر نجاست کا لفظ ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 391، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 431، سنن الدارمی: جز: 1، ص: 370)

556 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ عَنْ هَلَالِ بْنِ مَيْمُونِ الزَّمَلِيِّ عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا

الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ

حضرت یعلیٰ بن شداد بن اوس اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہودی مخالفت کرو کیونکہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 391، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 432)

557 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَافِيًا وَمُنْتَعِلًا

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ننگے پاؤں شریف اور نعلین شریف پہن کر نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

(معجم الاوسط: ج: 8، ص: 39، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 326، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 431)

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

جب جوتیوں پر نجاست نہ لگی ہو تو ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ان میں نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کر لے اور پھر ان میں نماز پڑھ لے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ

اگر جوتیوں پر گیلی نجاست لگی ہو تو اس کو مٹی سے رگڑ کر صاف کر لے اور ان کے ساتھ نماز پڑھ لے۔

اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

گیلی نجاست بغیر دھونے کے پاک نہیں ہوگی اور اگر خشک ہو تو اس کو رگڑنا کافی ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

اگر جوتیوں پر نجاست لگی ہو خواہ خشک ہو یا تر جوتیاں پانی سے دھوئے بغیر پاک نہیں ہوں گی۔

ابن دقیق نے کہا:

جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا رخصت ہے مستحب نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ مستحب کیوں نہیں ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے یہودی مخالفت کرو کیونکہ وہ اپنی جوتیوں اور موزوں

کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔ سو جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا یہود کی مخالفت کے سبب سے مستحب ہے اور یہ سنت نہیں ہے کیونکہ جوتیوں میں نماز پڑھنا مقصود بالذات نہیں ہے۔

نیز امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب کے والد اور ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ننگے پاؤں اور جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اسی میں یہ دلیل ہے کہ جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ (عمدة القاری: ج: 4، ص: 110)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العبد نے کہا ہے کہ

جب جوتی پر نجاست نہ لگی ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھنے کی رخصت اور اجازت ہے مگر یہ فعل مستحب نہیں ہے کیونکہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا نماز کے مطالب اور مقاصد میں داخل نہیں ہے ہر چند کہ انسان کے لباس اور اس کی زینت کی تکمیل جوتی کے ساتھ ہوتی ہے اور پابرہنہ شخص عرفاً باوقار اور مزین نہیں قرار دیا جاتا اور نماز وقار اور زینت کی ہیئت کے ساتھ پڑھنی چاہئے مگر چونکہ جوتیاں بالعموم ایسی جگہ لانے کے لائق نہیں رہیں اور یہی ادب کا تقاضا ہے جیسے فَاحْلَعْ نَعْلَيْكَ ج (طہ: 12) (وادئ مقدس پر اپنی جوتیاں اتار دو) سے ظاہر ہے۔

علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ

سنن ابوداؤد اور حاکم میں شداد بن اوس کی روایت سے رسالت مآب ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے۔ یہود کی مخالفت کرو وہ جوتیوں اور موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔

اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے قیاس سابق کو ترک کر کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ اس پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو۔ (فتح الباری: ج: 1، ص: 494)

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا فتویٰ

مسئلہ

جوتیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابوسلمہ سعید بن یزید از دی نے خبر دی کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ جوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا:

آدم بن ابی ایاس سے روایت ہے کہ مجھے ابوسلمہ سعید بن یزید از دی نے بتایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے نعلین میں نماز ادا فرمائی ہے۔

انہوں نے فرمایا:

ہاں!

ابن بطلال نے کہا:

جب جوتے پاک ہوں تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں۔

مستحب ہے کیونکہ ابوداؤد اور حاکم کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ یہودیوں کا خلاف کرو وہ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمر و شیبانی کوئی نمازی جوتا اتارے تو اس کو مارتے تھے اور ابراہیم سے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے استاذ ہیں ایسا ہی منقول ہے۔

شوکانی نے کہا:

صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر گر ڈینے سے پاک ہو جاتے ہیں خواہ وہ کسی قسم کی نجاست ہو تر یا خشک۔ جرم والا یا بے جرم۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب اقول وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق (اے اللہ عزوجل! حق اور صواب کی ہدایت دے اقول اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور وہ ہے جو تحقیق کی منزل پر پہنچانے والا ہے) سخت اور تنگ پنچے کا جوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہو ایسا جوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت و اساءت درکنار مذہب مشہور و مفتی بہ کی رو سے راستا مفسد نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہوا سجدہ نہ ہوا اور جب سجدہ نہ ہوا نماز نہ ہوئی۔ امام ابو بکر جصاص و امام کرخی و امام قدوری و امام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم اجلہ آئمہ نے اس کی تصریح فرمائی۔ محیط و خلاصہ و بزاز یہ و کافی و فتح القدیر و سراج و کفایہ و مجتبیٰ و شرح الجمع للمصنف و منیہ و غنیۃ شرح منیہ و فیض المولٰی الکریم و جوہرہ و نور الایضاح و مراقی الفلاح و درمنشی و درمختار و عالمگیریہ و فتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری و حواشی علامہ نوح آفندی وغیرہما کتب معتمدہ میں اسی پر جزم فرمایا۔ زاہدی نے کہا یہی ظاہر الراویہ ہے۔ علامہ ابراہیم کرخی نے فرمایا اسی پر فتویٰ ہے۔ جامع الرموز میں قدسیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے۔ ردالمحتار میں لکھا کہ کتب مذہب میں یہی مشہور ہے۔ درمختار میں ہے:

اس (شرح المنشی) میں ہے کہ قدم کی انگلیوں کا زمین پر جانب قبلہ رکھنا فرض ہے خواہ وہ ایک معنی کیوں نہ ہو ورنہ جائز نہیں اور لوگ اس سے غافل ہیں اور مکان کا پاک ہونا بھی شرط ہے اور حجم زمین کو پانا اور لوگ اس سے بھی غافل ہیں۔

اسی میں ہے:

ان میں سے (یعنی فرائض میں سے) پیشانی اور قدمین پر سجدہ کرنا اور ان دونوں پاؤں میں سے ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔

(در مختار: ج: 1، ص: 70)

مدیہ میں ہے: اگر سجدہ کیا لیکن قدم زمین پر نہ لگے تو وہ جائز نہ ہوگا اور اگر ان سے ایک قدم لگ گیا تو جائز ہوگا۔

(مدیہ المصلی: ص: 261)

غنیۃ میں ہے: قدم رکھنے سے مراد اس کی انگلیوں کو رکھنا ہے۔

زاہدی نے کہا:

حالت سجدہ میں دونوں قدموں کی انگلیوں کے سروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے۔

مختصر کرنی میں ہے کہ

اگر کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین سے اٹھی رہیں تو سجدہ نہ ہوگا۔

اسی طرح خلاصہ میں ہے:

بزاز یہ میں قدم رکھنے سے مراد انگلیوں کا رکھنا ہے اور اگر قدم کی پشت انگلیوں کے بغیر لگائی تو اگر اس کے ساتھ کسی ایک قدم کو بھی لگایا تو صحیح ورنہ نہیں۔ اس سے یہ بھی سمجھ آ رہا ہے کہ انگلیوں کے رکھنے سے مراد انہیں قبلہ کی طرف کرنا ہے تاکہ ان پر ٹیک ہو ورنہ قدم کی پشت پر ہوگا اور اسے تو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے اور اس پر متنبہ ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ (غنیۃ المستملی شرح مدیہ المصلی: ص: 285)

بحر الرائق و شربلا لہ میں ہے:

شریعت میں سجدہ یہ ہے کہ چہرہ کا زمین پر رکھنا اور اس میں تحریت نہ ہو۔ ”لا سخریۃ فیہ“ سے وہ صورت خارج ہو جاتی ہے جس میں دونوں قدم حالت سجدہ میں زمین پر نہ ہوں کیونکہ حالت سجدہ میں ان کا زمین سے اٹھا ہوا ہونا تعظیم و عزت کے بجائے مذاق پر دلالت کرتا ہے اور اس میں ایک انگلی کا زمین پر لگ جانا کافی ہوتا ہے پس اگر کسی نے انگلیاں بالکل نہیں لگائیں مگر پشت قدم کو لگایا تو یہ جائز نہیں کیونکہ قدم کے رکھنے سے مراد انگلی کا لگانا ہے۔ (بحر الرائق: ج: 1، ص: 293)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

جواز سجدہ کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں قدم زمین سے اٹھے ہوئے نہ ہوں اگر حالت سجدہ میں اٹھے ہوئے رہے تو سجدہ جائز نہیں ہوگا اور اگر ان میں ایک رکھا ہوا تھا تو مرتبہ میں ہے کہ سجدہ جائز مگر مکروہ ہوگا اگر کسی نے اونچی جگہ نماز پڑھی اور سجدہ کے وقت پاؤں نیچے لڑھکا دیئے تو جائز نہیں اسی طرح چار پائی سے اگر پاؤں نیچے لڑھکا دیئے تو سجدہ نہ ہوگا۔

(جوہرہ نیرہ شرح قدوری: ج: 1، ص: 63)

فتح القدیر میں ہے:

قدم کا زمین پر لگنا اس لیے ضروری ہے کہ ان کا اٹھا ہوا ہونا تعظیم و عزت کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے البتہ ایک انگلی کا لگ جانا بھی کافی ہوتا ہے۔

وجیز میں ہے کہ

دونوں قدموں کا لگنا فرض ہے اگر ایک لگا رہا اور دوسرا اٹھ گیا تو جائز مگر مکروہ ہے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 265)

شرح نقایہ قہستانی میں ہے:

صحیح یہی ہے کہ قدمین کا زمین سے اٹھ جانا نماز کو فاسد کر دیتا ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (جامع الرموز: ج: 1، ص: 140)

فتح اللہ المعین میں ہے:

قدمین کی ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔ (جامع الرموز: ج: 1، ص: 140)

اسی میں ہے:

قدم کی انگلیوں میں سے ایک کا لگنا فرض ہے۔ (فتح اللہ المعین: ج: 1، ص: 191)

اسی میں زیر قول کنز وجد اصابع رجلہ نحو القبلة (پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کر کے زمین پر لگایا جائے)

ارشاد فرمایا: یہاں پاؤں کی انگلیوں کا ذکر ہوا حالانکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا لگنا بھی اسی طرح ہے حتیٰ کہ ان کا قبلہ سے

پھر جانا بھی مکروہ ہے مگر مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہے جیسا کہ نوح آفندی نے ذکر کیا اور

اس کے الفاظ یہ ہیں:

زاہدی نے کہا:

حالت سجدہ میں قدمین کی انگلیوں کے سروں کا لگنا فرض ہے۔

مختصر کرخی میں ہے کہ

کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین پر نہ لگیں تو یہ جائز نہیں اور فرمایا کہ اس سے یہ بھی سمجھ آ رہا ہے کہ انگلیوں کے

لگانے سے مراد انہیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ اعتماد ان پر ہو ورنہ تو پشت قدم پر ہوگا جو معتبر نہیں۔ حلبی میں منیہ سے یہی

مراد ہے۔ (فتح اللہ المعین: ج: 1، ص: 192)

نور الایضاح و امراقی الفلاح میں ہے:

صحت سجدہ کے لئے پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر زمین پر لگنا شرط ہے فقط ظاہر قدم کا زمین پر لگنا کافی نہیں۔

(مراقی الفلاح مع حافیہ الطحاوی: ص: 127)

ردالمحتار میں ہے:

ہدایہ میں اسی طرح ہے رہا قد میں کا لگنا تو قدوری نے کہا کہ یہ سجدہ میں فرض ہے پس جب سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں نہ لگیں تو سجدہ صحیح نہ ہوگا اسی طرح کرنی اور بھاس نے کہا: اور اگر ایک انگلی لگ گئی تو جائز ہے۔

قاضی نے کہا:

مگر کراہت ہے۔

مجتبیٰ میں ہے کہ

مختصر، کرنی، محیط اور قدوری کا ظاہر بتا رہا ہے کہ جب ایک پاؤں اٹھا ہوا ہو تو یہ جائز نہیں اور میں نے اس کے بعض نسخوں میں دور روایتیں دیکھی ہیں۔ فیض اور خلاصہ وغیرہ میں روایت جواز پر عمل کیا ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ

دونوں پاؤں کا رکھنا سنت ہے۔ عنایہ میں اسی روایت کو مختار کہا ہے اور کہا یہی حق ہے اور درر میں اسے ہی ثابت رکھا۔ وجہ یہ ہے کہ سجدہ قد میں کے لگنے پر موقوف نہیں لہذا ان کے لگنے کو فرض قرار دینے سے خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی لیکن شرح منیہ میں اس کی تردید ہے کہ اسے حق کہنا حق سے بعید ہے بلکہ اس کا خلاف حق ہے کیونکہ کوئی روایت تائید نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی کیونکہ جو فرض تک پہنچائے وہ بھی فرض ہوتا ہے اور اس مقام پر اپنے آئمہ کرام سے کثرت کے ساتھ روایات ہیں کہ قد میں اور ہاتھوں کا زمین پر لگنا سنت ہے اور فرض کی روایت نہیں تاہم پیشانی لگانے کے لئے دو یا ایک قدم کا لگانا فرض متعین ہے اگر کوئی روایت نہ ہوتی تب بھی یہ حکم تھا حالانکہ اس بارے میں روایات کثیر ہیں۔ اس کی تائید خود مائیں کی شرح مجمع کے اس استدلال سے بھی ہوتی ہے۔ ہاتھوں اور قدموں کا زمین پر لگانا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت چہرہ اور قد میں زمین پر رکھنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کفایہ میں زاہدی کے حوالے سے ہے کہ ظاہر الراویہ وہی ہے جس کا ذکر مختصر الکرنی میں ہے اور اسی پر سراج میں جزم فرمایا اور فیض میں ہے اسی پر فتویٰ ہے حلیہ میں ہے گزشتہ طریقہ کے مطابق سابقہ حدیث کے پیش نظر وجوب ہی مختار ہے یعنی اس طریقہ پر جو ان کے شیخ نے ہاتھوں اور قدموں کے رکھنے پر یہ استدلال کیا تھا اور یہ گزر چکا کہ یہ معتدل قول ہے پس یہاں بھی یہی معاملہ ہے اور اس کو بحر اور شریبلا لیتے ہیں مختار کہا۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ ممکن ہے کہ سابقہ دونوں روایات میں عدم جواز کو عدم حلت پر محمول کریں نہ کہ عدم صحت پر۔ شیخ الاسلام کی ان کے زمین پر لگنے کی فرضیت کی نفی کرنا وجوب کے منافی نہیں۔ قدوری کی تصریح کہ یہ فرض ہے اس کی تاویل ممکن ہے کیونکہ بعض اوقات فرض کا اطلاق وجوب پر ہوتا ہے تامل شرح المنیہ کے حوالے سے جو کچھ گزرا ہے وہ قابل بحث ہے کیونکہ پیشانی کا رکھنا قد میں کے رکھنے پر موقوف نہیں بلکہ ہاتھوں اور گھٹنوں پر موقوف ہونا زیادہ واضح ہے لہذا قد میں کو زمین پر رکھنے کو فرض قرار دینا اور دوسروں کو نہ قرار دینا ترجیح بلا مرجح ہے اور روایات کثیرہ اس کے عدم جواز میں ہیں جیسا کہ علماء کے کلام سے واضح ہے نہ کہ عدم

فرضیت میں اور عدم جواز وجوب کی صورت میں بھی صادق آتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے حاصل یہ کہ مشہور کتب مذہب میں فرضیت ہے اور قواعد کے مطابق رائج وجوب ہے۔ (ردالمحتار: ج: ۱، ص: ۳۶۹)

قولہ اگرچہ ایک انگلی ہو۔ فیض میں اس کی تصریح ہے۔
قولہ قبلہ کی طرف۔

اقول! اس میں نظر ہے فیض میں ہے اگر قدم کی پشت لگی اور انگلیاں نہ لگیں مثلاً جگہ تنگ ہے یا تنگی کی وجہ سے ایک قدم لگا اور دوسرا نہ لگ سکا تو جائز ہے جیسا کہ کوئی ایک قدم پر کھڑا ہوتا ہے اگر مکان تنگ نہ ہو تو کراہت ہے۔

یہ عبارت اس بات پر تصریح ہے کہ پشت قدم کا اعتبار ہے کلام اس میں ہے کہ بلا عذر یہ مکروہ ہے مگر میں نے خلاصہ میں دیکھا ہے کہ وہاں اور وضع کی بجائے ان وضع احدهما ہے (یعنی ان شرطیہ کے ساتھ) لیکن یہ بات انگلیوں کے متوجہ کرنے کو شرط قرار دینے میں صریح نہیں بلکہ تصریح یہ ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ جیسا کہ برچندی اور قہستانی میں ہے۔ (ردالمحتار: ج: ۱، ص: ۳۶۹)

یہ علامہ شامی کا کلام ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ منقول ہوا۔ میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں کہ نماز میں عدم جواز کو عدم حلت پر محمول کرنا بعید ہے اسی لیے ہم نے اعتراف کیا کہ مشہور کتب مذہب میں فرضیت ہے باوجود اس کے کہ تمہارا قول ہے کہ اکثر روایات عدم جواز پر ہیں اگر ان کی مراد مشہور و معروف فرض قرار دینا نہیں تو فرضیت پر اعتماد کتب مشہورہ میں کیسے ہو گیا؟ پھر حمل میں گنجائش ہے کہ ”لم یجز“ کہا گیا اور ضمیر مثلاً رفع قد میں کی طرف لوٹ رہی ہو جب ”لم یجز“ کہا جائے تو ضمیر نماز کی طرف لوٹے جس سے عدم صحت کا تعین ہو جاتا اور اس فرضیت کا بھی جو معنی وجوب کے مقابل ہے اور متعدد کتب میں اسی طرح ہے ان میں سے مختصر الکفرخی بھی ہے جیسا کہ پہلے گزرا یہ ایک صورت ہے دوسری اس کے مثل کہ عدم جواز کی سجدہ کی طرف اضافت جیسا کہ جوہرہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ تیسری جو کہ واضح ہے کہ عدم اجزاء سے تعبیر کرنا جیسا کہ پیچھے آیا یہ بھی مفسر ہے اور یہ تاویل کو قبول نہیں کرتا چوتھی اسی طرح حکم بالفساد جیسا کہ آپ نے جامع الرموز سے قدیہ کے حوالہ سے پڑھا ہے۔ پانچویں یہ کہ انہوں نے مقابلہ عدم جواز کا جواز کے ساتھ کیا ہے اور جواز کا حکم اس صورت میں ہوگا جب ایک قدم اٹھا ہوا ہو جیسا کہ فتح، وجیز، جوہرہ وغیرہ میں ہے اس پر بھی تصریح ہے کہ جواز بمعنی صحت مراد ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے اسے مکروہ کہا ہے اور کراہت سے مراد تحریمی ہے جیسا کہ اطلاق کے وقت ہوا کرتا ہے اور یہاں دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے تو جواز بمعنی حلت یہاں بھی نہ ہوا۔ چھٹی کہ بہت سی کتب مثلاً خلاصہ، بزاز، غنیۃ، بحر الرائق، نور الایضاح، مراقی الفلاح وغیرہ میں اسے عدم صحت کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور یہ مراد پر واضح تصریح ہے۔ ساتویں اس کی مثل حکم بالشرطیہ ہے جیسا کہ در، جوہرہ، ابو مسعود، نور الایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے: آٹھویں شرح مجمع، کافی، فتح، بحر وغیرہ میں ہے جیسا کہ گزرا کہ یہ ماہیت سجدہ میں شرعاً داخل ہے اور یہ تمام امور یہاں فرض بمعنی خاص کے لئے فیصلہ کن ہیں جو قابل تاویل نہیں ہیں تو یہ تصریحات جس سے واضح انکاری ہیں اس پر

ان کو کیسے محمول کیا جاسکتا ہے یہ توفیق کہاں ہوئی اور مذہب کی نصوص کو چھوڑ کر علامہ ابن امیر الحاج کی بحث کی گنجائش کہاں سے نکلی اگرچہ بحر اور شرنبلالی میں اس کی اتباع کی گئی ہے علاوہ ازیں ان کا خود اپنا تضاد ہے۔ بحر نے یہاں اور اس سے پہلے تصریح کی ہے کہ قدموں کے اٹھائے ہوئے سجدہ مذاق ہے۔

شرنبلائی نے متن اور شرح میں کچھ انگلیوں کے لگانے پر جزم کیا ہے اور محقق علی الاطلاق اپنے شاگرد ابن امیر الحاج سے زیادہ صاحب علم و فقہ ہیں اور انہوں نے اسی پر جزم کیا جس پر کرنا تھا اور وہ تمام آپ نے پڑھ لیا ہے پھر علامہ ابراہیم حلبی کی دلیل پر اعتراض اس سے ختم ہو جاتا ہے جو ہم نے پہلے فتح، بحر، شرنبلائی کے حوالے سے بیان کیا کہ قدم اٹھائے ہوئے سجدہ کرنا تعظیم کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا یہی معاملہ ہے اور چہرے کا لگنا قد میں کے لگنے سے ان پر زیادہ موقوف ہے باوجود اس کے اس کا ضعف ہاتھوں میں ظاہر ہے کیونکہ چہرے کے رکھنے میں ان دونوں کی ضرورت اصلاً اسی طرح گھٹنوں کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں مساوات ہے زیادتی نہیں اور ہم کلام کی بنیاد چہرے کے رکھنے کے موقوف پر نہیں رکھتے بلکہ سجدہ کے موقوف ہونے پر رکھتے ہیں جو مطلوب شرعی ہو اور اس میں تعظیم و توقیر ہو نہ کہ اس صورت میں جب چہرہ رکھا ہو اور قدم اٹھے ہوئے ہوں جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا تو اب قدموں کا رکھنا فرض کی تکمیل کے لئے ضروری ہوا تو وہ لامحالہ فرض ہوگا اور علامہ حلبی اس تعلیل کے بیان کرنے میں تنہا نہیں بلکہ اس سے پہلے ایک امام جلیل جن کا اسم گرامی ابوالبرکات نسفی ہے نے بیان کیا ہے۔ شرح وافیہ الکافی میں فرمایا سجدے میں قدموں کا لگانا فرض ہے کیونکہ سجدہ کا وجود قد میں کے رکھنے کے بغیر ممکن نہیں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ چہرے کا رکھنا ممکن نہیں بلکہ کہا کہ سجدے کا وجود ممکن نہیں۔ رہا غنیۃ کا قول ”قبلہ کی طرف“ تو اس کی علامہ شرنبلائی نے مراقی الفلاح میں مدقق علانی، علامہ نوح آفندی، علامہ ابوالسعود ازہری نے اتباع کی ہے اور ہم نے ان کی عبارات کا تذکرہ کر دیا ہے۔

فأقول.

ان کی عبارات کو جو تم نے سمجھا ہے وہ ان کے مقصود سے کہیں دور ہے اور یہ مراد لے بھی کیسے سکتے ہیں حالانکہ خود انہوں نے تصریح کی ہے کہ انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا سنت اور اس کا ترک مکروہ ہے پس برجنری اور قہستانی کے حوالے سے ان کے خلاف احتجاج کیوں کیا ہے کیوں نہ ان کے خلاف خود ان کی عبارات سے احتجاج کیا۔ حلی نے فصل النوافل سے تھوڑا پہلے فرمایا کہ نوافل سے مراد ہر وہ شیء ہے جس کا فرض یا واجب ہونا مذکور نہ ہوا اور جن اشیاء کو ہم نے صفۃ الصلوٰۃ میں سنت ہونا معین کیا ہے ان کے سوا تمام آداب ہیں لیکن یہ تعمیم محل نظر ہے کیونکہ ان میں حالت سجود میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا بھی ہے حالانکہ وہ سنت ہے اسی طرح پہلوؤں کا رانوں کا پیٹ سے دور رکھنا، حالت سجدہ میں انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بھی ہے کیونکہ یہ سابقہ دلائل کی بناء پر سنت ہیں۔ شرنبلالی نے متن اور شرح میں کہا حالت سجود وغیرہ میں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ سے پھیرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں طریقہ سنت کی خلاف ورزی ہے۔

علائی نے کہا:

پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کیا جائے اور اگر نہ کیا تو کراہت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو آگاہ فرمایا ہے اس کے مطابق یہ سمجھا ہوں کہ وہ تمام بزرگ رحمہم اللہ تعالیٰ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک انگلی کا باطن لگانا فرض ہے اس کا ظاہر اور اس کا سر جو ناخن والا حصہ ہے لگانا کافی نہیں کیونکہ پہلی صورت میں قدم کی پشت پر سجدہ ہوگا جس کا وہ اعتبار ہی نہیں کرتے دوسری صورت میں اعتماد نہیں ہوگا حالانکہ مقصود اعتماد ہے جسے ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ان پر اعتماد ہو ورنہ سجدہ قدم کی پشت پر ہوگا حالانکہ اس کو معتبر تسلیم نہیں کیا گیا یہاں فقہاء نے قبلہ کی طرف متوجہ کرنا کہا ہے کیونکہ نمازی اگر حالت سجدہ میں قدم کی ایک انگلی کے باطن پر اعتماد چاہے تو یہ ممکن نہیں مگر اس وقت جب اسے قبلہ کی طرف متوجہ کرے میری مراد جنوباً و شمالاً استقبال قبلہ کے لئے اسے بچھانا ہے نہ کہ وہ معنی مسنون جو انحراف کے منافی ہے اور اسی طرح اگر متوجہ ہونے کا عام معنی لیا جائے تو بھی انگلیوں کے باطن کا زمین پر لگنا ضروری ہوگا اور یہ بالکل واضح ہے پس ان دونوں کے درمیان نماز میں تلازم ہے اگرچہ نماز سے باہر یہ ممکن ہے اس شخص کے لئے جس نے غیر قبلہ کی طرف غلطی سے یا عمدہ سجدہ کیا کہ وہ انگلیوں کو قبلہ رو کئے بغیر ان پر ٹیک لگائے تو یہاں اطلاق لازم اور مراد ملزوم ہے رہا معاملہ سنت ہونے کا تو وہ قبلہ کی جانب ہے بغیر کسی انحراف کے اور وہ یہ ہے کہ جس کے ترک میں کراہت و اساءت کے علاوہ کچھ نہیں اس مقام کو اس طریقہ سے سمجھنا چاہئے۔ تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو حامد و منعم ہے اور یہی وہ ہے جو امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ثابت رکھتے ہوئے تحقیق سے نقل کیا کہ معتبر قد میں انگلیوں کا باطن ہے رخ۔ اور جو تم نے فیض سے نقل کیا ہے کہ خلاصہ، وجیز، حلیہ، غنیۃ، ہندیہ وغیرہ میں بالاتفاق ہے۔ ”ان“ شرطیہ ہے ”او“ عاطفہ نہیں ہے پس ”او“ نسخہ فیض میں تحریف ہے اور اس سے علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں دھوکہ کھایا ہے اس پر متنبہ رہنا چاہئے اس تمام گفتگو سے آشکار ہو گیا کہ حالت سجدہ میں قدم کی دس انگلیوں میں سے ایک کے باطن پر اعتماد مذہب معتد اور مفتی بہ میں فرض ہے اور دونوں پاؤں کی تمام یا اکثر انگلیوں پر اعتماد بعید نہیں کہ واجب ہو اس بنا پر جو حلیہ میں ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بغیر کسی اطراف کے سنت ہے اس یکتا، منفرد اور روشن گفتگو کو غنیمت جانو شاید اس فقیر کے علاوہ کسی اور کے ہاں تم کو نہ ملے اللہ تعالیٰ کے لئے ہی حمد و احسان ہے۔

اور شک نہیں کہ ان بلاد میں اکثر جوتے سلیم شاہی پنجابی خوردنو کے منڈے گرگابی وغیرہا خصوصاً جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر با اعتماد تمام بچھنے نہ دیں گے تو ان جوتوں کو پہن کر مذہب مفتی بہ پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ و ناجوازی تو ضرور نقد وقت ہے عرب شریف کے جوتوں میں صرف پاؤں کے نیچے چڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لئے تسمہ جسے شراک کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و رقیق ہو یہاں تک کہ صرف اکہرے پر ت کی زیادہ پسند رکھتے۔

مجمع بحار الانوار میں زیر حدیث (ہے کہ)

ایک آدمی نے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں ایک انصاری کی شکایت کرتے ہوئے کہا: اے ایک پر ت والے

جوتے پہنے والوں میں افضل ترین ذات، فرد اس نعل کو کہتے ہیں جس کا ایک پرت ہو اور عرب جوتے کی نرمی کو پسند کرتے ہیں۔ اور یہ ملوک کا لباس ہے۔ (مجمع بحار الانوار: ج: 3، ص: 373)

تو وہ کیسے ہی نئے جوتے سجدہ میں فرض و واجب کیا کسی طریقہ مسنونہ کو بھی مانع نہ ہوتے ان نعال پر یہاں کی جوتیوں کا قیاس صحیح نہیں۔ پھر اگر اسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت سجدہ میں بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وہ نئے بالکل غیر استعمال ہیں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو۔
درمختار میں ہ۔

ان میں نماز افضل ہے۔

مگر عند التحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو حاضری بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک المملوک رب العرش عز جلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہو گیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استخفاف نرمی کراہت بھی اس حالت میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمال جوتے پہنے جانا ہی ممنوع و ناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جوتا پہنے شرکت جماعت نماز و دخول مسجد کے یہ احکام بحمد اللہ تعالیٰ دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجب تطویل ہوگی لہذا چند کلمات نافع و سودمند باذن اللہ القا کریں کہ بعونہ تعالیٰ احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں۔
فاقول وبالله استعین (پس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں)

افادہ اول

متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ ثیاب بذات و مہنت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنہیں میل کچیل سے بچایا نہیں جاتا انہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے۔
تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کام کے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے (وہ کپڑے جو گھر میں پہنتا ہے)

(اور صنعت کے کپڑوں میں) یعنی خدمت والے اگر اس کے پاس دوسرے کپڑے ہوں۔ (درمختار: ج: 1، ص: 93)

درر غرر و شرح وقایہ و شرح نقایہ و مجمع الانہر و بحر الرائق و رد المختار میں ان کی تفسیر کی۔

جو کپڑے صرف گھر میں پہنتا ہو وہ پہن کر اکابر کے ہاں نہ جاتا ہو۔ (رد المختار: ج: 1، ص: 474)

غنیۃ میں ان کی تفسیر کی۔

جن کپڑوں کو وہ میل کچیل سے محفوظ نہ رکھتا ہو۔ (غنیۃ المستملی: ص: 349)

اسی میں ہے:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں ظاہری و باطنی جمال کا حصول اس بارگاہ کے آداب میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد

گرامی ”تم مسجد میں جانے کے وقت زینت اختیار کرو“ میں اسی طرف اشارہ ہے اگرچہ اس سے مراد ستر عورت ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا۔ (غنیۃ المستملی: ص: 349)

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا تو ارشاد فرمایا۔ بھلا بتاؤ اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انہیں کپڑوں سے چلا جائے گا۔ کہا نہ، فرمایا۔ تو اللہ عزوجل زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت و ادب کے ساتھ حاضر ہو۔

حلیہ پھر بحر الرائق میں ہے:

ذخیرہ میں اس پر یوں استدلال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کیا خیال ہے اگر تجھے میں کسی آدمی کے پاس بھیجوں تو تو انہیں کپڑوں میں چلا جائے گا۔ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کے ہاں حاضری کے لئے زینت اختیار کی جائے۔ (بحر الرائق: ج: 2، ص: 3)

سبحان اللہ کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمال جوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ نہ ہو۔ معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے ان سے نماز میں کراہت ہو اور مستعمل جوتے کہ نجاسات سے بچائے نہیں جاتے۔ ان سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بد اہت عقل کے خلاف اور صریح خون انصاف ہے۔ یہ مسئلہ قیاسی نہیں بلکہ انداز و خطاب سے آپ استدلال دیکھ رہے ہیں اس میں نہ کوئی شک ہے نہ ریب۔

افادہ دوم

متون و شروح و فتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اسے نجاست سے کامل احتیاط دشوار ہے۔

ہدایہ میں ہے:

ناپینا کا امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (الہدایہ: ج: 1، ص: 101)

کافی امام نسفی میں ہے:

ناپینا اپنے کپڑوں کو نجاسات سے محفوظ نہیں رکھ سکتا لہذا امامت کے لئے پینا ہونا بہتر ہے۔ درمختار میں ہے:

اس کی مثال آغشی ہے۔ (درمختار: ج: 1، ص: 83)

ردالمحتار میں ہے:

آغشی سے مراد وہ شخص ہے جس کی دن یا رات کو نظر کم ہو جائے۔

قاموس، نہر میں ناپینا کی علت یہی بیان ہوئی ہے کہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (ردالمحتار: ج: 1، ص: 414)

ابوالسعود علی الکنتز میں ہے:

ناہینا کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا اور یہ تقاضا کرتا ہے کہ اعشی کی امامت بھی مکروہ ہو۔

(فتح المعین حاشیہ علی شرح الکنتز: ج: 1، ص: 208)

طحاوی علی المراقی میں اس کے بعد ہے۔

وہ شخص جسے رات کو دکھائی نہ دے۔ (طحاوی علی المراقی الفلاح: ص: 165)

محل انصاف ہے کہ نمازی پر ہیز گار ناہینا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ و مظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جوتوں پر جنہیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی حصے ہونا ہے۔

افادہ سوم!

علماء نے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ ﷺ پر قیاس صحیح نہیں حضور پر نور ﷺ کے برابر کون احتیاط کر سکتا ہے۔

اقول!

اور اگر نادرا کوئی شے واقع ہو تو جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر ہو کر عرض کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوٰۃ سے ثابت ہے۔

مجمع بحار الانوار میں برمز "ن" فرمایا۔

حضور انور ﷺ نے تعلین میں نماز ادا کی اس سے کوئی دوسرا استدلال نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی دوسرا آپ کی طرح حفاظت نہیں کر سکتا۔ (مجمع بحار الانوار: ج: 3، ص: 373)

افادہ چہارم!

بے جرم نجاست مثل بول وغیرہ کا مطلقاً صرف زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہو جانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتمدہ تمام آئمہ مذاہب کے خلاف ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک نجاست جو مردار اور خشک ہو گئی ہو اس کے بعد اس قدر رگڑیں کہ اس کا اثر زائل ہو جائے اس وقت طہارت ہوگی اور تر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے۔ اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ کی روایت میں اگرچہ خشک ہو جانا شرط نہیں تر بھی ملنے والے اثر زائل کر دینے سے پاک ہو سکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرور قید ہے اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف رحمہ اللہ ہی اختیار کیا اور یہی مختار للفتویٰ ہے تو بے جرم نجاست کی بے دھوئے تطہیر آئمہ ثلاثہ مذاہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذاہب کے بھی خلاف اور قول مختار للفتویٰ

کے بھی خلاف ہے۔ اس کی تصریح کی ہے کہ خلاف منقول بحث کا اعتبار نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

جب موزے پر ایسی نجاست لگ جائے جس کا جسم ہو مثلاً لید، پاخانہ، خون اور خشک ہو جائے تو زمین پر رگڑ لیا جائے تو جائز ہے اور یہ استحسانا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

یہ جائز نہیں۔ قیاس کا تقاضا یہی ہے اور اگر نجاست تر ہو تو دھونے سے پہلے جائز نہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا:

جب زمین پر رگڑ اُتی کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہا تو عمومی ضرورت کے پیش نظریہ پاک ہو جائے گا اور مروی کا اطلاق یہی ہے اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اسی پر ہیں اور اگر پیشاب موزے پر لگ گیا اور خشک ہو گیا تو دھوئے بغیر جائز نہیں اور یہی حکم ہر اس نجاست کا ہے جس کا جسم نہیں مثلاً شراب۔ (الہدایہ: ج: 1، ص: 56)

فتح القدیر میں ہے:

اکثر مشائخ قول ابو یوسف پر ہیں اور یہی مختار ہے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 172)

عنایہ میں ہے:

ہمارے اکابر مشائخ اسی پر ہیں شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (عنایہ شرح ہدایہ علی حاشیہ فتح القدیر)

حلیہ میں ہے:

خلاصہ میں ہے اسی پر عام مشائخ ہیں اور یہی صحیح ہے اور خانہ، کافی اور حاوی میں تصریح ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔

(حلیہ المجلی شرح منیۃ المصلی)

بحر الرائق میں ہے:

اکثر مشائخ اسی قول پر ہیں۔ نہایہ، عنایہ، خانہ اور خلاصہ میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔ فتح القدیر میں ہے یہی مختار ہے۔

(بحر الرائق: ج: 1، ص: 223)

تنویر الابصار میں ہے:

اگر موزہ یا اس کی مانند کوئی شئی صاحب جسم نجاست سے ناپاک ہو جائے تو وہ رگڑنے سے پاک ہو جائے گی ورنہ دھونا

ضروری ہوگا۔ (در مختار: ج: 1، ص: 53)

طحاوی علی المراقی الفلاح میں ہے:

اس سے اس نجاست نے احتراز ہے جو جسم والی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ اسے عینی

بحر الرائق میں ہے:

منحہ الخالق میں ہے:

اگر اس نجات کے لئے جسم نہیں جو موزے کو لگی مثلاً بول و شراب وغیرہ تو وہ خشک ہوگی یا ابھی تر ہے اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص: 178)

رد المحتار میں علامہ مقدسی سے ہے۔

اختلاف مذہب پر فائق نہیں۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 410)

اسی میں ہے:

طواف میں فرض سات چکروں کا اکثر ہے نہ کہ تمام۔ اگرچہ محقق ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تب جزاء دے گا جب سات سے کم نہ کریں اور اس کمی کا ازالہ کسی اور شئی سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ابحاث اہل مذہب کے مخالف ہیں جیسا کہ بحر میں ہے ان کے شاگرد علامہ قاسم نے کہا کہ مذہب کے مخالف ابحاث کا کوئی اعتبار نہیں۔ (رد المحتار: ج 2، ص: 224)

اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجے کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج: 7، ص 362 تا 383)

والله (ورسوله) اعلم

مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ کا فتویٰ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

انگریزی بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے جبکہ وہ ایسے ہوں کہ ان سے ٹخنے چھپے ہوں کہ ان پر موزہ کی تعریف صادق آتی ہے رہا یہ امر کہ ان کے ساتھ نماز جائز ہے یا نہیں اگر ان کے پنچے اتنے نرم ہوں کہ سجدہ میں انگلیاں قبلہ رو ہو سکتی ہوں اور دھتی ہوں تو نماز ہو جائے گی اور اگر انگلیاں بالکل کھڑی رہتی ہوں تو سجدہ نہ ہوگا اور نماز بھی نہ ہوگی کہ سجدہ میں ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط فرض ہے اور اگر بعد مسح وہ جوتا اتار لیا تو مسح جاتا رہا پاؤں دھونا فرض ہوگا یہ حکم نفس نماز کا ہے مگر جوتا پہن کر مسجد میں جانا بہر حال مکروہ

ہے کذا فی العالمگیریہ۔ (فتاویٰ امجدیہ: ج: 1، ص: 189)

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ

قوله عن عبد الله بن السائب رضي الله عنه

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ قرشی مخزومی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی مخزومی ہیں اہل مکہ مکرمہ نے قرأت ان سے سیکھی آپ رضی اللہ عنہ شہادت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے پہلے مکہ معظمہ میں

فوت ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 565)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

☆ عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد ابن مالک ہے انصاری خدری ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں بہت احادیث

مبارکہ کے راوی ہیں بہت صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ 74 چوتھریں وفات ہوئی

چوراسی سال عمر پائی۔ جنت البقیع سے باہر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر کے برابر۔

(مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 586)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الْمُصَلِّي إِذَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ أَيْنَ يَضَعُهُمَا

باب: نماز پڑھنے والا اپنے جوتوں کو اتار کر کس جگہ رکھے

یہ باب نماز پڑھنے کے لئے اپنے جوتے اتار کر کسی جگہ رکھنے کے حکم کے متعلق ہے۔

558 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ رُسْتَمٍ أَبُو عَامِرٍ عَنْ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعُ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِينِهِ وَلَا عَنْ يَسَارِهِ فَتَكُونَ عَنْ يَمِينِ

غَيْرِهِ إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عَنْ يَسَارِهِ أَحَدٌ وَلْيَضَعُهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے جوتوں کو سیدھی طرف نہ رکھے اور نہ اپنی الٹی طرف رکھے کہ دوسرے کی سیدھی طرف ہے مگر یہ کہ اس کی سیدھی طرف کوئی شخص نہ ہو اور اس کو چاہئے کہ ان کو اپنے دونوں پاؤں کے مابین رکھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج 3، ص 432، مستدرک: ج 1، ص 390، شرح السنہ: ج 1، ص 81، صحیح ابن حبان: ج 5، ص 562)

559 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَلَا يُؤْذِيهِمَا أَحَدًا لِيَجْعَلَهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَوْ لِيُصَلَّ فِيهِمَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز ادا کرے تو اپنے جوتوں کو اتار کر ان کے ذریعے دوسروں کو اذیت نہ دے بلکہ وہ اپنے دونوں پاؤں کے مابین رکھے یا انہی میں نماز پڑھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج 2، ص 432، مستدرک: ج 1، ص 81، صحیح ابن حبان: ج 5، ص 557)

تشریح:

☆ قوله وليضعهما بين رجليه

بین رجليه سے یا تو وہ خاص فرجہ مراد ہے جو قد میں کے مابین ہوتا ہے یا اس سے آگے گھٹنوں کے سامنے مراد ہے۔ حدیث مبارکہ میں گزر گیا ہے کہ جوتے سیدھی طرف نہ رکھے کیونکہ سیدھی جانب محترم اور تعظیم کے قابل ہے اور یہ بھی ارشاد نہیں فرمایا کہ پیچھے رکھے کیونکہ اگلی صف والے کی پشت پچھلی صف والے کے سامنے ہوگی یہ اس صورت میں ہے کہ جب کوئی پیچھے نماز پڑھ رہا ہو یا چوری ہونے کا خوف ہو اور نماز میں خشوع و خضوع برقرار نہ رہتا ہو۔

مسجد میں جوتوں کے رکھنے پر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) سے سوال کیا گیا۔

مسجد میں استعمالی جوتا رکھنا چاہئے یا نہیں چونکہ زید نے ایک مولوی صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جوتا مسجد کے اندر رکھنا حرام ہے اس وجہ سے منع کیا تو جواب ہوا کہ ہر مسجد میں جوتا رکھتے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عید گاہ اور جامع مسجد میں بھی دیکھا اور یہاں تک کہا کہ شرع کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے تو جوتا خشک پاک ہے اور مسجد میں کوئی حرج نہیں آیا اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر مسجد میں باہر کوئی جگہ جوتا رکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑ کر تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے سجدے کے سامنے ہونہ دوسرے نمازی کے نہ اپنے دہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ ان سے قطع صف ہو اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 8، ص: 109)

اعلیٰ حضرت عیسیٰ کا دوسرا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) سے سوال کیا گیا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اکثر نمازی مسجد میں جوتا سامنے رکھتے ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ کہاں منع ہے؟ کس قول سے منع ہے؟

الجواب

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل سے مناجات کرتا ہے اور رب تعالیٰ کو نمازی اپنے اور قبلہ کے درمیان پاتا ہے تو کوئی قبلہ کی جانب نہ تھو کے البتہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک دے۔ اسے بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری: ج: 1، ص: 58)

اور ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو سامنے نہ تھو کے کیونکہ جب تک وہ نماز میں ہے اپنے رب عزوجل سے ہم کلام ہے نہ ہی دائیں طرف تھو کے کیونکہ اس کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے دفن کر دے اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (صحیح البخاری: ج: 1، ص: 59)

اور ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو جوتے نہ دائیں طرف رکھے نہ بائیں طرف کیونکہ وہ کسی کی دائیں جانب ہوگی البتہ اس صورت میں جب وہ بائیں جانب کوئی نہ ہو اور انہیں اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لے۔

اس کو ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 8، ص: 116)

واللہ تعالیٰ اعلم

قوله عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات پیچھے بیان کر دیئے گئے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

باب: بوریئے پر نماز پڑھنے کا بیان

یہ باب چھوٹے بوریئے پر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

560 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ حَدَّثَنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَائُهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرماتے اس حال میں کہ حائضہ آپ ﷺ کے مساوی ہوتی جب آپ ﷺ سجدہ میں تشریف لے جاتے تو بعض اوقات آپ ﷺ کا کپڑا مجھ سے مس بھی ہو جاتا اور آپ ﷺ چھوٹے بوریئے پر نماز ادا فرماتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 2، ص: 421، معجم الکبیر: جز: 24، ص: 7، سنن ابن ماجہ: جز: 3، ص: 313، سنن الدارمی: جز: 4، ص: 204)

تشریح:

ضممرہ اس چھوٹے بوریئے کو کہا جاتا ہے جس پر کوئی شخص ہاتھ رکھ کر صرف سجدہ کر سکے اور حصر اس سے بڑی چٹائی کو کہا جاتا ہے جس پر ایک شخص صرف نماز پڑھ سکے۔ آپ ﷺ سے ضممرہ اور حصر دونوں پر نماز پڑھنا ثابت ہے اسی طرح چڑے کے مصلیٰ پر نماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔ جمہور علماء کرام کا یہی مذہب بیان کیا گیا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

باب: چٹائی پر نماز پڑھنے کا بیان

یہ باب چٹائی پر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

561 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ ضَخْمًا لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَصَلِّيَ مَعَكَ وَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا وَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ فَصَلَّ حَتَّى أَرَاكَ كَيْفَ تُصَلِّي فَأَقْتَدَيْ بِكَ

فَنَضَحُوا لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ كَانَ لَهُمْ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَلَانُ بْنُ الْجَارُودِ لَأَنْسِ بْنِ مَالِكٍ أَكَانَ يُصَلِّي الصُّحَى قَالَ لَمْ أَرَهُ صَلَّى إِلَّا يَوْمَئِذٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بھاری شخص ہوں اور موٹے ہونے کی بناء پر آپ ﷺ کی معیت میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس شخص نے آپ ﷺ کی دعوت کے لئے اپنے گھر کھانا بنوایا کہ آپ ﷺ (یہاں آکر) نماز ادا فرمائیں اور میں آپ ﷺ کی ادا کی ہوئی نماز دیکھ کر اتباع کر سکوں لہذا اس نے آپ ﷺ کے واسطے چٹائی کا کنارہ دھویا۔ آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور دو رکعات ادا فرمائیں۔ فلان بن جارود نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ ﷺ صلوٰۃ الصُّحیٰ ادا فرماتے تھے ارشاد فرمایا کہ میں نے نہیں دیکھا مگر کسی دن۔

(مسند احمد: ج 24: ص 426)

562 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِعُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُ أُمَّ سُلَيْمٍ فَتَذَرِكُهُ الصَّلَاةُ أَحْيَانًا فَيُصَلِّي عَلَى بَسَاطٍ لَنَا وَهُوَ حَصِيرٌ لَنَضْحَهُ بِالْمَاءِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو (اگر) نماز کا وقت ہو جاتا تو ہمارے فرش پر نماز ادا فرما لیتے اور وہ چٹائی ہوتی تھی اس کو پانی سے دھو دیا جاتا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 562)

563 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ بِمَعْنَى الْإِسْنَادِ وَالْحَدِيثِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي عَوْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ وَالْفُرْوَةِ الْمَذْبُوعَةِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی اور دباغت شدہ چمڑے پر نماز ادا فرما لیتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ج 2: ص 420)

تشریح:

ضمیرہ اور حصیر کے درمیان فرق پچھلے باب میں بیان کر دیا ہے اور نبی کریم ﷺ ان پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ یہاں پر

تھیر کا باب علیحدہ باندھا گیا جس سے خاص فائدہ نظر آتا ہے۔

☆ قوله قال رجل من الانصار يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انى رجل ضخم
صحیح مسلم میں اسی طرح کا واقعہ عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہو
سکتا ہے کہ یہی واقعہ ان کا ہو اور اس رجل ضخم سے مراد وہی ہوں انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کی تصریح کہیں نہیں ملی ہاں ابن ماجہ
کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا میں سے تھا اور عتبان حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا نہیں ہیں البتہ
مجازاً چچا کہہ دیا گیا ہو قبیلہ کے ایک ہونے کی بنا پر تو یہ ہو سکتا ہے۔

☆ قوله قال فلان بن الجارود

جارود کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ عبد الحمید بن المنذر بن الجارود ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن انس بن مالك رضى الله عنه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے اور اس خادم ہونے پر فخر محسوس
کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن
خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے خود کو خادم رسول کہلاتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت
ابو حمزہ تھی۔ یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ کا
خضاب لگاتے تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ

ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے۔ اس وقت یہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ کی
خدمت کرتے تھے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے۔ اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس

سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

نوسال کی عمر مبارک تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو عادی آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں دوبار پھل لگتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا عصا مبارک تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ موت کے بعد اس عصا کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صلب سے اسی (80) لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا 91ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا 92ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا 93ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا 90ھ میں وصال ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اس وقت ایک سو تین سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

ایک سو دس سال تھی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

ایک سو سات سال تھی۔ (اسد الغابہ: ج: 1، ص: 128)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام انس بن مالک ابن نصر سے کنیت ابو حمزہ ہے خزرجی انصاری ہیں۔ حضور انور ﷺ کے خادم خاص (تھے)

آپ ﷺ کی والدہ محترمہ ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا ہیں جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو جناب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی جب حضور انور ﷺ کا وصال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ بیس سالہ تھے دس سال تک مسلسل حضور انور ﷺ کی خدمت کی۔ خلافت فاروقی میں آپ رضی اللہ عنہ بصرہ میں منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔ 91ھ میں وصال ہوا ایک سو تین سال عمر پائی۔

بعض نے فرمایا:

99 سال عمر ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اسی 80 یا ایک سو دس 110 ہے اٹھتر لڑکے اور دو لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد آپ رضی اللہ عنہ سے بہت مخلوق نے روایات لیں۔

خلاصہ میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ ایک ہزار دو سو چھیالیس ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں متفق علیہ ہیں اور تراوی 83 احادیث مبارکہ بخاری کی، اکہتر 71 مسلم کی ہیں۔ (مراۃ الناجح: ج: 8، ص: 514)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الرَّجُلِ يَسْجُدُ عَلَى ثَوْبِهِ

باب: مرد کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا

یہ باب اپنے کپڑے پر سجدہ کرنے کے حکم میں ہے۔

564 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا غَالِبٌ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ تَفْرِيعَ أَبْوَابِ الصُّفُوفِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں سخت گرمی میں نماز پڑھا کرتے جب ہم میں سے کسی کے لئے زمین پر سجدہ کرنا ناممکن ہوتا تو ہم اپنا کپڑا بچھا کر اس کے اوپر سجدہ کر لیتے۔

(اسنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 2، ص: 105، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 319، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 354)

تشریح:

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ظاہری زمانہ مقدسہ میں مسجد میں چٹائیاں وغیرہ نہیں بچھائی جاتی تھیں بلکہ تمام مسجد میں کنکریاں بچھائی جاتی تھیں یہ ابواب المساجد میں بیان کیا تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک

علامہ عبد اللہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا ایک روایت میں جائز ہے اور ایک روایت میں ممنوع

ہے۔ (المغنی: جز: 1، ص: 305)

امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک

علامہ یحییٰ بن شرف نوادی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے مگر یہ کہ زمین پر نمازی کے پہنے ہوئے کپڑوں کے علاوہ کوئی کپڑا ہو اور اس پر

سجدہ کرے۔ (شرح مللوادی: جز: 1، ص: 225)

امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز: 2، ص: 366)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر خفئی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گرمی کی وجہ سے نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ

کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے جو باقی تمام آئمہ پر حجت ہے۔ (ہدایہ مع فتح القدیر: جز: 1، ص: 265)

☆ قوله بسط توبه فسجد عليه

فرمایا کہ اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کر لیا کرتے۔

یہاں پر مناسب ہے کہ سجدہ کا لغوی معنی و اصطلاحی اور سجدہ کرنے کے فضائل بیان کر دیئے جائیں۔

سجدہ کے معانی

سجدہ کے معانی کے بارے میں علماء کرام کی آراء درج ذیل ہیں۔

علامہ مجد الدین فیروز آبادی کا قول

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں:

سجدہ کا معنی ہے! سر نیچے کیا اور جھک گیا۔ (قاموس: ج: 1، ص: 579)

علامہ راغب اصفہانی کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ

سجدہ کا لغوی معنی ہے!

تذلل کے ساتھ جھکنا، سجدہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تعبیر کرتے ہیں۔

سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔

1- سجدہ اختیاری

2- دوسرا سجدہ تسخیر

سجدہ اختیاری باعث ثواب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاسْجُدْ لِلَّهِ وَاعْبُدْ (النجم: 62)

سواللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

اور سجدہ تسخیر انسان، حیوان اور نباتات سب ادا کرتے ہیں۔ (المفردات: ص: 223)

قرآن مجید میں ہے:

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا (الرعد: 15)

اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خوشی یا مجبوری سے اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کر رہے ہیں۔

علامہ ابن اثیر جزری کا قول

علامہ ابن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

سجدہ کا لغت میں معنی ہے۔ سر نیچے کرنا، جھکنا، عاجزی اور خاکساری کرنا اور اس کا فقہی معنی ہے زمین پر پیشانی رکھنا اور

اس سے بڑھ کر عاجزی اور تذلل متصور نہیں ہے۔ (النهاية: ج: 2، ص: 309)

علامہ بیضاوی شیرازی کا قول

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

عبادت کے قصد سے پیشانی کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔ (انوار التزیل: ص: 62)

علامہ ابن عابدین شامی کا قول

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

لغت میں سجدہ کا معنی ہے۔ خضوع یعنی تواضع اور عاجزی کرنا، جھکنا، سر جھکانا۔

اور مغرب میں لکھا ہے۔

زمین پر پیشانی رکھنا۔

اور البحر الرائق میں مذکور ہے کہ

سجدہ کی حقیقت یہ ہے کہ تعظیم کے ساتھ چہرہ کا بعض حصہ زمین پر رکھا جائے اس میں ناک کا رکھنا داخل ہے اور رخسار اور ٹھوڑی کا رکھنا خارج ہے اگر کوئی شخص سجدہ میں دونوں پیراٹھالے تو یہ تعظیم کے بجائے لہو و لعب کے زیادہ مشابہ ہے۔

(رد المحتار: جز: 2، ص: 119)

علامہ ابوبکر المرغینانی رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر موعظت کی ہے اور اگر اس نے پیشانی اور ناک میں سے کسی ایک پر اختصار کر لیا تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں بغیر عذر کے ناک پر اختصار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ نے ان اعضاء میں پیشانی کو شمار کیا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے بعض اجزاء زمین پر رکھنے سے سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور سجدہ ہی کا حکم دیا گیا ہے البتہ ٹھوڑی اور رخسار کا رکھنا سجدہ سے بالا جماع خارج ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 108)

قرآن مجید میں سجدہ کے اطلاقات

قرآن مجید میں سجدہ کے اطلاقات کے متعلق کثیر آیات مبارکہ چند درج ذیل ہیں۔

سجدہ بالا اختیار پر انسان ثواب کا مستحق ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاسْجُدْ وَابْتَغِ الْوَسِيلَةَ ۝ (النجم: 62)

سواللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

سجدہ بالتسخیر اور سجدہ بالا اختیار دونوں کی مثال یہ آیت کریمہ ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (الحج: 49)

اور آسمانوں اور زمینوں میں جو چیزیں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتی ہیں جاندار اور سب فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

صرف سجدہ بالتسخیر کی مثال یہ آیات کریمہ ہیں۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدْنَ ۝ (الرحمن: 6)

اور زمین پر پھلنے والے پودے اور اپنے تنے پر کھڑے درخت سجدہ کرتے ہیں۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظَلَلُ لَهُمُ بِالْغُدُوِّ وَالْاَصَالِ ۝ (الرعد: 15)

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ (سب) خوشی یا مجبوری سے اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے (بھی) صبح اور شام کو۔

قرآن مجید میں سجدہ کا اطلاق سجدہ عبودیت کی بجائے سجدہ تعظیم پر بھی کیا گیا ہے۔

اسْجُدْوا لِاٰدَمَ (البقرہ: 34)

آدم کو سجدہ کرو۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَخَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا ۝ (یوسف: 100)

اور (تمام) یوسف کے لئے سجدہ میں گر گئے۔

سجدہ کا اطلاق نماز پر بھی کیا گیا ہے۔

وَمِنَ الْاَيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَذْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ (ق: 40)

رات کے کچھ وقت میں اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد (بھی)

سجدہ کرنے کے فضائل

سجدہ کرنے کے فضائل احادیث مبارکہ میں کثرت کے ساتھ آئے ہیں چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ اپنے رب عزوجل کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کر رہا ہو پس تم (سجدہ میں) بہت دعا کیا کرو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 482)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ کا جو حال اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ مٹنی میں لتھڑا ہوا ہو۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6072)

قوله عن انس بن مالك رضى الله عنه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات سابقہ و اوراق میں بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

باب: صفوں کو برابر کرنے کا بیان

اس بات میں صفوں کو برابر کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

565 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشَ عَنْ حَدِيثِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فِي الصُّفُوفِ الْمُقَدَّمَةِ فَحَدَّثَنَا عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرْفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَلَّ وَعَزَّ قُلْنَا وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ يُتَمُّونَ الصُّفُوفَ الْمُقَدَّمَةَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم اس طرح صفوں کو کیوں نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب عزوجل کی بارگاہ مقدسہ میں صفوں کو بناتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ ملائکہ اپنے رب عزوجل کی بارگاہ مقدسہ میں کیسے صفوں کو بناتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے اول صف کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں ملے جلے کھڑا ہوا کرتے ہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: 3، ص: 101، معجم الکبیر: ج: 2، ص: 199، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 264، سنن ترمذی: ج: 3، ص: 312)

566 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ الْجَدَلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ فَقَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثَلَاثًا وَاللَّهِ لَتَقِيمَنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيَخَالَفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ قَالَ فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ

بِكَفِّهِ

ابو قاسم جدلی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے تو متوجہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار صفوں کو درست کرنے کا فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 1، ص: 76، سنن دارقطنی: جز: 3، ص: 215)

567 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّنَا فِي الصُّفُوفِ كَمَا يَقُومُ الْقَدْحُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنْ قَدْ أَخَذَنَا ذَلِكَ عَنْهُ وَفَقِهْنَا أَقْبَلَ ذَاتَ يَوْمٍ بَوَّجَهُ إِذَا رَجُلٌ مُنْتَبِذٌ بِصَدْرِهِ فَقَالَ لَتُسَوَّنَ صُفُوفُكُمْ أَوْ لِيَخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجُوهِكُمْ

حضرت سماک بن حرب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے جس طرح تیر کی لکڑی کو سیدھا کرتے ہیں حتیٰ کہ جب آپ نے گمان کیا کہ ہم کو اس کی عادت ہو گئی ہے تو ایک دن ہماری طرف متوجہ ہوئے کہ ایک شخص کا سینہ آگے کو نکلا ہوا تھا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو تبدیل فرمادے گا۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 3، ص: 266)

568 حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَبُو عَاصِمٍ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنْفِيُّ عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ الْيَامِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْسَجَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُورَنَا وَمَنَاكِبَنَا وَيَقُولُ لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُولِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے مابین چکر لگاتے ایک جانب سے دوسری جانب تک ہمارے سینوں اور کندھوں کو مساوی فرماتے اور ارشاد فرماتے آگے پیچھے نہ ہوا کرو ورنہ تمہارے قلوب میں اختلاف آجائے گا اور ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں۔

(سنن النسائي: جز: 3، ص: 304، شرح السنه: جز: 1، ص: 200)

569 حَدَّثَنَا عُبيدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَغِيرَةَ عَنْ سِمَاكِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ

حضرت سماک سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا فرماتے جب ہم نماز کے لئے قیام کرتے۔ جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تو آپ تکبیر تحریمہ فرماتے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 2، ص: 21، شرح السنہ: جز: 1، ص: 198)

570 حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغَافِقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ج وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ وَ حَدِيثُ ابْنِ وَهْبٍ أَيْضًا عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قُتَيْبَةُ عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ أَبِي شَجْرَةَ لَمْ يَذْكُرْ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاصِبِ وَاسْتَدُوا الْخَلَلَ وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ لَمْ يَقُلْ عَيْسَى بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو شَجْرَةَ كَثِيرُ بْنُ مُرَّةٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَمَعْنَى وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الصَّفِّ فَذَهَبَ يَدْخُلُ فِيهِ فَيَنْبَغِي أَنْ يُلَيِّنَ لَهُ كُلُّ رَجُلٍ مَنَكِبِيهِ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ

کثیر بن مرہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، قتیبہ نے کہا ابوالزہریہ نے ابوالشجرہ سے روایت کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صفوں کو قائم کیا کرو کندھوں کو مساوی رکھو خالی جگہ کو بھر دیا کرو اور اپنے بھائیوں کے واسطے نرم بن جاؤ۔ عیسیٰ نے بائیدی اخوانکم نہیں کہا اور شیطان کے واسطے گزرنے کے لئے جگہ کو نہ چھوڑا کریں اور جو صف کو ملائے اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا اور جو صف کو قطع کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو قطع فرمادے گا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا ابوشجرہ کثیر بن مرہ ہیں۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 3، ص: 101)

571 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَُا الْحَدَفُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صفوں کے اندر مل کر کھڑا ہوا کریں اور ان میں فاصلہ تھوڑا رکھیں اور گردنوں کو محاذی کیا کریں قسم ہے اس ذات کی جس نے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ بکری کے بچے کی طرح تمہاری صفوں میں خالی جگہ پر گھستتا رہتا ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 3، ص: 100، سنن النسائی: جز: 3، ص: 311، شرح السنہ: جز: 1، ص: 199، صحیح ابن حبان: جز: 5، ص: 540)

572 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی صفوں کو درست کیا کریں کیونکہ صف کو درست کرنا نماز کو مکمل کرتا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 99، سنن ابن ماجہ: جز: 3، ص: 369، سنن الدارمی: جز: 1، ص: 323، شرح السنہ: جز: 1، ص: 199)

573 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ بْنِ السَّائِبِ صَاحِبِ الْمَقْصُورَةِ قَالَ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ تَدْرِي لِمَ صُنِعَ هَذَا الْعُودُ فَقُلْتُ لَا وَاللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ اسْتَوُوا وَعَدِلُوا صُفُوفَكُمْ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَنَسٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ أَخَذَهُ بِيَمِينِهِ ثُمَّ التَفَتَ فَقَالَ اغْتَدِلُوا سَوُّوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ أَخَذَهُ بِيَسَارِهِ فَقَالَ اغْتَدِلُوا سَوُّوا صُفُوفَكُمْ

محمد بن مسلم بن سائب سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے جب میں نماز ادا کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکڑی کس واسطے رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کی قسم نہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس پر اپنا مقدس ہاتھ رکھ کر ارشاد فرماتے برابر ہو جاؤ اور اپنی صفوں کو ٹھیک کر لو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث مبارکہ روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز کے واسطے قیام فرماتے تو اس کو اپنے سیدھے مقدس ہاتھ سے پکڑتے پھر لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے تو ارشاد فرماتے برابر ہو جاؤ اپنی صفوں کو ٹھیک کر لو پھر اس کو الٹے ہاتھ مقدس سے پکڑ کر ارشاد فرماتے برابر ہو جاؤ اپنی صفوں کو ٹھیک کر لو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 573)

574 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّمُوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمُ ثُمَّ الْإِدْنِ يَلِيهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلی صف کو مکمل کیا کریں پھر جو اس کے قریب ہے پس جب کچھ کی رہ جائے تو وہ آخری صف میں ہونی چاہئے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 3، ص: 102، سنن البیہقی للصغری: جز: 1، ص: 311)

575 عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيَارُكُمْ الْيَنْكُم مِّنَا كِبَ فِي الصَّلَاةِ .

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے بہترین وہ اشخاص ہیں جن کے کندھے نماز میں نرم رہتے ہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 3، ص: 101، صحیح ابن حبان: جز: 5، ص: 53، صحیح ابن خزیمہ: جز: 3، ص: 29، مسند الزاری: جز: 3، ص: 203)

تشریح:

☆ قوله الا تصفون كما تصف الملائكة عند ربهم .

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ ملائکہ بھی صف باندھ کر عبادت کیا کرتے ہیں بلکہ یہ تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔
قرآن مجید میں ہے:

وَالصَّفِّ صَفًّا (الصافات: 1)

صف باندھے ہوئے ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو صف باندھتی ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

وَالصَّفِّ صَفًّا کی تین تفسیر کی گئی ہیں۔

1- حضرت ابن مسعود، 2- حضرت عکرمہ، 3- حضرت سعید بن جبیر

4- حضرت مجاہد، 5- اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔

2- ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

اس سے مراد آسمان میں عبادت کرنے والے ہیں۔

3- نقاش نے کہا:

اس سے مراد مومنوں کی جماعت ہے جب وہ صف باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد مشرکین کے خلاف جہاد کرنے والے صف بستہ مجاہدین ہوں اور یہ زیادہ واضح ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَتْهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصًا (الف: 4)

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی

ہوئی دیوار ہیں۔ (الکت والعیون: ج: 5، ص: 36)

نیز حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ فرشتے اگلی صفوں کو مکمل کر کے پھر پیچھے صفوں کو باندھتے ہیں مزید یہ کہ وہ صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

☆ قوله يسوينا في الصفوف كما يقوم القدح

قدح بفتح تحتين بمعنی پیالہ مراد نہیں بلکہ یہ کسرقاف اور سکون دال کے ساتھ ہے تیر کی لکڑی جیسے چاقو میں پیچھے کا دستہ ہوا کرتا ہے اس کو سیدھا اور ہموار تراش کر بنایا جاتا ہے مطلب واضح ہے کہ جس طرح اس کو سیدھا اور درست تراشتے ہیں اسی طرح آپ بھی اپنی صفوں کو سیدھا کرتے ہیں۔

☆ قوله ومن وصل صفا وصله الله

جو صف کو ملائے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملائے گا ملانے کی صورت یہی ہے کہ بیچ میں اگر کہیں خلاء ہو تو اس کو ختم کر دے یا اگلی صف میں کمی ہو تو اس میں ایک دو شخص کی گنجائش ہو تو اس کو پورا کر دے۔

☆ قوله خياركم اليكم مناكب في الصلاة .

تم میں سب سے بہترین وہ شخص ہے جو نماز میں از روئے موٹہ کے سب سے زیادہ نرم ہو اس سے مراد انقیاد و اطاعت ہے یعنی صفیں درست کرنے والا کسی شخص کے موٹہ سے پکڑ کر آگے یا پیچھے کرے تو اس کے حق میں نرم پڑ جائے اور ضد بازی نہ دکھائے دوسرا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد خشوع اور سکون ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن جابر بن سمره رضى الله عنه

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ العالی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ عامری ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی۔ 74 چوتھریں وفات ہے۔ ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔ (مراۃ المناجیح: ج: 8، ص: 525)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن براء بن عازب رضى الله عنه

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ العالی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ ہے انصاری حارثی ہیں 24 چوبیس میں کوفہ پہنچے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل،

صفین اور غزوہ نہروان میں شریک ہوئے۔ مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 521)

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سماك بن حرب رضي الله عنه

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ تابعی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے دو سواحدیث مبارکہ مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ذہلی ہیں کنیت ابو مغیرہ ہے آپ رضی اللہ عنہ سے دو سواحدیث مبارکہ مروی ہیں ابن مبارک نے آپ کو ضعیف کہا۔
123 ایک توثیق میں وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 552)

مسئلہ

علامہ علاء الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

صفین مل کر کھڑی ہوں کہ بیچ میں کشادگی نہ رہ جائے اور سب کے مونڈھے برابر ہوں۔ (در مختار: ج: 2، ص: 377)

مسئلہ

ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

پہلی صف میں جگہ ہو اور پچھلی صف بھر گئی ہو تو اس کو چیر کر جائے اور اس خالی جگہ میں کھڑا ہو اس کے لئے حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ جو صف میں کشادگی دیکھ کر اس کو بند کر دے اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 89)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الصُّفُوفِ بَيْنَ السَّوَارِي

باب: ستونوں کے مابین صفوں کو بنانا

اس بات میں ستونوں کے مابین صفوں کو بنانے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

576 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ هَانٍ عَنْ

عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ مَحْمُودٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَدَفَعْنَا إِلَى السَّوَارِي

فَتَقَدَّمْنَا وَتَأَخَّرْنَا فَقَالَ أَنَسٌ كُنَّا نَتَّقِي هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبد الحمید بن محمود سے روایت ہے کہ میں نے نماز جمعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی معیت میں ادا کی تو ہم کو

ستونوں کی طرف دھکا دیا ہم ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہو گئے۔ پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدسہ میں اس سے محفوظ رہتے تھے۔

(مسند احمد: جز: 24، ص: 435)

تشریح:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے آئمہ کرام میں صرف امام احمد رحمہ اللہ و حضرت اسحاق رحمہ اللہ کا مذہب لکھا ہے اور وہ یہ تحریر کیا کہ ان کے نزدیک ستونوں کے درمیان صف مکروہ ہے مگر صف کا تعلق تو مقتدیوں سے ہوا کرتا ہے امام اور منفرد کے لئے تو صف نہیں ہوا کرتی تو گویا ان کے نزدیک صرف مقتدی کے لئے کراہت ہوئی اور باقی آئمہ کا مذہب یہ ہے کہ امام اور منفرد کے متعلق تو کوئی اختلاف نہیں تو ان دونوں کے واسطے قیام ستونوں کے درمیان بالاتفاق جائز ہے اختلاف صرف مقتدی کے متعلق ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں شوافع کا مذہب جواز لکھا ہے مگر امام مالک رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے اس میں دو قول ہیں کراہت اور عدم کراہت۔

ستونوں کے درمیان صف نہ بنانے میں حکمتیں

پہلی حکمت تو یہ ہے کہ اس میں قطع صفوف لازم آتا ہے۔
دوسری حکمت یہ ہے کہ ستونوں کے درمیان جوتے رکھنے کی جگہ ہے۔
تیسری حکمت یہ ہے کہ یہ مسلمان جنوں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔

☆ قوله انس كنا نتقى هذا على عهد رسول الله ﷺ

اس حدیث مبارکہ سے ستونوں کے درمیان نماز کی مطلقاً کراہت معلوم ہو رہی ہے مگر امام ترمذی رحمہ اللہ نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے و فی الباب عن قرۃ بن ایاس المزنی یہ حدیث مبارکہ ابن ماجہ میں بھی ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں
كنا نخشى ان نلصف بين السواری و نطرد عنها طرداً .

☆ قوله عن انس بن مالك رضي الله عنه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں! امام کو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

(رد المحتار: جز: 2، ص: 381)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

باب مَنْ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَلِيَ الْإِمَامَ فِي الصَّفِّ وَكَرَاهِيَةِ التَّأَخُّرِ

باب: صف میں امام کا قرب مستحب اور دوری میں کراہت

یہ باب صف میں امام کے قریب رہنا مستحب اور دور رہنے کی کراہیت کے حکم میں ہے۔



577 حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلْنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَزَادَ وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ وَأَيَاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں زیادہ عمر والے میرے قریب رہیں پھر وہ جوان کے قریب ہیں پھر وہ جوان کے قریب ہیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کی مثل بیان کیا ہے اور زیادتی یہ بیان فرمائی کہ آگے پیچھے نہ رہا کرو ورنہ تمہارے قلوب میں اختلاف ڈال دیا جائے گا اور بازاروں کی مانند شور مچانے سے بچو۔

(مسند رک: ج 2: ص 10، معجم الکبیر: ج 7: ص 10، سنن الدارمی: ج 4: ص 45)

578 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَّامِنِ الصُّفُوفِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صفوں کی سیدھی طرف کھڑے ہونے پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ج 3: ص 282، سنن البیہقی الکبریٰ: ج 3: ص 103، صحیح ابن حبان: ج 5: ص 534)

تشریح:

قوله اولو الاحلام

الاحلام یا تو حلم بالکسر کی جمع ہے جس سے مراد عقل اور سمجھ ہے یا حلم بضم الحاء کی جس کے معنی خواب کے ہیں لیکن یہاں مراد بلوغ پہلی صورت میں احلام سے مراد عقلاء ہوں گے اور دوسری صورت میں بلغاء مراد ہوں گے۔

☆ ثم الذین یلونہم

یعنی پھر وہ جوان کے قریب ہیں عقل یا بلوغ کے اعتبار سے ان سے کم درجہ کے ہوں جیسے مراہقین ہیں۔

☆ ثم الذین یلونہم

پھر وہ جوان سے قریب ہوں جیسے تمیز رکھنے والے بچے یا باعتبار عقل کے ان سے کم درجہ ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے مراد عورتیں ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے خنساء۔ اور صفوں کی ترتیب فقہاء کرام کے نزدیک اس طرح صفوف الرجال ثم

الصبيان ثم الخنثاء ثم النساء

مسئلہ

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حاکمی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مرد اور بچے اور خنثی اور عورتیں جمع ہوں تو صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثی کی پھر عورتوں کی اور بچہ تنہا ہو تو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔ (در مختار: جز: 2، ص: 377)

مسئلہ

ملائ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

مردوں کی پہلی صف کہ امام سے قریب ہے دوسری سے افضل ہے اور دوسری تیسری سے افضل و علی ہذا القیاس۔ مقتدی کے لئے افضل جگہ یہ ہے کہ امام سے قریب ہو اور دونوں طرف برابر ہوں تو دہنی طرف افضل ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 89)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عن عبداللہ رضی اللہ عنہ

یہ عبداللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ شروح میں یہی لکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے اور کثیر احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمع بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاهل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ابو عبدالرحمن الہذلی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام مسعود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے۔ جب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ فاطمہ بنت خطاب

مسلمان ہوئی تھیں آپ ﷺ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے۔

میں نے کہا: ہاں! لیکن میں امین ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس سے زرنے جفتی نہ کی ہو۔ میں ایک چھ ماہ کی بکری لے کر آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو باندھا پھر اس کے تھنوں کو ملنا شروع کیا اور دعا فرمانے لگے حتیٰ کہ اس میں دودھ اتر آیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ دوا۔

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: دودھ پیو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دودھ نوش فرمایا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے دودھ نوش فرمایا۔

آپ ﷺ نے پھر اس بکری کے تھنوں سے کہا: سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ کر پہلے کی طرح ہو گئے اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گیا۔

اور میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس کلام کی تعلیم ارشاد فرمائیے۔

آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا: تم تو پڑھانے والے لڑکے ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے نبی کریم ﷺ سے ستر سورتیں سیکھیں اور کسی شخص نے مجھ سے بحث نہیں کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جہراً قرآن مجید پڑھا جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے گھر جاتے تھے آپ ﷺ کو نعلین شریف پہناتے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کے آگے چلتے تھے۔ جب آپ ﷺ غسل فرماتے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پردہ کرتے جب آپ ﷺ سو جاتے تو آپ ﷺ کو بیدار کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے (یعنی آپ ﷺ کی خفیہ باتیں سننے والے اور آپ ﷺ کی مسواک لانے والے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دو ہجرتیں کیں دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جنگ یرموک میں شریک ہوئے،

ابو جہل کے سینہ پر سوار ہو کر آپ ﷺ نے ہی اس لعین کا سر کاٹا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کو جنت کی بشارت دی تھی۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: مجھے سورہ نسا پڑھ کر سناؤ۔

میں نے عرض کیا: میں آپ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ خود آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ کے سامنے قرأت کی جب میں اس آیت پر پہنچا ”فکیف اذجننا من کل امة بشہید وجننا بک علی ہؤلاء شہید“ تو نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبدالرحمن بن یزید فرماتے ہیں کہ

ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں اس شخص کے متعلق خبر دیجئے جو اپنی سیرت اور عادات و اطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوتا کہ ہم اس سے دین سیکھیں اور اس سے احادیث مبارکہ سنیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص اپنی سیرت اور عادات و اطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کے یاد رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب ابن ام عبد کو حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں بغیر مشورہ کے کسی اور کو امیر بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 32ھ میں فوت ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ کی نماز جنازہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ اور چند

سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز: 3، ص: 356 تا 360)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ العالی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے ہزلی ہیں پرانے مومنین سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ پہلے ایمان لائے

بلکہ آپ ﷺ چھٹے صاحب ہیں کہ آپ ﷺ سے پہلے صرف پانچ اشخاص ایمان لائے تھے۔ حضور انور ﷺ کے خاص خادم تھے۔

حضور انور ﷺ کے صاحب اسرار تھے سفر میں حضور انور ﷺ کی نعلین، مسواک، وضو کا برتن آپ ﷺ کے پاس رہتا تھا۔

بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور ﷺ نے آپ ﷺ کے جنتی ہونے کی گواہی دی۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) ناپسند کریں۔ اخلاق، عادت، طور طریقہ میں حضور انور ﷺ سے بہت ملتے جلتے تھے۔ دبلے دراز قد گندمی رنگ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ بلا خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے۔ پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آگئے وہاں ہی 32ھ میں وفات ہوئی۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی۔ خلفاء راشدین نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔ مترجم کہتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 567)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف جمہور کے مصحف کے مخالف تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے پاس بھی آپ رضی اللہ عنہ کا مصحف تھا۔ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے مصحف پر اعتراض کیا اور ان سے یہ کہا کہ وہ اس مصحف کو ترک کر کے جمہور کے مصحف کی موافقت کریں اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مصاحف کو جلا دیں جیسا کہ دوسرے مصاحف کو جلا دیا گیا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ کو نہیں مانا اور اپنے شاگردوں سے یہ کہا کہ تم لوگ اس مصحف کو چھپا دو اور جب تم اس کو چھپاؤ گے تو قیامت کے دن اس کو لے کر حاضر ہو گے اور اس میں تمہاری فضیلت ہوگی پھر بطور انکار فرمایا مجھے اس مصحف کے مطابق قرأت سے کون روکتا ہے جس کو میں نے نبی کریم ﷺ کی زبان مقدسہ سے سنا ہے۔ (شرح اللئوای: ج: 2، ص: 293)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کو سات قرأت یعنی سات لغات پر نازل کیا گیا تھا اور ہر قبیلہ اپنی اپنی قرأت کے مطابق پڑھتا تھا جب بکثرت فتوحات ہوئیں اور لوگ ناواقفیت کی بناء پر ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب کرنے لگے تو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے اس نسخہ کو منگوا لیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لغت قریش پر جمع کیا گیا تھا اس نسخہ کی نقول تمام شہروں میں بھجوا دیں اور باقی مصاحف کو منگوا کر جلا دیا تا کہ امت میں اختلاف نہ ہو۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی تائید کی کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ تمام مصاحف کا باقی رہنا قرآن مجید میں التباس اور اختلاف کا موجب ہوگا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منفرد تھی انہوں نے اپنے مصحف کو چھپا لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوئی اور شخص اس کو نکلوانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف تمام شہروں میں بھجوائے تھے وہ مشہور ہو گئے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی موافقت کی اور اس کو پڑھا جانے لگا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف ترک کر دیا گیا اور وہ چھپا رہا حتیٰ کہ جب مصر میں بنو عبید کی حکومت ختم ہو گئی اور معز کی حکومت شروع ہوئی تو ان کے خزانوں میں

وہ مصحف پایا گیا اور صدر الدین قاضی الجماعۃ نے اس کو جلانے کا حکم دیا، ہم نے اپنے اساتذہ کرام سے اسی طرح سنا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج: 6، ص: 291)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَقَامِ الصِّبْيَانِ مِنَ الصَّفِّ

باب: صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کا مقام

اس باب میں صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کے متعلق حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

579 حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ شَاذَانَ حَدَّثَنَا عِيَّاشُ الرَّقَّامُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ قَالَ قَالَ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ إِلَّا أَحَدْتُكُمْ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَفَّ الرِّجَالُ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْعِلْمَانِ ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلَاتَهُ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا صَلَاةُ قَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى لَا أَحْسَبُهُ إِلَّا قَالَ صَلَاةُ أُمِّي

حضرت عبدالرحمن بن غنم سے روایت ہے کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بیان نہ کروں۔ ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے قیام فرمایا تو سب سے پہلے مردوں نے صفوں کو بنایا اور لڑکوں نے صف بنائی پھر ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر فرما کر فرمایا کہ نماز یہ ہوتی ہے۔ عبدالاعلیٰ نے کہا میں گمان نہیں کرتا ہوں مگر فرمایا میری امت کی نماز یہی ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 579)

تشریح:

جمہور علماء کرام اور اکثر شوافع کے نزدیک بچوں کی صف مردوں کے پیچھے ہونی چاہئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور بعض شوافع کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر بچہ مردوں کے درمیان کھڑا ہوتا کہ ان سے نماز کی تعلیم سیکھے۔ اس بات کی حدیث مبارکہ سے جمہور کا مسلک ثابت ہو رہا ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مرد اور بچے اور خنثی اور عورتیں جمع ہوں تو صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثی کی پھر عورتوں کی اور بچہ تنہا ہو تو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔ (در مختار: ج: ۲، ص: ۳۷۷)

حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ

قوله عن عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ تابعی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تولائے مگر زیارت نہ کر سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس حدیث مبارکہ کے راوی ہیں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مستوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ اشعری شامی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں پائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں ایمان تولائے مگر زیارت نہ کر سکے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تب آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ رہے اور پھر ان کی وفات ہو گئی۔ شام کے مشہور فقیہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہے۔ ۷۸ اٹھتر میں وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: ۸، ص: ۵۴۳)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صَفِّ النِّسَاءِ وَكَرَاهِيَةِ التَّأَخُّرِ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ

باب: عورتوں کی صف اور صف اول سے متاخر ہونے کی کراہیت

یہ باب عورتوں کی صف اور صف اول سے متاخر ہونے کی کراہیت کے حکم میں ہے۔

580 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ وَاسْمَعِيلُ بْنُ زَكْرِيَاءَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مردوں کی بہتر صف اول ہے اور بری آخر ہے اور عورتوں کی بہتر صف آخری اور بری سب سے پہلی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ج: ۳، ص: ۲۷۴، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۳، ص: ۹۰، سنن الترمذی: ج: ۱، ص: ۳۷۹، سنن دارمی: ج: ۱، ص: ۳۲۵)

581 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي

کَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ فِي النَّارِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ صف اول سے ہمیشہ متاخر ہوتے جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں پیچھے فرمادے گا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 581)

582 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُزَاعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَدَّمُوا فَاتَّمُوا بِئِي وَلِيَاتَكُمْ بِكُمْ مَن بَعْدَكُمْ وَلَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متاخر ہوتے ملاحظہ فرمایا تو انہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مقدم ہو جاؤ اور میری اتباع کرو تا کہ تمہارے بعد کے تمہاری اتباع کر سکیں اور لوگ ہمیشہ متاخر ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو پیچھے ڈال دے گا۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 3، ص: 306، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 103، سنن النسائی: جز: 3، ص: 281، صحیح ابن خزیمہ: جز: 3، ص: 51)

تشریح:

☆ قوله خير صفوف الرجال اولها و شرها و آخرها .

یہ تمام اس وجہ سے فرمایا گیا کہ اس میں سبقت خیر کی طرف ہے دوسرا یہ کہ مقدم مسجد افضل سے مؤخر مسجد سے تیسرا اس لیے کہ اس میں امام کی قرب ہے۔

☆ قوله و خير صفوف النساء آخرها و شرها اولها

پہلی صورت میں مردوں کا قرب ہے اور دوسری صورت میں ان سے بعد ہے نیز مرد تقدم کے مامور ہیں اور عورتیں تاخرو احتجاب کی مامور ہیں۔

☆ قوله لا يزال قوم يتأخرون عن الصف الاول حتى يؤخرهم الله في النار

یعنی بعض لوگ صف اول سے پیچھے رہنے کی بناء پر اور اس کے ترک اہتمام کی وجہ سے ایسے ہوں گے کہ وہ آخر الامر یعنی انجام کار جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے یا اخیر میں ان کو جہنم سے نکالا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ صف اول کو ترک کرنا اور مسجد میں دیر سے پہنچنا ایسے قبايح کے ارتکاب کا باعث بن سکتا ہے جو مفسی الی النار ہوں نہ یہ کہ صرف صف اول کے

ترک سے آدمی مستحق جہنم ہو جاتا ہے۔

☆ قوله رای فی اصحابہ تاخرا فقال لهم تقدموا خاتمو ابی و لیا تم بکم من بعد کم
یعنی آگے بڑھ کر صف اول میں نماز پڑھنے کی سعی کیا کرو تا کہ میری نماز کو دیکھ کر اس کی پیروی کر سکو اور پھر پچھلی صف
والے تمہیں دیکھ کر پیروی کر سکیں یعنی تمہارے واسطے سے وہ میری پیروی کر سکیں اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ تم اچھی طرح
میری پیروی کرو تا کہ بعد میں آنے والے تابعین تمہاری پیروی کریں۔ اور حضرت شعبی رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث مبارکہ سے ایک
دوسرے مسئلہ پر استدلال کیا ہے یعنی اقتداء بالماموم کا جواز کہ اگلی صف والے امام کی اقتداء کی نیت کریں اور پچھلی صف والے
اگلی صف والوں کی اقتداء کی نیت کریں اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ اس کی طرف میلان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے
کیونکہ انہوں نے اس پر باب باندھا ہے۔

”باب الرجل یاتم بالامام ویاتم الناس بالماموم“

مگر یہ ضروری نہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد بھی یہی ہو جو حضرت شعبی رضی اللہ عنہ نے سمجھا ہے بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک بھی حدیث مبارکہ کا محمل وہی ہو جس کو جمہور نے اختیار فرمایا ہے۔
ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ

تاخر سے مراد تاخر عن الصف الاول اور تاخر عن العلم دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے بہت ساری احادیث مبارکہ روایت ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد ابن مالک رضی اللہ عنہ ہے۔ انصاری خدری ہیں۔ اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں بہت
احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔ بہت صحابہ کرام تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ 74 چوتھ میں
وفات ہوئی چوراسی سال عمر پائی۔ جنت البقیع سے باہر آپ کی قبر انور ہے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر کے برابر۔
مترجم نے زیارت کی ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 586)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَقَامِ الْإِمَامِ مِنَ الصَّفِّ

باب: امام صف سے کہاں کھڑا ہو؟

یہ باب امام کا صف میں مخصوص جگہ پر کھڑے ہونے کے حکم میں ہے۔



583 حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ بَشِيرٍ بْنِ خَلَّادٍ عَنْ أُمِّهِ أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرْظِيِّ فَسَمِعَتْهُ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسِطُوا الْإِمَامَ وَسِدُّوا الْخَلَلَ

یحییٰ بن بشیر بن خلاد کی والدہ محترمہ سے روایت ہے کہ وہ محمد بن کعب قرظی کے پاس حاضر ہوئیں تو ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور خلاء کو بھرا کرو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 104)

تشریح:

☆ قوله وسطوا الامام

امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ یہ تب ہو سکتا ہے جبکہ مقتدی دونوں جانب برابر ہوں اس صورت میں یہ لفظ وسط سکون سین سے ماخوذ ہوگا اور بعض نے کہا یہ وسط بالفتح سے ہے جس کے معنی افضل کے ہیں۔

وكذلك جعلنكم امة وسطا . ويقال خلان وسط القوم اى خيرهم .

لہذا حدیث مبارکہ کے معنی ہوئے اجعلوا امامکم خیرکم۔ جو تم میں افضل ہو اس کو اپنا امام بناؤ۔ بعض نے یہ کہا کہ

یہ حدیث مبارکہ عورتوں کے حق میں ہے چنانچہ عورت کی امامت میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ وسط میں کھڑی ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ

عورتوں کی امامت مکروہ ہے۔ جس طرح کہ درمختار میں ہے:

علامہ علاؤ الدین حسکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے امام کے لئے مرد ہونا شرط نہیں عورت بھی امام ہو سکتی ہے اگرچہ مکروہ ہے۔ (درمختار رد المحتار: ج: 2، ص: 337)

نیز اس حدیث مبارکہ سے امام شوافع بھی اپنے مذہب پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر مقتدی دو ہوں تو دائیں بائیں کھڑے

ہوں جبکہ احناف کے نزدیک مقتدی دو ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُصَلِّي وَحْدَهُ خَلْفَ الصَّفِّ

باب: وہ آدمی جو کچھلی صف میں اکیلے نماز پڑھے

یہ باب آدمی کا کچھلی صف میں اکیلے نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

584 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ عَنْ وَابِصَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ قَالَ سُلَيْمَانُ ابْنُ حَرْبٍ الصَّلَاةُ

حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صف سے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو اس کو اعادہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

سلیمان بن حرب نے کہا نماز۔

(معجم الکبیر: ج: 2، ص: 141، سنن ابن ماجہ: ج: 1، ص: 321، سنن البیہقی الصغری: ج: 1، ص: 309، سنن البیہقی الکبری: ج: 3، ص: 104)

تشریح:

کچھلی صف میں اکیلے نماز پڑھنا جمہور کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق رحمہ اللہ کے نزدیک مفسد نماز ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَرْكَعُ دُونَ الصَّفِّ

باب: جو صف کے اندر بغیر رکوع کیے مل جائے

یہ باب صف میں بغیر رکوع کیے مل جانے کے حکم میں ہے۔

585 حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ

زِيَادٍ الْأَعْلَمِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ حَدَّثَ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَنَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ قَالَ فَرَكَعْتُ دُونَ الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَاذَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدَّ

زیاد اعلم، حسن کو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ مسجد کے اندر داخل ہوئے اس حال میں کہ نبی کریم ﷺ رکوع کی حالت میں تھے فرماتے ہیں کہ میں نے صف کے پیچھے رکوع کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تیری حرص کو زیادہ کرے اور دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔

(سنن الترمذی: جز: 3، ص: 401، شرح السنہ: جز: 2، ص: 86، سنن البیہقی الصغری: جز: 1، ص: 332، سنن البیہقی الکبری: جز: 2، ص: 90)

586 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا زِيَادُ الْأَعْلَمِ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ جَاءَ وَرَسُولُ اللَّهِ رَاكِعٌ فَرَكَعَ دُونَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ أَيُّكُمْ الَّذِي رَكَعَ دُونَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّفِّ فَقَالَ أَبُو بَكْرَةَ أَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَاذَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدَّ قَالَ أَبُو دَاوُدَ زِيَادُ الْأَعْلَمِ زِيَادُ بْنُ فُلَانٍ بْنِ قُرَّةَ وَهُوَ ابْنُ خَالَةِ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ تَفْرِيعُ أَبْوَابِ السُّتْرَةِ

زیاد اعلم نے حسن سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع کی حالت میں تھے تو آپ نے صف سے پیچھے رکوع کیا پھر چل کر صف میں مل گئے۔ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی نماز کو مکمل فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے صف سے دور کس نے رکوع کیا پھر چل کر صف میں مل گیا؟

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں (تھا) تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری حرص کو زیادہ کرے اور دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا۔ زیاد اعلم زیاد بن فلان بن قرۃ ہیں اور وہ ابن خالۃ یونس بن عبید ہیں۔

(شرح السنہ: جز: 2، ص: 87، شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 395، صحیح ابن حبان: جز: 5، ص: 568)

تشریح:

اختلاف پچھلے باب میں بیان کر دیا ہے۔ یہ حدیث مبارکہ جمہور کی دلیل ہے کیونکہ اس میں بھی تحریمہ کے وقت افراد خلف الصف پایا جا رہا ہے۔ ابن حبان جو ایک مشہور محدث ہیں وہ اس مسئلہ میں حنابلہ کے ساتھ ہیں مگر انہوں نے اس خاص صورت کو مسئلہ سے مستثنیٰ کر دیا ہے اسی حدیث کی وجہ سے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ

قوله ان ابوبکرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث مبارکہ ہیں جن کا نام نفع بن الحارث ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ طاکھی ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب حصن طائف کا محاصرہ کر رکھا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ اس قلعہ کی چھت پر سے سی لڑکا کر اس کے ذریعے نیچے اتر آئے تھے اور مسلمانوں میں شامل ہو گئے تھے۔ بکرہ سی کو کہتے ہیں یہ آپ رضی اللہ عنہ کی وجہ التکلیہ ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَسْتُرُ الْمُصَلِّيَ

باب: نمازی کے سترہ کے متعلق

یہ باب نمازی کے سترے کے حکم کے متعلق ہے۔

587 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ سِمَاكِ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَعَلْتَ بَيْنَ يَدَيْكَ مِثْلَ مَوْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلَا يَضُرُّكَ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْكَ

حضرت موسیٰ بن طلحہ نے اپنے والد محترم طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اپنے آگے پالان کی پچھلی لکڑی کے مساوی کوئی چیز رکھو گے تو کوئی بھی سامنے گزرنے والی چیز تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 587)

588 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ الْخِرَّةُ الرَّحْلُ ذِرَاعٌ فَمَا فَوْقَهُ

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ پچھلی لکڑی ایک ذراع یا کچھ زیادہ ہوتی ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 269)

589 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ

فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَأَتْهُ وَكَانَ يَقْعُلُ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأَمْرَاءُ
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن نکلے تو آپ ﷺ نے نیزے کا حکم ارشاد
فرمایا جس کو آپ ﷺ کے محاذی گاڑا گیا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف نماز ادا فرمائی اور آپ ﷺ کے پیچھے
لوگ تھے اور اسی طرح سفر میں کرتے تھے پھر امراء نے اس کو اپنالیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 269، شرح السنہ: ج: 1، ص: 138، صحیح البخاری: ج: 2، ص: 297، صحیح مسلم: ج: 3، ص: 63)

590 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةُ الظُّهْرِ رَكَعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكَعَتَيْنِ يَمُرُّ
خَلْفَ الْعَنَزَةِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ

عمون بن ابو حنیفہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو بطحاء میں نماز پڑھائی اور
آپ ﷺ کے محاذی نیزہ تھا ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں نیزے کے پیچھے عورتیں اور گدھے گزر جاتے
تھے۔

(معجم الکبیر: ج: 22، ص: 115، سنن الدارمی: ج: 4، ص: 263)

سترہ کے متعلق چند ابحاث

اس باب کے تحت سترہ کے متعلق چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث: سترہ کی تعریف

مطلق وہ شے جس کے ذریعے سے دو چیزوں کے درمیان آڑ قائم کی جائے اور عرف فقہاء میں اس چیز کو کہتے ہیں جو
نمازی کے سامنے قائم کی جائے گزرنے والوں سے حیوت کے واسطے۔

دوسری بحث: جب سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلے سے گزر سکتا ہے

علامہ محمد بن محمود بابر ترقی حنفی متونی 786ھ لکھتے ہیں:

جب نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلہ سے گزرنے والا گزر سکتا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خان رحمۃ اللہ علیہم نے کہا:

اس کے سجدہ کی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

فخر الاسلام نے کہا:

جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو تو جہاں تک اس کی نظر جاسکتی ہے اس جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

سترہ قائم کرنا مستحب ہے۔

3- امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ سترہ کو ترک کرنا مستحب ہے۔

ہمارے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ

اصل میں سترہ مستحب ہے۔ (عمدة القاری: ج: 4، ص: 291)

چوتھی بحث: صحرا میں نماز پڑھنے والے کا سترہ قائم کرنا

جو شخص صحرا میں نماز پڑھے اس کے لئے سترہ قائم کرنا بھی مستحب ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

جو شخص صحرا میں نماز پڑھے اس کے لئے بھی سترہ قائم کرنا مستحب ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے کوئی چیز رکھے اگر اسے کوئی

چیز نہ ملے تو اپنی لاشی گاڑے اور اگر اس کے پاس لاشی نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے پھر اگر اس کے سامنے سے کوئی گزرے تو اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

امام ابن حبان، امام ابن مدینی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ قاضی عیاض،

سفیان بن عیینہ، اسماعیل بن امیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث مبارکہ کو ضعیف کہا ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا:

اس میں ضعف اور اضطراب ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا:

اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (عمدة القاری: ج: 4، ص: 291)

پانچویں بحث: سترے کی مقدار

• علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

سترہ کی مقدار کم از کم ایک ذراع تقریباً نصف میٹر ہونی چاہئے کیونکہ امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

روایت کیا ہے کہ آپ سے سترہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا پالان کے پچھلے ڈنڈے کے برابر ہو۔

موٹائی میں سترہ کم از کم ایک انگلی کے برابر ہوتا کہ دیکھنے والے کو دور سے نظر آئے۔ (عمدة القاری: ج: 4، ص: 291)

علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو اور زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ (در مختار و رد المحتار: جز: 2، ص: 484)

چھٹی بحث: امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوا کرتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ بلوغت کے قریب تھے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں بغیر کسی دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے میں بعض صفوں کے آگے سے گدھی پر سوار ہو کر گزرا پھر میں نے گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر انکار نہیں فرمایا۔ اس پر تمام آئمہ کرام کا اتفاق ہے کہ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہے۔ (عمدة القاری: جز: 4، ص: 291)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی سترہ ہے اس کو جدید سترہ کی حاجت نہیں تو اگر چھوٹی مسجد میں بھی مقتدی کے آگے سے گزر جائے جبکہ امام کے آگے سے نہ ہو تو حرج نہیں۔ (رد المحتار: جز: 2، ص: 487)

ساتویں بحث: امام و منفرد کا صحرا یا جہاں لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو سترہ قائم کرنا

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام و منفرد جب صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑیں اور سترہ نزدیک ہونا چاہئے سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھوؤں کی سیدھ پر ہو اور دہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ (در مختار: جز: 2، ص: 484)

آٹھویں بحث: بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے میں مذاہب آئمہ اربعہ

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے میں آئمہ اربعہ کے درمیان اختلاف ہے۔

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اور اگر نمازی نے سترہ قائم نہ کیا یا سترہ تو قائم کیا ہو مگر وہ اس سے دور جا کر کھڑا ہو تو اب اس کے لئے گزرنے والے کو دفع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ تقصیر اس کی جانب سے ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

اب اس نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے مگر پھر بھی نہ گزرنا اولیٰ ہے۔

واللہ اعلم

امام الحرمین نے کہا ہے کہ

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت اور گزرنے والے کو دفع کرنے کا حکم اس وقت ہے جب گزرنے والے کے لئے اس جگہ کے سوا اور کوئی گنجائش ہو اور گنجائش نہ ہو اور بھیڑ زیادہ ہو تو گزرنے کی ممانعت ہے نہ دفع کرنے کا حکم ہے۔ اس مسئلہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام الحرمین کی رائے کی موافقت کی ہے مگر اس پر اشکال ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث اس کے خلاف ہے اور اکثر فقہاء کرام نے ممانعت کے ساتھ اس قید کو لگانے سے سکوت کیا ہے یعنی یہ نہیں کہا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا اس وقت منع ہے جب گزرنے والے کے لئے نمازی کے سامنے سے گزرنے کے علاوہ کوئی راستہ ہو۔ (روضۃ الطالبین: ج: 1، ص: 295)

علامہ محمد شربنی الخطیب شافعی لکھتے ہیں۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کی تحریم اس وقت ہے جب نمازی نے نماز کی جگہ میں تقصیر نہ کی ہو اگر وہ عام راستہ پر نماز پڑھ رہا ہو تو اس وقت اس کے آگے سے گزرنا مکروہ تحریمی تو کجا مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے جیسا کہ کفایہ میں فقہاء کی عبارات سے مستنبط کر کے لکھا ہے اور جب گزرنے والے کے لئے اور کوئی گنجائش نہ ہو اور اس کے سامنے گزرنے کی جگہ نہ ہو تب بھی ممانعت نہیں ہے۔ بلکہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر پہلی صف میں خالی جگہ ہو تو وہ دوسری صف سے گزر کر پہلی صف میں جاسکتا ہے تاکہ خالی جگہ بھر جائے۔ (مغنی المحتاج: ج: 1، ص: 200)

فقہاء حنابلہ کا مذہب

ڈاکٹر وہبہ زحیلی فقہاء حنابلہ کا مذہب یوں لکھتے ہیں۔

فقہاء حنابلہ نے کہا ہے کہ

اگر نمازی سترہ قائم نہ کرے تو نمازی کے قدم سے لے کر تین ذراع (ڈیڑھ گز) تک گزرنا مکروہ ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلۃ: ج: 1، ص: 762)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالبرکات سیدی احمد دردی رمالکی متوفی 1197ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے جو کہا ہے وہ زیادہ رائج ہے کہ نمازی سترہ قائم کرے یا نہ کرے وہ اپنے قیام، رکوع اور سجود کی جگہ کی مقدار سے زیادہ کا مستحق نہیں ہے اور اس کے سامنے سے گزرنے والا اس وقت گنہ گار ہوگا جب وہ گنجائش کے باوجود اس جگہ سے گزرے گا۔ (الشرح الکبیر: ج: 1، ص: 246)

علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی 1219ھ لکھتے ہیں:

نمازی کا وہ حرم (حد) جس میں گزرنا منع ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن عرفہ نے کہا:

جتنی مقدار کے بعد سے گزرنے پر نمازی کو تشویش نہ ہو اور اس کی حد بیس ذراع ہے اور اس کا ماخذ وہ مقدار ہے جو امام مالک رحمہ اللہ نے ایک کنویں کے آگے دوسرا کنواں کھودنے کے لئے مقرر کی ہے تاکہ اس کنویں کو نقصان نہ پہنچے پھر مصنف نے علامہ ابن العربی کے قول کو اختیار کیا کہ نمازی کا حرم اتنی مقدار ہے جتنی جگہ کی اس کو اپنے قیام، رکوع اور سجود کے لئے ضرورت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ اتنی جگہ ہے جتنی دور پتھر جاتا ہے یا تیر جاتا ہے یا جتنی جگہ تک تلوار جاتی ہے کئی اقوال اس بارے میں ہیں۔

(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر: ج: 1، ص: 246)

فقہاء حنفیہ کا مذہب

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متونی 483ھ لکھتے ہیں:

نمازی کے آگے سے گزرنے کی حد کتاب (کافی) میں منصوص نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

سجدہ کی جگہ تک حد ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

دو صفوں کی مقدار تک حد ہے۔

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ

اگر نمازی خشوع کے ساتھ نماز پڑھے تو جس جگہ تک گزرنے والے پر اس کی نظر پڑے اس جگہ تک گزرنا مکروہ ہے اور اس کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے۔ (مبسوط: ج: 1، ص: 192)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ ترمذی نے یہ کہا ہے کہ

زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی نظر گزرنے والے پر نہ پڑے تو اس جگہ سے گزرنا مکروہ نہیں ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب نمازی صحراء میں نماز پڑھ رہا ہو جو صحراء کے حکم میں ہے مگر جب وہ عام مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو تو پھر حد وہ مسجد ہے مگر یہ کہ نمازی اور گزرنے والے کے درمیان ستون وغیرہ ہو۔

فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے کہ

اگر کوئی شخص جامع مسجد سے دور سے گزرا تو ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔

(بنایہ: ج: 1، ص: 788)

علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں۔

نمازی کے سامنے جتنے فاصلہ سے گزرا مکروہ ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔

بعض فقہاء کرام نے کہا:

تین ذراع (ڈیڑھ گز) ہے۔

بعض نے کہا:

پانچ ذراع ہے۔

بعض نے کہا:

چالیس ذراع ہے۔

بعض نے کہا:

سجدہ کی جگہ ہے۔

بعض نے کہا:

دو صف کی مقدار ہے۔

بعض نے کہا:

تین صف کی مقدار ہے۔ (کفایہ مع فتح القدیر: ج: 1، ص: 354)

ملائ نظام الدین حنفی متونی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص نمازی کی سجدہ گاہ کے آگے سے گزرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور گزرنے والا گناہ گار ہوگا۔ نمازی کے آگے جس جگہ سے گزرا مکروہ ہے اس کی حد میں اختلاف ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ جگہ نمازی کے قدم سے لے کر اس کی سجدہ گاہ تک ہے۔

ہمارے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ

جب کسی نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو اور اس کو گزرنے والا دکھائی نہ دے تو اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گزرا مکروہ نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ زیادہ صحیح ہے۔ یہ صحت اور صواب کے مشابہ ہے یہ صحرا کا حکم ہے اور اگر نمازی مسجد میں ہو اور نمازی اور گزرنے والے کے درمیان انسان یا ستون کی طرح کوئی حائل ہو تو گزرا مکروہ نہیں ہے اور اگر نمازی اور گزرنے والے کے درمیان کوئی حائل نہ ہو اور مسجد چھوٹی ہو تو جس جگہ سے بھی گزرے گا مکروہ ہوگا اور بڑی مسجد صحراء کی طرح ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 104)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

قوله عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام لائے اور اپنے والد محترم سے ہجرت پہلے کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں و آثار کی بہت زیادہ پیروی کرتے تھے دینی معاملات میں بہت محتاط تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر قرشی عدوی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام زینب بنت مطعون بن حبیب بھیجہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کے ساتھ اسلام لائے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کم سن اور نابالغ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے پہلے ہجرت کی تھی اس پر اتفاق ہے کہ وہ غزوہ بدر میں نہیں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کم عمر قرار دے کر واپس کر دیا تھا۔ غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ اس غزوہ میں شریک تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو دوسرے نابالغ لڑکوں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔

صحیح یہ ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ معرکہ یرموک، فتح مصر اور فتح افریقہ میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے آثار کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے۔ سفر میں اس جگہ ٹھہرتے جہاں رسول اللہ ﷺ ٹھہرتے تھے اور ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہوئی کہ نبی کریم ﷺ جس درخت کے نیچے اترتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کو پانی دیتے رہتے تھے کہ کہیں وہ درخت خشک نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو احادیث مبارکہ بہت زیادہ یاد تھیں اور فقہ میں اتنے ماہر نہ تھے۔ دینی معاملات میں بہت احتیاط کرتے تھے اور فتویٰ دینے میں بھی بہت محتاط تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے معاملے میں نہیں پڑے حالانکہ اہل شام کو ان سے بہت محبت تھی اور ان کی طرف بہت میلان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتنوں میں کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر نادم رہتے تھے۔

حبیب سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آخری وقت میں فرمایا:

مجھے دنیا سے جاتے ہوئے اس کے سوا اور کسی چیز پر قلق نہیں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف قتال میں حصہ نہیں لیا۔
رسول اللہ ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے کثرت کے ساتھ حج کیے اور صدقہ و خیرات بہت زیادہ کرتے تھے بعض اوقات ایک مجلس میں تیس ہزار درہم خیرات کر دیتے تھے۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین ماہ بعد 73ھ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات کا سبب یہ تھا کہ حجاج نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ بھیڑ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں نیزے کی نوک چبھو دے۔ حجاج نے یہ اس لیے کیا تھا کہ ایک روز اس نے لمبا خطبہ دیا اور نماز کو مؤخر کر دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔

حجاج نے کہا:

میرا ارادہ ہے کہ میں تیری اس جگہ ضرب لگاؤں جہاں تیری آنکھیں ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہاں تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ تو ایک جاہل شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ حجاج اس جواب سے غضب ناک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا نیزہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں چبھو دے اس زخم کی تکلیف سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے۔ آپ ﷺ کی نماز جنازہ حجاج نے پڑھائی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چھیالیس سال تھی۔

(اسد الغابہ: ج 3، ص 227 تا 230)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متونی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ قرشی عدی ہیں، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایمان لائے، بدر میں لڑکپن کی وجہ سے شریک نہ ہوئے حق یہ ہے کہ غزوہ احد میں بھی حضور انور ﷺ نے ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں کیا۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ غزوہ احد میں آپ ﷺ چودہ سالہ تھے۔ بڑے عابد، زاہد، محتاط اور قبیح سنت تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ہم لوگوں کو دنیا نے اپنی طرف راغب کر لیا سوا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے۔

حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسا متقی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسا عالم نہ دیکھا۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کئے۔ ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور 73ھ تہتر میں

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے تین مہینہ بعد وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت تو یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حل میں دفن کیا جاوے مگر حجاج نے ایسا نہ کرنے دیا تو آپ رضی اللہ عنہ ذی طوی میں دفن کئے گئے۔ مہاجرین کے قبرستان میں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار حجاج نے جمعہ کا خطبہ دراز کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

سورج تیرا انتظار نہ کرے گا۔

اس نے کہا کہ

میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اندھا کر دوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر تو چاہے تو ایسا کر سکتا ہے کہ تو ایک احمق شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے نیز آپ رضی اللہ عنہ حج میں حجاج سے پہلے ہی عرفہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ میں جا کر ٹھہر جاتے تھے۔ ان وجوہ سے حجاج آپ رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھنے لگا۔ اس نے ایک شخص سے کہا:

اس نے زہریلا نیزہ آپ رضی اللہ عنہ کے تلوے میں چھو دیا راہ چلتے ہوئے اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوئی۔ چوراسی یا چھیالیس سال آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں۔ (مراۃ المناجیح: جز: 8، ص: 566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْخَطِّ إِذَا لَمْ يَجِدْ عَصًا

باب: جب لکڑی نہ پاسکے تو خط کھینچے

یہ باب لکڑی کے نہ ملنے کے وقت خط کھینچنے کے حکم میں ہے۔

591 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمِّيَّةَ حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرِو بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حُرَيْثٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ حُرَيْثًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ شَيْئًا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصًا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ أَمَامَهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمِّيَّةَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ بْنِ

عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ عَنْ جَدِّهِ حُرَيْثٍ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عُذْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ حَدِيثَ الْخَطِّ قَالَ سُفْيَانُ لَمْ نَجِدْ شَيْئًا نَشُدُّ بِهِ هَذَا الْحَدِيثَ وَلَمْ يَجِبْ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ قَالَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ إِنَّهُمْ يَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَتَفَكَّرَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مَا أَحْفَظُ إِلَّا أَبَا مُحَمَّدٍ بَنَ عَمْرٍو قَالَ سُفْيَانُ قَدِمَ هَاهُنَا رَجُلٌ بَعْدَ مَا مَاتَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ فَطَلَبَ هَذَا الشَّيْخُ أَبَا مُحَمَّدٍ حَتَّى وَجَدَهُ فَسَأَلَهُ عَنْهُ فَخَلَطَ عَلَيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سُئِلَ عَنْ وَصْفِ الْخَطِّ غَيْرَ مَرَّةٍ فَقَالَ هَكَذَا عَرَضًا مِثْلَ الْهَلَالِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَ سَمِعْتُ مُسَدَّدًا قَالَ قَالَ ابْنُ دَاوُدَ الْخَطُّ بِالطُّوْلِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَصَفَ الْخَطَّ غَيْرَ مَرَّةٍ فَقَالَ هَكَذَا يَعْنِي بِالْعَرَضِ حَوْرًا دَوْرًا مِثْلَ الْهَلَالِ يَعْنِي مُنْعَطَفًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے محاذی کوئی چیز رکھ لے اگر کوئی چیز نہ پاؤ تو عصا کھڑا کر لے اگر عصا نہ ہو تو اپنے سامنے خط کھینچے پھر سامنے گزرنے والے پر کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو القاسم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ آگے حدیث خط ذکر فرمائی۔ سفیان نے کہا ہم کوئی چیز نہیں پاتے جس کے ذریعے اس حدیث کو تقویت پہنچے مگر اسی وجہ کے ساتھ میں نے سفیان کو کہا لوگوں کو اس میں اختلاف ہے تو اس نے کچھ ساعت تفکر کر کے کہا مجھے تو سوائے ابو محمد بن عمرو کے کوئی یاد نہیں۔ سفیان نے کہا اسماعیل بن امیہ کی وفات کے بعد ہمارے پاس ایک آدمی آیا اور انہوں نے اس شیخ ابو محمد کو ڈھونڈا تو اس نے پالیا میں نے اس سے سوال کیا اس سے بات خلط ملط ہو گئی۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے امام احمد بن حنبل سے خط کے وصف کے متعلق متعدد بار سوال کیا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا عرض میں ہلال کی مثل ہو۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے مسدد سے سنا کہ ابن داؤد نے خط طول میں بیان کیا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے خط کا وصف بیان کرتے ہوئے کئی بار سنا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 201، السنن للبیہقی الصغری: ج: 1، ص: 530، سنن للبیہقی الکبری: ج: 2، ص: 270، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: ۱۳۸)

(138)

592 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ رَأَيْتُ شَرِيكًا صَلَّى بِنَا فِي جَنَازَةِ الْعَصْرِ فَوَضَعَ قَلَنْسُوْتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ يَعْنِي فِي فَرِيضَةٍ حَضَرَتْ

سفیان بن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے شریک کو دیکھا کہ آپ نے ہماری معیت میں نماز جنازہ ادا کی۔ عصر کی نماز فریضہ کے وقت اپنی ٹوپی کو اپنے محاذی رکھ دیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 592)

سترہ کوزمین پر ڈالنے یا خط کھینچنے کا اعتبار ہے یا نہیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء کرام نے یہ ذکر کیا ہے کہ سترہ کے نصب کرنے کا اعتبار ہے سترہ کوزمین پر ڈالنے اور خط کھینچنے کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ مقصود آڑ ہے وہ سترہ کو ڈالنے اور خط کھینچنے سے حاصل نہیں ہوتی۔

شیخ الاسلام نے مبسوط میں لکھا ہے کہ

جب زمین نرم ہو تو سترہ نصب کر دیا جائے اور جب زمین سخت ہو اور سترہ کو نصب کرنا ممکن نہ ہو تو سترہ کوزمین پر رکھ دیا جائے کیونکہ جس طرح سترہ کو نصب کرنے کی روایت ہے اس کو رکھنے کی بھی روایت ہے لیکن اس کو طولاً رکھا جائے عرضاً نہ رکھا جائے اور خط نہ کھینچا جائے کیونکہ خط کھینچنا اور نہ کھینچنا برابر ہے کیونکہ وہ دیکھنے والے کو دور سے نظر نہیں آتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

اگر نصب کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو طولاً خط کھینچ دے بعض متاخرین نے اس قول پر عمل کیا ہے۔

محیط میں ہے کہ

یہ قول غلط ہے۔

قرانی نے ذخیرہ میں لکھا ہے کہ

خط باطل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔

علامہ اشہب نے اس کو جائز کہا ہے۔ سعید بن جبیر، امام اوزاعی اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے مگر بعد میں امام شافعی رحمہ اللہ نے خط سے منع کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس بروایت میں خط کھینچنے کا ذکر ہے اس کے متعلق عبدالحق نے کہا ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن حزم نے محلی میں کہا۔

خط کے متعلق کوئی حدیث مبارکہ صحیح نہیں ہے اور اس کا قول کرنا صحیح نہیں ہے۔ (عمدة القاری: ج: 4، ص: 292)

ملائقہ الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر (سترہ کو) نصب کرنا ممکن نہ ہو تو وہ چیز لمبی لمبی رکھ دے اور اگر کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ رکھ سکے تو خط کھینچ دے خواہ طول

میں ہو یا محراب کی مثل۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 104)

علامہ ابوالحسن مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

خط کھینچنا سترہ نہیں ہے مگر علامہ ابن ہمام شارح ہدایہ متوفی 861ھ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے اور اگر کوئی چیز نہ ملے تو عصا رکھ لے وہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر آگے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ

جب سترہ بنانے کے لئے اور کوئی چیز نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہئے اور حدیث مبارکہ کی اتباع کرنا بہر حال اولیٰ ہے۔

(فتح القدیر: ج 1، ص 355)

☆ قوله ولم نجد شيئاً لشدبه هذا الحديث

یعنی اس حدیث مبارکہ کی کوئی دوسری سند بھی نہیں ہے جس سے اس کی تقویت ہو جائے۔

☆ قوله رایت شریکا صلی بنا فی جنازة العصر فوضع قلنسوته

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے شریک کو دیکھا کہ وہ ایک بار کسی نماز جنازہ میں تشریف لائے تو آپ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور انہوں نے ہماری امامت فرمائی۔ نماز سے پہلے انہوں نے سترہ کے لئے کوئی چیز نہ پا کر اپنے آگے ٹوپی رکھ لی اور اس سے سترہ کا کام لیا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اونچی ٹوپی ہو جس طرح کہ ترکی ٹوپی اونچی ملتی ہے۔ شارح ابوداؤد نے لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض صوفیاء لمبی اور اونچی ٹوپی پہنتے تھے تاکہ ضرورت کے وقت ان سے سترہ کا کام لیا جاسکے۔

☆ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات سابقہ اوراق میں بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ

باب: اونٹ کی جانب ہو کر نماز ادا کرنا

یہ باب اونٹ کی جانب ہو کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

593 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَوَهْبُ بْنُ بَقِيَّةٍ وَابْنُ أَبِي خَلْفٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ تَائِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيرٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اونٹ کی جانب ہو کر نماز ادا فرما لیتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 593)

تشریح:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ بھی روایت ہے جو مصنف عبدالرزاق میں ہے وہ اونٹ کی طرف نماز کو مکروہ سمجھتے تھے مگر یہ کہ اسی پر کجاوہ ہو۔ علماء کرام نے لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اونٹ کی پشت پر کجاوہ ہونے کی بناء پر وہ اقرب الی السکون ہوگا برعکس برہنہ پشت ہونے کے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سواری کی جانب ہو کر نماز کی کراہت کے قائل تھے مزید یہ کہ آپ ﷺ سے منقول ہے کہ عورت کو بھی سترہ نہ بنایا جائے اس پر امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت کے متعلق قول ظاہر ہے کہ ان کی طرف ذہن مشغول رہے گا۔ مگر سواری کی طرف ہو کر نماز ادا کرنے میں تو صحیحین کی حدیث ثابت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ حدیث مبارکہ نہ پہنچی ہو اور آپ ﷺ کی وصیت یہ تھی کہ جب حدیث اصح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ مالکیہ کے مسلک میں یہ ہے کہ حیوان اگر غیر ماکول اللحم ہو تو اس کا سترہ بنانا مطلق مکروہ ہے اور اگر ماکول اللحم ہو سو اگر وہ مربوط ہے تب تو اس کی طرف نماز بلا کراہت جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

☆ قوله كان يصلي على بعير

راحلہ اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو سواری کے قابل ہو کیونکہ ہر اونٹ یا اونٹنی سواری کے قابل نہیں ہوا کرتی۔ راحلہ اسی کو کہا جاتا ہے جو سواری کے قابل ہو برخلاف بعیر کہ وہ عام ہے سفر میں سواری کے قابل ہو یا نہ ہو نیز بعیر مذکور مونث دونوں کو شامل ہے اور راحلہ کے متعلق دونوں قول ملتے ہیں بعض کے نزدیک وہ اونٹنی کے ساتھ خاص ہے بعض نے اس کو بھی عام قرار دیا ہے۔

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

درخت اور جانور اور آدمی وغیرہ کا بھی سترہ ہو سکتا ہے کہ ان کے بعد گزرنے میں کچھ حرج نہیں۔ (غنیۃ المستملی: ص: 367)

قوله عن ابن عمر رضي الله عنهما

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات و واقعات سابقہ اوراق میں بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابِ إِذَا صَلَّى إِلَى سَارِيَةٍ أَوْ نَحْوَهَا أَيْنَ يَجْعَلُهَا مِنْهُ

جب سترہ یا اس کی طرح کی جانب نماز پڑھے تو اس کو اپنے کس چیز کے سامنے رکھے
یہ باب نماز پڑھنے کے دوران سترے کو مخصوص چیز کے سامنے رکھنے کے حکم میں ہے۔

594 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عِيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ السَّرِيدُ بْنُ
كَامِلٍ عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ حُجْرٍ الْبَهْرَانِيِّ عَنْ ضُبَاعَةَ بِنْتِ الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهَا قَالَ
مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِلَى عُودٍ وَلَا عُمُودٍ وَلَا شَجَرَةٍ إِلَّا جَعَلَهُ
عَلَى حَاجِبِهِ الْأَيْمَنِ أَوْ الْأَيْسَرِ وَلَا يَضُمُّدُ لَهُ صَمَدًا

ضباعہ بنت مقداد بن اسود سے روایت ہے کہ ان کے والد محترم نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ فرمایا
کہ کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا فرمائی ہو مگر اس کو اپنے سیدھے یا الٹے ابرو مقدسہ کے محاذی رکھا اور
اس کو اپنے سامنے نہیں رکھتے تھے۔

(معجم الکبیر: ج: 20، ص: 259، شرح السنہ: ج: 1، ص: 137، مسند احمد: ج: 48، ص: 340)

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

سترہ اپنی دائیں یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے کیونکہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ ﷺ اس کو اپنی
سیدھے یا الٹے ابرو مقدسہ کے سامنے کرتے اور اس کا قصد نہیں فرماتے تھے۔ (عمدة القاری: ج: 4، ص: 291)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھوؤں کی سیدھ پر ہو اور دہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔

(در مختار: ج: 2، ص: 484)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ

قوله ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابیہا

ابیہا سے مراد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور
طارق ابن شہاب وغیرہما نے احادیث مبارکہ روایت کیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کے والد نے قبیلہ بنی کندہ سے حلف کیا تھا اس لیے آپ ﷺ کو کندی کہا جاتا ہے۔ اسود نے آپ ﷺ کی پرورش کی تھی اس لیے ابن اسود کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ چھٹے مومن ہیں۔ آپ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طارق ابن شہاب وغیرہما نے احادیث مبارکہ لیں۔ ستر سال عمر ہوئی 33 تینتیس میں وفات ہوئی۔ آپ ﷺ کی وفات مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں ہوئی وہاں سے آپ ﷺ کو مدینہ منورہ لایا گیا بقیع میں دفن کیا گیا۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 599)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْمُتَحَدِّثِينَ وَالنِّیَامِ

باب: باتیں کرنے والوں اور سونے والوں کی طرف نماز پڑھنا

یہ باب باتیں کرنے والوں اور سونے والوں کی طرف نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

595 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ كَعْبٍ الْقُرْظِيِّ قَالَ قُلْتُ لَهُ يَغْنِي لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُصَلُّوا خَلْفَ النَّائِمِ وَلَا الْمُتَحَدِّثِ

محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سونے والوں کے پیچھے اور باتیں کرنے والوں کے پیچھے نماز نہ پڑھا کرو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 279، معرۃ السنن والاثر للبیہقی: ج: 3، ص: 327)

تشریح:

ینام نائم کی جمع ہے سونے والے کی طرف ہو کر نماز پڑھنا۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ مجاہد اور طاؤس کا مسلک بھی اسی طرح ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سونے والے کی طرف سے نیند کی حالت میں کوئی ایسی چیز خارج ہو یا کوئی فعل کرے جس سے نماز پڑھنے والے کا ذہن منتشر ہو جائے۔

جمہور کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رات میں نماز پڑھتے تھے

وانا معترضه بينه وبين القبلة اعتراض الجنابة - معنی میں بھی باتیں کرنے والوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ لکھا ہے۔ اور یہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ اور المعنی علامہ ابن قدامہ حنبلی کی تصنیف ہے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الدُّنُوِّ مِنَ السُّتْرَةِ

باب: سترے کے قریب رہنا

یہ باب سترے کے قریب رہنے کے حکم میں ہے۔

596 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح وَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى وَابْنُ السَّرْحِ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى سُتْرَةٍ فَلْيَسِدْنِ مِنْهَا لَا يَقْطَعْ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلِ عَنْ أَبِيهِ أَوْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَاخْتَلَفَ فِي إِسْنَادِهِ

حضرت سہل بن ابو حثمہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی سترے کی طرف ہو کر نماز پڑھے تو اس کے قریب ہوا کرے تاکہ شیطان اس کی نماز کو قطع نہ کر سکے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کو واقد بن محمد، صفوان، محمد بن سہل نے اپنے والد محترم سے یا محمد بن سہل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے بعضوں نے کہا نافع بن جبیر نے سہل بن سعد سے روایت کیا ہے اور ان کی اسناد میں اختلاف ہے۔

(سنن البیہقی الصغری: ج: 1، ص: 531، سنن البیہقی الکبری: ج: 2، ص: 272، سنن النسائی: ج: 3، ص: 196، مسند احمد: ج: 34، ص: 307)

597 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ وَالتَّفَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ سَهْلِ قَالَ وَكَانَ بَيْنَ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مَمَرٌ عَنْزٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ الْخَبَرُ لِلتَّفَيْلِيِّ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قیام فرمانے کی جگہ اور قبلہ کے مابین بکری کے گزرنے کی جگہ کا فاصلہ ہوا کرتا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا۔ نفیلی کی (یہ) خبر ہے۔

(شرح السنہ: ج: 1، ص: 137، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 59، صحیح البخاری: ج: 2، ص: 300، صحیح مسلم: ج: 3، ص: 78)

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نمازی سترہ کے قریب کھڑا ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ اور نمازی کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کی جگہ ہوتی تھی۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ

بکری کے گزرنے کی جگہ کا اعتبار اس وقت ہے جب نمازی کھڑا ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی تو رکوع اور سجود کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے لیکن سترہ اور نمازی میں اتنا فاصلہ ہو کہ نمازی رکوع اور سجود کر سکے اور اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دفع کر سکے۔

امام شافعی، امام احمد اور عطاء رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ

تین ذراع کا فاصلہ ہو۔

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مغفل اپنے اور سترہ کے درمیان چھ ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے۔ (عمدة القاری: ج: 4، ص: 291)

حضرت سہل بن ابو حشمہ رضی اللہ عنہ

عن سہل بن ابی حشمہ رضی اللہ عنہ

حضرت سہل بن ابی حشمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ

قوله عن سہل رضی اللہ عنہ

یہ سہل حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام پہلے حزن تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام سہل رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس باب کی حدیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ ساعدی انصاری ہیں آپ ﷺ کی کنیت ابوالعباسی ہے۔ آپ ﷺ کا نام پہلے حزن تھا حضور انور ﷺ نے سہل رکھا۔ حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ پندرہ سال کے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات ۱۹۱ کیانویں میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ ﷺ ہی فوت ہوئے کہ آپ ﷺ کی وفات سے مدینہ منورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔ (مرآۃ المناجیح: ج: ۸، ص: ۵۸۳)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُؤْمَرُ الْمُصَلِّي أَنْ يَدْرَأَ عَنِ الْمَمَرِ بَيْنَ يَدَيْهِ

باب: نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو منع کرے

یہ باب نمازی کا اپنے سامنے سے گزرنے والے کو منع کرنے کے حکم میں ہے۔

598 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ نَالُخُدْرِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نَالُخُدْرِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدْعُ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلْيَدْرَأَهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ نَالُخُدْرِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى سُتْرَةٍ وَلْيَذْنُ مِنْهَا ثُمَّ سَاقِ مَعْنَاهُ

حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو کسی کو اپنے سامنے سے گزرنے نہ دے جہاں تک ممکن ہو اس کو منع کرے اگر نہ رکے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ حضرت عبدالرحمن ابن ابی سعید خدری ﷺ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہئے کہ سترہ کی طرف نماز پڑھے اور اس کے قریب رہے پھر آگے بقیہ حدیث مبارکہ بیان فرمائی۔

(الموطا: ج: ۱، ص: ۱۵۴، سنن الکبریٰ: ج: ۳، ص: ۲۶۷، شرح معانی الآثار: ج: ۱، ص: ۴۶۵، صحیح مسلم: ج: ۳، ص: ۷۳)

599 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شَرِيحٍ الرَّازِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ أَخْبَرَنَا مَسْرُورَةُ بْنُ مَعْبُدٍ اللَّخْمِيُّ لَقِيَتْهُ بِالْكُوفَةِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ حَاجِبُ سُلَيْمَانَ قَالَ رَأَيْتُ عَطَاءَ بْنَ

زَيْدُ اللَّيْثِيُّ قَائِمًا يُصَلِّي فَذَهَبَتْ أَمْرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَرَدَّنِي ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ لَا يَحُولَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ أَحَدٌ فَلْيَفْعَلْ

ابو عبیدہ حاجب سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن زید لیثی کو نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا میں ان کے سامنے سے گزرنے لگا تو آپ نے مجھے منع فرمادیا پھر ارشاد فرمایا مجھے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو تم میں سے کسی کو اپنے اور قبلہ کے درمیان گزرنے سے روکنے کی استطاعت رکھتا تو اسے چاہئے کہ وہ اس طرح کرے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 599)

600 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ قَالَ قَالَ أَبُو صَالِحٍ أُحَدِّثُكَ عَمَّا رَأَيْتُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ وَسَمِعْتُهُ مِنْهُ دَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْ فِي نَحْرِهِ فَإِنْ أَبِي فَلْيَقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يَمُرُّ الرَّجُلُ يَتَبَخَّرُ بَيْنَ يَدَيَّ وَأَنَا أُصَلِّي فَأَمْنَعُهُ وَيَمُرُّ الضَّعِيفُ فَلَا أَمْنَعُهُ

حمید یعنی ابن ہلال سے روایت ہے کہ ابو صالح نے کہا ہے کہ میں نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کو ملاحظہ فرمایا اور ان سے سنا کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ مروان کے پاس گئے تو ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے۔ (اور) لوگوں میں سے کوئی گزرے تو اس کو اس کے سینے میں مارے اگر نہ رکے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سفیان ثوری نے کہا ایک شخص سامنے سے گزرا اور میں نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے اس کو منع کیا اور گزرنے والا ضعیف تھا تو میں نے اس کو منع نہیں کیا۔

(سنن البیہقی الصغری: ج: 1، ص: 527، سنن البیہقی الکبری: ج: 2، ص: 267، شرح السنہ: ج: 1، ص: 138، صحیح ابن خزیمہ: ج: 2، ص: 17)

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی 855ھ لکھتے ہیں: نمازی گزرنے والے کو دفع کرنے کے لئے چل کر نہ جائے بلکہ اپنی جگہ اس کو منع کرے کیونکہ نماز میں چلنے کا ضرر منع نہ کرنے کے ضرر سے زیادہ ہے اور جب گزرنے والا اس کی دسترس سے

دور ہو تو اشارہ کر کے یا سبحان اللہ کہہ کر اس کو منع کرے۔

امام الحرمین نے کہا: اس کے سینہ پر ملائمت سے مار کر اشارہ کرے۔

علامہ رویانی نے کہا: اس کو شدت سے بہ اصرار رو کے خواہ اس کو قتل کرنا پڑے۔

امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

اس کو اتنی شدت سے نہ رو کے جس سے نماز ٹوٹ جائے۔

بعض مالکیہ نے کہا: اس کو ٹانگ سے رو کے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اگر وہ روکنے سے نہ رکے تو اس سے قتال کرے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اس پر اجماع ہے کہ نمازی پر ہتھیاروں سے قتال کرنا لازم نہیں ہے اور نہ اتنی شدت سے رو کے جس سے گزرنے والا ہلاک ہو جائے اور اگر اس کے روکنے سے بالفرض گزرنے والا ہو گیا تو اس پر اتفاق قصاص نہیں ہے اور اس کی دیت کے متعلق دو قول ہیں۔ حدیث مبارکہ میں جو ہے اس سے قتال کرے۔ جمہور کے نزدیک اس کا معنی ہے اس کو زبردستی رو کے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قتل کر دے اور اس حدیث مبارکہ سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا بہت سخت مکروہ ہے۔ (عمدة القاری: جز: 4، ص: 292)

☆ قوله فانما هو شيطان

یعنی وہ سرکش اور شریر ہے۔

عارف باللہ یہاں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مبارکہ میں قتال سے مراد مدافعت لطیفہ ہے نہ کہ حقیقت قتال مراد ہے کیونکہ شیطان کے ساتھ جو مقابلہ ہوتا ہے وہ ہاتھ، پاؤں اور ہتھیار کے ذریعہ سے نہیں بلکہ تعوذ اور تسمیہ وغیرہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔

مسئلہ

علامہ علاء الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی شخص گزرنا چاہتا ہے یا سترہ ہے مگر وہ شخص مصلیٰ اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گزرنے سے رو کے خواہ سبحان اللہ کہے یا جہر کے ساتھ قرأت کرے یا ہاتھ یا پیر یا آنکھ کے اشارہ سے منع کرے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں مثلاً کپڑا پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا بلکہ اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز ہی جاتی رہی۔

(در مختار: جز: 2، ص: 485)

مسئلہ

علامہ علاء الدین ہکفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

تسبیح و اشارہ دونوں کو بلا ضرورت جمع کرنا مکروہ ہے عورت کے سامنے سے گزرے تو تصفیق سے منع کرے یعنی دہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں کی پشت پر مارے اور اگر مرد نے تصفیق کی اور عورت نے تسبیح کی تو بھی فاسد نہ ہوئی مگر خلاف سنت ہوا۔

(در مختار: ج: 2، ص: 486)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُنْهَى عَنْهُ مِنَ الْمُرُورِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي

باب: نمازی کے سامنے سے گزرنے کی نہی

یہ باب نمازی کے سامنے سے گزرنے کی نہی کے حکم میں ہے۔

601 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهِيمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي فَقَالَ أَبُو جُهِيمٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَذَرِي قَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً

بسر بن سعید سے روایت ہے کہ ابن کوزید بن خالد جہنی نے حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ کے پاس یہ سوال کرنے کے لئے روانہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کس قدر گناہ ہے تو وہ چالیس سال تک قیام میں رہنے کو نمازی کے سامنے سے گزرنے کی بدولت بہتر سمجھے۔ ابو نصر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے چالیس دن فرمائے یا مہینے یا سال فرمائے۔

(معجم الکبیر: ج: 5، ص: 247، الموطا: ج: 1، ص: 154، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 268، سنن ترمذی: ج: 2، ص: 158)

تشریح:

☆ قوله لو يعلم المار بين يدي المصلي ماذا عليه الخ

اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کس قدر گناہ تو وہ چالیس سال قیام میں رہنے کو نمازی کے سامنے سے گزرنے کی بدولت بہتر سمجھے۔

یہ الفاظ تو تھے سنن ابوداؤد کے مگر مسند بزار میں از بعین خریفا کے الفاظ ہیں اور ابن ماجہ کی روایت میں مائة عام مذکور ہے اس کو تعارض نہ سمجھا جائے کیونکہ مشہور ہے کہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔

سوال

نمازی کے سامنے کتنی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے؟

الجواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

نمازی کے سامنے کتنی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خان کا مختار یہ ہے کہ

نمازی کے سجدہ کی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

دو یا تین صفوں کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

تین ذراع کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پانچ ذراع کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

چالیس ذراع کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول تین ذراع کا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حد معین نہیں کی مگر اتنی جگہ ہو جس

میں نمازی رکوع اور سجود کر رہا ہو اور وہ گزرنے والے کو دفع کرنے پر قادر ہو۔ (عمدة القاری: ج: 4، ص: 291)

علامہ محمد بن محمود بارتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں:

جب نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلہ سے گزرنے والا گزر سکتا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خان نے کہا:

اس کے سجدہ کی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

فخر الاسلام نے کہا: جب نمازی خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہا تو جہاں تک اس کی نظر جاسکتی ہے اس جگہ سے گزرنا مکروہ

ہے۔

بعض فقہاء نے کہا: اس فاصلہ کی مقدار دو یا تین صفوں کی مقدار ہے۔

بعض نے کہا: ڈیڑھ گز کی مقدار ہے۔

بعض نے کہا: ڈھائی گز کی مقدار ہے۔

بعض نے کہا: پچیس گز کی مقدار ہے۔

بعض نے کہا: بیس گز کی مقدار ہے۔

یہ حکم صحراء میں ہے: اور مسجد کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ

نمازی اور مسجد کے قبلہ کی دیوار کے درمیان سے گزرنا مکروہ ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

پچیس گز کے بعد گزر سکتا ہے۔ (عنایہ علی ہاشم فتح القدیر: ج: ۱، ص: 353)

علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی حنفی متونی 1088 ھ لکھتے ہیں:

صحراء میں اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے (بغیر سترہ) کے گزرنا مکروہ ہے یہی زیادہ صحیح قول ہے (اور سجدہ گاہ کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے) اور مسجد صغیر میں نمازی اور دیوار قبلہ کے درمیان سے گزرنا مطلقاً مکروہ ہے۔

(در مختار: ج: ۱، ص: 593)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252 ھ لکھتے ہیں:

علامہ حنفی نے شمس الائمہ سرخسی، قاضی خان اور صاحب ہدایہ کے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے اور اسی کو صاحب محیط اور زیلعی نے مستحسن قرار دیا ہے اور اس کے مقابلہ میں امام ترمذی، صاحب البدائع، فخر الاسلام، صاحب نہایہ اور علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو گزرنے والا اتنے فاصلہ سے بلا کراہت گزر سکتا ہے جتنے فاصلہ سے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو گزرنے والا نظر نہ آئے۔ یہ حکم صحراء اور مسجد کبیر کے لئے ہے اور گھر میں اگر نماز پڑھ رہا ہو یا مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے سامنے سے گزرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ آگے لکھتے ہیں۔

مسجد صغیر جو ساٹھ ذراع سے کم ہو۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

باب: جو چیز نماز کو توڑتی ہے

یہ باب نماز کو توڑنے والی چیزوں کے حکم میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شعبہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حائضہ

عورت اور کتا نماز کو توڑ دیتے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: سعید اور ہشام اور ہمام نے حضرت قتادہ، حضرت جابر بن زید، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس کو موقوفاً روایت کیا ہے۔

(سنن النسائي: ج: 3، ص: 218، شرح السنه: ج: 1، ص: 140، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 458)

604 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ مَوْلَى نَبِيِّ هَاشِمِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ حَدَّثَنَا هِشَامُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَحْسَبُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى غَيْرِ سُتْرَةٍ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْخَنَزِيرُ وَالْيَهُودِيُّ وَالْمَجُوسِيُّ وَالْمَرْأَةُ وَيُجْزَى عَنْهُ إِذَا مَرُّوا بَيْنَ يَدَيْهِ عَلَى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ فِي نَفْسِي مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ شَيْءٌ كُنْتُ أَذْكَرُ بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرَهُ فَلَمْ أَرِ أَحَدًا جَاءَ بِهِ عَنْ هِشَامٍ وَلَا يَعْرِفُهُ وَلَمْ أَرِ أَحَدًا يُحَدِّثُ بِهِ عَنْ هِشَامٍ وَأَحْسَبُ الْوَهْمَ مِنْ ابْنِ أَبِي سَمِينَةَ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ الْبَصْرِيَّ مَوْلَى نَبِيِّ هَاشِمٍ وَالْمُنْكَرُ فِيهِ ذِكْرُ الْمَجُوسِيِّ وَفِيهِ عَلَى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ وَذِكْرُ الْخَنَزِيرِ وَفِيهِ نَكَارَةٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَمْ أَسْمَعْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي سَمِينَةَ وَأَحْسَبُهُ وَهْمًا لِأَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُنَا مِنْ حِفْظِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے خیال میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی بغیر سترہ کے نماز پڑھے تو کتا، گدھا، خنزیر، یہودی، آگ کی پوجا کرنے والا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں جبکہ ڈھیلے کی مقدار سے دور گزریں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: فی نفسی اس حدیث مبارکہ سے کچھ ہے۔ ہشام سے روایت ہے کہ وہ اس کو نہیں جانتے اور نہ ہی کسی ایک کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ ہشام سے روایت ہے کہ اس کو ابن ابی سمینہ کے اندر وہم ہے یعنی محمد بن اسماعیل بصری مولیٰ بنی ہاشم ہیں اور اس میں مجوسی کے ذکر کے منکر ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نہیں سنی مگر محمد بن اسماعیل بن ابی سمینہ سے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 604)

605 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ مَوْلَى يَزِيدَ بْنِ نُمُرَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ نُمُرَانَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَّبِعُكَ مُقْعَدًا فَقَالَ مَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَ اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَثَرَهُ فَمَا مَشَيْتُ عَلَيْهَا بَعْدُ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ يَعْنِي الْمَدْحَجِيَّ حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّوَةَ عَنْ سَعِيدٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ قَالَ قَطَعَ صَلَاتُنَا قَطَعَ اللَّهُ أَثَرَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ أَبُو مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ

فِيهِ قَطَعَ صَلَاتَنَا

حضرت یزید بن نمران سے روایت ہے کہ میں نے تبوک میں ایک مقعد کو دیکھا تو کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے سامنے گدھے پر گزرا حالانکہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے تو کہا اے اللہ عزوجل اس کے پاؤں کو کاٹ دے کہ اس کے بعد چلنے کے قابل نہ ہو۔ کثیر بن عبید مذحجی، ابو حیوۃ نے سعید سے اپنی اسناد کے ساتھ معناروایت کر کے یہ بھی کہا کہ اس نے ہماری نماز کو قطع کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے پاؤں کو توڑے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا ابو مسہر نے سعید سے روایت کیا ہے اس میں کیا ہے کہ ہماری نماز کو توڑا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۲۷۵، مسند احمد: ج: ۴۷، ص: ۱۶۶، مسند ابن ابی شیبہ: ج: ۲، ص: ۴۱۷)

606 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ ح وَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ نَزَلَ بِتَبُوكَ وَهُوَ حَاجٌّ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُقْعَدٍ فَسَأَلَهُ عَنْ أَمْرِهِ فَقَالَ لَهُ سَأَحْدِثُكَ حَدِيثًا فَلَا تُحَدِّثُ بِهِ مَا سَمِعْتَ إِنِّي حَتَّى إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بِتَبُوكَ إِلَى نَخْلَةٍ فَقَالَ هَلِ هَذِهِ قَبْلَتُنَا ثُمَّ صَلَّى إِلَيْهَا فَأَقْبَلْتُ وَأَنَا غُلَامٌ أَسْعَى حَتَّى مَرَرْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا فَقَالَ قَطَعَ صَلَاتَنَا قَطَعَ اللَّهُ أَثَرَهُ فَمَا قُمْتُ عَلَيْهَا إِلَى يَوْمِي هَذَا

سعید بن غزوان نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ وہ حج کے قصد سے تبوک میں اترے ہوئے تھے کہ آپ نے ایک لمحے کو ملاحظہ فرما کر اس سے اس کے متعلق استفسار فرمایا تو اس نے کہا میں آپ کو اس کا قصہ بتاتا ہوں مگر جو مجھ سے سنا وہ کسی کو نہیں بتانا۔ رسول اللہ ﷺ کا تبوک میں کھجور کی جانب نزول ہوا۔ فرمایا کہ یہ ہمارا قبلہ ہے پھر آپ ﷺ نے اس کی طرف ہو کر نماز ادا فرمائی میں لڑکا تھا حتیٰ کہ میں دوڑ کر آپ ﷺ اور کھجور کے درمیان سے گزر گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے ہماری نماز کو قطع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاؤں کو قطع کیا تو میں آج ان کے اوپر کھڑا نہیں ہو سکا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۲۷۵)

تشریح:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اور ابوالاحوص اور امام احمد بن حنبل اور ظاہریہ کے نزدیک گدھا، کتا اور عورت کا گزرنا مفسد نماز ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ حکم صرف کالے کتے کے متعلق ہے اور عورت اور گدھا میں آپ ﷺ نے توقف کیا۔ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک صرف کالا کتا نماز کو منقطع کرتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا عورت اور گدھا میں توقف کے

متعلق یہ رقم ہے کہ گدھا کے سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ اس کے خلاف آرہی ہے جس پر امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ایک مستقبل باب باندھا ہے اسی طرح عورت کے متعلق بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ اس کے خلاف آرہی ہے اس پر بھی امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ایک باب باندھا ہے جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ان احادیث مبارکہ میں قطع سے مراد قطع خشوع ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے مسلک نسخ کو اختیار فرمایا ہے کہ نماز کو قطع کرنے والی روایات منسوخ ہیں اور نسخ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے۔

☆ قوله الكلب الاسود شیطان

شیطان بعض اوقات کالے کتے کی شکل میں متشکل ہوتا ہے اس کو بعض نے ظاہر پر محمول کیا۔ اور بعض نے کہا شیطان کا استعمال شریر و سرکش کے معنی میں بھی آتا ہے اور چونکہ کالا کتا زیادہ شریر اور نقصان دینے والا ہوتا ہے اس لیے اس کو شیطان سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

☆ قوله علی قلذہ بحجر

پتھر پھینکنے کے فاصلہ کی مقدار تین ذراع شروع میں رقم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

☆ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور چچا کے بیٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ علم الکلام کے ماہر تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ علم دیا گیا تھا آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے جس کی وجہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن ابی شیبہ جزی متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام و نسب یہ ہے۔

عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابو العباس القرشی الہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے تھے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے وفور علم کی بناء پر البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک سے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے دوبار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دوبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ چمٹا کر آپ ﷺ کے لیے دعا خیر فرمائی۔
”اللّٰهُمَّ عَلِّمَهُ الْحِكْمَةَ“ اے اللہ عزوجل اس کو حکمت کی تعلیم عطا فرما۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں۔ ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو پھر اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے۔ علم، حلم، نسب اور تاویل میں۔ میں نے ان کے سوا رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا نہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کو ان سے زیادہ کوئی جاننے والا نہیں تھا نہ کوئی ان سے زیادہ فقیہ تھا۔ شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی ان سے زیادہ کوئی جاننے والا کوئی اور نہ تھا۔ ایک دن وہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کو بیان کرتے ایک دن صرف خواب کی تعبیر بیان کرتے ایک دن صرف غزوات کا بیان فرماتے۔ ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان فرماتے جو عالم بھی آپ ﷺ کی مجلس میں آیا وہ آپ ﷺ کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے بھی آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ پوچھا وہ آپ ﷺ سے جواب معلوم کر کے گیا۔

لیث بن ابی سلیم سے روایت ہے کہ

میں نے طاؤس سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کی مجلس کو کیوں اختیار کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! میں تم کو چند کلمات سکھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور یاد رکھو اگر ساری امت مل کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے اور اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے۔ قلم اٹھائے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا آپ اپنا کام کیجئے۔ ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ بالآخر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

تم بیعت کرو ورنہ میں تم کو زندہ جلا دوں گا پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کو فہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے درودیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دارالندوہ میں چلے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ

کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے اور کہا:

میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوالطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں اور کہا ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنے سے مامون کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

نہیں! اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔

اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اُن بن ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ طائف چلے گئے وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے اور چند دن کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن الحنفیہ نے

آپ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک سفید پردہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا۔ جب آپ ﷺ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی۔

تو ابن الحنفیہ نے کہا:

بہ خدا آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی۔

68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر سال کی عمر میں دنیا سے پردہ فرما گئے۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص: 192 تا 195)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ حضور انور ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں آپ ﷺ کی والدہ محترمہ لبابہ بنت الحارث ہیں یعنی ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن، ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارکہ تیرہ سال تھی۔ حضور انور ﷺ نے آپ ﷺ کو علم و حکمت کی دعائیں دیں۔ آپ ﷺ کا لقب حبر الامت ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم۔ آپ ﷺ نہایت حسین، بڑے عالم، فقیہ، مجتہد تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ ﷺ سے بھی مشورہ کرتے تھے آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ 68ھ میں طائف میں وفات پائی اکہتر سال عمر ہوئی۔ مترجم نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔ آپ ﷺ سے ایک خلق نے روایات لی ہیں۔

(مرآة المناجیح: ج: 8، ص: 566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ سِتْرَةِ الْإِمَامِ سِتْرَةٍ مَنْ خَلْفَهُ

باب: امام کا سترہ اقتداء کرنے والوں کا سترہ ہوتا ہے

یہ باب امام کا سترہ اقتداء کرنے والوں کے سترہ کے حکم میں ہے۔

607 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْغَارِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ هَبَطْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةٍ آذًا خَرَفَ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ يَعْنِي فَصَلَّى إِلَى جِدَارٍ فَاتَّخَذَهُ قِبْلَةً وَنَحْنُ خَلْفَهُ فَجَاءَتْ بِهِمَّةٌ تَمْرٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا زَالَ يُدَارِئُهَا حَتَّى لَصِقَ بَطْنُهُ بِالْجِدَارِ وَمَرَّتْ مِنْ وَرَائِهِ أَوْ كَمَا قَالَ مُسَدَّدٌ

عمرو بن شعیب اپنے والد محترم اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آذخر کی گھائی سے گزر رہے تو وقت نماز ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دیوار کو قبلہ کی طرف رکھ کر نماز ادا فرمائی اور ہم آپ ﷺ کے پیچھے

تھے ایک جانور آیا وہ آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنے لگا آپ ﷺ اس کو روکتے رہے حتیٰ کہ اپنا مقدس شکم دیوار سے لگا دیا اور وہ آپ ﷺ کے پیچھے سے گزر گیا یا جیسے مسدود نے کہا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 245)

608 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فَذَهَبَ جَدِّي يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَتَّقِيهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک بکری کا بچہ آپ ﷺ کے محاذی سے گزرا تو آپ ﷺ نے اس کو روکا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 268، عند ابی یعلیٰ: ج: 4، ص: 310، مسند احمد: ج: 6، ص: 53، مسند ابن الجعد)

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی 855ھ لکھتے ہیں:

امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ بلوغت کے قریب تھے ایک دن رسول اللہ ﷺ منیٰ میں بغیر کسی دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے میں بعض صفوں کے آگے سے گدھی پر سوار ہو کر گزرا پھر میں نے گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔

اس پر تمام آئمہ کرام کا اتفاق ہے کہ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے۔ (عمدة القاری: ج: 4، ص: 291)

مسئلہ

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی سترہ ہے اس کو جدید سترہ کی حاجت نہیں تو اگر چھوٹی مسجد میں بھی مقتدی کے آگے سے گزر جائے جبکہ امام کے آگے سے نہ ہو حرج نہیں۔ (رد المحتار: ج: 2، ص: 487)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ

عن عمرو بن شعيب رضي الله عنه

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متونی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن شعيب رضی اللہ عنہ ابن محمد ابن عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص سہمی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت شعيب، حضرت ابن مسيب اور طاؤس وغیرہم سے روایت لی۔ بخاری، مسلم نے ان کی کوئی حدیث نہ لی کیونکہ ان کی روایت میں عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے خبر نہیں ہوئی کہ جدہ سے ان کے اپنے دادا محمد مراد ہیں یا والد شعيب کے دادا ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ مراد ہیں محمد تابعی ہیں اور عبد اللہ ابن عمرو صحابی ہیں تو پتہ نہیں لگتا کہ حدیث متصل ہے یا مرسل نیز شعيب نے اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن عمرو سے ملاقات نہیں کی لہذا ان کی حدیث مبارکہ میں تدلیس ہے اس وجہ سے بخاری، مسلم نے ان کی احادیث مبارکہ نہ لیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 545)

وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَاب مَنْ قَالَ الْمَرْأَةُ لَا تَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب: جس نے کہا عورت کے گزرنے سے نماز نہیں قطع ہوتی

یہ باب عورت کے گزرنے سے نماز قطع نہ ہونے کے حکم میں ہے۔

609 حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِرَاهِيمَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ قَالَ شُعْبَةُ أَحْسَبُهَا قَالَتْ وَأَنَا حَائِضٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ وَهَشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَعِرَاكُ بْنُ مَالِكٍ وَأَبُو الْأَسْوَدِ وَتَمِيمُ بْنُ سَلَمَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَبُو الصُّحَيْحِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ لَمْ يَذْكُرُوا وَأَنَا حَائِضٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان ہوتی۔ شعبہ نے فرمایا ہے کہ میرے خیال میں آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: میں حائضہ تھی۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو زہری، عطاء، ابو بکر بن حفص، ہشام بن عروہ، عراق بن مالک، ابو الاسود اور تميم بن سلمہ نے عروہ بن زبیر کے ذریعے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ابو الصحیح نے مسروق کے ذریعے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ قاسم بن محمد اور ابو سلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے مگر میں حائضہ تھی یہ ذکر نہیں فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 609)

610 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي صَلَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ رَاقِدَةٌ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِي يَرْقُدُ عَلَيْهِ حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ أَيْقَظَهَا فَأَوْتَرَتْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز ادا فرماتے تو میں آپ ﷺ اور قبلہ کے درمیان عارض ہوتی تھی جہاں آپ راحت فرماتے تھے حتیٰ کہ جب آپ ﷺ وتر ادا فرماتے تو مجھے وتر ادا کرنے کے واسطے جگاتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 279، سنن النسائی: ج: 3، ص: 212، شرح السنہ: ج: 1، ص: 234، صحیح البخاری: ج: 2، ص: 327)

611 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَشَمًا عَدَلْتُمُونَا بِالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ يُصَلِّي وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَزَ رَجُلِي فَضَمَمْتُهَا إِلَيَّ ثُمَّ يَسْجُدُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تم نے برا کیا جو ہم کو گدھے اور کتے کے ساتھ رکھا حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ ﷺ نماز ادا فرماتے اور میں آپ ﷺ کے محاذی لیٹی ہوتی جب آپ ﷺ سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو میرے پاؤں کو دباتے تو میں اس کو سمیٹ لیتی پھر آپ ﷺ سجدہ فرما لیتے۔

(مسند احمد: ج: 49، ص: 196، معجم ابن عساکر: ج: 1، ص: 135)

612 حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَكُونُ نَائِمَةً وَرَجُلَايَ بَيْنَ يَدَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ ضَرَبَ رَجُلِي فَقَبَضْتُهَا فَسَجَدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں سوئی ہوئی تھی اور میرے دونوں پاؤں رسول اللہ ﷺ کے محاذی ہوتے اور آپ ﷺ رات کو نماز ادا فرماتے۔ پس جب آپ ﷺ سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو میرے پاؤں پر ضرب لگا دیتے میں اس کو سمیٹ لیتی تو آپ ﷺ سجدہ فرماتے۔

(معجم الاوسط: ج: 5، ص: 17)

613 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشْرٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ وَهَذَا لَفْظُهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ فِي قِبْلَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَيَصَلِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا إِمَامُهُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ زَادَ عُثْمَانُ غَمَزَنِي
ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ تَنَحَّى

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے محاذی قبلہ کی طرف سو جاتی رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرماتے اور میں آپ ﷺ کے محاذی ہوتی۔ پس جب آپ ﷺ وتر ادا فرماتے عثمان نے یہ زیادہ کیا ہے کہ پھر مجھے دباتے تو میں سرک جاتی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 276)

تشریح:

عورت کا نماز پڑھنے والے کے سامنے لیٹنا نماز کو نہیں توڑنا حالانکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہے تو اس کا گزرنا بطریق اولیٰ نماز کو نہیں توڑے گا جو نماز کو توڑنے کے قائل ہیں وہ اس کے کئی جواب دیتے ہیں ایک یہ کہ واقعہ حال لا عموم لہا کے قبیل سے ہے گویا حضور انور ﷺ کی خصوصیت ہے یا یہ کہ قطع کی روایت مطلق ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث مبارکہ مقید ہے زوجہ ہونے کی بناء پر اور بعض نے سامنے لیٹنے اور گزرنے کا فرق کیا ہے کہ سامنے ہونا توڑنے والا نہیں گزرنے والا ہے۔

☆ قوله عن عائشه قالت بشما عدلتمونا بالحمار والكلب

جو عورت کے گزرنے کو نماز کے ٹوٹنے کے قائل ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کا شکوہ فرما رہی ہیں کہ تم نے ہمیں یعنی عورتوں کو گدھوں اور کتوں کے برابر قرار دے دیا ہے۔

☆ قوله تنحى

یہ واحد مونث حاضر امر کا صیغہ ہے یعنی ایک طرف ہو جاؤ اور مطلب یہ ہے کہ ایک طرف ہو کر وتر کی نماز پڑھ لو جس طرح کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز سے سلام پھیرنے کے بعد جب وتر کا ارادہ فرماتے تو آپ ﷺ کو بھی بیدار فرماتے تاکہ آپ ﷺ بھی وتر پڑھ لیں۔

☆ فاذا اراد ان يسجد غمز رجلى فضممتها الى ثم يسجد

جب آپ ﷺ سجدہ کا ارادہ فرماتے تو میرے پاؤں کو دبا دیتے تو میں اس کو سمیٹ لیتی پھر آپ ﷺ سجدہ فرما لیتے۔

شبہ

یہاں پر بظاہر بے ادبی کا شبہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں کو دبا دوسرا سامنے لیٹی رہیں؟

جواب

پہلی بات تو یہ ہے حجرہ مبارکہ میں تنگی تھی دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں

زوجین میں کمال الفت و محبت ہونی چاہئے یہ خلاف ادب نہیں نیز یہ بات بھی ہے کہ اس زمانہ میں رات میں چراغ روشن نہیں ہوتے تھے حجرہ میں تاریکی ہوتی تھی۔ بعض روایات میں خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ بے ادبی نہ ہوئی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

قوله عن عروہ رضی اللہ عنہ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تابعی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسحاق رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات لی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ابن عوام آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے قرشی اسدی ہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات لیتے ہیں 22 بائیس میں ولات ہے آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء کرام میں سے ہیں۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ علم کے دریا ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 548)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ

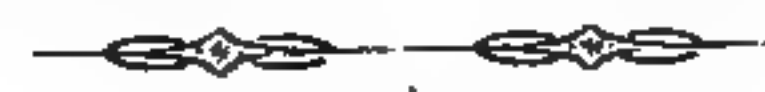
عن ابی سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہما

حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہما تابعی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سات فقہاء کرام میں سے ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ اپنے چچا عبد اللہ ابن عبد الرحمن ابن عوف سے روایات لیتے ہیں۔ زہری قرشی ہیں سات فقہاء میں سے ہیں مدینہ منورہ کے باشندے تھے۔ بہتر سال عمر پائی۔ 94 چورانوے میں وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 552)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم



بَاب مَنْ قَالَ الْحِمَارُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب: جس نے کہا گدھے کے گزرنے سے نماز قطع نہیں ہوتی

یہ بات گدھے کے گزرنے سے نماز قطع نہ ہونے کے حکم میں ہے۔



614 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جِئْتُ عَلَى حِمَارٍ وَحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى آتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِخْتِلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بَيْنِي فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيَّ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ فَأَرْسَلْتُ الْآتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكَرْ ذَلِكَ أَحَدٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا لَفْظُ الْقَعْنَبِيِّ وَهُوَ أَتَمُّ قَالَ مَالِكٌ وَأَنَا أَرَى ذَلِكَ وَإِسْعَاءُ إِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ

عبداللہ بن عباس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں ایک گدھے پر آیا۔ یعنی، مالک، ابن شہاب، عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اور ان ایام میں، میں بلوغت کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو میرا تھوڑی سی صف کے سامنے سے گزر ہوا۔ میں نے گدھی سے اتر کر اس کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا اس کا کسی نے برا نہیں مانا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ قعنبی کا ہے اور وہ اتم ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اس میں وسعت دیکھتا ہوں جب نماز کھڑی ہو جائے۔

(الموطا: ج ۱، ص ۱۵۵، سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۲، ص ۲۷۷، شرح السنہ: ج ۱، ص ۱۳۹، صحیح ابن حبان: ج ۵، ص ۵۲۵)

615 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَارِ عَنْ أَبِي الصَّهْبَاءِ قَالَ تَذَاكَرْنَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ جِئْتُ أَنَا وَغُلَامٌ مِّنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى حِمَارٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَنَزَلَ وَنَزَلْتُ وَتَرَكْنَا الْحِمَارَ أَمَامَ الصَّفِّ فَمَا بَالَاهُ وَجَاءَتْ جَارِيَتَانِ مِّنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَدَخَلَتَا بَيْنَ الصَّفِّ فَمَا بَالِي ذَلِكَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَدَاوُدُ بْنُ مَخْرَاقٍ الْفَرِيَابِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ فَجَاءَتْ جَارِيَتَانِ مِّنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اقْتَلَتَا

فَاَخَذَهُمَا قَالَ عُثْمَانُ فَقَرَعَ بَيْنَهُمَا وَقَالَ دَاوُدُ فَنَزَعَ اِحْدَاهُمَا عَنِ الْاُخْرَى فَمَا بَالِي ذَلِكَ
ابوصہباء سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ہم کلام تھے کہ کیا نماز کو قطع کرتی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ میں اور بنی عبدالمطلب کا لڑکا گدھے پر سوار ہو کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے تو وہ
اترا اور میں بھی اتر گیا اور ہم نے گدھے کو صف کے آگے چھوڑ دیا اور کچھ حرج نہ جانا۔ اور بنی عبدالمطلب کی دو
لڑکیاں آئیں اور دونوں صف کے مابین شامل ہو گئیں اور کچھ حرج نہ سمجھا۔

جریر نے منصور سے اس حدیث مبارکہ کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کر کے کہا بنی عبدالمطلب کی دو لڑکیاں لڑتی ہوئی
آئیں تو ان کو پکڑا گیا۔ عثمان نے کہا ان کو ہٹا دیا گیا۔ داؤد نے کہا ایک دوسری سے اتر گئی اور کوئی حرج نہ جانا۔
(سنن الکبریٰ: جز: 2، ص: 277)

تشریح:

☆ قوله لصلى بالناس بمنى

امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب بخاری شریف میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں مگر امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت میں بمنی کے
بجائے بعرفة کا لفظ ہے۔

☆ قوله فمرت بين يدي بعض الصف

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ مقتدی کے سامنے سے گزرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مضائقہ امام اور اس کے
سترہ کے درمیان میں سے گزرنے کا باعث مضرت ہے دوسری یہ کہ گدھے کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما

☆ عن عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما

حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے دادا محترم ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات منقول ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو بکرہ ہے اہل مدینہ منورہ سے ہیں اپنے بھائی سالم سے پہلے فوت ہوئے ثقہ ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ
کے شیخ ہیں۔ (مرآة الناجح: ج: 8، ص: 542)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ قَالَ الْكَلْبُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب: جس نے کہا کتا کے گزرنے سے نماز قطع نہیں ہوتی

یہ باب نمازی کے سامنے کتا کے گزرنے سے نماز نہ ٹوٹنے کے حکم میں ہے۔



616 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي بَادِيَةِ لَنَا وَمَعَهُ عَبَّاسٌ فَصَلَّى فِي صَحْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُرَّةٌ وَحِمَارَةٌ لَنَا وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالِي ذَلِكَ

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا اور ہم اپنے جنگل میں تھے۔ آپ ﷺ کی معیت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے تو آپ ﷺ نے صحراء میں نماز ادا فرمائی اس حال میں کہ آپ ﷺ کے سامنے سترہ نہیں تھا ہماری گدھی اور کتیا آپ ﷺ کے محاذی گھوم پھر رہے تھے آپ ﷺ نے اس میں کوئی حرج نہ جانا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج 2: ص 278، شرح السنہ: ج 1: ص 139)

تشریح:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے باب ما یقطع الصلوٰۃ میں حدیث مبارکہ ذکر کی تھی جس میں عورت، گدھا اور کتے سے نماز ٹوٹنا مذکور تھا مگر آپ ﷺ نے ان تینوں پر الگ الگ باب باندھ کر ان کے گزرنے پر نماز نہ ٹوٹنے کا حکم بیان فرمادیا۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ کتے کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ ہاں خشوع و خضوع کا معاملہ الگ ہے۔

حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن الفضل بن عباس رضي الله عنه

حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ ﷺ سے کثیر روایات مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ابن عبدالمطلب آپ ﷺ حضور انور ﷺ کے چچا زاد ہیں۔ حضور انور ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے اور ثابت قدم رہے۔ حجۃ الوداع میں حضور انور ﷺ کے ساتھ حضور انور ﷺ کو غسل دینے والوں میں آپ ﷺ بھی تھے پھر شام میں جہاد کرتے رہے۔ اردن کے علاقہ میں وفات پائی اکیس سال عمر ہوئی اپنے بھائی عبداللہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایات کرتے ہیں۔ (مرآة المناجیح: ج: ۸، ص: ۵۸۹)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ

باب: جس نے کہا نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی

یہ باب ان چیزوں کے متعلق ہے جو نماز کو قطع نہیں کرتیں۔

617 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ أَبِي الْوَدَّاعِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ وَادْرُتُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی اور گزرنے کو والے حسب استطاعت روکو کیونکہ وہ شیطان ہے۔

(شرح السنہ: ج: ۱، ص: ۱۳۹)

618 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَدَّاعِ قَالَ قَالَ مَرَّ شَابٌّ مِنْ قُرَيْشٍ بَيْنَ يَدَيَّ أَبِي سَعِيدٍ بِالْخُدْرِيِّ وَهُوَ يُصَلِّي فَدَفَعَهُ ثُمَّ عَادَ فَدَفَعَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّ الصَّلَاةَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ وَلَكِنْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَادْرُتُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ إِذَا تَنَازَعَ الْخَبْرَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبْوَابُ تَفْرِيعِ اسْتِفْتَاكِ الصَّلَاةِ

ابووداک فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے محاذی قریش کا ایک نوجوان گزرا اس حال میں کہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان کو ہٹا دیا وہ پھر آیا تو آپ ﷺ نے اس کو تین بار ہٹایا جب فراغت پالی (نماز سے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی لیکن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حسب استطاعت روکو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ سے دونوں خبریں آ جائیں تو پھر نظر کی جائے کہ بعد کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل کس پر رہا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۲۷۸)

تشریح:

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی یہ صفت ہے کہ پچھلے تمام ابواب کا ایک جامع باب ذکر فرما دیتے ہیں جو کہ سابقہ ابواب کا نچوڑ ہوتا ہے اور جامع ہوتا ہے اسی لیے امام ابو داؤد رحمہ اللہ یہ ایک ایسا باب لائے جو سب قسموں کو عام اور جامع ہے۔

☆ قال ابو داؤد اذا تنازع الجزان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم نظر الى ما عمل به

اصحابه

امام ابو داؤد رحمہ اللہ یہاں پر ایک اصولی بات بیان فرما رہے ہیں کہ جس مسئلہ میں احادیث مبارکہ متعارض ہوں تو وہاں پر آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان مقدس نفوس کا طرز عمل و طریقہ مبارکہ دیکھ لینا چاہئے کیونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متقی، عادل ہیں اور ستاروں کی مانند ہیں کہ جن کے راستہ پر بھی چلا جائے راہ راست نصیب ہوگی۔

حضرت ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر ہم نے کہا ہم یہاں بیٹھے ہیں تاکہ آپ ﷺ کے ساتھ نماز عشاء بھی پڑھ لیں پس ہم بیٹھے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جب سے یہیں ہو؟

ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز مغرب پڑھی پھر ہم نے کہا! ہم یہاں ٹھہر جاتے ہیں حتیٰ کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز بھی پڑھ لیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اچھا کیا اور ٹھیک کیا پھر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اقدس اٹھایا اور آپ ﷺ اکثر آسمان کی طرف سر اٹھاتے تھے۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ستارے آسمان کی امان ہیں اور جب ستارے نہیں ہوں گے تو پھر آسمان بھی پھٹ جائے گا اور میں اپنے اصحاب کے لئے امان ہوں اور جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور میرے اصحاب میری امت کے لئے امان ہیں جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت فتنوں اور بدعات میں مبتلا ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 207)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں میرے اصحاب کی مثال اس طرح ہے جیسے ستاروں کی مثال ہے۔ لوگ ان سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور جب وہ غائب ہو جاتے ہیں تو لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔

(المطالب العالیہ: رقم الحدیث: 4193)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کی تم ہدایت پا

جاؤ گے۔ (تفسیر کبیر: ج: 9، ص: 596)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

ابواب تفریع استفتاح الصلوة

نماز شروع کرنے کی تفریع پر ابواب

یہاں سے نماز کی اندرونی چیزوں کا بیان شروع فرمایا جا رہا ہے اب تک جو نماز کے متعلق احکام کا بیان تھا وہ خارجی تھا اب یہاں سے امام ابو داؤد رحمہ اللہ نماز کا مکمل طریقہ ابتداء سے لے کر انتہاء تک یعنی تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک آنے والے مسائل کو ابواب کی صورت میں لے کر ان کے تحت احادیث مبارکہ لائیں گے یہ آپ رحمہ اللہ کا خاصہ ہے۔

بَاب رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ

باب: رفع یدین کرنا

619 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاضِيَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَثُرَ مَا كَانَ يَقُولُ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ
سالم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتداء فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اٹھاتے حتیٰ کہ کندھوں کے مساوی ہو جاتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سراقدس اٹھاتے اور دونوں سجدوں کے مابین نہ اٹھاتے۔

(معجم الصغیر: ج: 2، ص: 280، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 69، سنن النسائی: ج: 4، ص: 144، معجم ابن حبان: ج: 5، ص: 177)

620 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمَصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ وَهُمَا كَذَلِكَ فَيَرْكَعُ ثُمَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ صُلْبَهُ

رَفَعَهُمَا حَتَّى تَكُونَ حَذْوَ مَنْكَبَيْهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي السُّجُودِ وَيَرْفَعُهُمَا فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ يُكَبِّرُهَا قَبْلَ الرُّكُوعِ حَتَّى تَنْقَضِيَ صَلَاتُهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے قیام فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے پھر تکبیر فرماتے اور وہ دونوں اسی طرح ہوتے پس رکوع فرماتے پھر جب سیدھا کھڑا ہونے کا ارادہ فرماتے تو ان کو کندھوں تک اٹھاتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور سجود میں ہاتھ نہ اٹھاتے اور ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے رکوع سے قبل حتیٰ کہ آپ ﷺ کی نماز مکمل ہو جاتی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 83، سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 235)

621 حَدَّثَنَا عُيَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا لَا أَعْقِلُ صَلَوةَ أَبِي قَالَ فَحَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ عُلْقَمَةَ عَنْ أَبِي وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَالَ ثُمَّ التَّحَفْتُ ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ وَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي ثَوْبِهِ قَالَ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ أَيْضًا رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى فَرَّغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ مُحَمَّدٌ فَلَمْ تَكُنْ ذَلِكَ لِلْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ فَقَالَ هِيَ صَلَوةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ وَتَرَكَهُ مَنْ تَرَكَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ هَمَامٌ عَنِ ابْنِ جُحَادَةَ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ مَعَ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُودِ

وائِل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نماز ادا کی تو آپ ﷺ جب تکبیر فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اٹھاتے کہا پھر چھپا لیتے پھر اٹھاتے ہاتھ کو سیدھے ہاتھ سے پکڑا اور ان کو اپنے کپڑوں میں داخل فرمایا۔ فرمایا کہ جب آپ ﷺ رکوع کا ارادہ فرماتے تو دونوں مقدس ہاتھوں کو نکال کر اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اقدس اٹھانے کا قصد فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اٹھاتے پھر سجدہ فرماتے اور اپنے مقدس چہرہ کو اپنی ہتھیلیوں کے مابین رکھتے اور جب سجود سے سر اقدس اٹھاتے تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھاتے حتیٰ کہ اپنی نماز سے فراغت پا لیتے۔ محمد فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن ابی حسن کو اس کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا کہ یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے کیا جس نے ایسا ہی کیا اور ترک کرنے والوں نے ترک کر دیا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس حدیث مبارکہ کو ہمام نے ابن مجاہد سے روایت کیا ہے انہوں نے سجود سے رفع کے وقت رفع کا ذکر نہیں کیا۔

(معجم الکبیر: ج: 22، ص: 28، معجم ابن حبان: ج: 5، ص: 173)

622 حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ النَّخَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ ابْنِ وَاثِلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتْ بَحْيَالٍ مِنْكِبِيَّةٍ وَحَاذِي يَابِهَامِيَّةٍ أُذُنِيهِ ثُمَّ كَبَّرَ

عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ملاحظہ کیا جب نماز کے لئے قیام فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اٹھاتے حتیٰ کہ دونوں کندھوں کے برابر ہو جاتے اور انگوٹھے مقدس کانوں سے مس ہو جاتے پھر تکبیر فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 24، شرح السنہ: جز: 1، ص: 144)

623 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَاثِلٍ حَدَّثَنِي أَهْلُ بَيْتِي عَنْ أَبِي اللَّهِ حَدَّثَهُمْ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرَةِ

عبدالجبار بن وائل نے بیان کیا ہے کہ میرے اہل بیت نے میرے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو تکبیر کے وقت اپنے مقدس ہاتھوں کو بلند فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا۔

(مسند احمد: جز: 38، ص: 313)

624 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَاثِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قُلْتُ لَا نَظَرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتْ أُذُنِيهِ ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذَلِكَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ رَأْسَهُ بِذَلِكَ الْمَنْزِلِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فِخْذِهِ الْيُسْرَى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْيَمَنَ عَلَى فِخْذِهِ الْيَمَنِي وَقَبَضَ ثَنَيْنِ وَحَلَّقَ حَلَقَةً وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ هَكَذَا وَحَلَّقَ بِشْرُ الْإِبْهَامِ وَالْوُسْطَى وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ فِيهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيَمَنِي عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسُغِ وَالسَّاعِدِ وَقَالَ فِيهِ ثُمَّ جَبْتُ بَعْدَ ذَلِكَ فِي زَمَانٍ فِيهِ بَرْدٌ شَدِيدٌ فَرَأَيْتُ النَّاسَ عَلَيْهِمْ جُلُّ الثِّيَابِ تَحَرَّكَ أَيْدِيهِمْ تَحْتَ الثِّيَابِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو ملاحظہ کروں کہ آپ ﷺ کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا تو قبلہ کی طرف رخ انور فرما کر تکبیر کہی اور اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اٹھایا حتیٰ کہ کانوں تک پہنچے پھر اٹھے مقدس ہاتھ کو سیدھے مقدس ہاتھ سے پکڑ لیا پس جب رکوع کرنے کا قصد فرمایا تو اسی طرح دونوں ہاتھوں کو بلند فرمایا پھر اپنے دونوں مقدس ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دیئے پس جب رکوع سے سر اقدس اٹھایا تو اسی طرح دونوں مقدس ہاتھوں کو بلند فرمایا۔ پس جب سجدہ میں تشریف لے گئے تو اپنے سر اقدس کو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کے مابین رکھا پھر بیٹھے تو اٹھے پاؤں کو بچھا دیا اور سیدھے ہاتھ اقدس کو ران پر رکھ دیا اور سیدھی کہنی کو سیدھی ران سے جدا کیے رکھا اور دو چھوٹی انگلیوں کو بند کر کے حلقہ بنا دیا اور میں نے ان کو اسی طرح فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا اور بشر نے انگوٹھے اور وسطی انگلی سے حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ زائد نے عاصم بن کلیب سے اپنی اسناد کے ساتھ معناروایت فرما کر کہا پھر اپنے دائیں مقدس ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دیا اور پہنچا اور کلائی کو بھی رکھ دیا اسی میں فرمایا پھر کچھ مدت گزرنے کے بعد شدید سردی میں آیا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ان پر کپڑے ہوتے اور کپڑوں کے نیچے اپنے ہاتھ کو حرکت دیتے۔

(معجم الکبیر: ج: 22، ص: 35، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 161، سنن الدارمی: ج: 4، ص: 179، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 170)

625 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَهُ أَدْنَاهُ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَأْسُ وَائِلٍ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ملاحظہ کیا جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کی لوت تک اپنے دونوں ہاتھ بلند فرماتے۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں آیا تو میں نے لوگوں کو ملاحظہ کیا کہ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو سینوں تک اٹھا دیتے اور ان پر جبے اور کبیل ہوا کرتے۔

(شرح السنہ: ج: 1، ص: 145، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 196)

تشریح:

یہاں پر چند ابحاث قابل غور ہیں۔

بحث اوّل

رفع یدین کی حد کہاں تک ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ ہاتھوں کو نمازی کہاں تک اٹھائے چنانچہ اس سلسلے میں مذاہب فقہاء بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے برابر ہاتھوں کو اٹھائے اس طرح کہ اس کی انگلیوں کی اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے انگوٹھا کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں۔ (شرح للنووی: ج: 1، ص: 168)

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

نمازی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھوں کو بلند کرے یا کندھوں تک اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ ﷺ سے روایت ہیں کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے کی حدیث مبارکہ حضرت ابو حمید اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ اور حضرت اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے اور کانوں تک ہاتھ بلند کرنے کی حدیث مبارکہ حضرت واثلہ بن حجر رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور بعض علماء کرام اس کے قائل ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ پہلی حدیث مبارکہ کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اثرم نے فرمایا کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے استفسار کیا کہاں تک بلند کرنے تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کندھوں تک ہاتھوں کو بلند کرے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے ہی روایت ہے اور جنہوں نے کہا کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تو وہ بھی مستحسن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث مبارکہ کے راوی زیادہ ہیں اور نبی کریم ﷺ کے زیادہ قریب ہیں اور دوسرا عمل بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ایک طریقہ پر عمل فرمایا ہو اور کبھی دوسرے طریقہ پر عمل فرمایا ہو۔ (المغنی: ج: 1، ص: 280)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور آپ رحمہ اللہ سے ایک روایت سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی ہے اور ایک روایت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 145)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

نمازی اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے برابر بلند کرے ہماری دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی تکبیر تحریر فرماتے تو کانوں تک ہاتھوں کو بلند فرماتے اور رفع یدین بہرے کو نماز کی خبر دینے کے واسطے ہے اور یہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے ہوگا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حالت عذر پر محمول ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 84)

احناف کے مذہب کے ثبوت میں کئی احادیث مبارکہ و آثار دلیلیں ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا فرماتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔ (مسند احمد: ج: 4، ص: 303)

دلیل نمبر: 2

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر فرماتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 168)

دلیل نمبر: 3

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہاتھ بلند کیے۔ ہام فرماتے ہیں کہ کانوں تک ہاتھ بلند فرمائے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 173)

دلیل نمبر: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھے کانوں کے برابر تھے۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 345)

دلیل نمبر: 5

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ آیا اور میں نے دل میں سوچا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو ملاحظہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریر کہی اور ہاتھ بلند فرمائے میں نے ملاحظہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھے کانوں کے قریب تھے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 233)

دلیل نمبر: 5

حمید بن ہلال فرماتے ہیں کہ

مجھ سے اس شخص نے حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے جس نے ایک اعرابی سے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز ادا فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا آپ ﷺ نے رکوع سے سر اقدس اٹھایا اور کانوں تک ہاتھ بلند فرمائے۔

(مجمع الزوائد: ج: 2، ص: 101)

دلیل نمبر: 6

حضرت حکم بن عمیر سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو اپنے ہاتھ کانوں تک بلند کرو۔

(مجمع الزوائد: ج: 2، ص: 102)

دلیل نمبر: 7

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر تحریمہ فرما کر کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔ (مسند ابوعوانہ: ج: 2، ص: 94)

دلیل نمبر: 8

داؤد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ

میں نے وہب بن منبہ کو ملاحظہ کیا کہ وہ جب نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔

(المصنف: ج: 2، ص: 69)

دلیل نمبر: 9

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب اپنے ہاتھ کو بلند فرماتے تو آپ ﷺ کا انگوٹھا کانوں کے قریب ہوتا۔ (المصنف: ج: 1، ص: 70)

دلیل نمبر: 10

ابراہیم فرماتے ہیں کہ

جب نمازی تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے تو کانوں تک ہاتھ بلند کرے۔ (کتاب الاذان: ص: 21)

دلیل نمبر: 11

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔ (معرفۃ السنن والاثر: جز: 1، ص: 496)

دلیل نمبر: 12

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ بلند کرنے کی روایت ہے۔ (معرفۃ السنن والاثر: جز: 1، ص: 496)

دلیل نمبر: 13

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو ملاحظہ کیا آپ ﷺ کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔ (المصنف: جز: 1، ص: 233)

دلیل نمبر: 14

ابراہیم فرماتے ہیں کہ

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں تک ہی اٹھائے۔ (المصنف: جز: 1، ص: 233)

دلیل نمبر: 15

ابو جعفر فرماتے ہیں کہ: تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں سے متجاوز نہ کیا جائے۔ (المصنف: جز: 1، ص: 233)

دلیل نمبر: 16

ابو میسرہ فرماتے ہیں کہ

ہمارے اصحاب جب تکبیر تحریمہ کرتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔ (المصنف: جز: 1، ص: 234)

دلیل نمبر: 17

داؤد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ

میں نے وہب بن منبہ کو دیکھا وہ جب نماز میں تکبیر فرماتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔ (المصنف: جز: 2، ص: 69)

بحث ثانی

رفع یدین کب کب کرے؟

نماز میں رفع یدین کب کب کرے اس بارے میں فقہاء کرام کے مذاہب بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول یہ ہے کہ

تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری میں حدیث مبارکہ ہے اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابو حمید ساعدی سے روایت ہے۔ ابوبکر بن منذر، ابوعلی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سجدہ میں رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور فقہاء کوفہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے البتہ داؤد ظاہری سے یہ حکایت ہے کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔

(شرح مللواوی: ج: 1، ص: 168)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ

رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے اور ایک مشہور روایت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 144)

فقہاء حنابلہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کی طرح رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنے کیونکہ حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ میں اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 299)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ

امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

آپ رحمہ اللہ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

کیونکہ اس مسئلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث مبارکہ منقول نہیں ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا:

کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح نماز کے وقت، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت یدین کرتے تھے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

مجھے حماد نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ بیان کی

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کو شروع کرتے وقت یدین کرتے تھے پھر بالکل بھی یدین نہیں کرتے تھے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا:

میں آپ رحمہ اللہ کو از زہری از سالم از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ بیان کرتا ہوں اور آپ رحمہ اللہ مجھے از حماد از

ابراہیم حدیث مبارکہ بیان کرتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہر

چند کہ ان کو شرف صحابیت حاصل لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو وہ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے راویوں کے تفقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی۔ اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے اور امام

طحاوی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے سند صحیح کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت

رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اور انہوں نے کہا:

ابراہیم اور شعبہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ حاکم نے اس کا معارضہ اس حدیث مبارکہ سے کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے جو جو روایت

کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو سجدوں کے بعد بھی رفع یدین کرتے تھے وہ حدیث مبارکہ اس حدیث مبارکہ سے منسوخ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ سجدوں کے بعد رفع یدین منسوخ ہے۔ رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تعارض کے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا اس لیے یہ مستبعد نہیں ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو۔

اور نسخ پر دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو کہا چھوڑو یہ وہ کام ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا اور پھر ترک کر دیا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا اور آپ نے رفع یدین ترک کیا تو ہم نے رفع یدین کو ترک کر دیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے کیونکہ مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دو سال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی افتاء میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر: ج ۱، ص ۲۷۰ و ۲۷۱)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

صرف تکبیرۃ الاولیٰ میں رفع یدین کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے۔

۱- تکبیرۃ الافتتاح

۲- تکبیرۃ القنوت

۳- تکبیرات العیدین

اور چار جگہ کے مواقع ہیں۔

۴- تکبیرہ عرفات

۵- تکبیرۃ الحجرتین

۶- تکبیرۃ الصفا والمروہ

7- اور تکبیرۃ الاستلام

اور جن احادیث مبارکہ میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے اسی طرح حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 92)

بحث ثالث

رفع یدین تکبیر تحریمہ کے علاوہ منسوخ

احناف اہل سنت کے نزدیک رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا یعنی رفع یدین کرنا خلاف سنت اور ممنوع ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین کے عمل کے بھی خلاف ہے اور عقل شرعی کے بھی مخالف ہے جن روایات میں رفع یدین کا ذکر آیا ہے وہ تمام منسوخ ہیں۔ یاد رہے کہ نماز میں سکون و اطمینان چاہئے بلا وجہ حرکت و جنبش مکروہ اور خلاف سنت ہے رفع یدین میں بلا ضرورت جنبش ہے تو رفع یدین کی احادیث مبارکہ سکون کے خلاف ہیں اور ترک رفع یدین کی احادیث مبارکہ سکون نماز کے موافق ہیں لہذا عقل کا تقاضا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کی احادیث مبارکہ پر عمل کیا جائے اور اپنی ہٹ ہڑی سے باز آیا جائے۔ اب ترک رفع یدین پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

دلیل نمبر: 1

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں سرکش گھوڑوں کی دموں کی مانند رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔

(صحیح مسلم: ج: 1، ص: 181)

دلیل نمبر: 2

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 133)

دلیل نمبر: 3

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ حسن ہے اور نبی کریم ﷺ کے متعدد صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: ص: 65)

دلیل نمبر: 4

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: ج: 1، ص: 109)

دلیل نمبر: 5

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے۔

- 1- نماز شروع کرتے وقت
- 2- جب مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے۔
- 3- جب صفا پر کھڑا ہو۔
- 4- جب مروہ پر کھڑا ہو۔
- 5- جب میدان عرفات میں لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو۔
- 6- مزدلفہ میں
- 7- اور رمی جمار کے وقت۔ (مجمع الزوائد: ج: 3، ص: 238)

دلیل نمبر: 6

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی یہ تمام نماز کے شروع میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 295)

دلیل نمبر: 7

حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر نہیں کرتے تھے اور ابراہیم اور شععی بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 133)

دلیل نمبر: 8

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں کندھوں تک رفع یدین کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔ (المسند: ج: 2، ص: 277)

دلیل نمبر: 9

عاصم بن کلیب اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 236)

دلیل نمبر: 10

امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔ شععی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 236)

دلیل نمبر: 11

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہو تو رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کرو۔ (المصنف: ج: 1، ص: 236)

دلیل نمبر: 12

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 237)

دلیل نمبر: 13

ابراہیم نخعی نے کہا: تکبیرہ اولیٰ میں نماز کے شروع کے وقت رفع یدین کرو اور اس کے ماسوا میں رفع یدین نہ کرو۔ (کتاب الآثار: ص: 21)

دلیل نمبر: 14

جابر فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ اور اسود صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 237)

دلیل نمبر: 15

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے نماز شروع کرنے کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کیا۔

(المصنف: جز: 1، ص: 237)

دلیل نمبر: 16

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ

حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں اور رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا: اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس بار رفع یدین نہ کرتے ہوئے دیکھا۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 224)

دلیل نمبر: 17

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کبھی نہ اٹھاتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 224)

دلیل نمبر: 18

امام حمیدی رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔ (مسند حمیدی: جز: 2، ص: 277)

دلیل نمبر: 19

حضرت اسماعیل سے روایت ہے کہ

امام قیس رحمہ اللہ رفع یدین کرتے جب نماز شروع کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 1، ص: 214)

امام شعبہ نے امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام شاگرد صرف نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر
دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: جز: 1، ص: 214)

اشعث فرماتے ہیں کہ
انہوں نے امام شعبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ
آپ رفع یدین صرف نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اسود سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی انہوں نے صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کیا۔
اور عبدالملک نے کہا:
میں نے شععی، ابراہیم اور ابواسحاق کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ سب صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

امام احمد بن یونس نے فرمایا ہے کہ
ہم سے ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسا فقیہ نہیں دیکھا جو رفع یدین کرتا ہو سوائے تکبیر تحریمہ کے۔
امام عبدالرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

امام عبدالرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی رفع یدین امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مدونہ الکبریٰ: ج: 1، ص: 68)

دلیل نمبر: 25

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو اس سے ارشاد فرمایا ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ وہ کام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔ (عمدة القاری: ج: 5، ص: 405)

دلیل نمبر: 26

امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں حضرت امام ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم نخعی سے اس طرح روایت کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

پہلی بار کے سوا نماز میں کبھی ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ (جامع الرضوی صحیح البہاری: ج: 2، ص: 398)

رفع یدین کے منسوخ اور ترک پر اور بھی کئی احادیث مبارکہ ہیں مگر میں نے چھبیسویں کی نسبت سے چھبیس احادیث مبارکہ و آثار دلائل کے طور پر پیش کی ہیں اگر کسی کو مزید دلائل کی ضرورت ہو تو طحاوی شریف صحیح البہاری، مصنف ابن شیبہ کا مطالعہ فرمائیے۔

بحث رابع

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ کی ترک رفع یدین پر تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”رفع الیدین فی الصلوٰۃ“ میں تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انیس (19) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

ابن اثیر نے تحریر کیا ہے کہ

بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کرتے تھے۔

حاکم نے فرمایا ہے کہ

عشرہ مبشرہ رفع یدین کرتے تھے۔

قاضی ابوالطیب نے لکھا ہے کہ

تیس (30) سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کرتے تھے۔

تو صحیح میں لکھا ہے کہ

رفع یدین واجب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے۔

داؤد ظاہری سے منقول ہے کہ

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین واجب ہے۔

بعض مالکیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ

اس کے ترک سے گناہ گار ہوگا۔

ابن خزیمہ نے کہا:

جس نے رفع یدین کو ترک کیا اس نے نماز کا ایک رکن ترک کر دیا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا

مشہور مذہب بھی یہی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زیادہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

بدائع میں مذکور ہے کہ

عشرہ مبشرہ صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی

روایت ہے۔

ہمارے اصحاب نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز

شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر فرماتے تو کانوں کی لوتک رفع یدین کرتے اور پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس حدیث

مبارکہ کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس کو تین اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے

اور امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کو ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے از یزید بن ابی زیاد از عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ از براء روایت کیا ہے اور

انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

خطابی نے کہا:

سوا شریک کے یہ کسی نے نہیں کہا۔

ابو عمر نے کہا:

اس میں یزید متفرد ہے۔ حفاظ نے اس حدیث مبارکہ کو براء سے روایت کیا ہے اور یہ روایت نہیں کیا کہ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

بزار نے کہا:

یزید کی رفع یدین والی حدیث مبارکہ میں ”پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے“ صحیح نہیں ہے۔
عباس درری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے یہ صحیح الاسناد نہیں ہے۔
امام احمد رحمہ اللہ نے کہا:

یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے پہلے یزید اس حدیث مبارکہ میں یہ لفظ نہیں کہتا تھا پھر اس کو یہ لفظ تلقین کیے گئے تو کہنے لگا ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے قول کے معارض ”کال“ میں امام ابن عدی کا یہ قول ہے اس حدیث مبارکہ کو ہشیم شریک اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ ”آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ اسی سے معلوم ہوا کہ شریک اس لفظ کی زیادتی میں متفرد نہیں ہے۔ اس جواب سے علامہ خطابی کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ

یزید ضعیف ہے اور اس زیادتی میں متفرد ہے۔

تو میں کہوں گا کہ

یہ غلط ہے کیونکہ عیسیٰ بن عبد الرحمن نے بھی اس حدیث مبارکہ کو ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے اسی طرح امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یزید کی اس حدیث مبارکہ میں متابعت کی گئی ہے اور وہ متفرد نہیں ہے اور یزید فی نفسہ ثقہ ہے۔

عجلی نے کہا:

وہ جائز الحدیث ہے۔

اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ

وہ مقبول القول، عدل اور ثقہ ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے کہا:

ہر چند کہ اس کے غیر کی حدیث مبارکہ مجھے زیادہ پسند ہے لیکن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس حدیث مبارکہ کو ترک کیا ہو۔

اور ابن شاہین نے کتاب الثقه میں لکھا ہے کہ

احمد بن صالح نے کہا:

یزید ثقہ ہے اور جو شخص اس پر جرح کرے وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے۔

ساجی اور امام ابن حبان نے کہا:

وہ صدوق ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے استشہاد کیا ہے اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اس حدیث مبارکہ کا بعض حصہ بیان کیا ہو یا اس کو اجمالاً بیان کیا ہو اور بعد میں اس کو مکمل بیان کر دیا ہو۔ جن احادیث مبارکہ سے دوسرے آئمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں بعد میں اس عمل کو منسوخ کر دیا گیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو کعبہ معظمہ میں نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا ایسا نہ کرو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور پھر اس کو ترک کر دیا اور اس کے منسوخ ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس حدیث مبارکہ کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مخالف کہتے ہیں۔

یہ حدیث منکر ہے کیونکہ طاؤس نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے رفع یدین کرتے ہوں اور جب ان کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تو پھر انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

اگر مخالف حضرت ابو حمید ساعدی کی حدیث مبارکہ سے استدلال کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ

وہ مسلم کے رجال میں سے ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے اور اگر ہم یہ مان لیں تو یہ حدیث مبارکہ ایک اور وجہ سے معلول ہے اور یہ ہے کہ محمد بن عمر اور ابن عطاء نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت ابو حمید سے نہیں سنا اور نہ ابو قتادہ وغیرہ سے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے کیونکہ حضرت ابو حمید، ولید بن یزید بن عبد المالك کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور اس کی خلافت ایک سو پچیس ہجری میں تھی۔ اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبد الحمید بن جعفر کو محمد بن عمر اور ابن عطاء سے روایت کرنے میں وہم ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب المعرفة میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ عبد الحمید نے حضرت ابو حمید سے سماع کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی رحمہ اللہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابو حمید رحمہ اللہ سے سماع نہیں کیا اور اس باب میں انہی کی بات حجت ہے۔

اگر مخالف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز کے افتتاح رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ اسماعیل بن عیاس سے روایت ہے اور مخالفین اس کو غیر شامیین میں حجت نہیں مانتے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا:

اسماعیل ضعیف ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا:

وہ حدیث مبارکہ میں بہت خطا کرتا تھا اور وہ لائق استدلال نہیں ہے۔

امام ابن خزیمہ نے کہا:

اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

اگر مخالف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے استدلال کریں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تکبیر اولیٰ، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو تکبیر اولیٰ کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحبت حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے زیادہ مقدم ہے اور وہ آپ کے افعال کو زیادہ سمجھتے تھے اور نبی کریم ﷺ یہ پسند کرتے تھے کہ نماز میں مہاجرین آپ ﷺ کے قریب رہیں اور افعال نماز کو محفوظ رکھیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بہ کثرت حاضر ہوتے تھے اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ۹۷ھ میں مسلمان ہوئے تھے اور ان دونوں کے اسلام قبول کرنے میں بائیس سال کا عرصہ ہے یہی وجہ ہے کہ جب مغیرہ نے حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ بیان کی تو ابراہیم نے کہا اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے ایک بار نبی کریم ﷺ کو رکوع کے وقت اور

اس کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم کی روایت متصل نہیں ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ 32ھ میں مدینہ منورہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے تھے اور ابراہیم 50ھ میں پیدا ہوئے جیسا کہ امام ابن حبان نے تصریح کی ہے تو میں کہوں گا کہ ابراہیم کی عادت یہ ہے کہ وہ اس حدیث مبارکہ میں ارسال کرتے ہیں جس کی صحت ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس کی بہ کثرت روایات ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک جماعت کی روایت واحد کی روایت سے زیادہ قوی اور زیادہ اولیٰ ہے۔ اگر مخالف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرے جس کو سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے برعکس ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں۔ امام طحاوی اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہما نے عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی تکبیر اول میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کو ترک کر دیا ہو اس لیے اس کا محمل یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا اور عاصم بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (عمدة القاری: ج 5: ص 272 تا 274)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترک رفع یدین پر فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یا نہیں اور کب تک کیا؟ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا؟ اور مسلمانوں کو کرنا چاہئے یا نہیں؟ مکمل ارشاد فرما کر مشکور و ممنون فرمائیے۔ فقط۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث مبارکہ میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے نہ احادیث مبارکہ میں اس کی مدت مذکور ہاں حدیثین اس کے فعل و ترک دونوں میں وارد ہیں۔ سنن ابوداؤد و سنن النسائی و جامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم میں بطریق عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یعنی انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے یہ کہہ کر نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے۔

(سنن النسائی: ج 1: ص 123)

ترمذی نے کہا:

والله سبحانه و تعالی اعلم ۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 6، ص: 153 تا 155)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

باب: نماز شروع کرنا

یہ باب نماز شروع کرنے کے حکم کے متعلق ہے۔

626 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كَلْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّتَاءِ فَرَأَيْتُ أَصْحَابَهُ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي ثِيَابِهِمْ فِي الصَّلَاةِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سردی میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملاحظہ کیا کہ نماز میں کپڑوں کے اندر سے رفع یدین کرتے۔

(شرح السنہ: ج: 1، ص: 145، مسند احمد: ج: 38، ص: 308)

627 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ ح وَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَ هَذَا حَدِيثُ أَحْمَدَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ غَمْرَ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ فِي عَشْرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُو قَتَادَةَ قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا فَلِمَ فَوَاللَّهِ مَا كُنْتُ بِأَكْثَرِنَا لَهُ تَبَعًا وَلَا أَقْدَمِنَا لَهُ صُحْبَةً قَالَ بَلَى قَالُوا فَأَعْرِضْ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَكْبِرُ حَتَّى يَقْرَأَ كُلَّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يَكْبِرُ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَأْسَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يَصُبُّ رَأْسَهُ وَلَا يَقْنِعُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَهْوِي إِلَى الْأَرْضِ فَيُجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيُثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ

وَيَسْجُدُ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيُثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا حَتَّى يَرْجِعَ كُلَّ عَظْمٍ إِلَى مَوْضِعِهِ ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَازِي بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي بَقِيَّةِ صَلَاتِهِ حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ آخِرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ قَالُوا صَدَقْتَ هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الْعَامِرِيِّ قَالَ كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَدَاكُرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فَلَذَكَرَ بَعْضُ هَذَا الْحَدِيثِ وَقَالَ فَإِذَا رَكَعَ أَمَكَنَّ كَفَّيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ وَفَرَجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ غَيْرَ مُقْبِعِ رَأْسَهُ وَلَا صَافِحِ بَخِلْدِهِ وَقَالَ فَإِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى فَإِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ أَفْضَى بِوَرَكِهِ الْيُسْرَى إِلَى الْأَرْضِ وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيِّ وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ نَحْوَ هَذَا قَالَ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ أَبُو خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَرِّ حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ أَحَدِ بَنِي مَالِكٍ عَنْ عَبَّاسٍ أَوْ عِيَّاشِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَبُوهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْمَجْلِسِ أَبُو هُرَيْرَةَ وَأَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ وَأَبُو أُسَيْدٍ بِهِذَا الْخَبَرِ يَزِيدُ أَوْ يَنْقُصُ قَالَ فِيهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ يَعْنِي مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ فَسَجَدَ فَانْتَصَبَ عَلَى كَفَّيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَصُدُورِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ سَاجِدٌ ثُمَّ كَبَّرَ فَجَلَسَ فَتَوَرَّكَ وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْأُخْرَى ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكَ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ قَالَ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتَّى إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَنْهَضَ لِلْقِيَامِ قَامَ بِتَكْبِيرَةٍ ثُمَّ رَكَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ وَلَمْ يَذْكُرِ التَّوَرُّكَ فِي التَّشَهُّدِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ

حَبْلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو أَخْبَرَنِي فُلَيْحٌ حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ وَأَبُو أُسَيْدٍ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَلَدَّكُرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَدَّكَرَ بَعْضُ هَذَا قَالَ ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا وَوَتَرَ يَدَيْهِ فَتَجَافَى عَنْ جَنْبَيْهِ قَالَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَمَّكَنَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ وَنَحَى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَدَّوْ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ حَتَّى رَجَعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ حَتَّى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنَى عَلَى قِبْلَتِهِ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَكَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِأَصْبُعِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثُ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ لَمْ يَذْكُرِ التَّوْرُكَ وَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ فُلَيْحٍ وَذَكَرَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَرِّ نَحْوَ جُلُوسَةِ حَدِيثِ فُلَيْحٍ وَعُتْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنِي عُتْبَةُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِيسَى عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيُّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ وَإِذَا سَجَدَ فَرَجَ بَيْنَ فِخْدَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فِخْدَيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ سَمِعْتُ عَبَّاسَ بْنَ سَهْلٍ يُحَدِّثُ فَلَمْ أَحْفَظْهُ فَحَدَّثَنِيهِ أَرَاهُ ذَكَرَ عِيسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ عَبَّاسِ ابْنِ سَهْلٍ قَالَ حَضَرْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ بِهَذَا الْحَدِيثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَاثِلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَاهُ قَالَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَجَافَى عَنْ إِبْطِيهِ قَالَ حَجَّاجٌ وَقَالَ هَمَّامٌ وَحَدَّثَنَا شَقِيقٌ حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هَذَا وَفِي حَدِيثِ أَحَدِهِمَا وَأكْبَرُ عِلْمِي أَنَّهُ حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ وَإِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى فِخْدِهِ

محمد بن عمر بن عطا سے روایت ہے کہ میں نے دس اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوسعید ساعدی سے سماعت کیا جن میں حضرت ابوقحادہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوحمید فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ کیسے؟ حالانکہ آپ کو اتباع کرتے

ہوئے ہم سے زیادہ وقت گزرا ہے اور نہ آپ نے شرف صحبت ہم سے زیادہ اختیار کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ انہوں نے کہا آپ بیان فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے واسطے قیام فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھ بلند فرماتے حتیٰ کہ کندھوں کے مساوی ہوتے پھر تکبیر فرماتے حتیٰ کہ ہر ہڈی سیدھی ہو کر اپنے مقام پر پہنچ جاتی۔ پھر قرأت فرماتے پھر رکوع فرماتے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ دیتے پھر معتدل رہتے کہ نہ سر کو اونچا فرماتے اور نہ نیچے جھکاتے۔ پھر سر کو اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک سیدھے ہو کر اٹھاتے پھر اللہ اکبر فرماتے پھر زمین کی جانب جھک جاتے اور بازوؤں کو کروٹوں سے الگ رکھتے پھر اپنے سر اقدس کو اٹھاتے اور اٹے پاؤں کو بچھا کر اس کے اوپر بیٹھ جاتے اور اپنی انگلیوں کو سجدے کے دوران کھلا رکھتے پھر سجدہ فرماتے پھر اللہ اکبر فرماتے اور اٹے پاؤں اقدس کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر پلٹ جاتی پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے تھے۔ پھر جب دو رکعات کے بعد قیام فرماتے تو تکبیر فرماتے اور کندھوں تک ہاتھ بلند فرماتے جس طرح نماز کو شروع کرنے کے دوران تکبیر فرمائی تھی پھر اپنی بقیہ نماز میں بھی ایسا کرتے حتیٰ کہ جب وہ سجدہ فرمالیتے جس کے بعد سلام پھیرنا ہوتا ہے تو اٹے پاؤں اقدس کو باہر نکال لیتے اور اٹے پہلو پر اطمینان سے بیٹھ جاتے انہوں نے کہا تم نے سچ فرمایا اسی طرح رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ محمد بن عمرو العامری سے روایت ہے کہ میں مجلس میں صحاب رسول ﷺ میں حاضر تھا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا ذکر فرمایا حضرت ابو حمید فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اسی حدیث مبارکہ کا بعض حصہ ذکر کر کے فرمایا جب رکوع فرماتے تو اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھ دیتے اور اپنی انگلیوں کے درمیان تفریق رکھتے پھر کمر کو سیدھا فرمایا بغیر سر کو اوپر اٹھائے یا ادھر ادھر جھکائے اور ارشاد فرمایا جب دو رکعات میں قعدہ فرمایا تو اٹے پاؤں اقدس کے بطن پر بیٹھ گئے اور سیدھے پاؤں اقدس کو کھڑا کیا پس جب چوتھی پر بیٹھ گئے تو اپنے اٹے پہلو کو زمین پر رکھ دیا اور دونوں مقدس قدم ایک طرف نکال دیئے۔

محمد بن عمرو بن عطاء نے اسی کی مثل روایت کر کے کہا جب سجدہ کیا اپنے بازوؤں کو زمین پر نہ بچھایا اور ان کو اکٹھا نہ فرمایا اور اپنی مقدس انگلیوں کے اطراف قبلہ کی طرف کیے۔

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے جو بنی مالک سے ہیں انہوں نے عباس یا عیاش بن سہل ساعدی سے روایت کی ہے کہ وہ اس مجلس میں موجود تھے ان میں آپ کے والد محترم بھی تھے اور وہ اصحاب نبی کریم ﷺ تھے اور مجلس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بھی تھے اس حدیث مبارکہ کو زیادتی اور کمی سے روایت کر کے اس میں فرمایا پھر رکوع سے سر اقدس اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ اللہم ربنا لك الحمد کہا اور اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے پھر فرمایا اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا اپنی دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں

پاؤں اقدس کی انگلیوں کو زمین پر جما کر رکھا۔ پھر تکبیر فرما کر سجدہ کیا پھر تکبیر فرما کر قیام فرمایا اور پہلو پر نہ بیٹھے پھر بقیہ حدیث کو روایت کر کے فرمایا پھر دو رکعات کے بعد بیٹھ گئے حتیٰ کہ جب قیام کرنے کا ارادہ فرمایا تو تکبیر فرماتے ہوئے قیام فرمایا پھر دو آخری رکعات بھی ادا فرمائیں اور تشهد میں پہلو پر بیٹھنے کا ذکر نہ فرمایا۔

عباس بن سہل سے روایت ہے کہ حضرت ابو حمید، حضرت ابو اسید، حضرت سہل بن سعد اور حضرت محمد بن سلمہ جمع ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا علم ہے تو آپ نے اس (حدیث مبارکہ کا) بعض حصہ ذکر کر کے فرمایا پھر رکوع فرمایا تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ دیا گویا کہ ان کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے اور دونوں کو وتر بنا کر کروٹوں سے الگ رکھا فرمایا کہ پھر سجدہ فرمایا تو اپنی ناک اور پیشانی جمائی اور اپنے بازوؤں کو کروٹوں سے الگ رکھا اور اپنی ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر رکھا پھر سر اقدس کو اٹھایا حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر پہنچ گئی حتیٰ کہ فراغت پالی پھر بیٹھ گئے تو اپنے الٹے پاؤں کو بچھا دیا اور سیدھے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے کھڑا کیا اور سیدھی ہتھیلی سیدھے گھٹنے پر اور الٹی ہتھیلی الٹے گھٹنے پر رکھ دیا اور اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس حدیث مبارکہ کو عتبہ بن ابی حکیم، عبد اللہ بن عیسیٰ، عباس بن سہل نے پہلو پر بیٹھنے کا ذکر نہ فرمایا۔ فلیح نے اس طرح ذکر کیا۔ حسن بن حرنے بیٹھنے کا ذکر فلیح اور عتبہ جیسا کیا ہے۔ اس حدیث کو عباس بن سہل سعدی نے حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے کہا کہ جب سجدہ کیا تو اپنی رانوں کے مابین فاصلہ رکھا اور اپنے بطن مبارکہ کا کچھ حصہ بھی اپنے رانوں پر رکھا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کو ابن مبارک، فلیح، عباس بن سہل نے روایت کیا ہے کہ ابن مبارک کو صحیح طریقے سے یاد نہ رہا۔ اس حدیث کو عیسیٰ بن عبد اللہ نے ذکر کیا اور اس نے عباس بن سہل سے سماعت کیا کہ میں حضرت ابو حمید ساعدی کے پاس موجود تھا۔ عبد الجبار بن وائل نے اپنے والد محترم سے اس حدیث مبارکہ کو روایت کر کے فرمایا کہ جب سجدہ فرمایا تو زمین پر اپنے گھٹنے ہاتھوں سے قبل رکھے اور جب سجدہ کیا تو اپنی جبین مبارکہ کو اپنی ہتھیلیوں کے مابین رکھا اور بغلوں کو کھلا رکھا، حجاج، ہمام نے فرمایا کہ ہمیں شقیق نے فرمایا انہوں نے کہا کہ مجھے عاصم بن کلیب نے اپنے والد محترم سے نبی کریم ﷺ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے ان میں سے ایک حدیث مبارکہ ہے محمد بن حمادہ کی حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ جب اٹھتے تو اپنے مقدس گھٹنوں کے ذریعے اٹھتے اور اپنی رانوں پر وزن ڈالتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۲: ص ۷۲، مسج ابن حبان: ج ۵: ص ۱۹۵، معرقۃ السنن والامار للبیہقی: ج ۲: ص ۴۸۸)

628 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ فِطْرِ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ إِبْهَامَيْهِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ

عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو نماز میں کانوں کی لوتک اٹھاتے تھے۔

(معجم الکبیر: ج: 22، ص: 32، شرح السنہ: ج: 1، ص: 418، مسند احمد: ج: 41، ص: 61)

629 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ جَعَلَ يَدَيْهِ حَدَوَّ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا رَفَعَ لِلسُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے تکبیر فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع کرتے تو اسی کی مثل کرتے اور جب سجود کے لئے اٹھتے تو اسی کی مثل کرتے اور جب دو رکعات سے اٹھتے تو اسی کی مثل کرتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 629)

630 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ مَيْمُونِ الْمَكِّيِّ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى بِهِمْ يُشِيرُ بِكَفَيْهِ حِينَ يَقُومُ وَحِينَ يَرُكِعُ وَحِينَ يَسْجُدُ وَحِينَ يَنْهَضُ لِلْقِيَامِ فَيُشِيرُ بِيَدَيْهِ فَانْطَلَقْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ إِنِّي رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى صَلَاةً لَمْ أَرِ أَحَدًا يُصَلِّيْهَا فَوَصَفْتُ لَهُ هَذِهِ الْإِشَارَةَ فَقَالَ إِنَّ أَحَبِّتَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْتَدِ بِصَلَاةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ

میمون مکی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کے ساتھ نماز ادا فرمائی تو وہ اپنی ہتھیلیوں سے اشارہ کرتے جب کھڑے ہوتے اور جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے اور جب قیام کرنے لگتے۔ جب قیام کر لیتے تو اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا میں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو ایسے ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اس طرح کسی کو پڑھتے ہوئے نہ دیکھا اور میں نے ان کو ان اشاروں کے بارے میں بتایا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھنا چاہتے ہو تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرح نماز پڑھو۔

(مسند احمد: ج: 6، ص: 28)

631 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ كَثِيرٍ يَعْنِي السَّعْدِيَّ قَالَ صَلَّى إِلَى جَنْبِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الْأُولَى فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنْهَا رَفَعَ يَدَيْهِ تَلْقَاءَ وَجْهِهِ فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ فَقُلْتُ لَوْ هَيَّبَ بَنُ خَالِدٍ فَقَالَ لَهُ وَهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ تَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرِ أَحَدًا يَصْنَعُهُ فَقَالَ ابْنُ طَاوُسٍ رَأَيْتُ أَبِي يَصْنَعُهُ وَقَالَ أَبِي رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَصْنَعُهُ وَلَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ

نضر بن کثیر یعنی سعدی سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن طاووس نے مسجد خیف میں میرے پہلو میں نماز پڑھی جب سجدہ اولیٰ کیا تو اپنے سر کو اٹھایا اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے تک اٹھایا میں نے اس کا انکار کیا اور وہب بن خالد کو کہا اور وہب بن خالد نے ان کو کہا آپ یہ کچھ کرتے ہیں جو میں نے کسی کو بھی کرتے ہوئے نہیں دیکھا ابن طاووس نے کہا میں نے اپنے والد محترم کو ایسے ہی کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے میرے والد محترم نے فرمایا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اسی طرح کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے اور میں نہیں جانتا سوائے اس کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

(سنن النسائي: ج: 4، ص: 354)

632 حَدَّثَنَا نَضْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهَ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَيَرْفَعُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ الصَّحِيحُ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ لَيْسَ بِمَرْفُوعٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى بَقِيَّةُ أَوَّلَهُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ وَأَسْنَدُهُ وَرَوَاهُ الثَّقَفِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ وَأَوْقَفَهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ قَالَ فِيهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ يَرْفَعُهُمَا إِلَى تَدْيِيهِ وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَمَالِكٌ وَأَيُّوبُ وَابْنُ جُرَيْجٍ مَوْفُوفًا وَأَسْنَدُهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَحَدَّثَهُ عَنْ أَيُّوبَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَيُّوبَ وَمَالِكُ الرَّفْعَ إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ وَذَكَرَهُ اللَّيْثُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ فِيهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَجْعَلُ الْأُولَى أَرْفَعَهُنَّ قَالَ لَا سِوَاءَ قُلْتُ أَشَرُّ لِي فَأَشَارَ إِلَى الشَّدِيدَيْنِ أَوْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور

جب رکوع کرتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب دو رکعات سے قیام فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے اور اس کو رسول اللہ ﷺ تک مرفوع کرتے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا صحیح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول مرفوع نہیں ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا بقیہ نے اول حصے کو عبید اللہ سے روایت کر کے مستند کیا ہے اور ثقفی نے اس کو عبید اللہ سے روایت کر کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف کیا اس میں انہوں نے فرمایا جب دو رکعات سے قیام فرماتے تو ان کو سینے تک بلند فرماتے اور یہی صحیح ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس کو لیث بن سعد، مالک، ایوب اور ابن جریج نے موقوفاً روایت کیا اور حماد بن سلمہ نے علیحدہ ایوب سے روایت کیا ہے۔ ایوب اور مالک نے اس کو مرفوع ذکر نہیں کیا کہ جب دونوں سجدوں سے قیام فرماتے لیث نے اپنی حدیث مبارکہ میں ذکر کیا ہے اس میں ابن جریج نے کہا میں نے نافع سے کہا کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلی تکبیر میں ہاتھوں کو زیادہ بلند کرتے تھے انہوں نے کہا نہیں برابر کرتے تھے میں نے عرض کیا مجھے اشارے سے بتائیے تو انہوں نے سینے تک اشارہ فرمایا اس سے نیچے۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 632)

633 حَدَّثَنَا الْقُعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا ابْتَدَأَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا دُونَ ذَلِكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَمْ يَذْكُرْ رَفَعَهُمَا دُونَ ذَلِكَ أَحَدٌ غَيْرُ مَالِكٍ فِيمَا أَعْلَمُ

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب افتتاح نماز کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے مساوی کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ان دونوں کو اٹھاتے سوائے نیچے رکھنے کے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مالک کے علاوہ نیچے ہاتھ اٹھانے کا میرے علم کے مطابق کسی ایک نے بھی ذکر نہیں کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 192)

تشریح:

☆ قوله فلا يصب رأسه ولا يقع

رکوع کی حالت میں نہ تو اپنے سر کو جھکاتے اور نہ ہی اوپر کو اٹھاتے تھے فقہاء کرام نے لکھا ہے رکوع میں سرین، پشت اور سر تینوں ہموار ہونے چاہئیں کمر یا سر کو زیادہ نہ جھکائے اور نہ اوپر کو ابھارے بلکہ ہموار ہو۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنے کو پہنچ جائیں یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے۔ (در مختار: ج 2، ص: 165)

اور پورا یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھاوے۔

☆ قوله ويفتح اصابع رجليه

یعنی سجدہ کی حالت میں پاؤں کی انگلیوں کے رخ کو قبضہ کی جانب نرماتے تھے۔

☆ قوله حتى اذا كانت السجدة التي فيها التسليم اخر رجلاه اليسرى وقعد متورا على

شقہ الایسر

یہاں پر تورک اور اختر اش کا مسئلہ ہے۔ اختر اش یہ ہے کہ الٹا پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور تورک یہ ہے الٹے پاؤں پر بیٹھنے کے بجائے اس کو سیدھی یعنی دائیں طرف نکال لیا جائے اور سرین کوزمین پر رکھ دیا جائے۔

تشہد کے وقت میں اختر اش اولیٰ ہے یا تورک اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً اختر اش ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً تورک اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک قعدہ اولیٰ اور آخری کا فرق ہے۔ قعدہ اولیٰ میں اختر اش اولیٰ ہے اور قعدی آخری میں تورک اولیٰ ہے۔ جن نمازوں میں دو تشہد ہوں گے یعنی چار رکعات والی نماز میں تو ان میں اسی طرح ہوگا اور جن نمازوں میں صرف ایک ہی تشہد ہو جس طرح فجر کی نماز، جمعہ کی نماز ان میں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تورک ہوگا۔ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں۔ شوافع کی دلیل ابو حمید ساعدی کی حدیث مبارکہ ہے اور احناف کے لئے کئی احادیث مبارکہ ہیں پہلی حدیث مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ ہے جو کہ مسلم، سنن ابوداؤد اور مسند احمد کی روایت ہے۔ دوسری وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے جو سنن ابوداؤد اور نسائی اور مسند احمد میں ہے اور تیسری حدیث مبارکہ رفاعہ بن رافع کی حدیث مبارکہ ہے ان سب میں مطلقاً اختر اش مذکور ہے یہی احناف نے اختیار کیا ہے۔

☆ قوله فلما سجد وقعتا رکتاه الى الارض قبل ان تقع كفاه

جب سجدے میں جایا جائے تو سب سے پہلے گھٹنوں کو زمین پر ٹیکے بعد میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھے یہی مسنون طریقہ جمہور کے نزدیک اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے۔

اس میں امام مالک رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اس کے برعکس ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر دونوں ہاتھ رکھے بعد میں گھٹنے رکھے۔ جمہور کہتے ہیں سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے زمین سے دونوں ہاتھ اٹھیں گے اور بعد میں گھٹنے اٹھیں گے۔ مالکیہ کے نزدیک یہاں بھی برعکس ہے پہلے گھٹنے اٹھائے بعد میں ہاتھ اٹھائے۔ یہاں پر ایک اور اختلاف بھی ہے وہ یہ کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد کھڑے ہوتے وقت ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر اٹھے یا زمین پر رکھ کر اٹھے۔ احناف اور حنبلیہ کے نزدیک گھٹنوں پر رکھ کر کھڑا ہونا سنت ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا سنت ہے۔

مسئلہ

علامہ علاء الدین ہکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جب دونوں سجدے کرے تو رکعت کے لئے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے یہ سنت ہے ہاں کمزوری وغیرہ عذر کے سبب اگر زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھا جب بھی حرج نہیں۔ (در مختار: 7: 2، ص: 262)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

قعدہ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھے تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھے بلکہ گھٹنوں پر زور دے کر ہاں اگر عذر ہے تو حرج نہیں۔ (غنیۃ المستملی: ص: 331)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ ذَكَرَ أَنَّهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا قَامَ مِنَ الثَّانِيَيْنِ

باب: تشہد اول سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا

یہ باب تشہد اول سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے یا نہ اٹھانے کے حکم میں ہے۔

634 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دو رکعتوں سے قیام فرماتے تو تکبیر فرماتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

(معجم الاوسط: ج: 1، ص: 218، سنن ابی نعیم: ج: 2، ص: 24) /

635 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ

الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَدَّوْ مَنْكِبَيْهِ وَيَصْنَعُ مِثْلَ ذَلِكَ إِذَا قَضَى قِرَائَتَهُ وَارَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَيَصْنَعُهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ وَكَبَّرَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ فِي حَدِيثِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ حِينَ وَصَفَ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَازِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز فرض کے واسطے قیام فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند فرماتے اور جب قرأت سے فراغت پاتے تو ایسے ہی کرتے اور رکوع کا ارادہ فرماتے جب رکوع سے اٹھتے اور نماز میں کسی اور مقام پر نہ اٹھاتے اس حال میں کہ بیٹھے ہوئے ہوتے اور جب سجدوں سے قیام فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھاتے اور تکبیر کہتے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا ابو حمید ساعدی کی حدیث میں ہے جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا وصف بتایا جب دو رکعتوں سے قیام فرماتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتیٰ کہ کندھوں کے محاذی ہو جاتے جس طرح کہ افتتاح نماز کے وقت تکبیر فرمائی تھی۔ (سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 33)

636 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ حَتَّى يَبْلُغَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے ملاحظہ کیا جب تکبیر فرماتے اور جب رکوع سے اپنا سر اقدس اٹھاتے حتیٰ کہ وہ کانوں کی لو تک پہنچ جاتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 636)

637 حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ الْمَعْنَى عَنْ عِمْرَانَ عَنْ لَاحِقٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهْيِكَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَوْ كُنْتُ قُدَّامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَأَيْتُ إِبْطِيهِ زَادَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ يَقُولُ لَاحِقٌ أَلَا تَرَى أَنَّهُ فِي الصَّلَاةِ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَكُونَ قُدَّامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِيُّ يَعْنِي إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ

بشر بن نہیک سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر نبی کریم ﷺ کے آگے ہوتا تو میں بطہ کو دیکھ

لیتا۔ ابن معاذ نے یہ زیادتی کی ہے کہ لاحق کہتے کیا تو نے دیکھا ہے کہ وہ نماز میں نبی کریم ﷺ سے کیسے آگے ہو سکتے تھے۔ موسیٰ بن مروان نے یہ بھی زیادہ کیا ہے یعنی جب تکبیر فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

(سنن النسائی: ج: 4، ص: 279، صحیح ابن خزیمہ: ج: 2، ص: 334، مسند احمد: ج: 18، ص: 16)

638 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا رَكَعَ طَبَّقَ يَدَيْهِ بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ قَالَ فَبَلَغَ ذَلِكَ سَعْدًا فَقَالَ صَدَقَ أَخِي قَدْ كُنَّا نَفْعَلُ هَذَا ثُمَّ أَمَرَنَا بِهَذَا يَعْنِي الْإِمْسَاكَ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ

علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز کی تعلیم ارشاد فرمائی پس تکبیر فرماتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر گھٹنوں کے مابین رکھ دیتے۔ فرماتے ہیں کہ یہ بات سعد تک پہنچی تو فرمایا کہ میرے بھائی نے سچ فرمایا ہے تحقیق ہم اسی طرح کرتے تھے پھر ہمیں حکم دیا گیا اس کا یعنی گھٹنوں پر رکھیں۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 346، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 78، صحیح ابن خزیمہ: ج: 1، ص: 301)

تشریح:

☆ قوله اذا قام الى الصلوة المكتوبة كبر ورفع يديه جزو منكبيه رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کے واسطے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے۔ یہاں پر ایک اختلاف مشہور ہے وہ یہ ہے کہ تکبیر کہتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھاتے جائیں۔ اس اختلاف کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

فقہاء حنابلہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

نمازی کو اختیار ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھ اٹھائے یا کندھوں تک اٹھائے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ ﷺ سے روایت ہیں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث مبارکہ حضرت ابو حمید اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ اور حضرت اسحاق رحمہ اللہ کا قول ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث مبارکہ حضرت واثلہ بن حجر اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور بعض علماء اس کے قائل ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ کا میلان پہلی حدیث مبارکہ کی طرف زیادہ ہے۔

اثر م فرماتے ہیں کہ

میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا۔

کہاں تک ہاتھ اٹھائے؟

تو انہوں نے کہا:

کندھوں تک ہاتھ اٹھائے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت ہے اور جس نے کہا کانوں تک ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی مستحسن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث مبارکہ کے راوی زیادہ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں اور دوسرا عمل بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک طریقہ پر عمل کیا اور کبھی دوسرے طریقہ پر عمل کیا۔ (المغنی: ج: 1، ص: 280)

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور ان سے ایک روایت سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی بھی ہے اور ایک روایت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 145)

فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی حنفی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے بالمقابل ہاتھ اٹھائے اسی حیثیت سے کہ اس کی انگلیوں کی اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے، انگوٹھا کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے بالمقابل ہوں۔ (شرح للنووی: ج: 1، ص: 168)

فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرضینی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

نمازی اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے بالمقابل تک اٹھائے۔ ہماری دلیل حضرت وائل بن حجر، حضرت براء اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھوں کو اٹھاتے اور رفع یدین بہرے کو نماز کی خبر دینے کے لئے ہے اور یہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے ہوگا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حالت عذر پر محمول ہے۔

(ہدایہ اولین: ص: 84)

عورت کہاں تک ہاتھ اٹھائے

عورت کے لئے سنت یہ ہے کہ مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے۔

علامہ علاء الدین ہکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

عورت کے لئے سنت یہ ہے کہ مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 222)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن علي ابن ابي طالب رضي الله عنه

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور صحابی ہیں اور عم زاد بھی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے بہت ساری احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی البہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام عبد مناف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہی آپ رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ ہاشم کا نام عمرو ہے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن ہے آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا و سیدۃ النساء العالمین آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ہاشمی تھے جو دو ہاشمیوں کے درمیان پیدا ہوئے اور یہ بنو ہاشم کے پہلے خلیفہ تھے۔ حضرت علی، جعفر، عقیل اور طالب سے چھوٹے تھے۔ کثیر علماء کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ البتہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے اہل کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ یوم بدر میں جھنڈا عطا کرنے میں اختلاف ہے۔ جنگ احد میں جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا جب وہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرما دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بار مہاجرین کا اور ایک بار مہاجرین اور انصار کا بھائی بنایا اور ہر بار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (اسد الغابہ: ج: 4، ص: 16)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

علامہ محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے ایک دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول

اللہ ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) یہ کیا کر رہے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا اور جس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے، اس کی عبادت کرنے اور لات اور عزی کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں (یعنی انکار لات و عزی کی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس چیز کو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ میں اس وقت تک اس کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ ابوطالب سے اس کے متعلق گفتگو نہ کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اعلان کرنے سے قبل اپنے راز کے فاش ہونے کو ناپسند فرمایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو مخفی رکھو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات توقف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام ڈال دیا پھر صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔

اور عرض کیا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ نے مجھ پر کیا چیز پیش کی تھی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم گواہی دو کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور لات و عزی اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے برأت اور بے زاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ ابوطالب کے ڈر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور انور ﷺ کے پاس خفیہ طریقہ سے آتے رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تھا کہ انہوں نے اسلام لانے سے پہلے نبی کریم ﷺ کی گود میں پرورش پائی تھی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ (بچوں میں) سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ سوموار کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن اسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ جب حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ روایت سنی تو انہوں نے اس کا

انکار کیا۔

اور ارشاد فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس امت میں مجھ سے پہلے کسی نے عبادت نہیں کی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا۔

پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

انہوں نے کہا: سبحان اللہ! سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے لوگوں پر یہ امر اس لیے مشتبہ ہو گیا کہ حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے ابوطالب سے اپنا اسلام مخفی رکھا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

(اسد الغابہ: جز: 4، ص: 18)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور فرمایا کہ اس کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

جبکہ محدثین کا کہنا ہے کہ

مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے

والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف با

اسلام ہونے والی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3734)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ (مسند احمد حنبلی: ج: 1، ص: 330)

ایک اور روایت میں ہے: ایک انصاری شخص ابو حمزہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3735)

ایک اور روایت میں ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل: ج: 4، ص: 367)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد جس شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے جو شخص اسلام لائے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

(مسند احمد: ج: 1، ص: 373)

ان احادیث مبارکہ میں تطبیق اس طرح ہے کہ جو امام ترمذی رحمہ اللہ نے سابقہ حدیث مبارکہ میں بیان فرمائی کہ مردوں میں سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں جو سب سے پہلے اسلام لائے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں جو سب سے پہلے اسلام لے آئیں وہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجرت کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے معاملہ میں حکم الہی عزوجل کے منتظر تھے حتیٰ کہ جب قریش مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدبیر کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا:

جس مکان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو رہتے ہیں آج رات اس مکان میں نہ رہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی

طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رات کو آپ ﷺ کے بستر پر لیٹ جائیں اور آپ ﷺ کی سبز چادر اوڑھ لیں پھر رسول اللہ ﷺ گھر کے دروازے سے تشریف لے گئے اس حال میں کہ کفار آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تھے پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے جانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے بعد مدینہ منورہ آئے اور ان کو کسی ابتلاء کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں موخر کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے بستر پر لیٹ جائیں اور تین دن گھر میں قیام پذیر رہیں اور ہر حقدار کو اس کا حق ادا کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم کی تعمیل کے بعد رسول اللہ ﷺ سے جا کر ملے۔

ابورافع نے نبی کریم ﷺ کی ہجرت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر چھوڑا اور یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کی وصیتیں اور امانتیں ادا کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام امانتیں ادا کر دیں۔ حضور انور ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ رات کو آپ ﷺ کے بستر پر لیٹ جائیں۔ قریش نبی کریم ﷺ کے بستر کو دیکھ رہے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہ گمان کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔

انہوں نے کہا: اگر محمد (مصطفیٰ ﷺ) جاتے تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو بھی ساتھ لے جاتے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کریم ﷺ کی تلاش سے روک لیا۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ آنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کو ڈھونڈتے ہوئے نکل پڑے رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

جب نبی کریم ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ۔ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چلنے کی سکت نہیں رہی پھر نبی کریم ﷺ خود تشریف لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے ورم کو دیکھ کر حضور انور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے خون بہہ رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر دست انور پھیرا۔ لعاب دہن لگایا اور صحت کی دعا فرمائی پھر وہ پاؤں بالکل ٹھیک ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پھر ان پاؤں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ (اسد الغابہ: ج 4، ص 19)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارک

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کے اہل اور خواص میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جا کر

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے حضور انور ﷺ کو پیام (نکاح) دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں۔

اور ارشاد فرمایا: جب حضور انور ﷺ نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا پیام (نکاح) رد فرمادیا تھا میرا پیام کس طرح قبول فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں بہت مقرب اور حضور انور ﷺ کے چچا کے صاحبزادے اور حضرت ابوطالب کے فرزند ہیں۔ جاؤ اور شرم نہ کرو۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو سلام کیا اور حضور انور ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوطالب کے فرزند! کیا بات ہے کیسے ہمارے پاس آنا ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا پیام اپنے واسطے پیش کروں اس پر رسول اللہ ﷺ نے مرحبا و اہلاً فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس وقت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا اس وقت حضور انور ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور انور ﷺ اس میں مستغرق ہو گئے اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور انور ﷺ اپنے حال میں آئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے انس (رضی اللہ عنہ)! رب العرش کے پاس سے میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ اور انہوں نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دو۔ اے انس (رضی اللہ عنہ) جاؤ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرو حضرت عثمان و حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور انور ﷺ نے بلیغ خطبہ پڑھا پھر حمد الہی عزوجل میں فرمایا۔ اس پر رب العزت کی حمد و ثناء ہے اور نکاح کی ترغیب دی۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔ پھر حضور انور ﷺ نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بکھیر کر لٹایا۔ (مدارج النبوت: ج: 2، ص: 109)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دوں۔

(معجم الکبیر: جز: 10، ص: 156)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر (ملاء اعلیٰ میں) چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے ارشاد فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کر و پھر دل کش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحائف دیتے رہیں گے۔

(ریاض النضرۃ: جز: 3، ص: 146)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک فرشتے نے آکر کہا۔

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا۔

اور ارشاد فرمایا ہے: میں نے آپ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا۔ پس آپ ﷺ زمین پر بھی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔ (ذخائر العتقانی مناقب دوی القربی: ص: 73)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زہد و عبادت و خوف خدا عز وجل

حضرت علی رضی اللہ عنہ زہد و عبادت اور خوف خدا عز وجل میں اپنی مثال آپ تھے۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور خوف خدا عز وجل میں روتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے تھے۔

مجمع سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کرنے کا حکم دیتے پھر اس میں جھاڑو دے کر اس کو دھو ڈالتے پھر اس میں نماز پڑھتے اور یہ امید رکھتے کہ قیامت کے دن یہ بیت المال گواہی دے گا انہوں نے بیت المال کے مال کو مسلمانوں سے نہیں روکا۔ (کتاب الزہد: جز: 163)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خطبہ دیا کہ تمہارے پاس سے ایک امین شخص چلا گیا پہلوں میں اس جیسا کوئی امین نہ تھا نہ ہی بعد میں کوئی ان جیسا ہو گا بے شک رسول اللہ ﷺ ان کو جہاد کے لئے بھیجتے تھے اور ان کو جھنڈا عطا فرماتے اور وہ ہمیشہ فتح و کامرانی کے ساتھ لوٹتے تھے انہوں نے اپنے ترکہ میں کوئی سونا، چاندی نہیں چھوڑا سوا سات سو درہم کے جو انہوں نے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لئے رکھے ہوئے تھے اور ان کے اہل کے لئے کوئی خادم نہیں تھا۔

(کتاب الزہد: ص: 166)

ایک اور روایت میں ہے: جبہ بن جویں سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس فالودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تیری بہت اچھی خوشبو ہے اور بہت اچھا رنگ ہے اور بہت اچھا ذائقہ ہے مگر مجھے یہ ناپسند ہے کہ مجھے تجھے کھانے کی عادت پڑ جائے۔

(کتاب الزہد: ص: 165)

ایک اور روایت میں ہے: ہارون بن عزرہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ وہ ایک چادر میں کپکپا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا:

اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل کے لئے بھی اس بیت المال میں حصہ رکھا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے مال میں سے کچھ کم نہیں کرنا چاہتا میرے پاس میری یہ چادر ہے جو میں مدینہ منورہ سے لایا تھا۔ (صفوۃ الصفوہ: ج: 1، ص: 143)

ایک اور روایت میں ہے: یزید بن محجن سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار منگا کر اس کو میان سے نکالا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اس تلوار کو کون خریدے گا بخدا! اگر میرے پاس لباس کو خریدنے کے لئے پیسے ہوتے تو میں اس کو نہ فروخت کرتا۔

(حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 258)

ایک اور روایت میں ہے: جمیع بن عمر التیمی سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے استفسار کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا!

استفسار کیا گیا۔

اور مردوں میں؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کے خاوند (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بے شک جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بہت زیادہ روزے رکھنے

والے اور بہت زیادہ راتوں کو قیام کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3847)
ابو جعفر احمد المشہور بالحب الطبری متوفی 694ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (الدھر: 8)

اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کی کچھ مقدار کے عوض ایک رات صبح تک ایک باغ میں پانی دیا صبح کو انہوں نے جو وصول کیا اور گھر جا کر ان میں سے تہائی جو کو پیسا تا کہ اس سے کھانا کھائیں۔ جب حریرہ پک گیا تو ایک مسکین نے آکر سوال کیا۔ انہوں نے وہ کھانا اس کو کھلا دیا۔ پھر دوسرے تہائی جو کا کھانا تیار کیا تو ایک یتیم نے آکر سوال کیا تو انہوں نے وہ کھانا اس کو کھلا دیا پھر آخری تہائی حصہ کے جو سے کھانا تیار کیا تو ایک قیدی نے آکر سوال کیا اور خود تمام اہل و عیال سمیت بھوکے رہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(بعض روایات میں ہے یہ معاملہ تین دن تک ہوتا رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل و عیال تین دن تک بھوکے رہے۔ علامہ قرطبی نے اس طرح یہ روایت بیان کی ہے) (ریاض النضرہ: ج: 3، ص: 209)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اس روایت کو بالعموم بیان کیا جاتا ہے لیکن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی 668ھ نے اس روایت کو رد کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ

کسی جاہل نے اس روایت کو گھڑ لیا ہے حالانکہ یہ روایت احادیث متواترہ کے خلاف ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جو انسان اپنی خوشحالی اور تو نگری کے وقت دے۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 1426)

نیز آپ نے ارشاد فرمایا: پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرو۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 6716)

اور آپ نے ارشاد فرمایا: اپنے اہل و عیال کو کھلاؤ۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 1426)

اور اللہ تعالیٰ نے شوہروں پر ان کی ازواج اور ان کے بچوں کا کھانا کھلانا فرض کر دیا ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ط (البقرہ: 233)

اور جس کا بچہ ہے اس پر ان کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق دینا فرض ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اس کو ضائع کر دے جس کو وہ روزی دیتا

ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2543)

اس حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ جس کی روزی اس پر لازم ہے وہ اس کی روزی ضائع کر دے کیا کوئی عاقل یہ گمان کر سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم سے غافل تھے حتیٰ کہ وہ ان کے اہل و عیال تین دن تک بھوکے رہے اگر مان لیا جائے کہ انہوں نے اپنے نفس پر یہ ایثار کیا تھا تو تین دن تک اپنی اہلیہ کو بھوکا رکھنے کا کیا جواز تھا اور اگر اہلیہ کا بھی ایثار مان لیا جائے تو تین دن تک پانچ اور چھ سال کے کمسن بچوں کو بھوکا رکھنے کا کیا جواز تھا اور اگر ایک دن کی روایت مان لی جائے تو جن کی روزی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لازم تھی ان کو بھی ایک دن بھوکا رکھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے کامل متقی سے کب متصور ہو سکتا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج: ۱۹، ص: ۱۱۹، ۱۲۰)

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی ۴۲۷ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اس آیت کے سبب نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

مقابل نے کہا: یہ آیت کریمہ ایک انصاری کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے ایک دن میں ایک مسکین، ایک یتیم اور ایک قیدی کو کھانا کھلایا۔

اس کے بعد امام ثعلبی نے اپنی سند کے ساتھ اس انصاری کے قصہ کو بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علی ابن ابی حمزہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ہمیں یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ ایک مسکین نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کھانا کھلائیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میرے پاس تمہیں کھلانے کے لئے کچھ نہیں لیکن میں تلاش کرتا ہوں پھر وہ شخص ایک انصاری کے پاس گیا وہ اپنی بیوی کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تھا میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا مجھے کھانا کھلائیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میرے پاس تمہیں کھلانے کے لئے کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں۔

اس انصاری نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

تمہاری کیا رائے ہے۔

اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھلاؤ اور پلاؤ۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یتیم گیا اور کہنے لگا۔

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کھانا کھلائیے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس تمہیں کھلانے کے لئے کچھ نہیں لیکن میں تلاش کرتا ہوں پھر وہ یتیم انصاری کے پاس گیا جس کے پاس مسکین گیا تھا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قیدی گیا۔

اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کھانا کھلائیے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہیں کھلانے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں پھر وہ قیدی اس انصاری کے پاس گیا۔

اور اس سے کہا: مجھے کھانا کھلاؤ۔

انصاری نے اپنی بیوی سے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟

اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھانا کھلاؤ۔ ان تینوں کو کھانا کھلانے کے واقعات ایک ہی وقت میں ہوئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس انصاری کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

(الکشف والبیان: جز: 10، ص: 98)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام شعبی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے ان کے نانا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کے لئے گئے اور انہوں نے کہا: اے ابوالحسن! کاش تم اپنے بچوں کے لئے نذر مان لیتے اور جو نذر پوری نہ کی جائے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میرے دونوں بیٹے تندرست ہو گئے تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے تین دن کے روزے رکھوں گا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خیر کے یہودی شمعون کے پاس گئے اور اس سے تین صاع (بارہ کلو گرام) جو قرض لیے۔ اس یہودی نے کہا: کیا خیال ہے اگر تم ان تین صاع کے جو کے عوض مجھے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیٹی سے کچھ اون کے دھاگے بنا کر دے دو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدتنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا انہوں نے اس کی موافقت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار سے جو لے آئے۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے وہ جو پیسے، آٹا گوندھا اور پانچ روٹیاں پکائیں تاکہ بہ شمول رسول اللہ ﷺ ہر ایک کے لئے ایک ایک روٹی پکائی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر گھر آئے اور اپنے آگے کھانا رکھا۔ اتنے میں ایک مسکین آکر دروازے پر آکھڑا ہو گیا۔

اور اس نے کہا: اے اہل بیت محمد (مصطفیٰ ﷺ) السلام علیکم! میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں آپ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو کھانا کھلا دو اور انہوں نے ایک دن اور ایک رات کچھ کھائے بغیر گزارا اور سوائے خالص پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا۔ دوسرے دن پھر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ایک صاع (چار کلو گرام) گندم کو پیسا اور آٹا گوندھ کر اس کی روٹیاں پکائیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر گھر آئے ان کے سامنے کھانا رکھا گیا اتنے میں ایک یتیم دروازے پر آکھڑا ہو گیا۔

اور اس نے کہا: اے اہل بیت محمد (مصطفیٰ ﷺ) السلام علیکم! میں مہاجرین کی اولاد سے ایک یتیم ہوں۔ میرے والدین

شہید ہو گئے آپ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے گا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو کھانا کھلا دیا اور دو دن بھوکے گزارے اور پانی کے سوا کسی چیز کو تناول نہیں کیا۔ تیسرے دن حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے باقی ایک صاع جو کو پیسا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں پکائیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر گھر آئے ان کے سامنے کھانا رکھا گیا اتنے میں ایک قیدی آ کر دروازے پر کھڑا ہو گیا۔

اور اس نے کہا: اے اہل بیت محمد (مصطفیٰ ﷺ)! السلام علیکم! آپ ہمیں گرفتار کرتے ہیں اور کھانا نہیں کھلاتے آپ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ میں سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کا قیدی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے گا۔ پھر انہوں نے اس کو کھانا کھلا دیا اور تین دن اور تین راتیں انہوں نے کچھ نہیں کھایا اور سوائے پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا اور چوتھا دن آیا تو وہ اپنی نذر پوری کر چکے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور بائیں ہاتھ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے بھوک کی شدت سے ان کے جسم بے حد دبے ہو چکے تھے اور ان کے جسموں پر کپکپی طاری تھی۔

جب نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو ارشاد فرمایا:

اے ابوالحسن! یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے۔ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلو وہ سب ان کے پاس گئے وہ اس محراب میں تھیں اور بھوک کی شدت سے ان کا پیٹ ان کی کمر سے چپکا ہوا تھا اور ان کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں جب نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! مدد فرما۔ محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے اہل بیت تو بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اترے اور کہا:

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ یہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے اہل بیت کے متعلق خوش خبری دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام)! ہم کیا لیں؟

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو یہ آیات پڑھائیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا

کھلاتے ہیں۔ (الکشف والبيان: ج 10، ص 98 و 101)

مشہور شیعہ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی 460ھ لکھتے ہیں:

عام اور خاص علماء نے یہ کہا ہے کہ

یہ آیات کریمہ حضرت علی علیہ السلام اور فاطمہ اور الحسن اور حسین علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی ہیں کیونکہ انہوں نے مسکین، یتیم اور قیدی کو تین راتیں اپنے افطار پر ترجیح دی اور خود وہ علیہم السلام بھوکے رہے اور کھانے پینے کی کسی چیز سے افطار نہیں کیا۔

تب اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت عمدہ تعریف کی اور ان کے متعلق یہ سورت نازل کی اور ان کے لئے یہ فضیلت کافی ہے کہ قیامت تک ان کی عظمت میں اس سورت کی تلاوت ہوتی رہے گی اور یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

(الہیام: جز: 10، ص: 211)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس قصہ پر تعقب کیا گیا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے جس طرح کہ حکیم ترمذی اور ابن جوزی نے ذکر کیا ہے۔ موضوع ہونے کے لفظی اور معنوی دلائل خود اس حدیث مبارکہ میں موجود ہیں پھر اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہو کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور وہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے حالانکہ النحاس نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور یہی جمہور کا موقف ہے اور یہ کہنے سے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل نہیں ہوئی ان کی شان اور فضیلت کم نہیں ہوتی اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ ابرار میں داخل نہ ہوں بلکہ اور مسلمانوں کی بہ نسبت وہ ابرار میں پہلے داخل ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کے مولیٰ اور محبوب ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا ہیں اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور ریحان (خوشی اور خوشبو) ہیں اور جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور وہ اپنی فضیلت کے ثبوت میں اس من گھڑت روایت سے مستغنی ہیں۔ (روح المعانی: جز: 29، ص: 270-271)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ

یہ حدیث موضوع ہے۔ کلبی نے اس حدیث کو از ابو صالح از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور امام ثعلبی نے اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف: جز: 4، ص: 670)

امام ابن جوزی نے کہا ہے کہ

یہ حدیث موضوع ہے۔ (کتاب الموضوعات: جز: 1، ص: 390)

اور حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کو محققین کے قلوب مسترد کر دیتے ہیں۔ اس حدیث میں اس طرح طمع کاری کی گئی ہے اور اس کو ایسا مزین اور پراثر بنایا گیا ہے کہ جاہل آدمی یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش! وہ بھی ایسا کام کرے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ ایسا کام کرنے والا قابل مذمت ہے۔ (نوادراصول: جز: 1، ص: 155)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

محققین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو امتحان اور آزمائش کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس نے سب کو ہدایت دی ہے اور ان کے اعذار اور شبہات کو زائل فرما دیا ہے پھر مخلوق کی

دو قسمیں بن گئیں۔ ایک گروہ شاکرین کا ہے اور ایک گروہ کافرین کا ہے پھر کافروں کے لئے وعید کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد شاکرین کے لئے وعدہ کا ذکر فرمایا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْآبَرَارَ يَشْرَبُونَ (الذہر: 5)

پس نیکوکار مشروب کے جام پئیں گے۔

یہ جمع کا صیغہ ہے جو تمام شکر گزاروں اور نیکوکاروں کو شامل ہے اور ایسی عام آیت کی ایک شخص کے ساتھ تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ سورت شروع سے اس آیت تک یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس میں تمام اطاعت کرنے والوں اور نیکی کرنے والوں کا حال بیان ہے۔ پس اگر ہم اس آیت کو کسی ایک شخص کے ساتھ مخصوص کر دیں تو اس سورت کا نظم خراب ہو جائے گا اور اس کی ترتیب فاسد ہو جائے گی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

ان آیات میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں۔

سوارشاد فرمایا:

إِنَّ الْآبَرَارَ يَشْرَبُونَ (الذہر: 5)

نیکوکار مشروب کے جام پئیں گے۔

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا (الذہر: 7)

وہ نذر پوری کرتے ہیں اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (الذہر: 8)

وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اسی طرح اس کے بعد بشارتوں کی تمام آیات بھی جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں اور ان آیات کے عموم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دخول کا انکار نہیں ہے اور وہ اطاعت کرنے والوں کے اخروی انعام کی تمام بشارتوں میں داخل ہیں۔ جس طرح کہ ان آیات کے عموم میں دوسرے متقی صحابہ اور تابعین اور بعد کے نیک مسلمان داخل ہیں سواب اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر: ج: 10، ص: 747)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام ابرار (نیکوکاروں) کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہر اس شخص کے متعلق جس نے کوئی نیک کام کیا سو یہ آیت تمام مومنین کے لئے عام ہے۔ اور نقاش، ثعلبی، قشیری اور متعدد مفسرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ الزہراء

رضی اللہ عنہما اور ان کی باندی فضہ کے قصہ میں ایک حدیث مبارکہ ذکر کی ہے جو صحیح ہے نہ ثابت ہے جس کو لیث نے از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما الدھر: 7 کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: 29، ص: 116)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس آیت میں ”ابرار“ سے مراد فقط اہل بیت ہوں کیونکہ خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے لہذا اس آیت میں دوسرے نیک مسلمان بھی داخل ہیں جو مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلائیں اور یہ قصہ راوی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے مگر یہ قصہ علماء کے درمیان مشہور ہے اور ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔

حکیم ترمذی نے کہا:

یہ قصہ من گھڑت ہے اس کو جاہل احمق کے سوا کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ ابن جوزی نے اس کا موضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ نیز اس قصہ کی بناء پر لازم آئے گا کہ یہ سورت مدنی ہے حالانکہ جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جنگ احد کے بعد مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

(روح البیان: ج: 10، ص: 318)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن حنیف نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دنیا مردار ہے جو شخص دنیا سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط پر صبر کرے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی زینت کے ساتھ مزین کیا ہے جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کے لئے اور کوئی زینت نہیں ہے وہ زینت دنیا میں زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا بنایا ہے کہ تمہیں دنیا میں کچھ نہیں ملے گا اور دنیا کو تم سے کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسکینوں کی محبت دی ہے اور وہ تمہاری امامت پر راضی ہوں گے اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے اس شخص کے لئے خوشی ہو جو تم سے محبت رکھے اور تمہاری تصدیق کرے اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہاری تکذیب کرے اور جو لوگ تم سے محبت کریں گے اور تمہاری تصدیق کریں گے وہ تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل کے رفیق ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو کذا بین کی صف میں اٹھائے۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ میں ایک دن میں چار ہزار

دینار صدقہ کرتا ہوں۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص: 23 و 24)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیش بہا علم کے مالک تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بعض اوقات کسی مشکل مسئلہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی جانب رجوع فرماتے تھے۔ اسی طرح قضا کے متعلق فیصلہ فرمانے میں ماہر تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں کہ میں ان کے درمیان فیصلہ کروں حالانکہ میں نوجوان ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ فیصلہ کیا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینے پر سمارا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عز وجل! اس کے دل کو ہدایت عطا فرما اور اس کی زبان کو حق پر قائم رکھ۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے اللہ عز وجل! اس کے بعد میں نے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی بھی شک نہیں کیا۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2310)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے بھیج رہے ہیں جبکہ میں نو عمر ہوں اور فیصلہ کرنے کا بھی مجھے علم نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت عطا فرما دے گا اور تمہاری زبان اس پر قائم کر دے گا۔ جب بھی فریقین

تمہارے پاس بیٹھ جائیں تو جلدی سے فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو جس طرح تم نے پہلے کی سنی تھی یہ طریقہ کار

تمہارے لیے فیصلہ کو واضح کر دے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

اس دعا کے بعد میں کبھی بھی فیصلہ کرنے میں شک میں نہیں پڑا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 3582)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے بہتر اور صائب فیصلہ فرمانے والے ہیں اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہم سب سے بڑھ کر قاری ہیں۔ (متدرک: رقم الحدیث: 5328)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ناقابل حل اور مشکل مسئلہ سے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہوتے تھے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔

(طبقات الکبریٰ: جز: 2، ص: 339)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اہل مدینہ منورہ میں سے اچھا فیصلہ فرمانے والا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4656)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم میں سے سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (طبقات الکبریٰ: جز: 2، ص: 339)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہذا جو کوئی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4639)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3723)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس دروازے سے

آئے۔ (مسند رک: رقم الحدیث: 4637)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں قرآن مجید کی ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب

عز وجل نے مجھے بہت زیادہ سمجھ والا دل اور فصیح زبان عطا فرمائی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: جز: 1، ص: 68)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو بے شک کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ

وہ دن کو نازل ہوئی یا رات کو پہاڑ میں نازل ہوئی یا میدان میں۔ (طبقات الکبریٰ: جز: 2، ص: 338)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا

گیا کہ کیا وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا:

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی سوال کرتا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ مجھے اس کا جواب ارشاد فرماتے تھے اور جب میں

خاموش ہوتا تو نبی کریم ﷺ مجھ سے بات شروع فرمادیتے تھے۔ (طبقات الکبریٰ: جز: 2، ص: 338)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بہ کثرت احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

1- حضرت حسن رضی اللہ عنہ

2- حضرت حسین رضی اللہ عنہ

3- حضرت محمد رضی اللہ عنہ

- 4- حضرت عمر رضی اللہ عنہ
- 5- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- 6- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
- 7- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
- 8- حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
- 9- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما
- 10- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
- 11- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
- 12- حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ
- 13- حضرت صہیب رضی اللہ عنہ
- 14- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
- 15- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- 16- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ
- 17- حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ
- 18- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
- 19- حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ
- 20- حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ
- 21- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
- 22- حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ
- 23- حضرت ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ
- 24- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
- 25- حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ
- 26- حضرت بشر بن سہیم رضی اللہ عنہ
- 27- حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ
- 28- حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

29- حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

30- حضرت عبد الرحمن بن اشیم رضی اللہ عنہ

اور دیگر صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔

ابوالبختری سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق سوال کریں گے حالانکہ مجھے قضاء کا کوئی علم نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قریب آؤ، میں قریب ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا۔ پھر دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! اس کی زبان کو ثابت اور دل کو ہدایت پر رکھ۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور روح کو پیدا کیا اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان قضاء کرنے میں شک نہیں ہوا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ قضاء کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ایسی مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

(اسد الغابہ: ج 4، ص 23)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت ساری غزوات میں شرکت فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہی خیبر کو فتح کیا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا:

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اضطراب کی کیفیت میں رات گزاری کہ دیکھئے نبی کریم ﷺ کس کو جھنڈا عطا فرماتے

ہیں۔ جب صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے ان میں سے ہر ایک شخص کو یہ توقع تھی کہ حضور انور ﷺ اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان کو بلاؤ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا حضور انور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں گویا کبھی تکلیف ہی نہ تھی۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا جب تک وہ ہماری طرح نہ ہو جائیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نرمی سے روانہ ہونا جب تم ان کے پاس میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو یہ بتانا کہ ان پر اللہ عزوجل کے کیا حقوق واجب ہیں۔ بخدا اگر تمہاری وجہ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جاتا ہے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3973)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے پھر مجھے علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا اور ان کو آشوب چشم تھا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہو گا یا اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو نبی کریم ﷺ کے پاس لے آیا اس حال میں کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔

پس نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئے پھر انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مرحب نکلا اور کہنے لگا۔

تحقیق خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور ایک تجربہ کار جنگجو ہوں اور جب جنگیں ہوتی ہیں تو وہ بھڑک اٹھتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں وہ شخص ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے اور میں جنگل کے اس شیر کی مانند ہوں جو ایک ہیبت ناک منظر کا حامل ہو یا ان کے درمیان ایک پیمانوں میں ایک بڑا پیمانہ۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اس کو قتل کر دیا پھر فتح آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1807)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی تکلیف کے باعث معرکہ خیبر کے لئے لشکر میں شامل نہ ہو سکے انہوں نے سوچا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رک گیا ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملے جب وہ شب آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا کل جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے اللہ عز و جل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے ہیں۔

یابہ ارشاد فرمایا کہ

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں خیبر کی فتح سے نوازے گا۔ پھر اچانک ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی توقع نہ تھی۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا ان کو عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 3499)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس دن کے علاوہ میں نے کبھی بھی امارت کی تمنا نہیں کی۔ اس دن میں آپ ﷺ کے سامنے اس امید سے آیا کہ آپ ﷺ مجھے اس کے لئے بلائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پھر حضور انور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جاؤ اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا حتیٰ کہ اللہ عز وجل تمہیں فتح عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ دور گئے پھر ٹھہر گئے اور ادھر ادھر التفات نہیں کیا۔ پھر انہوں نے زور سے آواز دی۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم ان سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی شہادت نہ دیں اور جب وہ یہ گواہی دے دیں تو پھر انہوں نے تم سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیا مگر یہ کہ ان پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2405)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جب نبی کریم ﷺ اہل خیبر کے قلعہ میں اترے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کل میں ضرور بالضرور اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عز وجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عز وجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ پس جب اگلا دن آیا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی معیت میں قتال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا سامنا اہل خیبر کے ساتھ ہوا اور اچانک مرحب نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر یہ جزیہ اشعار کہے۔

تحقیق خیبر نے جان لیا کہ بے شک میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور میں ایک تجربہ کار جنگجو ہوں۔ میں کبھی نیزے اور کبھی تلوار سے وار کرتا ہوں اور جب یہ شیر آگے بڑھتے ہیں تو بھڑک اٹھتے تھے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

دونوں نے تلواروں کے واروں کا آپس میں تبادلہ کیا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کھوپڑی پر وار کیا حتیٰ کہ تلوار اس کی کھوپڑی کو چیرتی ہوئی اس کے دانتوں تک آپہنچی اور تمام اہل لشکر نے اس ضرب کی آواز سنی۔

راوی فرماتے ہیں کہ

اس کے بعد لوگوں میں سے کسی اور نے آپ ﷺ کے ساتھ مقابلہ کا ارادہ نہ کیا حتیٰ کہ فتح مسلمانوں کا مقدر ٹھہری۔

(سنن النسائي: رقم الحديث: 23081)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور انور ﷺ نے جنگ خیبر کے دوران مجھے بلا بھیجا اور مجھے آشوب چشم تھا۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آشوب چشم ہے۔ پس حضور انور ﷺ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اس سے گرمی اور سردی کو دور کر دے۔

پس اس دن کے بعد میں نے نہ تو گرمی اور نہ ہی سردی محسوس کی۔

اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ عزوجل اور

اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ (مسند احمد: رقم الحديث: 778)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے دو لشکر ایک ساتھ روانہ کیے ایک کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو

مقرر کیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب جنگ ہوگی تو دونوں لشکروں کے امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ کو فتح کیا اور مال

غنیمت میں سے ایک باندی لے لی اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ ایک خط حضور انور ﷺ کی خدمت مقدسہ میں

روانہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت تھی۔ آپ ﷺ نے اس کو پڑھا تو چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم اس شخص سے کیا چاہتے ہو جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ

اس سے محبت کرتے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ

میں نے عرض کیا کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے غصے سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تو صرف قاصد ہوں اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3725)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عمرو بن ميمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ وہ اس شخص کے متعلق جھگڑا کر رہے تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہے وہ اس شخص کے متعلق جھگڑا کر رہے تھے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو بھیجوں گا جس کو اللہ عزوجل کبھی رسوا نہیں کرے گا وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے پس (اس جھنڈے) کے حصول کی سعادت کے لئے ہر کسی نے خواہش کی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟

تو انہوں نے کہا:

وہ چکی میں آٹا پیس رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی آٹا کیوں نہیں پیس رہا۔

راوی فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کو آشوب چشم تھا اور اتنا سخت تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں پھونکا پھر جھنڈے کو تین بار ہلایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمادیا۔

(سنن النسائي: رقم الحدیث: 8409)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رجبہ کے مقام پر ارشاد فرمایا:

صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرکین ہماری طرف آئے جن میں سہیل بن عمرو اور مشرکین کے دیگر سردار بھی تھے۔

انہوں نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! ہماری اولاد بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے لوگ آپ ﷺ کے پاس چلے آئے ہیں جنہیں

دین کی کوئی سمجھ بوجھ نہیں۔ یہ لوگ ہمارے اموال اور جائیدادوں سے فرار ہوئے ہیں لہذا آپ ﷺ یہ لوگ ہمیں واپس کر دیجئے اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم ان کو سمجھا دیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے قریش! تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین اسلام کی خاطر تلوار کے ساتھ تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزمایا ہے۔

حضرت ابو بکر و عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت اپنی نعلین مبارک مرمت کے لئے دی تھیں۔

حضرت ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کر لے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3715)

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ

تمام اہل تاریخ اور اہل سند کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بدر اور اس کے علاوہ تمام غزوات میں حاضر رہے البتہ صرف

غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے اہل خانہ کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں سولہ زخم لگے ہر بار زخم لگنے سے وہ زمین پر گر پڑتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آ کر ان کو

اٹھاتے تھے۔

ثعلبہ بن ابی مالک فرماتے ہیں کہ

تمام جنگوں میں جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور قتال کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جھنڈا لے

لیتے تھے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جنگ خیبر کے دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لیا۔ ایک قول ہے کہ محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو خیبر کے فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد جھنڈا منگوایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ پھر ان کی آنکھوں میں دست شفا پھیرا اور ان کو جھنڈا دیا جنگوں کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داستان بہت طویل ہے۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص: 21)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بمنزلہ ہارون علیہ السلام

اس سلسلے میں کئی احادیث مبارکہ ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 4154)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 3503)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 3404)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

میں چاہتا تھا کہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث بالمشافہ سن لوں۔ پس میری حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں

نے ان کو عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی۔

تو انہوں نے کہا:

میں نے حدیث مبارکہ کو خود سنا ہے۔

میں نے عرض کیا:

کیا آپ رضی اللہ عنہ نے خود سنا ہے؟

انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں پر رکھیں اور کہا:

اگر میں نے خود نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2404)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3730)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مبارکہ میں روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ لوگوں کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔

کیا میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلوں۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نہیں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لیے ایسے ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر یہ کہ تو نبی نہیں تھے اپنا نائب بنائے بغیر میرا کوچ کرنا مناسب نہیں۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 3062)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ ﷺ نے بعض مغازی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا ہے؟

تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور غزوہ خیبر کے دن میں نے آپ ﷺ سے یہ سنا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ سو ہم سب اس سعادت کے حصول کے انتظار میں تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور انہیں جھنڈا عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا۔ اور جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

آپ فرمادیتے تھے! آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

اور کہا:

اے اللہ عزوجل! یہ میرا کنبہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2404)

اس حدیث مبارکہ سے روافض، امامیہ اور شیعہ کے تمام فرقوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام امت پر اپنا خلیفہ بنا دیا تھا اور اس بنا پر روافض نے تین کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کر دی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نص صریح کو چھوڑ کر اپنے اجتہاد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر کو خلیفہ بنا دیا۔ چوتھی صدی کے مشہور شیعہ عالم شیخ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی لکھتے ہیں۔

ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد تین اشخاص کے سوا سب مرتب ہو گئے تھے۔

میں نے پوچھا:

وہ تین شخص کون ہیں؟

انہوں نے کہا:

1- مقداد بن اسود، 2- ابوذر غفاری، 3- اور سلمان فارسی۔ (رجال کثی: ص: 12)

اور شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی متوفی 328ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرحیم قصیر سے روایت ہے کہ

میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا کہ

جب ہم لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ سب لوگ مرتد ہو گئے تھے تو لوگ گھبرا جاتے ہیں۔

انہوں نے کہا:

اے عبدالرحیم! رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب لوگ دوبارہ جاہلیت کی طرف لوٹ گئے تھے۔

(الروضہ من الکافی: ص: 246)

اور جن لوگوں نے تمام امت اور خصوصاً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقل کرنے اور جمع کرنے سے ثابت ہے اگر یہ ناقلین کافر تھے تو ان کی نقل پر بھی اعتقاد نہیں ہوگا۔ نیز تمام احادیث مبارکہ بھی ان ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں اگر یہ کافر تھے تو تمام احادیث مبارکہ بھی غیر معتبر قرار پائیں گی اور جب قرآن اور حدیث مبارکہ دونوں غیر معتبر قرار پائے تو شریعت بالکلیہ باطل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر قائم نہ رہی۔ اور اس حدیث مبارکہ سے ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تمام امت پر خلافت کا استدلال کرنا باطل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک خاص معاملہ میں ایک خاص وقت کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا

خلیفہ بنایا تھا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک خاص وقت تک کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنایا تھا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی مناجات سے واپس آگئے تو حضرت ہارون علیہ السلام اپنی سابق حالت پر لوٹ آئے۔ علاوہ ازیں حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اصل رسالت میں شریک اور ان کے وزیر خاص تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد وہ ان کے خلیفہ نہیں تھے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں حضرت ہارون علیہ السلام کا میدان تہ میں انتقال ہو گیا تھا اس لیے اس حدیث مبارکہ سے روافض اور شیعہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس حدیث مبارکہ کی زیادہ سے زیادہ اس چیز پر دلالت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف مدینہ منورہ میں بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے سلسلہ میں اپنا نائب بنایا تھا اور نماز پڑھانے کے لئے ان کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا بلکہ یہ منصب تو حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا اور جب نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی پہلی حیثیت کی طرف لوٹ آئے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وغیرہ کو اپنا نائب بنایا تھا لہذا اس حدیث مبارکہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تمام امت پر دائماً خلیفہ بننا لازم نہیں آتا۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو تمام غزوات میں خلیفہ بنانے پر یہ دلائل ہیں۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے آئے پھر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور نبی ﷺ عام غزوات میں ان کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بناتے تھے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے اس کے بعد حافظ عسقلانی نے امام عبدالبر کے حوالے سے ان تیرہ غزوات کی تفصیل ذکر کی ہے۔ (الاصابہ: ج: 4، ص: 495)

امام ابن الاثیر علی بن محمد الجزری متوفی 630ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا اور جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تب بھی آپ ﷺ نے ان ہی کو خلیفہ بنایا تھا۔ (اسد الغابہ: ج: 4، ص: 252)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر القرظی متوفی 463ھ نے بھی واقدی کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ (الاستیعاب: ج: 3، ص: 276)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

شععی سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ تیرہ غزوات میں تشریف لے گئے اور ہر غزوہ میں آپ ﷺ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے حالانکہ وہ نابینا تھے۔

شععی سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

فائدہ

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا:

ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے اور مشہور یہ ہے کہ ان کا نام عمرو بن قیس ہے۔ ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبد اللہ ہے ان کی کنیت ام مکتوم ہے۔ حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں قدیم اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ جنگ بدر سے کچھ عرصہ پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور دار القراء میں ٹھہرے۔ یہ مدینہ منورہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لئے اذان دیتے تھے اور عام غزوات میں رسول اللہ ﷺ ان کو خلیفہ بناتے تھے اور یہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ

یہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ بدر گئے ہوئے تھے تو یہ مسلمانوں کو نماز

پڑھاتے تھے۔ (المطبوعات الکبریٰ: ج: 4، ص: 206)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت

علامہ احمد بن حجر عسقلانی کی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا۔

دروازے پر تم دونوں کی موجودگی میں امیر المومنین کس طرح شہید ہو گئے اور اپنا ہاتھ اٹھا کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارا اور محمد بن طلحہ اور عبد اللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا اور انتہائی غصے کے ساتھ اپنے گھر آ گئے۔ لوگ دوڑتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

اور انہوں نے کہا:

اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں۔ ایک امیر کا ہونا اشد ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

یہ تمہارا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جس کے لئے اہل بدر راضی ہوں گے وہی خلیفہ قائم ہوگا۔

تمام اہل بدر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا۔

ہم آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو خلافت کا مستحق نہیں جانتے ہاتھ بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں چنانچہ انہوں

نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ مروان اور اس کے بیٹے بھاگ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے آکر پوچھا کہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا ہے؟

انہوں نے کہا:

میں نہیں جانتی۔ دو اشخاص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جن کو میں نہیں پہچانتی ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا اور جو کچھ انہوں
نے کیا اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو بلا کر جو کچھ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی
زوجہ نے بتایا اس کے بارے میں پوچھا۔

محمد بن ابی بکر نے کہا:

انہوں نے سچ کہا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان کو قتل کرنے کے لئے گیا تھا انہوں نے مجھ سے میرے باپ کا تذکرہ کیا تو
میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر کے ان کے پاس سے چلا آیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہ ان کو پکڑا ہے اور نہ ان کو قتل کیا ہے۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے کہا:

اس نے سچ کہا ہے مگر ان دو اشخاص کو اس نے داخل کیا ہے۔

ابن سعد نے کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت، قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے دن مدینہ منورہ میں ہوئی۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم نے جو وہاں موجود تھے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ (الصواعق المحرقة: ص: 120)
علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کو امیر بنایا جائے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم نے (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو امین پاؤ گے۔ دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب اور اگر تم عمر کو
امیر بناؤ گے تو تم اس کو قوی اور امین پاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے
نہیں ہیں اور اگر تم نے علی (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو ہادی مہدی پاؤ گے جو تم کو صراط مستقیم پر لے کر چلے گا اور میرا خیال ہے
کہ تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔

عروہ مرادی سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا اور میرا گمان یہ تھا کہ اس خلافت کا

میں زیادہ حقدار ہوں مگر مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیا پس میں نے ان کے احکام سے اور ان کی اطاعت کی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا اور میرا خیال یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے علاوہ کسی اور کو جانشین نہیں بنائیں گے لیکن انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا سو میں نے ان کے احکام سے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میرا گمان یہ تھا کہ وہ مجھ سے اعراض نہیں کریں گے لیکن انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے مجھ سمیت چھ آدمیوں کی ایک مجلس مقرر کر دی اور اس شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ پھر میں نے ان کے احکام سے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں نے بغیر کسی جبر کے خوشی خوشی مجھ سے بیعت کر لی۔ پھر لوگوں نے بیعت توڑ دی اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں یا تو ان کے خلاف تلوار اٹھاتا یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے تھے ان کا انکار کر دیتا۔

اسامیل خطی سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ذوالحجہ 35 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

ابن مسیب سے روایت ہے کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے تمام مسلمان دوڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ سب کہتے تھے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ

یہ تمہارا کام نہیں ہے یہ منصب اہل بدر کا ہے جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے خلیفہ وہی ہو گا پھر ہر شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا ہم آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی اور شخص کو خلافت کا حقدار نہیں پاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جا کر منبر پر جلوہ فرما ہوئے پھر سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی پھر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر بیعت لازم نہیں کی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے ان کی بیعت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا۔

تو انہوں نے کہا:

یہ لوگ امر خلافت میں غیر جانب دار رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ان سے جنگ کی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور حق سے خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔

ہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہم کس ملے ساتھ ان کے خلاف لڑیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اور ان کے ساتھ عمار بن یاسر ہونگے۔

عبداللہ بن حبیب سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا:

میں صرف اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا۔

(اسد الغابہ: ج: 4، ص: 33)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کثیر ہیں مگر حصول رضا الہی عزوجل کی خاطر چند ذکر کیے جاتے ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3713)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

تم میرے لیے اس طرح ہو جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میں آج اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عز و جل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 121)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا۔ آپ ﷺ نے راستے میں ایک جگہ قیام کیا اور نماز باجماعت کا حکم ارشاد فرمایا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟

انہوں نے جواب دیا۔

کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا میں ہر مومن کی جان سے قریب تر نہیں ہوں۔

انہوں نے جواب دیا۔

کیوں نہیں!

آپ علیؑ نے ارشاد فرمایا:

پھر یہ (علی رضی اللہ عنہ) ہر شخص کا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں۔

اے اللہ عزوجل! جو اس کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 116)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کے غزوہ میں شرکت کی جس میں مجھے آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ شکوہ ہوا۔ جب میں نبی

کریم ﷺ کی خدمت میں آیا تو میں نے حضور انور ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے متعلق تنقیص کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بریدہ رضی اللہ عنہ! کیا میں مومنین کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟
تو میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں!

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ (مسند احمد: ج: 5، ص: 347)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت میمون بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک وادی جسے وادی خم کہا جاتا ہے میں اترے پس آپ ﷺ نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی پھر ہمیں خطبہ دیا اس حال میں کہ نبی کریم ﷺ کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو یا گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کی جان سے زیادہ قریب تر ہوں۔
لوگوں نے کہا:

کیوں نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

اے اللہ عز و جل! تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے اور اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے۔

(مسند احمد: ج: 4، ص: 372)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے گواہی طلب کرتے ہوئے کہا کہ

میں تمہیں قسم دیتا ہوں جس نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

اے اللہ عزوجل! جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل! تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے پس اس موقع پر رسولہ اشخاص نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔ (معجم الکبیر: ج: 5، ص: 171)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وسیع میدان میں دیکھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے حلفاً پوچھ رہے تھے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو غدریخم کے دن جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑے ہو کر گواہی دے۔

عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس پر بارہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے گویا میں ان میں سے ایک کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

انہوں نے کہا:

ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو غدریخم کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب نہیں ہوں اور میری بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔

سب نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں۔

اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! جو اس کو دوست رکھے تو اس کو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے بھی عداوت رکھ۔ (مسند احمد: ج: 1، ص: 119)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت سعید بن وہب اور زید بن شیح رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھلے میدان میں لوگوں کو قسم دی کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو غدریخم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑا ہو جائے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

چھ اشخاص حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور چھ اشخاص حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے حضور انور ﷺ کو غدریخم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کیا اللہ عزوجل

مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا:

کیوں نہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل! تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2130)

حدیث مبارکہ: 9

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن وہب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم لی جس پر پانچ یا چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا تھا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ (مجمع الزوائد: جز: 9، ص: 104)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت زاذان بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجلس میں لوگوں سے حلفاً یہ پوچھتے ہوئے سنا کس نے حضور انور ﷺ کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے اس پر تیرہ (13) آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے تصدیق کی انہوں نے حضور انور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ (مسند احمد: جز: 1، ص: 84)

حدیث مبارکہ: 11

ابو طفیل سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک کھلی جگہ میں جمع کیا پھر ان سے فرمایا:

میں ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کھڑا ہو جائے اس پر تیس (30) افراد کھڑے ہوئے۔

جبکہ ابو نعیم نے کہا ہے کہ

کثیر افراد کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ جب نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں کو ارشاد فرمایا کیا

تمہیں اس کا علم ہے کہ میں مومنین کی جانوں سے قریب تر ہوں؟

سب نے کہا:

ہاں! یا رسول اللہ ﷺ۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

جب میں وہاں سے نکلا تو میرے دل میں کچھ شک تھا اسی دوران میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تو کیسے انکار کرتا ہے جبکہ میں نے خود حضور انور ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اس طرح ہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔

(مستدرک: ج: 3، ص: 109)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

میرا ایک داماد ہے جو غدر خیم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث بیان کرتا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس حدیث کو آپ رضی اللہ عنہ سے سنوں۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تم اہل عراق ہو تمہاری عادتیں تمہیں مبارک ہوں۔

میں نے ان سے کہا کہ

میری طرف سے ان کو کوئی اذیت نہیں پہنچے گی۔

انہوں نے کہا:

ہم ححفہ کے مقام پر تھے کہ ظہر کے وقت حضور انور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بازو تھامے ہوئے باہر تشریف لائے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! کیا تمہیں علم نہیں کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی قریب تر ہوں۔

انہوں نے کہا:

کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔

عطیہ نے کہا:

میں نے مزید پوچھا! کیا آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اے اللہ عزوجل! جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نے جو کچھ سنا تھا وہ تمہیں بیان کر دیا ہے۔ (مسند احمد: ج: 4، ص: 368)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی سائل کو دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس کی خبر دی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ترجمہ: ”بے شک تمہارا دوست اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ ہیں اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔“

آپ ﷺ نے اس آیت کو پڑھا اور ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! جو اس کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ (معجم الکبیر: ج: 5، ص: 195)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے دن وہاں موجود تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علی (رضی اللہ عنہ) مجھ سے اور میں علی (رضی اللہ عنہ) سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ادا کر سکتا۔ (مسند احمد: ج: 4، ص: 164)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت جعفر اور حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک دن اکٹھے ہوئے۔

تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کو محبوب ہوں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کو محبوب ہوں۔

پھر انہوں نے کہا: چلو حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں چلتے ہیں اور آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو سب

سے زیادہ پیارا کون ہے؟

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

پس وہ تینوں حضور انور ﷺ سے اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دیکھو یہ کون ہیں؟

میں نے عرض کیا: جعفر، علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو پھر وہ داخل ہوئے اور کہنے لگے۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا)

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے مردوں کے بارے میں عرض کیا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے جعفر علیہ السلام! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خلق تمہارے خلق سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور

میرے شجرہ نسب سے ہے۔ اے علی رضی اللہ عنہ! تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے اور

اے زید رضی اللہ عنہ! تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے پسندیدہ ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 21825)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم فرمائی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے۔

اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھائی چارہ قائم فرمایا مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں

بنایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3720)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ادا کر سکتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 19)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے کسی کو سورہ توبہ دے کر بھیجا پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے پیچھے بھیجا پس انہوں نے وہ سورہ اس سے لے لی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس سورہ کو سوائے اس شخص کے جو مجھ میں سے ہے اور میں اس میں سے ہوں کوئی اور نہیں لے جاسکتا۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 3062)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مجھ سے محبت کرے ان دونوں سے اور ان دونوں کے والد (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور ان کی والدہ (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3733)

حدیث مبارکہ: 20

حضرت عمرو بن شاس اسلمی رضی اللہ عنہ جو کہ اصحاب حدیبیہ میں سے تھے نے بیان کیا ہے کہ

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ ہوا سفر کے دوران انہوں نے میرے ساتھ سختی کی حتیٰ کہ میں اپنے دل

میں ان کے خلاف کچھ محسوس کرنے لگا۔ پس جب میں واپس آیا تو میں نے ان کے خلاف مسجد میں شکایت کا اظہار کر دیا حتیٰ کہ

یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچ گئی پھر ایک دن میں مسجد میں داخل ہوا جبکہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے بڑے غور سے دیکھا حتیٰ کہ جب میں بیٹھ گیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمرو بنی النضر! خدا عزوجل کی قسم! تو نے مجھے اذیت دی ہے۔
میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو اذیت دینے سے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں جو علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ (مسند احمد: ج 3: ص 483)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے کہا۔
کیا تمہارے اندر حضور انور ﷺ کو گالی دی جاتی ہے؟
تو میں نے کہا: اللہ عزوجل کی پناہ یا میں نے کہا اللہ عزوجل کی ذات پاک ہے یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا۔
تو انہوں نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے۔
(مسند احمد: رقم الحدیث: 26791)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت زربن جیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا نبی کریم ﷺ کا مجھ سے عہد ہے کہ مجھ سے
صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 78)

حدیث مبارکہ: 23

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
نبی کریم ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا۔
مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا اور کوئی منافق ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3736)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔
آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔

آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: (حضرت) علی رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہے اور باقی تین (حضرت) ابوذر (رضی اللہ عنہ)، (حضرت) مقداد (رضی اللہ عنہ) اور (حضرت) سلمان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

(راوی کہتے ہیں)

نبی کریم ﷺ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3718)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا آپ ﷺ نے دعا کی۔

یا اللہ عز وجل! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس بھیج تا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے
چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ وہ گوشت تناول کیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3721)

حدیث مبارکہ: 26

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو عورتوں میں سے سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں
سے سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3868)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت جمیع بن عمیر تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

پھر میں نے ان سے پوچھا: لوگوں میں کون نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے؟

انہوں نے ارشاد فرمایا: حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا۔

پھر عرض کیا گیا: اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

اس کے خاوند اگرچہ مجھے ان کا زیادہ روزے رکھنا اور زیادہ قیام کرنا معلوم نہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3874)

حدیث مبارکہ: 28

حضرت جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنی والدہ کے ہمراہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا میں نے پردہ کے پیچھے سے آواز سنی۔ ام المؤمنین میری والدہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ رہی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہیں بخدا علم میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور نہ روئے زمین پر ان کی زوجہ محترمہ سے بڑھ کر کوئی عورت آپ ﷺ کی بارگاہ میں محبوب تھیں۔ (مسندک: رقم الحدیث: 4731)

حدیث مبارکہ: 29

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا پس آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک بھنا ہوا پرندہ پیش کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! میرے پاس اس کو بھیج جو مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے دعا کی کہ یا اللہ عزوجل! کسی انصاری کو اس دعا کا مصداق بنا دے۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں نے کہا نبی کریم ﷺ مشغول ہیں وہ واپس چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا پھر میں نے کہا: نبی کریم ﷺ مشغول ہیں آپ رضی اللہ عنہ پھر آئے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اے) انس (رضی اللہ عنہ) اس کے لئے دروازہ کھول دو۔ وہ اندر داخل ہوئے۔

تو نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا۔

تجھے کس نے میرے پاس آنے سے روکا۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ تین میں سے آخری بار ہے کہ انس رضی اللہ عنہ مجھے یہ کہہ کر واپس کرتے رہے کہ آپ ﷺ کسی کام میں مشغول ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے میرے اس عمل کی وجہ سے پوچھا۔

تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کو دعا کرتے سن لیا تھا پس میری خواہش تھی کہ یہ شخص انصار میں سے ہو۔

اس پر حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر آدمی اپنی قوم سے پیار کرتا ہے۔ (مسندک: رقم الحدیث: 4650)

حدیث مبارکہ: 30

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی۔ پس نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا پس میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو۔ اللہ عزوجل کی قسم! وہ اللہ عزوجل کی ذات میں یا اللہ عزوجل کے راستہ میں بہت سخت ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 11835)

حدیث مبارکہ: 31

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بھیجا۔ جب وہ واپس تشریف لائے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس کا رسول ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 936)

حدیث مبارکہ: 32

حضرت عمرو بن ميمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا:

تم میں کون دنیا و آخرت میں میرے ساتھ دوستی کرے گا۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے انکار کر دیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ ﷺ کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا۔

اس پر حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تم دنیا و آخرت میں میرے دوست ہو۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ سے آگے ان میں سے ایک اور آدمی کی طرف بڑھے۔

اور ارشاد فرمایا: تم میں سے دنیا و آخرت میں میرے ساتھ کون دوستی کرے گا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4652)

حدیث مبارکہ: 33

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تو میرے بعد ہر مومن کے لئے ولی ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 3062)

حدیث مبارکہ: 34

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3712)

حدیث مبارکہ: 35

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 23107)

حدیث مبارکہ: 36

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اسے میں ولایت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کرتا ہوں جس نے اسے ولی جانا اس نے مجھے ولی جانا اور جس نے مجھے ولی جانا اس نے اللہ عز و جل کو ولی جانا اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ عز و جل سے محبت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ عز و جل سے بغض رکھا۔ (مجمع الزوائد: ج: 9، ص: 108)

حدیث مبارکہ: 37

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں (جان لو) جو علی رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی رضی اللہ عنہ سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق ابراہیم علیہ السلام کی مٹی سے اور میں ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوں اور ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں اللہ عز و جل یہ تمام باتیں سننے اور جاننے والا ہے وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں میں تجدید اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔
میں آپ ﷺ سے جدا نہ ہوا حتیٰ کہ میں نے اسلام پر بیعت کر لی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6085)

حدیث مبارکہ: 38

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3732)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں سے افضل ہیں اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خصلتیں عطا کی گئی ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد ہوئی اور دوسری یہ کہ حضور انور ﷺ نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروادے مگر ان کا دروازہ مسجد میں رہا۔ اور تیسری یہ کہ ان کو نبی کریم ﷺ نے خیر کے دن جھنڈا عطا فرمایا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 4797)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

کیا صرف میرے آنے جانے کے لئے راستہ رکھنے کی اجازت ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے اس کا حکم نہیں سوا آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کروادے اور بسا اوقات وہ حالت جنابت میں بھی مسجد سے گزر جاتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 20310)

حدیث مبارکہ: 40

حضرت ابو حازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب سے بڑھ کر کوئی نام محبوب نہ تھا جب ان کو ابو تراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔

راوی نے ان سے کہا: ہمیں وہ واقعہ سنائیے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابو تراب کیسے رکھا گیا۔ انہوں نے فرمایا: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا چچا زاد کہاں ہے؟ عرض کیا: میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے اور گھر پر قیلولہ بھی نہیں کیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے ارشاد فرمایا:

جاؤ! تلاش کرو وہ کہاں ہیں۔ اس شخص نے آ کر خبر دی کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں جبکہ ان کی چادر ان کے پہلو سے نیچے گر گئی تھی اور ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے وہ مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے اے ابو تراب اٹھو اے ابو تراب اٹھو۔ (رضی اللہ عنہ) (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 430)

حدیث مبارکہ: 41

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس وقت کے حاکم مدینہ منورہ سے شکایت کی کہ وہ برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ

وہ ان کو ابو تراب کہتا ہے۔

اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہنس دیئے اور فرمایا:

خدا عز و جل کی قسم! ان کا تو یہ نام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی نام اس سے بڑھ کر محبوب نہ تھا۔ میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے کی پوری حدیث سننے کی خواہش کی۔

میں نے عرض کیا: اے عباس رضی اللہ عنہ! واقعہ کیا تھا؟

انہوں نے فرمایا: ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس گھر تشریف لے گئے اور پھر مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔

حضور انور ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

تمہارا چچا زاد کہاں ہے؟

انہوں نے عرض کیا: مسجد میں ہیں۔ آپ ﷺ وہاں ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ چادر ان کے پہلو سے سرک گئی تھی اور ان کے جسم پر دھول لگ گئی تھی۔ آپ ﷺ ان کی پشت سے دھول جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے اٹھو ابو تراب اٹھو ابو تراب۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3500)

حدیث مبارکہ: 42

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ص: 351)

حدیث مبارکہ: 43

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تنکنا عبادت ہے۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4682)

حدیث مبارکہ: 44

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4681)

حدیث مبارکہ: 45

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے۔ پس میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

اے ابوجان! کیا وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف تکتے رہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اے میری بیٹی! میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تنکنا بھی عبادت ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج: 7، ص: 42، ص: 355)

حدیث مبارکہ: 46

حضرت طلحہ بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹکلی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔
کسی نے ان سے پوچھا کہ

آپ رضی اللہ عنہ اس طرح کیوں کر رہے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 207)

حدیث مبارکہ: 47

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج: 7، ص: 42، ص: 353)

حدیث مبارکہ: 48

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لوگ مختلف اشجار میں سے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ہی شجرے سے ہیں۔ (معجم الاوسط: ص: 263)

حدیث مبارکہ: 49

طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے صحیح قرار دیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے میں کوئی شخص جرأت نہیں کر سکتا

تھا۔ (متدرک: ص: 141)

حدیث مبارکہ: 50

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد کو اس کی صلب میں رکھا اور میری اولاد کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

(معجم الکبیر: ص: 43)

حدیث مبارکہ: 51

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین شخص سبقت کرنے والے ہیں۔

1- حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سبقت کرنے والے حضرت یوشع بن نون ہیں۔

2- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سبقت کرنے والے لیس ہیں۔

3- اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے سبقت کرنے والے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (معجم الکبیر: ص: 93)

حدیث مبارکہ: 52

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدیق تین ہیں۔

1- حزقیل مومن آل عمران

2- حبیب النجار صاحب لیس

3- اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ (الصواعق المحرقة: ص: 125)

حدیث مبارکہ: 53

ابن ابی یعلیٰ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدیق تین ہیں۔

1- حبیب النجار مومن آل لیس، جس نے کہا اے قوم! مرسلین کی اتباع کرو۔

2- حزقیل مومن آل عمان، جس نے کہا کیا تم ایسے شخص کو مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب عزوجل ہے۔

3- اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، یہ سب سے افضل ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ص: 125)

حدیث مبارکہ: 54

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مومن کے صحیفہ کا عنوان، علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت ہے۔ (احادیث یحتج بها الشيعة: ص: 328)

حدیث مبارکہ: 55

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بہترین بھائی علی رضی اللہ عنہ ہیں اور بہترین چچا حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ص: 364)

حدیث مبارکہ: 56

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ متقیوں کا امام اور فاجروں کا قتل کرنے والا ہے جو اس کی مدد کرے گا وہ منصور ہوگا اور جو اس کو تنہا چھوڑے گا وہ مخذول ہوگا۔ (مسند رک: ص: 140)

حدیث مبارکہ: 57

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) علی رضی اللہ عنہ گناہوں کے معاف کرنے کا دروازہ ہے جو اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس دروازے سے نکل جائے گا وہ کافر ہوگا۔ (احادیث یحتج بها الشيعة: ص: 452)

حدیث مبارکہ: 58

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کا مقام مجھ سے اس طرح ہے جس طرح کہ میرے بدن سے سر کا مقام ہے۔ (الصواعق المحرقة: ص: 125)

حدیث مبارکہ: 59

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ جنت میں اس طرح روشن ہوگا جس طرح دنیا والے کے لئے صبح کا ستارہ روشن ہوتا ہے۔

(الصواعق المحرقة: ص: 125)

حدیث مبارکہ: 60

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ مومنوں کا بادشاہ ہے اور مال منافقین کا بادشاہ ہے۔ (الصواعق المحرقة: ص: 125)

حدیث مبارکہ: 61

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (علی رضی اللہ عنہ) میرے قرض کی ادائیگی کرے گا۔ (مسند ابی ہریرہ: ص 301)

حدیث مبارکہ: 62

ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت تین اشخاص کا شوق رکھتی ہے۔

- 1- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
- 2- حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی
- 3- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی۔ (سنن ترمذی: ص 272)

حدیث مبارکہ: 63

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہر نبی کو سات نجیب رفقاء عطاء کئے گئے ہیں اور مجھے چودہ

- 1- حضرت علی رضی اللہ عنہ
- 2- حضرت حسن رضی اللہ عنہ
- 3- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ
- 4- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
- 5- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
- 6- حضرت عمر رضی اللہ عنہ (حدیث مبارکہ میں ان کا صرف ذکر آیا ہے) (الصواعق المحرقة: ص 126)

حدیث مبارکہ: 64

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ مرض الموت میں ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم صبح کی نماز ادا کر رہے تھے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میرے قرآن کو میری سنت سے یاد کرو اور جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے ہرگز تمہاری آنکھیں نہ چندیاں لیں گی اور نہ ہی تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہوگی اور نہ تمہارے ہاتھوں سے کوئی کوتاہی ہوگی۔

اور ارشاد فرمایا:

میں تمہیں ان دو اشخاص سے حسن سلوک کی تاکید فرماتا ہوں۔ یہ ارشاد فرما کر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا جو کوئی ان دونوں سے کسی چیز کو رد کرے گا اور ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایک نوز عطا فرمائے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن بھی وہ اس پر گزرے گا۔ (الصواعق المحرقة: ص: 126)

حدیث مبارکہ: 65

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے اور سترہ یا انیس روز تک اس کا محاصرہ فرمایا پھر خطبہ کے لئے قیام فرمایا اور حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا۔ تمہیں اپنی اولاد کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں میرا اور تمہارا ملنا حوض کوثر پر ہوگا۔ اس قرآن مقدسہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم ضرور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، میں تمہاری طرف ایک شخص کو بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا یا میری طرح ہوگا وہ تمہاری گردنوں پر قتال کرے گا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

وہ شخص یہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص: 66)

حدیث مبارکہ: 66

ایک روایت میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں ارشاد فرمایا:

لوگو! قریب ہے کہ جلد وصال فرما جاؤں۔ میں تم سے معذرت کرتے ہوئے پہلے بھی فرما چکا ہوں کہ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت کی اولاد کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کر کے ارشاد فرمایا:

یہ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے یہ حوض کوثر تک الگ نہیں ہوں گے جو کچھ میں چھوڑ کر جا رہا ہوں اس کے متعلق ان دونوں سے پوچھ لیا کرنا۔ (الصواعق المحرقة: ص: 126)

حدیث مبارکہ: 67

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک چار دیواری میں یاد فرمایا اور مجھے اپنی ٹانگ سے مار کر ارشاد فرمایا:

کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ کو راضی کروں گا تو میرا بھائی اور میرے بیٹے کا والد ہے۔ میری سنت پر جنگ کرو جو میرے عہد پر مرے گا وہ جنت کے خزانے میں ہوگا اور جو تیرے عہد پر مرے گا اس نے بھی اپنا حصہ پورا کر دیا اور جو تیری موت کے بعد تجھ سے محبت کرتے ہوئے مرا اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس پر امن و امان کی مہر لگا دے گا۔

(احادیث یحتج بها الشيعة: ص: 492)

حدیث مبارکہ: 68

ابن اسماک نے روایت کیا ہے کہ

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص پل صراط پر سے نہ گزرے گا علاوہ ازیں اس کے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے گزرنے کا تحریر کیا ہو۔ (الصواعق المحرقة: ص: 126)

حدیث مبارکہ: 69

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں بروز حشر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دو زانو ہو کر جھکڑے کے لئے بیٹھوں گا۔

ان لوگوں کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے مخاصمت کی۔ (الحج: 19)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ، ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔ (صحیح البخاری: ص: 388)

حدیث مبارکہ: 70

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس جس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے یا ایہا الذین امنوا کے الفاظ نازل فرمائے ہیں وہیں وہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے امیر اور سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر اچھی صورت میں فرمایا ہے۔ (الصواعق المحرقة: ص: 127)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائیں و رضا مند ہونا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کثیر دعائیں کلمات اور رضا مند ہونے کے متعلق روایات ہیں جن میں سے دلائل کے لئے چند عرض کی جاتی ہیں۔

حادث سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرمائی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے لوگو! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کی طرح گرنے لگیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37843)

ایک اور روایت میں ہے:

یزید بن اسلم سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سوئپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37869)

ایک اور روایت میں ہے: عبداللہ بن عروہ نے کہا:

مجھے اس شخص نے خبر دی جو جنگ صفین میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اہل

شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی۔ اے اللہ عز و جل! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما۔ پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ

لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے بھی یہی دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37854)

ایک اور روایت میں ہے

حضرت رویم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے کشتی لڑیے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

میں تم سے کشتی لڑوں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی کو بچھاڑ دیا۔

جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

اگر مجھ سے اس حدیث مبارکہ کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کرتا۔

(تاریخ دمشق: رقم الحدیث: 13465)

ایک اور روایت میں ہے:

نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ

میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت ہو گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی۔ ہم

نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ

کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو گئے تو

میں نے ان سے پوچھا۔

آپ ﷺ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے لئے لڑتا ہوا قتل کیا گیا وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: رقم الحدیث: 2968)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رضا مند ہونے اور جنت کی بشارت پر روایات موجود ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے۔

اے اللہ عز و جل! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے۔

اے اللہ عز و جل! دوزخ کی آگ کو معاویہ رضی اللہ عنہ پر حرام کر دے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 13484)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابھی تمہارے سامنے اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آئے۔

(تاریخ دمشق: رقم الحدیث: 13499)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور برادر نسبتی ہیں اور وحی کے کاتب اور اس پر امین ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

میرے لیے میرے اصحاب اور میرے سرال والوں کو چھوڑ دو (ان کو برا نہ کہو) جس نے ان کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ (تاریخ دمشق الکبیر: رقم الحدیث: 13537)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا احترام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی جس کو جنگ جمل کہا جاتا ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جنگ کے باوجود بھی ان مقدس نفوس کا ادب و احترام کرتے تھے جس پر یہ روایات شاہد ہیں۔

ابو جعفر سے روایت ہے کہ

جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم پر رو رہے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37763)

ایک اور روایت میں ہے: ابوالختری سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل کے متعلق سوال کیا گیا۔

کیا وہ مشرک ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ وہ شرک سے بھاگ چکے ہیں۔

کہا گیا۔

کیا وہ منافق ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: منافق اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔

کہا گیا۔

پھر وہ کیا ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: وہ ہمارے بھائی ہیں، جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37752)

ایک اور روایت میں ہے:

عبید اللہ بن انصاری سے روایت ہے کہ

جنگ جمل کے دن ایک شخص نے آکر کہا۔

میں نے طلحہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سن کر ارشاد فرمایا: تمہیں دوزخ کی بشارت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: جز: 27، ص: 81)

ایک اور روایت میں ہے:

مسلم بن یزید سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ سے جنگ کی تو ابن جرموز آپ رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر آیا۔

اور کہا: میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تو نے صفیہ کے بیٹے کو قتل کر دیا تجھے دوزخ کی بشارت ہے۔ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج: 20، ص: 307)

ایک اور روایت میں ہے: ابوصالح سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا:

کاش! میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مرچکا ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37813)

ایک اور روایت میں ہے: طلحہ بن مصرف سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے چہرے سے مٹی صاف کی۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر کہا۔

کاش! میں آج سے پہلے مرچکا ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37785)

ایک اور روایت میں ہے:

ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے توقع ہے کہ میں اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اس آیت کے مصداق ہوں گے۔

وَلَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ۝ (الحجر: 47)

ان کے دلوں میں جو (ایک دوسرے کے خلاف) رنجش تھی ہم اس کو نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک

دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37810)

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر رحمہ اللہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اس جنگ میں دونوں طرف سے دس ہزار مسلمان قتل کیے گئے۔ پانچ ہزار ایک طرف سے اور پانچ ہزار دوسری طرف

سے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسلمانوں نے حصار میں لیا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار تھیں اور ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

جب یہ خطرہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا تیروں کی زد میں آرہی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دی گئیں پھر

جنگ رک گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے نہ کسی گرے ہوئے یا زخمی پر ہاتھ اٹھایا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مقتولین کے درمیان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھانے کا حکم دیا اور محمد بن ابی بکر اور عمار کو حکم دیا کہ

وہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے لیے خیمہ لگا دیں۔

محمد بن ابی بکر نے آکر پوچھا: آپ رضی اللہ عنہا کو کوئی زخم تو نہیں آیا؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں۔ پہلے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے آکر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور عرض کیا۔

اے اماں جان! آپ رضی اللہ عنہا کو سلام ہو۔ پھر حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور آپ رضی اللہ عنہا

کی خیریت پوچھی۔

اور کہا: اللہ عزوجل آپ ﷺ کی مغفرت فرمائے۔ پھر لگاتار مسلمان آکر آپ ﷺ کو سلام کرتے رہے۔ رات کو آپ ﷺ اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ عبداللہ بن خلف الخزاعی کے گھر تشریف لے گئیں۔ آپ ﷺ تین دن بصرہ میں ٹھہری تھیں۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر کے ساتھ مدینہ منورہ چلی گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ کے باہر تین دن تک ٹھہرے پھر آپ ﷺ نے فریقین کے تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ اعلان کر دیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے کسی کا سامان لوٹا نہیں جائے گا۔ (البدایہ والنہایہ: 7: 5، ص: 341)

نبی کریم ﷺ کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دینا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت بیان کرنے سے قبل آپ ﷺ کی شہادت کے متعلق جو نبی کریم ﷺ نے خبر دی تھی اس سلسلے میں روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

غزوہ ”ذات العشیرہ“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میں ایک دوسرے کے ساتھ تھے پس جب نبی کریم ﷺ اس جگہ تشریف لائے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنو مدجن کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک کھجور تلے اپنے ایک چشمہ میں کام کر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا:

اے ابایقظان! تمہاری کیا رائے ہے اگر ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ پس ہم ان کے پاس آئے اور ان کے کام کو کچھ دیر تک دیکھا پھر ہمیں نیند آنے لگی تو میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجوروں کے درمیان مٹی پر لیٹ کر سو گئے۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! ہمیں نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی نے نہیں جگایا۔ آپ ﷺ نے ہمیں مبارک قدموں کے مس سے جگایا جبکہ ہم خوب خاک آلود ہو چکے تھے۔

پس اس دن نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوتراب! اور آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر مٹی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں دو بد بخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔
ہم نے کہا:

ہاں! یا رسول اللہ ﷺ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پہلا شخص قوم شمود کا حمیر تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے اے علی رضی اللہ عنہ جو تمہارے سر پر وار کرے گا حتیٰ کہ (خون سے یہ) داڑھی تر ہو جائے گی۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 18321)

ایک اور روایت میں ہے: سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے حراء (پہاڑ) پر سکون رہو پس بے شک تجھ پر نبی (کریم ﷺ) ہے یا صدیق یا شہید ہیں۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ اس پہاڑ پر نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2417)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن سبع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور مخلوقات کو زندگی عطا فرمائی۔ یہ داڑھی ضرور بالضرور خون سے خضاب کی جائے گی۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: پس آپ رضی اللہ عنہ ہمیں بتادیں وہ کون ہے؟ ہم اس کی نسل مٹا دیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے۔ لوگوں نے کہا: اگر آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے ہیں تو کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں لیکن میں تمہیں وہ چیز سونپتا ہوں جو نبی کریم ﷺ نے تمہیں سوپنی (یعنی باہم مشورہ سے خلیفہ مقرر کرو)۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 1340)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کیسے ہوئی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل خود ہی خبر دے دی۔

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو عبدالرحمن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دوبار اس کو واپس بھیج دیا جب وہ تیسری بار آیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بد بخت کو کون روکے گا؟

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ضرور بالضرور اس (داڑھی کو) خضاب کیا جائے گا یا خون سے رنگا جائے گا یعنی سر کے خون سے میری داڑھی سرخ ہوگی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دو شعر پڑھے۔

تو موت کے لئے کمر بستہ ہو

بے شک موت تجھے آنے والی ہے۔

اور قتل سے خوفزدہ نہ ہو

جب وہ تیری وادی میں اتر آئے

اللہ عزوجل کی قسم! یہ حضور انور ﷺ کا میرے ساتھ عہد ہے۔ (طبقات الکبریٰ: 3: 33)

علامہ ابن حجر عسقلانی 974ھ لکھتے ہیں:

جس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑا بڑھ گیا تو تین خارجی عبدالرحمن بن ملجم المرادی، برک اور عمر التیمیق نے مکہ مکرمہ میں جمع ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے لوگوں کو ان سے چھٹکارا دلانیں گے۔ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، برک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا سوچا اور اس طرح بھی بات پکی ہوئی کہ ان کو گیارہ یا سترہ رمضان المبارک کی رات کو شہید کیا جائے پھر ان میں سے ہر ایک اپنے شکار کے ٹھکانے کے لئے چل نکلا۔ ابن ملجم کوفہ کو آیا اور اپنے ساتھیوں سے ملا اور ان کو اپنے ارادے کے متعلق آگاہ نہ کیا۔

شعیب بن عجرۃ الاشجعی وغیرہ اس کے موافق ہوئے۔ جب سترہ رمضان المبارک 40ھ کو جمعرات تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سحری کے وقت جاگے۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: میں نے آج کی رات نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ہے۔

اور عرض کیا کہ

آپ ﷺ کی امت نے میرے ساتھ کوئی خیر نہیں کی ہے۔

تو آپ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ عزوجل مجھے بدلے میں وہ شخص دے جو میرے لیے بہتر ہوں اور ان کو میرے بدلے وہ شخص دے جو ان کے لئے برا ہو پھر آپ ﷺ کی طرف بطنیں چیختی ہوئی آئیں تو لوگوں نے ان کو بھگا دیا۔

آپ نے فرمایا: ان کو ترک کر دو کیونکہ یہ تو نوحہ کرنے والی ہیں۔

اس دوران مؤذن نے آکر کہا۔

نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ ﷺ دروازے سے پکارتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شعیب نے آپ ﷺ پر تلوار سے وار کیا جو دروازے پر لگا پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ ﷺ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتا ہوا دماغ تک چلا گیا اور ابن ملجم بھاگ نکلا جب گھر آیا تو بنی امیہ کے ایک شخص نے آکر اس کو قتل کر دیا اور ابن ملجم کو ہر طرف

سے لوگوں نے گھیرا ڈال لیا اور ہمدان کے ایک شخص نے اس کے قریب ہو کر اس پر چادر ڈالی اور اس کو گرا دیا اور اس سے تلوار چھین کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا:

جان کے بدلے جان! جب میں وفات پا جاؤں تو اس کو ویسے ہی قتل کرنا جس طرح اس نے مجھے قتل کیا ہے اور اگر میں بچ گیا تو اس کے معاملہ میں تفکر کروں گا۔ (الصواعق المحرقة: ص: 133)

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے صادق مصدوق رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا:

تم کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک کہ تمہاری اس جگہ ضرب نہ لگائی جائے اور تمہاری یہ جگہ (خون سے) رنگیں نہ ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا اور ارشاد فرمایا! قوم کا سب سے بد بخت شخص تمہیں قتل کرے گا۔ جیسے قوم شمود کے بد بخت شخص نے اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالی تھیں۔

امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ

خوارج کے تین شخص مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔ عبد الرحمن بن ملجم مرادی، برک بن عبد اللہ تمیمی اور عمر بن بکیر تمیمی انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ یہ تین اشخاص کو قتل کریں گے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اور ان کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔

ابن ملجم نے کہا: علی (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

برک نے کہا: میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

اور عمرو بن بکیر نے کہا:

میں عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا وہ سب ایک دوسرے سے عہد اور میثاق کر کے اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ ابن ملجم نے شبیب بن نجرحہ الشجعی کو اپنا ہم راز بنایا اور اس کو ساتھ لیا۔ جب فجر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے نعرہ مارا اے علی رضی اللہ عنہ حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے تمہاری نہیں ہے۔ ابن ملجم نے تلوار ماری جو پیشانی کو کاٹی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شبیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ ان کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ شبیب نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا۔ جب ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس کو آرام سے رکھو۔ اگر میں زندہ رہا تو میں اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو اس کو میرے ساتھ لاحق

کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور انیس رمضان المبارک 40ھ کو فوت ہو گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پیر کاٹے گئے اس کی آنکھیں نکال دی گئیں، زبان کاٹی گئی اور پھر اس کو قتل کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: ج: 4، ص: 38)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے 974ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ

زخموں کا قصاص ہوتا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ کر باندھ دیا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ اور ہفتہ کے دن حیات رہے اور اتوار کی رات کو وصال فرما گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور حضرت محمد بن الحنفیہ پانی ڈال رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو قمیض کے بغیر تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں اور رات کو کوفہ کے دارالامارات میں آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا یا قری میں اس مقام پر جس جگہ آج کل زیارت کرتے ہیں یا آپ رضی اللہ عنہ کے گھر اور جامع الاعظم کے مابین آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا پھر ابن ملجم کو اطراف سے ٹکڑے کیا گیا اور وسیع مکان میں رکھ کر جلایا گیا۔

یہ بھی آتا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا پھر اس کی نعش کو ام الہیثم بنت الاسود الخثعمیہ نے جلا دیا۔ جس رمضان المبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس میں آپ رضی اللہ عنہ ایک رات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس، ایک رات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اور ایک رات حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے:

میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے خالی پیٹ ملاقات کروں جس رات کو صبح آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس رات اکثر باہر نکل کر آسمان کو ملاحظہ فرماتے۔

اور آپ کہا کرتے کہ

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہ جھوٹ بولا اور نہ ہی جھٹلایا گیا ہوں۔ یہی وہ رات جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے اور جب سحری کے وقت آپ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے آئے تو ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کافی ضرب لگائی جس طرح کہ ہم احادیث مبارکہ فضائل میں ذکر کر چکے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر خوارج کے کھود لینے کے ڈر سے چھپائی گئی۔ شریک نے کہا کہ

آپ ﷺ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کو مدینہ منورہ لے گئے ہیں۔

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

جب آپ ﷺ شہید ہوئے تو لوگ آپ ﷺ کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ دفن کرنے کے لئے اٹھالائے۔ رات کو چلتے ہوئے وہ اونٹ جس پر آپ ﷺ کی نعش مبارک تھی بدک گیا اور کسی کو علم نہ ہو سکا وہ کہاں گیا اور نہ ہی اس کو کوئی پکڑنے میں کامیاب ہوا۔

اس لیے اہل عراق نے کہا:

آپ ﷺ بادلوں میں ہیں۔

اور بعض نے کہا کہ

اونٹ جلا وطنی میں گر گیا اور لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 63 سال تھی۔ بعض نے عمر مبارک 64 سال اور بعض نے 65 سال اور بعض نے 57 سال اور بعض نے 58 سال بتائی ہے۔

ایک بار کوفہ کے اندر منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ ﷺ سے اس آیت کریمہ

رَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا

(الاحزاب: 23)

کے بارے میں پوچھا گیا۔

تو ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ یہ آیت کریمہ میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور میرے چچا زاد عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے متعلق نازل ہوئی ہے عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا فرما دیا ہے۔ باقی بچا میں تو میں اس بد بخت کا منعظ ہوں جو میرے سر اور داڑھی کو رنگے گا۔ اس نے میرے حبیب ابوالقاسم ﷺ سے یہ عہد لیا ہے۔ جب آپ ﷺ کو چوٹ لگی تو آپ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر ارشاد فرمایا۔ میں آپ ﷺ کو تقویٰ اللہ کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا اگرچہ تمہیں چاہے تم دنیا کو بالکل نہ چاہنا اور جو دنیاوی چیز آپ کو نہ ملے اس پر رونا مت۔ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، کمزور کی مدد کرنا، آخرت کے لئے کام کرنا، ظالم سے مقابلہ کرنا، مظلوم کا مددگار بننا، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کرنا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا تم نے اس وصیت کو یاد کر لیا ہے جو میں نے تمہارے دونوں بھائیوں سے فرمائی ہے۔

انہوں نے جواب دیا۔

ہاں!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں بھی یہی وصیت کرتا ہوں اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کی عزت کرنا کیونکہ ان کا آپ ﷺ پر بہت بڑا حق ہے اور ان کے بغیر کسی معاملہ کو طے ہرگز نہ کرنا۔

پھر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں اس بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور آپ جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے اس کے بعد لا الہ الا اللہ کے علاوہ کچھ بھی نہ فرما سکے حتیٰ کہ آپ ﷺ وصال فرما گئے۔

روایت ہے کہ

ابن ملجم آپ ﷺ کے پاس سواری کے لئے آیا۔ آپ ﷺ نے اس کو سواری دے کر یہ اشعار پڑھے۔
میں اس کی زندگی کا اور وہ میرے قتل کا خواہش مند ہے آپ کو تمہارے دوست کے معاملہ میں جو مراد قبیلہ سے ہے کون معذور سمجھے۔

پھر ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ میرا قاتل ہے۔

کہا۔

آپ ﷺ اس کو قتل کیوں نہیں فرما دیتے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پھر مجھے کون قتل کرے گا۔

السدی سے مستدرک میں روایت کیا گیا ہے کہ

ابن ملجم خوارج کی ایک عورت پر دیوانہ ہو گیا تھا جس کا نام قطام تھا اس نے اس سے نکاح کر لیا اور تین ہزار درہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل مہر میں دیا۔

اس کے بارے میں خرزوق نے کہا کہ

قطام کے مہر کی طرح کسی عربی اور عجمی سخی کو واضح مہر دیتے نہیں دیکھا۔ تین ہزار درہم، ایک غلام اور ایک لونڈی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاٹنے والی تلوار کی ایک ضرب اگرچہ کوئی مہر بہت زیادہ ہی بھاری ہو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مہر سے بھاری نہیں ہو سکتا اور کوئی حملہ اگرچہ کس قدر اچانک ہو ابن ملجم کے حملے کی مانند نہیں ہو سکتا۔ (الصواعق المحرقة ج ۱ ص ۱۳۴ تا ۱۳۵)

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و سوانح حیات مختصر بیان کیے ہیں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و سوانح حیات بیان کیے جائیں تو کئی جلدیں بن سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول و منظور فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوعِ

باب: جس نے رکوع کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہ کیا

یہ باب رکوع کے وقت ہاتھ نہ اٹھانے کے حکم میں ہے۔

639 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ يَعْنِي ابْنَ كَلْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عُلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ إِلَّا أُصَلِّيَ بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا حَدِيثٌ مُخْتَصَرٌ مِّنْ حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَلَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ

علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں۔ فرمایا کہ آپ نے نماز پڑھائی اور ایک بار کے علاوہ اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھایا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی یہ حدیث مبارکہ طویل حدیث مبارکہ سے مختصر ہے۔

(سنن ترمذی: ج: 1، ص: 451، سنن النسائی: ج: 4، ص: 201، مسند ابویعلیٰ: ج: 8، ص: 453، مسند ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 333)

640 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيبٍ مِّنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُودُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيدَ نَحْوَ حَدِيثِ شَرِيكٍ لَمْ يَقُلْ ثُمَّ لَا يَعُودُ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ لَنَا بِالْكُوفَةِ بَعْدُ ثُمَّ لَا يَعُودُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ وَخَالِدٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ يَزِيدَ لَمْ يَذْكُرُوا ثُمَّ لَا يَعُودُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَمْرٍو وَأَبُو حُدَيْفَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا قَالَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَرَّةً وَاحِدَةً

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک بلند فرماتے پھر نہ اٹھاتے۔ سفیان نے یزید سے شریک کی طرح روایت کی ہے یہ نہیں کہا پھر اس طرح نہ کرتے۔ سفیان نے کہا ہمیں کوفہ میں کہا گیا کہ بعد میں اس طرح نہ کرتے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کو ہشیم اور خالد اور ابن ادریس نے یزید سے روایت کیا ہے۔ یہ ذکر نہیں کیا کہ پھر اس طرح نہ کرتے۔ معاویہ، خالد بن عمر اور حذیفہ نے اپنی اسناد کے ساتھ سفیان سے روایت کر کے کہا پہلی بار صرف ہاتھ اٹھائے اور بعض نے کہا ایک بار ہاتھ اٹھائے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 640)

641 حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَخِيهِ عِيسَى عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا حَتَّى انْصَرَفَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز کو شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرمایا پھر دوبارہ نہ بلند فرمائے حتیٰ کہ فارغ ہو جاتے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

(معجم الاوسط: ج: 2، ص: 84، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 76)

642 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَمْعَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اونچا کر کے اٹھاتے۔

(سنن الترمذی: ج: 1، ص: 404، مسند احمد: ج: 18، ص: 62)

تشریح:

☆ قوله عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه الا اصلى بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم

یہ حدیث مبارکہ احناف کی پختہ دلیل ہے مگر مخالفین نے اس پر اعتراض کیا ہے جس کا جواب ذکر کیا جاتا ہے۔

اعتراض

امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں فرمایا:

قال عبد الله بن المبارك قد ثبت حديث من يرفع وذكر حديث الزهري عن سالم عن ابيه ولم يثبت حديث ابن مسعود ان النبي ﷺ يرفع الانى اول مرة .

جواب

امام ترمذی رحمہ اللہ کی اس حدیث مبارکہ کا جواب یہ ہے کہ یہ جرح مبہم ہے جس کا اعتبار نہیں اسی وجہ سے امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس کی جانب کوئی التفات نہیں فرمایا اور حدیث مبارکہ کی آپ رحمہ اللہ نے تحسین فرمائی۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایتیں ہیں ایک روایت الفعل کے قبیل سے ہے جو کہ مرفوع صریح ہے "ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يرفع يديه الا مرة" اور دوسری روایت حکایت الفعل کے طور پر ہے "الا صلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى قلم يرفع الا في اول مرة" یہ روایت مرفوع حکمی ہے۔
امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کو یوں ہی روایت فرمایا ہے۔ لہذا عبد اللہ بن مبارک کا اعتراض مرفوع صریح پر ہے نہ کہ دوسری روایت پر کیونکہ دوسری روایت کو تو عبد اللہ بن مبارک نے سفیان سے خود روایت کیا ہے جس طرح کہ امام نسائی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے: لہذا جس حدیث مبارکہ کو وہ خود روایت کر رہے ہیں اس کو وہ کس طرح لم یثبت کہہ سکتے ہیں۔

اعتراض

حافظ منذری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کہا گیا ہے کہ لم يسمع عبد الرحمن عن علقمة تو حدیث کی سند میں انقطاع ہوا۔

جواب

ابن دقیق العید نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ "هذا لنقد عن رجل مجهول وقد تتبع هذا القائل فلم أجده" یعنی یہ اشکال کسی مجہول آدمی کی طرف سے ہے جس کے قائل کا ہمیں کوئی علم نہیں ہو سکا کہ کون ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ اس سند کو ابن ابی حاتم نے مراسل میں ذکر نہیں کیا اگر سماع ثابت نہ ہوتا تو وہ اس کو ضرور مراسل میں ذکر فرماتے۔
ابن دقیق العید نے فرمایا کہ

سماع میں تردد کی کیا بات ہے جبکہ عبد الرحمن، ابراہیم نخعی کے ہم عمر ہیں اور ابراہیم نخعی کا علقمہ سے سماع بالاتفاق ثابت ہے اور بڑی پیاری بات جو ثابت ہے وہ یہ کہ خطیب بغدادی نے کتاب المحقق والمفتق میں عبد الرحمن کے ترجمہ میں صراحت

فرمائی ہے کہ انہ سمع اباه و علقمة ۔

☆ قوله قال ابوداؤد و هذا حديث مختصر من حديث طويل وليس هو بصحيح علي هذا للفظ علي هذا المعنى ۔

علامہ شوکانی وغیرہ بعض متاخرین اہل حدیث کی طرف سے یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی غیر صحیح قرار دیا ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

یہ عبارت مدسوس ہے اس میں دسیہ کاری کی گئی ہے اگر اس کو ثابت بھی مان لیں تو یہ کہا جائے گا کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی غرض صحت اصطلاحیہ کی نفی ہے جو کہ حدیث کے حسن ہونے کے منافی نہیں ہے۔ حدیث صحیح و حسن و متقابل اقسام ہیں اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی تحسین فرمائی ہے۔

☆ قوله عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی یہ روایت کردہ حدیث مبارکہ طحاوی، دارقطنی، بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی موجود ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں یزید شروع میں تو ثم لا يعود نہیں فرماتے تھے مگر جب کوفہ میں وہ ٹھہرے اور اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا تو کوفہ والوں کی تلقین پر ثم لا يعود فرمانے لگ گئے تھے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اسی طرح ہشتم اور خالد اور ابن ادریس نے بھی یزید سے اس زیادتی الفاظ کو روایت نہیں کیا۔

اشکال

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ شریک متفرد ہے اور دوسرا یہ کہ یزید ہے۔

جواب

شریک متفرد نہیں ہے چنانچہ ابن عدی الکامل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”رواہ هشيم و شريك جماعة معهما عن يزيد باسنادہ وقالوا فيه ثم لم يعد“ اور اسماعیل بن زکریا اور ابواسحاق نے شریک کی متابعت کی ہے جس طرح کہ بیہقی اور دارقطنی کی روایت میں ہے اور دوسرا یزید کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ کو عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے یزید کے علاوہ دو روایت کرنے والے دوسرے بھی ہیں خود سنن ابوداؤد میں اول عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اور دوسرا الحکم بن عتبہ ہیں اور یہ دونوں ثقہ راوی ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

☆ قولہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث روایت ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمارہ ہے انصاری حارثی ہیں 24 چوبیس میں کوفہ پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل، صفین اور غزوہ نہروان میں شریک ہوئے۔ مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔ (مرآة المناجیح: ج: 8، ص: 521)
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب وَضْعِ الْيُمْنِي عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ

نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا

یہ باب نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کے حکم میں ہے۔

643 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ صَفْتُ الْقَدَمَيْنِ وَوَضَعْتُ الْيَدَ عَلَى الْيَدِ مِنَ السُّنَّةِ
حضرت زرعہ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ
قدموں کو برابر رکھنا اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 30)

644 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ بْنُ الرَّيَّانِ عَنْ هُشَيْمِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَبِي زَيْنَبٍ عَنْ أَبِي عُمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى الْيُمْنَى فَرَأَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نمازیوں پڑھی کہ الٹے ہاتھ کو سیدھے ہاتھ پر رکھا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھ کر ان کا سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر رکھ دیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 28)

645 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى

الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السَّرَّةِ

ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۲: ص ۳۱)

646 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَّامَةَ يَعْنِي ابْنَ أَعِينٍ عَنْ أَبِي بَدْرٍ عَنْ أَبِي طَالُوتَ عَبْدِ السَّلَامِ عَنْ ابْنِ جَرِيرٍ الضَّبِّيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ يُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السَّرَّةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَوْقَ السَّرَّةِ قَالَ أَبُو مَجْلَزٍ تَحْتَ السَّرَّةِ وَرَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ

ابن جریر ضبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ سے کلائی پر پکڑنا ناف کے نیچے (آگے یہ الفاظ ہیں) یُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السَّرَّةِ

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا سعید بن جبیر سے فوق السرة روایت ہے ابو مجلز نے کہا تحت السرة اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور قوی نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 646)

647 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ عَنْ سَيَّارِ أَبِي الْحَكَمِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَخَذُ الْكَفَّ عَلَى الْإِصْبَعِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السَّرَّةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُضَعِّفُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْكُوفِيَّ

ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے عبد الرحمن بن اسحاق کوفی کی تضعیف سنی ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 647)

648 حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى عَنْ طَاوُسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ

طاؤس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدھے ہاتھ کوالٹے ہاتھ پر رکھتے۔ پھر اپنے سینے پر ان دونوں کے درمیان رکھتے، حالانکہ نماز میں ہوتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 648)

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے؟

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں فقہاء کرام کے مذاہب بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور کا قول یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کوالٹے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے کیونکہ یہ خوف رکھنے والے کی صفت ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ، لیث اور ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ ہاتھ باندھنا مکروہ ہے اس کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ کوئی اس کو واجب نہ اعتقاد کر لے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باطن کے خلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ فرمایا ہے نہ نفل نماز میں۔ امام اوزاعی اور فقہاء کرام کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے میں اختیار ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 157)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ناف کے اوپر سینہ پر ہاتھ رکھے جائیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابواسحاق مروزی کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ سے بھی دو روایتیں ہیں تیسری روایت اختیار کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ

سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ

ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ جمہور مالکیہ کا مشہور قول یہی ہے۔ (شرح للنووی: ج: 1، ص: 173)

فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین، عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

ہاتھ باندھنے کی جگہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے تیسری روایت یہ ہے کہ

فقہاء احناف کا مذہب

نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان مقدس ہے کہ سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ یہ حدیث مبارکہ امام مالک رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول ہاتھ چھوڑنا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔

احناف کے موقف پر کثیر احادیث مبارکہ و آثار شاہد ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نماز میں سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 286)

دلیل نمبر: 2

علقمہ بن وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے دیکھا نبی کریم ﷺ نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔ (المصنف: ج: 1، ص: 390)

دلیل نمبر: 3

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (مسند احمد: جز: 1، ص: 110)

دلیل نمبر: 4

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
تین چیزیں نبوت کی عادات سے ہیں۔

1- افطار میں جلدی کرنا

2- سحری میں دیر کرنا

3- نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔ (الجوہر النقی عن انس: جز: 2، ص: 32)

دلیل نمبر: 5

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے:

داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے سنت ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 2، ص: 31)

دلیل نمبر: 6

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔ (مسند احمد: جز: 1، ص: 110)

دلیل نمبر: 7

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 2، ص: 31)

دلیل نمبر: 8

امام ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ

آپ اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔ (جامع الرضوی: جز: 2، ص: 385)

دلیل نمبر: 9

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا نبوت کے اخلاق میں سے ہے۔ (المحلی لابن حرم: جز: 2، ص: 30)

دلیل نمبر: 10

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نماز میں سنت یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے جائیں۔ (المصنف: ج: 1، ص: 391)

دلیل نمبر: 11

ابراہیم فرماتے ہیں کہ

نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 390)

دلیل نمبر: 12

حجاج بن حسان سے روایت ہے کہ

میں نے ابو بکر سے سوال کیا ہاتھ کس طرح رکھے؟

انہوں نے کہا:

ناف کے نیچے بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کا باطن رکھے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 391)

سینے پر ہاتھ باندھنا کیسا؟

☆ قوله ثم يشد بينهما على صدره وهو في الصلوة

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا سنت کے خلاف ہے اور سنت یہ ہے کہ مرد کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے جس طرح کہ گزشتہ دلائل سے ثابت کیا گیا۔ مگر سنن کبریٰ میں دونوں ہاتھ سینے پر رکھنے کی روایت بھی ہے جس میں علماء کرام نے کلام فرمایا ہے وہ حدیث مبارکہ یہ ہے۔

حضرت وائل سے روایت ہے کہ

انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا پھر دونوں ہاتھ سینے پر رکھے۔

(سنن کبریٰ: ج: 2، ص: 30)

علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان مارودینی الشہیر بابن الترمذی متوفی 845ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کی سند میں محمد بن حجر ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ

وہ اپنے چچا سے منکر روایات کرتا ہے اور ایک راوی ام جبار ہے یہ غیر معروف ہے۔

نیز امام بیہقی رحمہ اللہ نے کہا:

ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے جائیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:

تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں۔

1- جلدی افطار کرنا

2- دیر سے سحری کرنا

3- اور نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھنا۔ (الجوہرائی: ج: 2، ص: 30 تا 32)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ باندھ لینا یوں کہ مرد ناف کے نیچے دہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کلائی کے جوڑ پر رکھے چھنگلیا اور انگوٹھا کلائی کے اگل بغل رکھے اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کی پشت پر بچھائے اور عورت دھنشی بائیں ہتھیلی سینہ پر چھاتی کے نیچے رکھ کر اس کی پشت پر دہنی ہتھیلی رکھے۔ (غیۃ المستملی: ص: 300)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ابن مسعود رضي الله عنه

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے بہت ساری احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

”عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن مخبح بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاهل بن حارث بن تمیم بن سعد بن

ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مفسر ابو عبد الرحمن الہذلی۔“

آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام مسعود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں

مسلمان ہوئے تھے۔ جب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت خطاب مسلمان ہوئی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا۔ ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟

میں نے عرض کیا:

ہاں! لیکن میں امین ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس سے زرنے جفتی نہ کی ہو، میں ایک چھ ماہ والی بکری لے آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو باندھا پھر اس کے تھنوں کو ملنا شروع کیا اور دعا کرنے لگے حتیٰ کہ اس میں دودھ اتر آیا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ دوھا۔

آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

دودھ پیو، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے دودھ پیا۔

آپ ﷺ نے پھر اس بکری کے تھنوں سے کہا:

سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ کر پہلے کی طرح ہو گئے، اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گیا۔

اور میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس کلام کی تعلیم ارشاد فرمادیجئے۔

آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا:

تم تو پڑھانے والے لڑکے ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے نبی کریم ﷺ سے ستر سورتیں سیکھیں اور کسی شخص نے مجھ سے بحث نہیں کی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جہراً قرآن مجید پڑھا۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت کرتے

تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ

کے گھر جاتے تھے۔ آپ ﷺ کو نعلین پہناتے تھے آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کے آگے چلتے تھے۔ جب آپ ﷺ

غسل فرماتے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پردہ کرتے۔ جب آپ ﷺ سو جاتے تو آپ ﷺ کو بیدار کرتے۔ صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم میں آپ ﷺ صاحب السواد والساواک کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرتیں کیں۔ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ ابو جہل کے سینہ پر سوار ہو کر انہوں نے ہی اس لعین کا سر کاٹا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

مجھے سورہ نساء پڑھ کر سناؤ۔

میں نے عرض کیا:

میں آپ ﷺ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ خود آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید کو سننا پسند کرتا ہوں۔

میں نے آپ ﷺ کے سامنے قرأت کی جب میں اس آیت کریمہ پر پہنچا۔

”فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید وجئناک علی ہولاء شہیدا“

تو نبی کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ

ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

ہمیں اس شخص کے بارے میں بتلائیے جو اپنی سیرت اور عادات و اطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہو

تاکہ ہم اس سے دین سیکھیں اور اس سے احادیث مبارکہ سماعت کریں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو شخص اپنی سیرت اور عادات و اطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے اور

رسول اللہ ﷺ کے یاد رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب ابن ام عبد کو حاصل

ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر میں بغیر مشورہ کے کسی کو امیر بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا (یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ

منورہ میں 32ھ میں فوت ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ساٹھ اور چند سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز: 3، ص 256 تا 260)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے ہر لی ہیں پرانے مومنین سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ ﷺ چھٹے صاحب ہیں کہ آپ ﷺ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے۔ حضور انور مصلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے۔ حضور انور مصلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اسرار تھے۔ سفر میں حضور انور مصلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین، مسواک، وضو کا برتن آپ ﷺ کے پاس رہتا تھا۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور مصلی اللہ علیہ وسلم نے آپ ﷺ کے جنتی ہونے کی گواہی دی۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ ناپسند کریں۔ اخلاق، عادات، طور طریقہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتے جلتے تھے۔ دبلے دراز قد گندمی رنگ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ بلا خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے۔ پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ میں آ گئے وہاں ہی 32ھ میں وفات ہوئی۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی۔ خلفاء راشدین نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔

مترجم کہتا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہیں۔

(مرآة المناجیح: ج: 8، ص: 567)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَا يُسْتَفْتَحُ بِهِ الصَّلَاةُ مِنَ الدُّعَاءِ

باب: کون سی دعا سے نماز کی ابتداء کی جائے

یہ باب دعا کے ساتھ نماز کی ابتداء کے حکم میں ہے۔

649 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَمِّهِ الْمَاجِشُونِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيٍّ

بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ (وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلدِّينِ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا) مُسْلِمًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ) اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ لِي إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوبِي فَاعْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبِّكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ وَإِذَا رَكَعَ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ أَمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخْيَ وَعِظَامِي وَعَصْبِي وَإِذَا رَفَعَ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلءَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمِلءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ وَإِذَا سَجَدَ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ أَمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلدِّينِ خَلْقَهُ وَصَوْرَهُ فَأَحْسَنَ صُورَتَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ وَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ وَإِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ رِبْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَمْدًا وَمُنْكَبِهِ وَيَضْمَعُ مِثْلَ ذَلِكَ إِذَا قَضَى قِرَائَتَهُ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَيَضْمَعُهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ وَكَبَّرَ وَدَعَا نَحْوَ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الدُّعَاءِ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ الشَّيْءَ وَلَمْ يَذْكُرْ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ وَزَادَ فِيهِ وَيَقُولُ عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلَهِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شَرِيعُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنِي شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ قَالَ لِي مُحَمَّدُ ابْنُ

الْمُنْكَدِرِ وَابْنُ أَبِي فَرَوَةَ وَغَيْرُهُمَا مِنْ فَقَهَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَإِذَا قُلْتَ أَنْتَ ذَاكَ فَقُلْ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَعْنِي قَوْلَهُ (وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے واسطے قیام فرماتے تو تکبیر فرماتے پھر آپ ﷺ ارشاد فرماتے میں نے اپنے چہرے کو اس مقدس ذات کی جانب متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری حیات و موت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو کہ تمام جہانوں کا رب عزوجل ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھ کو حکم عطا فرمایا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اے اللہ عزوجل! تو ہی مالک ہے تیرے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو ہی میرا رب عزوجل ہے اور میں ہی تیرا بندہ (خاص) ہوں۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اپنے گناہ کو تسلیم کرتا ہوں پس میرے تمام گناہوں کو معاف فرما دے کیونکہ تو ہی گناہوں کو بخش دینے والا ہے۔ تو مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت عطا فرما ان کی اچھائی کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں عطا فرماتا۔ ان کا شر مجھ سے پھیر دے اور ان کا شر تیرے سوا کوئی پھیرنے والا نہیں۔ میں تیرا حکم تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ساری خوبیاں تیرے قبضہ قدرت میں ہیں اور شر تیری ذات سے نہیں میں تیرے ساتھ ہوں اور تیری ذات کی طرف سے ہوں تو ہی برکت والا اور بلند و بالا ہے اور میں تجھ سے استغفار کرتا اور تیری طرف توبہ کرنے والا ہوں اور جب رکوع فرماتے تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے۔ اے اللہ عزوجل! میں نے تیرے واسطے رکوع کیا اور تیری ذات اقدس پر ایمان لایا اور تیری اطاعت کرنے والا ہوا۔ میری سماعت، میرا دماغ، میری ہڈیاں اور میرے پٹھے تیری بارگاہ میں عاجزی کرتی ہیں اور جب سراقدس کو اٹھاتے تو فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے جس نے اس ذات اقدس کی حمد کی۔ اے ہمارے رب عزوجل اور تیرے ہی واسطے سب تعریفات ہیں جن سے زمین و آسمان بھرے ہوئے ہیں ساری اشیاء جو ان کے مابین ہیں اور جو بعد میں بھری ہوئی ہیں۔ ہر وہ شے جس کو تو نے چاہا اور جب سجدہ فرماتے تو کہا کرتے! اے اللہ عزوجل! میں نے تیرے واسطے سجدہ کیا اور تیری ذات اقدس پر ایمان لے آیا اور تیری اطاعت کی میرے چہرے نے اس ذات مقدسہ کو سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا فرمایا اور صورت عطا فرمائی اور اچھی صورت خلق فرمائی اور اس کے اندر سماعت و بصارت کو رکھا اور اللہ تعالیٰ برکت والا ہے جو احسن الخالقین ہے اور جب نماز کا سلام پھیرتے تو کہا کرتے! اے اللہ عزوجل! جو میں پہلے کر چکا اس کو معاف فرما دے اور جو بعد میں کروں اور جس کو چھپائے ہوئے کیا اور علی الاعلان کیا اور جو زیادتی ہو گئی اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے تو ہی مقدم و موخر کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کے واسطے قیام فرماتے تو تکبیر فرماتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک بلند فرماتے اور اسی کی مثل کیا کرتے۔

جب قرأت کرنے کے بعد رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے کھڑے ہوتے وقت بھی اسی طرح کیا کرتے اور اپنے ہاتھ کو بیٹھے ہوئے کبھی بھی نہ اٹھاتے اور جب دو رکعات ادا فرما چکنے کے بعد قیام فرماتے تو اسی طرح ہاتھ کو بلند فرماتے اور تکبیر کہا کرتے اور دعا فرماتے اور حدیث عبدالعزیز دعا میں کمی اور زیادتی کے مطابق ہے مگر ”والخیر کلہ فی یدیک والشر لیس الیک“ کا ذکر نہ فرماتے۔ اس میں زیادتی یہ ہے کہ نماز سے فراغت پا کر کہا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میری مغفرت فرما جو میں نے مقدم و مؤخر کیا اور جو میں نے چھپ کر کیا اور جو علی الاعلان کیا تو ہی میرا اللہ ہے تیرے سوا کوئی اللہ نہیں۔

شعیب بن حمزہ نے کہا مجھے ابن منکدر اور ابن فروہ وغیرہما اہل مدینہ منورہ کے فقہاء کرام نے فرمایا جب تم اس کو پڑھنے لگو تو انا من المسلمین کہنا یعنی میں پہلا مسلمان ہوں۔

(صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 71، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 32، سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 296، سنن دارمی: ج: 1، ص: 309)

650 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ وَثَابِتٍ وَحُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى الصَّلَاةِ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفْسُ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ أَيُّكُمْ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِي النَّفْسُ فَقُلْتُهَا فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا يَتَدَرُّونَهَا أَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا وَزَادَ حُمَيْدٌ فِيهِ وَإِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ فَلْيَمْشِ نَحْوَ مَا كَانَ يَمْشِي فَلْيُصَلِّ مَا أَدْرَكَهُ وَلْيَقْضِ مَا سَبَقَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نماز کے واسطے آیا اور اس کا سانس پھولا ہوا تھا وہ کہنے لگا اللہ اکبر الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ، جب رسول اللہ ﷺ نماز مکمل فرما چکے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کلمات کہنے والا کون ہے پس انہوں نے کوئی بری بات نہیں کہی اسی شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے۔ میں آیا تو میرا سانس پھولا ہوا تھا تو میں نے وہ کہہ دیئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بارہ (12) ملائکہ کو ملاحظہ کیا کہ وہ ان کو اٹھانے کے واسطے جلدی کر رہے تھے۔ اس میں حمید نے یہ زیادہ کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی آئے تو اتنا چلے جیسے عام چلا جاتا ہے جو پالے وہ پڑھ لے اور جو رہ جائے تو پورا کر لے۔

(سنن النسائي: ج: 3، ص: 453، شرح السنه: ج: 1، ص: 159، صحیح مسلم: ج: 3، ص: 366، مسند ابویعلیٰ: ج: 5، ص: 294)

651 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو بْنِ مُرَّةٍ عَنْ عَاصِمِ الْعَنْزِيِّ عَنْ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةً قَالَ

عَمَرُو لَا أَدْرِي أَيَّ صَلَوةٍ هِيَ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا
ثَلَاثًا أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ وَهَمَزِهِ قَالَ نَفْثُهُ الشَّعْرُ وَنَفْخُهُ الْكِبَرُ وَهَمَزُهُ
الْمَوْتَةُ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مِسْعَرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ
تَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي التَّطَوُّعِ ذَكَرَ
نَحْوَهُ

ابن جبیر بن مطعم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔
عمر و نے کہا مجھے یہ پتہ نہیں کہ وہ کون سی نماز تھی پس کہا: اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا اللّٰهُ اَكْبَرُ
كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً
وَاَصِيْلًا تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْسِهِ وَنَفْسِهِ وَهَمَزِهِ فرمایا، اس کا نفث شعر اور اس کا نفث
کبر اور اس کا ہمز و سو سے ہیں۔ نافع بن جبیر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نفلی نماز
کے بارے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آگے اس کی مثل کہا۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 360، شعب الایمان: ج: 3، ص: 141، مسند احمد: ج: 27، ص: 304)

652 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ أَخْبَرَنِي
أَزْهَرُ بْنُ سَعِيدٍ الْحَرَازِيُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَفْتَتِحُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَامَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ
أَحَدٌ قَبْلَكَ كَانَ إِذَا قَامَ كَبَّرَ عَشْرًا وَحَمِدَ اللَّهَ عَشْرًا وَسَبَّحَ عَشْرًا وَهَلَّلَ عَشْرًا وَاسْتَغْفَرَ
عَشْرًا وَقَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَيَتَعَوَّذْ مِنْ ضِيقِ الْمَقَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ
عاصم بن حمید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس شے سے نماز کی
ابتداء فرماتے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھ سے وہ شے پوچھی جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی جب آپ ﷺ قیام فرماتے تو دس بار اللہ اکبر اور دس بار الحمد للہ اور دس بار سبحان اللہ اور دس بار لا الہ الا اللہ اور دس بار استغفر اللہ فرماتے تھے اور کہا کرتے۔ اے اللہ عز وجل! مجھے معاف فرما دے اور مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عافیت عطا فرما اور قیامت کے دن کھڑے ہونے کی تنگی سے پناہ طلب کرتے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس کو

خالد بن معدان، ربیعہ جرشی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 652)

653 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بَائِي شَيْءٍ كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَحُ صَلَاتَهُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَفْتَحُ صَلَاتَهُ اللَّهُمَّ رَبَّ جَبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ أَنْتَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو نُوحٍ قَرَأَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بِإِسْنَادِهِ بِأَخْبَارٍ وَمَعْنَاهُ قَالَ كَانَ إِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ كَبَّرَ وَيَقُولُ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ قَالَ لَا بَأْسَ بِالِدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ فِي أَوَّلِهِ وَأَوْسَطِهِ وَفِي آخِرِهِ فِي الْفَرِيضَةِ وَغَيْرِهَا

ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عون نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا کہ نبی کریم ﷺ کون سی شے سے نماز کی ابتداء فرماتے جب رات کو قیام فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو اس کے ساتھ ابتداء فرماتے۔ اے اللہ عزوجل، رب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل۔ آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے والے پوشیدہ اور ظاہری اشیاء کا علم رکھنے والے تو ہی اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرماتا ہے جس کے اندر وہ اختلاف کرتے ہیں جس میں اختلاف ہے ان میں مجھے اپنے حکم سے حق کی ہدایت عطا فرما۔ تو جس کو چاہے صراط مستقیم کی جانب ہدایت عطا فرماتا ہے۔ عکرمہ نے اپنی اسناد کے ساتھ بلا اخبار اور اس کو معناروایت کر کے کہا جب آپ ﷺ قیام فرماتے تو تکبیر فرماتے۔ مالک سے روایت ہے کہ نماز کی ابتداء اور درمیان میں اور آخر میں دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں چاہے فرض ہو یا ان کے علاوہ ہو۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 259، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 5، سنن الترمذی: ج: 11، ص: 298، صحیح مسلم: ج: 4، ص: 168)

654 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجَمِّرِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْمُتَكَلِّمِ

بِهَا إِنْفًا فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ
بُضْعَةً وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَتَدَرُّونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ

رفاعہ بن زرقی سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ہم نماز پڑھ رہے تھے تو جب رسول اللہ ﷺ نے رکوع سے سر اقدس اٹھایا تو فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ۔ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے والے شخص نے کہا اللھم ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طیباً مبارکاً فیہ جب رسول اللہ ﷺ نے فراغت پالی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابھی کون سا متکلم تھا۔ اسی شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تیس سے زیادہ ملائکہ کو دوڑتے ہوئے دیکھا ہے کہ کون ان کو اولاً لکھتا ہے۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 348، تجم الکبیر: ج: 5، ص: 40، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 95، شرح السنہ: ج: 1، ص: 159)

655 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يَقُولُ اللَّهُمَّ
لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قِيَامُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ
الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ أَنْتَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ
وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ أَمَنْتُ وَعَلَيْكَ
تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أُنَبِّتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاعْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَآخَرْتُ
وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلَهِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ
الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنَا طَاوُسٌ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي التَّهَجُّدِ يَقُولُ بَعْدَ مَا يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ
ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز کے واسطے قیام فرماتے تو کہا کرتے۔
اے اللہ عزوجل! تمام تعریفات تیری ذات مقدسہ کے واسطے ہیں تو ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تیرے لیے
ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کو قیام بخشنے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کا رب
عزوجل ہے اور جو ان میں ہے تو ہی حق ہے تیرا قول ہی حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے جنت
حق اور دوزخ حق اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ عزوجل میں تیری اطاعت کرنے والا ہوا تیری ذات مقدسہ پر
ایمان لایا تیری ذات مقدسہ پر توکل کیا تیری جانب رجوع ہوا۔ تیری ذات اقدس کے واسطے جھگڑا، تیری جانب
سے فیصلہ کیا پس تو مجھے معاف فرما دے جو میں نے مقدم و موخر کیا اور پوشیدہ اور ظاہری طور پر کیا تو ہی میرا الہ ہے

تیرے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تہجد میں اللہ اکبر کے بعد کہا کرتے پھر اسی کی طرح معنًا ذکر کیا۔

(معجم الکبیر: ج: ۱۱، ص: ۴۳، سنن ابن ماجہ: ج: ۴، ص: ۳۲۶، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۴۷۴، سنن ترمذی: ج: ۱۱، ص: ۲۹۴)

656 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ نَحْوَهُ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رِفَاعَةَ ابْنِ رَافِعٍ عَنْ عَمِّ أَبِيهِ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسَ رِفَاعَةُ لَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ رِفَاعَةُ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ مِنَ الْمُتَكَلِّمِ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ وَأَتَمَّ مِنْهُ

معاذ بن رفاعہ بن رافع نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی تو رفاعہ کو چھینک آئی۔ قتیبہ نے رفاعہ نہیں کہا لہذا میں نے کہا الحمد للہ حمداً كثيراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے فراغت پالی تو فرمایا کون نماز میں متکلم تھا پھر حدیث مالک کی مثل ذکر کیا بلکہ اس سے اتم (ذکر کیا)

(معجم الکبیر: ج: ۵، ص: ۴۱، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۹۵، شعب الایمان: ج: ۴، ص: ۹۳)

657 حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرٍ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَطَسَ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ حَتَّى يَرْضَى رَبُّنَا وَبَعْدَمَا يَرْضَى مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْقَائِلِ الْكَلِمَةَ قَالَ فَسَكَتَ الشَّابُّ ثُمَّ قَالَ مِنَ الْقَائِلِ الْكَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا قُلْتُهَا لَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا خَيْرًا قَالَ مَا تَنَاهَتْ دُونَ عَرْشِ الرَّحْمَنِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے انصار کے نوجوان کو نماز میں چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ حمداً كثيراً طیباً مبارکاً فیہ حتی یرضی ربنا وبعدا یرضی من امر الدنیا والآخرۃ، جب رسول اللہ ﷺ نے فراغت پالی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کون کلمہ کا

قائل ہے۔ فرمایا کہ وہ نو جوان خاموش رہا پھر فرمایا کہ کلمہ کا کون قائل ہے اس نے کوئی بری بات نہیں کہی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کو میں نے کہا ہے۔ ان کو بھلائی کے سوا کہنے کا ارادہ نہیں تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ عرشِ رحمن تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی جگہ نہ ٹھہرے۔

(شرح السنۃ: ج: 1، ص: 179)

تشریح: تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے قبل کوئی دعا ہے یا نہیں؟

تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے قبل درمیان میں کوئی دعا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک دعا افتتاح ہے اور امام مالک رحمہ اللہ مشہور قول کے مطابق اس کے قائل نہیں ہیں۔ فتح الباری میں یہی رقم ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع کر دینی چاہئے۔ آپ رحمہ اللہ کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جو امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرماتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

بعض دفعہ بیان جواز کے لئے آپ نے دعاء افتتاح کو چھوڑ دیا یا آپ جہراً قرأت کو الحمد للہ سے شروع فرمایا کرتے تھے۔ اور اس میں احناف کی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے ورنہ الحمد للہ کے بجائے بسم اللہ سے قرأت شروع فرماتے۔ دعا افتتاح کے متعلق کئی احادیث مبارکہ ہیں ان میں سے جس کو بھی پڑھ لیا جائے جائز ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی اختیار کردہ دعا

آئمہ ثلاثہ نے اپنے اپنے اصول کے پیش نظر مختلف دعاؤں کو اختیار فرمایا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس دعا کو اختیار فرمایا ہے۔ جو کہ صحیح مسلم میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفاً و ما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی و محیایی و مماتی للہ رب العالمین، لا شریک لہ بذالك امرت و انا اول المسلمین انت المملک لا الہ الا انت، انا عبدک ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی جميعاً لا یغفر الذنوب الا انت و اهدنی لا حسن الاخلاق لا یهدی لا حسنہا الا انت و اصرف عنی سیئہا لا یصرف عنی سیئہا الا انت لیبیک و سعیدیک و الخیر کلہ فی یدیک و البشر لیس الیک انابک و الیک تبارکت ربنا و تعالیت استغفرک و اتوب الیک۔ (الغنی: ج: 1، ص: 278)

امام اعظم اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اختیار کردہ دعا

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اختیار کردہ یہ دعا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت فرماتے:

سبحنک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جددک ولا الہ غیرک۔ (المغنی: جز: 1، ص: 278)

اگر دعا استفتاح رہ جائے تو کیا کرے

امام اعظم، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک دعاء استفتاح آہستہ پڑھی جائے اگر یہ پڑھنے سے رہ گئی اور اعوذ باللہ پڑھ لی تو اب اس صورت میں نہ پڑھے کیونکہ اب اس کا محل ہی نہیں رہا۔

علامہ ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعاء استفتاح آہستہ پڑھی جائے اگر یہ پڑھنے سے رہ گئی اور اعوذ باللہ پڑھ لی تو اب نہ پڑھے کہ اس سنت کا اب محل نہیں رہا۔ (المغنی: جز: 1، ص: 279)

مسئلہ

علامہ محمد ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جس قیام میں ذکر مسنون ہو اس میں ہاتھ باندھنا سنت ہے تو ثناء اور دعائے قنوت پڑھتے وقت اور جنازہ میں تکبیر تحریمہ کے بعد چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھے اور رکوع سے کھڑے ہونے اور تکبیرات عیدین میں ہاتھ نہ باندھے۔

(رد المحتار: جز: 2، ص: 230)

ثناء و تعوذ و تسمیہ آمین کہنا اور ان سب کا آہستہ ہونا سنت ہے۔ پہلے ثناء پڑھے پھر تعوذ پھر تسمیہ پڑھے اور ہر ایک کے بعد دوسرے کو فوراً پڑھے وقفہ نہ کرے۔ تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً ثناء پڑھے اور ثناء میں وجل ثناؤک غیر جنازہ میں نہ پڑھے اور دیگر اذکار جو احادیث مبارکہ میں وارد ہیں وہ سب نفل کے لئے ہیں۔ (بہار شریعت: ج: 1، ص: 522 تا 523)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

امام نے بالجہر قرأت شروع کر دی تو مقتدی ثناء نہ پڑھے اگرچہ بوجہ دور ہونے یا بہرے ہونے کے امام کی آواز نہ سنتا ہو جس طرح کہ جمعہ و عیدین میں پچھلی صف کے مقتدی کہ بوجہ دور ہونے کے قرأت نہیں سنتے۔ (نواوی مالگیری: جز: 1، ص: 90)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام آہستہ پڑھتا ہو تو پڑھ لے۔ (رد المحتار: جز: 2، ص: 232)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام کو رکوع یا پہلے سجدہ میں پایا تو اگر غالب گمان ہے کہ ثناء پڑھ لے گا تو پڑھے اور قعدہ یا دوسرے سجدہ میں پایا تو بہتر یہ ہے کہ بغیر ثناء پڑھے شامل ہو جائے۔ (رد المحتار: ج: 2، ص: 232)

مسئلہ

علامہ محمد ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اگر ثناء و تعوذ و تسمیہ پڑھنا بھول گیا اور قرأت شروع کر دی تو اعادہ نہ کرنے کہ ان کا محل ہی فوت ہو گیا یونہی اگر ثناء پڑھنا بھول گیا اور تعوذ شروع کر دیا تو ثناء کا اعادہ نہیں۔ (رد المحتار: ج: 2، ص: 233)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

مسبق شروع میں ثناء نہ پڑھ سکا تو جب اپنی باقی رکعت پڑھنا شروع کرے تو اس وقت پڑھ لے۔ (غنیۃ المستملی: ص: 304)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

فرائض کے بعد تکبیر سے پہلے یا بعدانی وجہت..... الخ نہ پڑھے اور پڑھے تو اس کے آخر میں وانا اول المسلمین کی جگہ وانا من المسلمین کہے۔ (غنیۃ المستملی: ص: 303)

☆ قوله وانا عبدك ظلمت نفسي و اعترفت بذنبي فاغفر لي ذنوبي..... الخ
نبی کریم ﷺ نے دعا کرتے وقت فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں پس میرے تمام گناہوں کو معاف فرما دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخشنے والا نہیں۔

عصمت کی تحقیق

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ سے جو الفاظ منقول ہیں یہ تو اضع، تعلیم اور ترغیب امت کے لئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے گناہوں سے معصوم بنایا ہے لہذا مناسب سمجھتا ہوں کہ عصمت کی تحقیق بیان کر دی جائے۔

عصمت کے متعلق اقوال علماء کرام

عصمت کے متعلق علماء کرام کے چند اقوال بیان کیے جاتے ہیں۔

علامہ میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔ (کتاب التعریفات: ص: 107)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے۔ اسی کے قریب یہ تعریف ہے۔ عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے باوجود اس کے کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے۔

اس لیے شیخ امام ابو منصور ماتریدی نے فرمایا:

عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی۔ ان تعریفوں سے ان لوگوں کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کا مکلف کرنا صحیح ہو گا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہو گا۔ (شرح عقائد نسفی: ص: 109)

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 870ھ لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ کو عصمت کہتے ہیں۔ (حاشیہ الخیالی: ص: 146)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے کسب اور اختیار سے اللہ تعالیٰ کی طرف معصوم ہوتے ہیں۔

اس کے برخلاف حسین النجار نے یہ کہا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں۔ (الشفاء: ج: 2، ص: 125)

علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ حنفی کا قول

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 881ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ کو پیدا نہ کرے۔

(شرح المسائرۃ: ص: 290)

علامہ میر سید شریف جر جانی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جر جانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک عصمت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام میں گناہ پیدا نہ کرے اور حکماء کے نزدیک عصمت ایک ملکہ ہے جو معاصی کی قباحت اور عبادت کی فضیلت کے علم کی وجہ سے ان کو گناہوں سے روکتی ہے اور عبادت پر برا بیچختہ کرتی ہے اور اوامر اور نواہی کی مسلسل وحی کی وجہ سے یہ صفت اور راسخ ہو جاتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام سے جو سہو اور بعض کے نزدیک عمد اصغائر صادر ہوتے ہیں یا وہ کسی اولیٰ اور افضل کام کو ترک کر دیتے ہیں اس سے ان کی عصمت پر اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ صفات نفسانیہ ابتداءً غیر راسخ ہوتی ہیں پھر بتدریج راسخ ہو جاتی ہیں اور ایک قوم (علماء شیعہ) نے عصمت کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ کسی انسان کی روح یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا ہے۔ یہ تعریف اس لیے باطل ہے کہ اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہو تو وہ گناہوں کے ترک پر دنیا میں مدح اور آخرت میں ثواب کے مستحق نہ ہوں کیونکہ جو چیز محال ہو اس کے ترک سے تعریف ہوتی ہے نہ ثواب۔ کیونکہ اس کا کرنا قدرت اور اختیار میں نہیں ہے۔ نیز اس پر اجماع منعقد ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہوں کے ترک سے ثواب ہوتا ہے اور وہ گناہوں کے ترک کرنے کے مکلف ہیں اور اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہوتا تو ان کو مکلف نہ کیا جاتا نہ ثواب دیا جاتا کیونکہ محال کو ترک کرنے کا مکلف نہیں کیا جاتا نہ اس پر ثواب دیا جاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو امور بشریت کی طرف راجع ہیں آپ ان میں تمام بشروں کی مثل ہیں اور آپ کا امتیاز صرف وحی سے ہے۔ اس لیے جس طرح اور بشروں سے گناہوں کا صدور محال نہیں ہے انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہوگا۔ (شرح المواقیف: ج: 8، ص: 281)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔ (تفسیر کبیر: ج: 1، ص: 302)

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسل الاحمد نگری کا قول

قاضی عبدالنبی بن عبدالرسل الاحمد نگری لکھتے ہیں۔

عصمت کی تعریف یہ ہے۔

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کا ملکہ۔

اور اس کی دوسری تعریف یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ میں ایک ایسی قوت جو بندہ میں گناہوں پر قدرت اور اختیار کے باوجود اس کو گناہوں اور مکروہات کے فعل سے روکتی ہے۔

گناہوں سے اجتناب کے ملکہ کی تعریف کی گئی ہے کہ

یہ بندہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی صفت ہے جو اس کو خیر اور نیکی پر ابھارتی ہے اور اس کو شر اور برائی سے روکتی ہے اس کے باوجود کہ بندہ میں گناہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے تاکہ اس میں امتحان اور ابتلاء کا معنی متحقق ہو۔ اسی وجہ سے شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عصمت آزمائش اور مکلف ہونے کی صفت کو زائل نہیں کرتی۔ اس تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ شیعہ اور معتزلہ کی عصمت کی بیان کردہ تعریف فاسد اور باطل ہے۔ انہوں نے یہ تعریف کی ہے کہ کسی شخص کے نفس ناطقہ میں ایسی خاصیت یا اس کے بدن میں ایسی صفت ہو جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور محال ہو اس کو عصمت کہتے ہیں۔ یہ تعریف اس لیے باطل ہے کہ اگر بندہ سے گناہوں کا صدور محال ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا اور نہ اس کو گناہوں کے ترک کرنے پر ثواب عطا کرنا صحیح ہوگا۔ علامہ تفتازانی نے شرح العقائد میں اسی طرح لکھا ہے اور جنہوں نے عصمت کی تعریف یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ میں گناہ کو پیدا نہ کرنا، اس کے باوجود کہ بندہ میں گناہ پر قدرت اور اختیار باقی ہو۔ اس تعریف کا مآل بھی وہی ہے کیونکہ عصمت کی حقیقت صرف گناہوں سے بچنے کا ملکہ ہے۔

(دستور العلماء: جز: 2، ص 233 تا 234)

علامہ عصام الدین کا قول

علامہ عصام الدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ پیدا نہ کرے۔

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے شرح المواقف میں لکھا ہے کہ

جب عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ کی جائے گی تو یہ لازم نہیں آئے گا کہ غیر معصوم گناہ گار ہو چہ جائیکہ ظالم ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علامہ خیالی نے عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ اسی وجہ سے کی ہوتا کہ یہ جواب دیا جاسکے۔ (حاشیہ العصام علی شرح العقائد: ص 328)

علامہ جمال الدین منظور افریقی رحمہ اللہ کا قول

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

کلام عرب میں عصمت کا معنی ہے روکنا، محفوظ رکھنا اور جب اللہ تعالیٰ کی عصمت کا بندہ سے تعلق ہو تو اس کا معنی ہے بندہ کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانا۔ (لسان العرب: جز: 12، ص 403)

علامہ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ کا قول

عصمت کا معنی ہے روک لینا، محفوظ رکھنا، عاصم کا معنی ہے محفوظ رکھنے والا، حمایت کرنے والا، اعتصام کا معنی ہے کسی شے کو مضبوطی سے پکڑنا، باز رکھنا۔ (نہایہ: ج: 3، ص: 249)

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات کی خصوصیات کی حفاظت کرنا پھر ان کے جسمانی اور روحانی فضائل کی حفاظت کرنا پھر ان کی مدد کرنا اور ان کو ثابت قدم رکھنا پھر ان پر سیکڑنا نازل کر کے ان کے دلوں کو محفوظ رکھنا اور ان کو توفیق دینا۔ (الفردات: ص: 337)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی رحمہ اللہ کا قول

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

متکلمین کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی میں کوئی گناہ پیدا نہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ملکہ جو گناہوں سے روکتا ہے یہ ملکہ نیکیوں اور برائیوں کے علم سے حاصل ہوتا ہے یہی علم برائیوں سے باز رکھتا ہے اور نیکیوں پر ابھارتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں وحی الہی عز وجل سے یہ علم اور مؤکد ہو جاتا ہے۔

(نیم الریاض: ج: 4، ص: 36)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ کا قول

علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمہ اللہ متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا:

عصمت سے مکلف ہونا زائل نہیں ہوتا یہ بات نہیں ہے کہ عصمت سے کسی کے نفس شخص یا اس کے ہاتھوں یا اس کی زبان پر کوئی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی شخص سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا جس طرح اندھے کو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاتا اور کپکپانے والے کو سکون سے نہیں منع کیا جاتا کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ (شرح فقہ اکبر: ص: 147)

عصمت انبیاء کرام علیہم السلام پر چند دلائل

انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں جس طرح کہ دلائل سے ثابت ہے۔

علامہ اسماعیل حنفی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کفر و شرک اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل و غیرہ صفتِ ضمیمہ سے، نیز ایسے افعال جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں، قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (روح البیان: ج: 8، ص: 45)

نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔

(سخ الارض الازہر: ص: 56)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ نے 1349ھ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام و ملائکہ عظام علیہم السلام معصوم ہیں دوسرا شخص کہتا ہے کہ سوائے پنجتن پاک کے کوئی معصوم نہیں؟

آپ رحمہ اللہ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ

پہلے شخص کا قول حق و عقیدہ اہل سنت اور دوسرے کا قول صریح گمراہی و رفس و کلمہ کفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 29، ص: 333)

اب یہاں پر عصمت انبیاء کرام علیہم السلام پر چند دلائل بیان کیے جاتے ہیں۔

1۔ اگر انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ صادر ہو جائے تو ان کی اتباع حرام ہوگی حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ط (آل عمران: 31)

آپ فرمادیتے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

2۔ جس سے گناہ صادر ہوں اس کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا (الحجرات: 6)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا واجب ہے۔

3۔ فاسق نبوت کا اہل نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝ (البقرہ: 124)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔

اور کبھی بھی کوئی نبی فاسق نہیں ہوا۔

4- اگر نبی سے گناہ صادر ہو جائے تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت کرنا جائز ہوگا اور اس سے نبی کو ایذا پہنچے گی اور انبیاء

کرام علیہم السلام کو ایذا پہنچانا حرام ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (الاحزاب: 57)

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

5- انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَإِذْ كُنَّا إِبْرَاهِيمَ وَاسْحَقَ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ۖ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ (ص: 45، 46)

اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد فرمائیے جو قوت اور نگاہ بصیرت والے ہیں ہم نے ان کو مخلص کر

دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلص کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غَوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۖ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ۖ (ص: 82، 83)

ابلیس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔

6- گناہ گار لائق مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت افزائی کی ہے۔

ارشاد فرمایا:

وَأَنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ۖ (ص: 47)

اور بے شک وہ ہماری بارگاہ میں ضرور پسندیدہ بندوں میں سے ہیں۔

7- انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اگر وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا۔

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۖ (الف: 3)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کی موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام

علیہم السلام سے ہمیشہ کے لئے راضی ہے۔

عَلِيمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۖ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ (جن: 26، 27)

وہ عالم الغیب ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا بجز ان کے جن سے وہ راضی ہے اور اس کے رسول ہیں۔

اس آیت کریمہ میں واضح فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے سے وہ راضی نہیں ہے۔

8- اگر معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا (جن: 23)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو لاریب اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خلد ہے۔

9- انبیاء کرام علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء کرام علیہم السلام سے بطریق اولیٰ گناہ صادر نہیں ہوں گے۔ فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (آل عمران: 33)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

اور حضور نور ﷺ کے لئے ارشاد فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔

اشکال

قرآن مجید میں ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ط

اس آیت کریمہ میں اشکال وارد کیا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں آپ کی طرف گناہ کی نسبت کی گئی ہے حالانکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں خصوصاً ہمارے نبی مکرم نور مجسم ﷺ تو خطا اجتہادی سے بھی معصوم ہیں پھر آپ ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے کے کیا معنی ہیں؟

جواب

اس اشکال کے علماء کرام نے چند جوابات دیئے ہیں اور ان کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ کے حسب ذیل جواب ہیں۔

1- اس آیت کریمہ میں خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور مراد مومنین ہیں اور یہ جواب بعید ہے کیونکہ مومنین اور مومنات کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ”لذنبک“ سے مراد ہے آپ اپنے اہل بیت کے لئے استغفار کیجئے اور عام مومنین اور مومنات کے لئے استغفار کیجئے جو آپ کے اہل بیت سے نہیں ہیں۔

2- اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی استغفار کا حکم دینا مراد ہے اور ذنب سے مراد ترک افضل (خلاف اولی) ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی بلندی کے اعتبار سے ذنب ہے اور ذنب کی حقیقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بری الذمہ ہیں اور بہت دور ہیں۔

3- اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک عمل کرنے اور برے عمل سے اجتناب کی توفیق طلب کریں اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ استغفار کا معنی ہے۔ مغفرت کو طلب کرنا اور مغفرت کا معنی ہے۔ برے کام پر پردہ ڈالنا اور جو معصوم ہوتا ہے اس کی بری خواہشوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اب مغفرت طلب کرنے کا معنی یہ ہے کہ تو ہمیں شرمندہ نہ کرنا اور یہ مرتبہ کبھی عصمت سے حاصل ہوتا ہے پس وہ شخص گناہ نہیں کرتا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ درجہ حاصل ہے اور کبھی گناہ ہونے کے بعد اس پر مغفرت کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے جس طرح مومنین اور مومنات کو یہ درجہ حاصل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنے عصمت پر ثبات اور دوام کو طلب کیجئے اور وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کا معنی یہ ہے کہ آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے۔ (تفسیر کبیر: ج: 10، ص: 52)

علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔

1- اگر (بالفرض) آپ سے گناہ صادر ہو جائے تو آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔

2- آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے بچائے رکھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

چونکہ اس سے پہلی آیتوں میں آپ کے لئے کافروں اور مومنوں کا حال بیان کیا گیا تھا اس لیے آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ ایمان پر ثابت قدم رہیں یعنی آپ توحید اور استغفار پر جمے رہیں اور ان کاموں سے احتراز کریں جن کے ارتکاب پر استغفار

کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

اس آیت میں بہ ظاہر آپ کو خطاب ہے اور مراد آپ کی امت ہے اور اس قول کی وجہ سے انسان پر واجب ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے استغفار کرے۔

ایک قول یہ ہے کہ

کفار اور منافقین کے کفر سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا تھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یعنی آپ کو جو غم ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا سو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے ساتھ اپنے دل کا تعلق نہ رکھیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس آیت کریمہ میں تعلیم امت کے لئے آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہے تاکہ آپ ﷺ کی امت آپ ﷺ کی اقتداء کرے۔

نیز اس آیت کریمہ میں فرمایا: اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لئے استغفار کیجئے۔ اس کا معنی ہے۔

ان کے گناہوں کے لئے استغفار کیجئے۔ اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو شفاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن سرجس مخزومی سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گیا اور آپ ﷺ کے طعام سے کھایا۔

پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔

میرے شاگرد نے کہا: کیا نبی کریم ﷺ نے تمہارے لیے استغفار کیا؟

میں نے کہا: ہاں! پھر یہ آیت کریمہ پڑھی۔

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ط

پھر میں واپس مڑا تو میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی اس پر مسوں کی طرح تل جمع تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ۱۶: ۱۶، ۲۲۱، ۲۲۲)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ کی طرف سے جواب

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

۱- اس آیت کریمہ میں استغفار کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے تواضع، انکسار اور تقصیر کا اعتراف یعنی

بندے میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کما حقہ شکر ادا کر سکے اور یہ معافی استغفار کرنے کو لازم ہے۔

2- اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حقیقت استغفار مراد ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ بہ کثرت استغفار کرتے تھے۔

امام احمد رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ، امام ابوداؤد رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے حضرت اغر مزی رحمہ اللہ سے

روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک میرے دل پر حجاب چھا جاتا ہے اور میں ہر روز سو بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2702)

اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ، امام ترمذی، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مجلس میں سو بار یہ دعا کرتے تھے اے میرے رب عز و جل! میری مغفرت فرما اور

میری توبہ قبول فرما، بے شک توبہ بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3434)

3- اور نبی کریم ﷺ کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے ذنب سے مراد ہے ترک اولیٰ اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کام ایک شخص کے

اعتبار سے نیکی ہو اور دوسرے کے اعتبار سے گناہ ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین اور یہ بھی

ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے لئے ہر لحظہ پہلے مقام سے زیادہ بلند مقام ہوتا ہے۔

4- ”وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“ میں حرف جر کے اعادہ میں یہ اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ذنب سے مراد ہے

ترک اولیٰ اور عام مومنوں کے ذنوب سے مراد معاصی صغیرہ اور کبیرہ یعنی دونوں ذنوب میں تغائر ہیں حرف جر کے اعادہ سے اسی

کو ظاہر کیا ہے۔ (روح المعانی: جز: 26، ص: 84)

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کی جانب سے جواب

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

8- استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

نباشد بہ آئین تحقیق دال

کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تہماتی استدلال قطع پر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے۔ ”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال“ سورہ مومن و

سورہ محمد ﷺ کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور اقدس ﷺ سے ہے مومن میں تو اتنا ہے وَاَسْتَغْفِرُ

لَذَنْبِكَ (محمد: 19) اے شخص! اپنی کی معافی چاہ، کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں۔

قرآن عظیم تمام جہان کی ہدایت کے لئے اترانہ صرف اس وقت کے موجود دین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ

خطاب فرماتا ہے۔ اقيموا الصلوٰۃ، نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے: لَا نُذِرْكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ط (الانعام: 19) کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے ”بدا ان اسعدك الله تعالى“ میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔

خود قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ۖ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ۖ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ۖ (علق: 129)

ابو جہل لعین نے حضور اقدس ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا، اس پر یہ آیات کریمہ اتریں کہ کیا تو نے دیکھا اسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے۔ یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ﷺ ہیں اور غائب کی ضمیریں حضور انور ﷺ کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف۔ بلکہ فرماتا ہے فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالذِّنِّ ۚ (اتین: 7) ان روشن دلیلوں کے بعد کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔ یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ و ہنود سے۔ یوں ہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لئے ہے کہ اے سننے والے! اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ 9۔ بلکہ آیت محمد ﷺ میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں۔ اس کی ابتداء یوں ہے ”فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ط“ (محمد: 19) جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی معافی چاہ، تو یہ خطاب اس سے ہے جو ابھی ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ نہیں جانتا اور نہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ۔ تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرما دیا کہ ”وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ“ (محمد: 19) اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں تم سب کا ٹھکانہ ہے، اگر ”فَاعْلَمْ“ میں تاویل کرے تو ”ذَنْبِكَ“ میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر ”ذَنْبِكَ“ میں تاویل نہیں کرتا تو ”فَاعْلَمْ“ میں تاویل کیسے کر سکتا ہے۔ دونوں پر ہمارا مطلوب حاصل اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

10۔ دونوں آیت کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشاء ہے اور انشاء وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بغرض وقوع استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا جیسے کسی سے کہنا ”اکرم ضيفك“ اپنے مہمان کی عزت کرنا اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخو اہی کوئی مہمان آئے گا ہی۔ بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

11۔ ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ (طہ: 121) آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، حالانکہ خود فرماتا ہے فَنَسِيْ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ط (طہ: 115) آدم بھول گئے ہم نے اس کا قصد نہ پایا لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ، خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی۔

”رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِينَا اَوْ اَخْطَاْنَا ط“ (البقرہ: 286) اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑا اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

12- جتنا قرب زائد اس قدر احکام کی شدت زیادہ۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہر گز شہریوں سے پسند نہ کرے گا، شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا ”حسنات الابرار سیئات المقربین“ نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہر گز گناہ نہیں۔

13- آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنیٰ ملا بست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی، سب زبانوں میں رائج ہے۔ مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یوں ہی کرایہ دار کی طرف یوں ہی جو عاریۃ لے کر بس رہا ہے اس کے پاس ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا۔ تمہارا کھیت کٹے جریب ہوا یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت اور اضافت موجود، یوں ہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی۔ باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے ہاں سے یہ عطا ہوا تھا تو ذَنْبُکَ“ سے مراد اہل بیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد ”وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ط“، تعلیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہل بیت کرام اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لئے۔ اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہو گیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعلیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ط (نوح: 28) اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

(فتاویٰ رضویہ: ج: 9، ص: 66 تا 78)

اس طویل کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جس مقام پر نبی کریم ﷺ نے اپنی مغفرت چاہی وہ تعلیم امت کے لئے تھی کیونکہ نبی کریم ﷺ تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے منزہ ہیں۔

☆ قوله عن انس بن مالك رضى الله عنه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے خاص خادم تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے کثیر حدیث مبارکہ مروی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خادم تھے خود کو خادم رسول کہلاتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو حمزہ تھی یہ کنیت رسول اللہ ﷺ نے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے۔ اس وقت یہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتے تھے جس وقت نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

نوسال تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو عادی آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں سال میں دو بار پھل لگتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ مکشربین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا عصا مبارک تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ موت کے بعد اس عصا کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صلب سے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے 91ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے 92ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے 93ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے 90 ھ میں وصال فرمایا۔

آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت ایک سو تین سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

ایک سو دس سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

ایک سو سات سال تھی۔ (اسد الغابہ: ج: 1، ص: 128)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391 ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کا نام انس بن مالک ابن نصر ہے کنیت ابو حمزہ ہے خزرجی انصاری ہیں۔ حضور انور ﷺ کے خادم خاص (تھے) آپ ﷺ کی والدہ محترمہ ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو جناب انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی۔ جب حضور انور ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ بیس سالہ تھے دس سال تک مسلسل حضور انور ﷺ کی خدمت کی۔ خلافت فاروقی میں آپ ﷺ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ ﷺ کی وفات ہوئی آپ ﷺ بصرہ کے آخری صحابی ہیں 91 ھ میں وفات ہوئی۔ ایک سو تین سال عمر ہوئی۔ بعض نے فرمایا کہ

99 ننانوے سال عمر ہوئی۔ آپ ﷺ کی اولاد اسی 80 یا ایک سو دس 110 ہے۔ اٹھہتر لڑکے اور لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد آپ ﷺ سے بہت مخلوق نے روایات لیں۔ خلاصہ میں ہے کہ

آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ ایک ہزار دو سو چھیاسی ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ احادیث مبارکہ متفق علیہ ہیں اور تراسی 83 احادیث مبارکہ بخاری کی، 171 اکہتر مسلم کی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 513 تا 514)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ رَأَى الْإِسْتِفْتَاحَ بِسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

باب: جن کے نزدیک سبحانک اللہم وبحمدک سے استفتاح کرے

یہ باب نماز کو سبحانک اللہم وبحمدک سے استفتاح کے حکم میں ہے۔

658 حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ الرَّفَاعِيِّ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ النَّخْدَرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَلَاثًا ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ثَلَاثًا أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ ثُمَّ يَقْرَأُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا الْحَدِيثُ يَقُولُونَ هُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا الْوَهْمُ مِنْ جَعْفَرٍ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر سبحانک اللہم وبحمدک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک کہتے۔ پھر لا الہ الا اللہ کہتے تین بار، پھر تین بار اللہ اکبر کبیرا اعوذ باللہ السميع العليم من الشیطان الرجیم من همزہ و نفخہ و نفثہ کہتے پھر قرأت کرتے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث مبارکہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ علی بن علی نے حسن سے مرسل روایت کیا ہے جعفر کو وہم ہوا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 658)

659 حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَامٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ الْمُلَائِيُّ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي الْجَوَزَاءِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالْمَشْهُورِ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ لَمْ يَرَوْهُ إِلَّا طَلْقُ بْنُ غَنَامٍ وَقَدْ رَوَى قِصَّةَ الصَّلَاةِ عَنْ بُدَيْلٍ جَمَاعَةٌ لَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ شَيْئًا مِنْ هَذَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی ابتداء فرماتے تو فرماتے سبحانک اللہم وبحمدک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا عبد السلام بن حرب سے یہ حدیث مشہور نہیں ہے اس کو طلق بن غنام کے علاوہ کسی نے روایت نہ کیا اور نماز کے قصہ کو بدیل سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے انہوں نے اس میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 360، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 31، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 33، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 410)

تشریح:

اس باب میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے تپڑھنے کے بارے میں دو احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں۔ 1- ایک تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، 2- اور دوسری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔ پہلی حدیث مبارکہ سنن اربعہ میں موجود ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ سنن ثلاثہ کی روایت ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کی تخریج نہیں کی البتہ حاکم نے اس کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے دعا افتتاح میں صرف ایک ہی دعا ذکر فرمائی جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ ان میں جو الفاظ کے اندر فرق اس کو بھی بیان کیا جس طرح کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ولا الہ غیرک کے بعد اور بھی اضافہ ہے جس طرح کہ سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے وہ اضافہ یہ ہے ثم یقول اللہ اکبر کبیرا ثم یقول اعوذ باللہ السميع العليم من الشیطن الرجیم من همزہ و نضخہ و نفثہ۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا:

بعض اہل علم نے اس مکمل دعا کو اختیار فرمایا ہے مگر اکثر اہل علم نے صرف اس قدر حصہ کو اختیار کیا جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ میں یعنی ولا الہ غیرک تک مگر بعض محدثین نے جن میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ بھی ہیں انہوں نے ان دونوں روایتوں پر کلام کیا۔

ثانی یعنی سبحانک اللہم پڑھنا نماز میں سنت ہے۔ باقی کلام گزشتہ باب میں ملاحظہ فرمائیے وہاں بحث کر دی ہے۔

☆ قوله عن عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مبارکہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں وحی نازل ہوتی تھی اور آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے دو سال پہلے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

تین سال پہلے کیا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں واحد کنواری خاتون تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ چھ سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

سات سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی آپ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت نو سال کی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کس سے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ ﷺ چاہیں تو کنواری سے کر لیں اور آپ ﷺ چاہیں تو بیوہ سے کر لیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا: کنواری کون ہے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ ﷺ کے محبوب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جاؤ! ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں اور حضرت رومان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ام رومان رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے گھر کیسی خیر اور برکت نازل کی ہے۔

انہوں نے کہا: وہ کس طرح۔

اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا:

اس کا حضور انور ﷺ سے کس طرح نکاح ہو سکتا ہے حالانکہ وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے؟ تم ٹھہرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کر لوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ پیغام سن کر کہا وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے یہ واقعہ عرض کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جاؤ جا کر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے نکاح جائز ہے۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔

انہوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ کو بلاؤ۔ حضور انور ﷺ تشریف لے آئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال کی تھی۔

عروہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور انور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر میری سونکیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور کہا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے ہیں اور ہم بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح خیر چاہتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے فرمائیں کہ میں جس گھر میں بھی ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کر دیا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

حضور انور ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے دوبارہ ذکر کیا۔ آپ نے دوبارہ اعراض فرمایا جب میں نے تیسری بار ذکر کیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا! مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں اذیت مت دو کیونکہ بخدا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا۔

میں نے واپسی میں حضور انور ﷺ کے پاس جا کر کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

میں نے پوچھا: مردوں میں کون؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا باپ۔

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے۔

عطاء بن رباح فرماتے ہیں کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ رضی اللہ عنہا کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔

عروہ نے کہا:

میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا۔ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔ سترہ رمضان المبارک 57ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ 58ھ میں ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا ان کورات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا کے پانچ بھانجوں اور بھتیجوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ (اسد الغابہ: 7: 5، ص 501-504) حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر آپ رضی اللہ عنہا کی ماں ام رومان بنت عمار ابن عویر ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے 2 دو ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف صرف نو برس تھی۔ نو سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی آپ رضی اللہ عنہا کے سواء کسی کنواری بیوی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا۔ بے مثال عالمہ، فقیہ، فسیحہ، فاضلہ تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت فرمائیں۔ تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی۔ اشعار عرب پر بڑی نظر تھی۔ مدینہ منورہ میں 17 سترہ رمضان المبارک منگل کی رات وفات ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ

مجھے رات میں دفن کیا جاوے آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مروان بن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ کے حاکم تھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا۔ مترجم کہتے ہیں کہ

صرف آپ رضی اللہ عنہا کے بستر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو سورہ نور کی قریباً اٹھارہ آیتیں آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم اور حضرت یوسف علیہ السلام کو

بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوب بہ محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ بنیٰ۔
یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ
ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی بخاری، مسلم دونوں کی روایات اور چون احادیث مبارکہ صرف بخاری کی ہیں اڑسٹھ احادیث مبارکہ صرف مسلم کی۔
عروہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 588)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ السَّكْتَةِ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ

باب: افتتاح نماز کے وقت سکتہ کرنا

یہ باب افتتاح نماز کے وقت سکتہ کرنے کے حکم میں ہے۔

660 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ سَمُرَةُ حَفِظْتُ سَكَّتَيْنِ فِي الصَّلَاةِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ حَتَّى يَقْرَأَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ عِنْدَ الرُّكُوعِ قَالَ فَاَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ فَكَتَبُوا فِي ذَلِكَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اِلَى اَبِيْ فَصْدَقٍ سَمُرَةَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ كَذَا قَالَ حُمَيْدٌ فِيْ هَذَا الْحَدِيثِ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاةِ حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَادٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ اَشْعَثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بِنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَسْكُتُ سَكَّتَيْنِ اِذَا اسْتَفْتَحَ وَاِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاةِ كُلِّهَا فَلَمْ يَكُنْ مَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ

حسن سے روایت ہے کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے نماز کے اندر دو سکتے حفظ رہے ایک وہ جب امام تکبیر کہے حتیٰ کہ قرأت کرے یا سکتہ کرے اور دوسرا وہ جب فاتحہ اور سورت رکوع کے وقت پڑھے۔ فرمایا کہ حضرت عمران بن حصین نے اس پر انکار فرمایا تو آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف مکتوب لکھا حضرت ابی کی جانب تو حضرت

ابی ذرؓ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمائی۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اسی طرح حمید نے اس کے متعلق کہا ہے اور سکتہ ہے جب قرأت سے فارغ ہو جاتے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ دو جگہ پر سکتے فرماتے ایک جب ابتداء فرماتے دوسرا جب نماز سے کلی طور پر فراغت پالیتے۔ یونس نے حدیث کا معنا ذکر کیا ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 7، ص: 226، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 80، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 196، سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 412)

661 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَتْ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَّتَيْنِ سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَائَةِ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) فَحَفِظَ ذَلِكَ سَمُرَةُ وَأَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِي ذَلِكَ إِلَى أَبِي بَنٍ كَعْبٍ فَكَانَ فِي كِتَابِهِ إِلَيْهِمَا أَوْ فِي رَدِّهِ عَلَيْهِمَا أَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ

حسن سے روایت ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مذاکرہ فرمایا پس حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے حفظ کیے ہیں۔ ایک جب تکبیر کہتے اور سکتہ کرتے دوسرا جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی قرأت سے فراغت پالیتے۔ یہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو حفظ تھا اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار فرمایا پس دونوں بزرگوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مکتوب روانہ کیا تو انہوں نے ان دونوں کی جانب لکھا کہ بے شک سمرہ کو تحقیق حفظ ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 18، ص: 146، سنن البیہقی الصغریٰ: ج: 1، ص: 330)

662 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ بِهِذَا قَالَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ سَكَّتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيهِ قَالَ سَعِيدٌ قُلْنَا لِقَتَادَةَ مَا هَاتَانِ السَّكَّتَانِ قَالَ إِذَا دَخَلَ فِي صَلَاتِهِ وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَائَةِ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ وَإِذَا قَالَ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے حفظ کیے ہیں فرمایا کہ اس کے متعلق سعید نے کہا ہم نے قتادہ سے کہا کہ وہ کون سے سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک جب نماز کو شروع کیا جائے اور دوسرا جب قرأت سے فراغت پالی جائے پھر فرمایا کہ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہہ لینے کے بعد۔

(معجم الکبیر: ج: 7، ص: 211، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 79، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 196، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 112)

663 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ ح وَ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عُمَارَةَ الْمَعْنَى عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ فِي الصَّلَاةِ سَكَتَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّی أَرَأَيْتَ سُكُوتَكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ أَخْبَرْنِی مَا تَقُولُ قَالَ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِی وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ أَنْقِیْ مِنْ خَطَايَايَ كَالثُوبِ الْأَبْيَضِ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْنِی بِالْثَّلَجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے واسطے تکبیر فرما لیتے تو تکبیر اور قرأت کے مابین سکتہ فرماتے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان جائیں میں آپ ﷺ کو تکبیر اور قرأت کے مابین خاموش ملاحظہ کرتا ہوں مجھے خبر دیجئے تو آپ فرماتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہم باعد بینی وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب اللهم انقي من خطاياي كالثوب الابيض من الدنس اللهم اغسلني بالثلج والماء والبرد۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 30، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 329، سنن النسائی: ج: 1، ص: 109، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 76)

تشریح:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک سکتہ عند الافتتاح نہیں ہے اسی وجہ سے آپ رحمہ اللہ دعا افتتاح کے قائل نہیں جس طرح کہ گزشتہ ابواب میں بحث کر دی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک دو سکتے ہیں جن میں پہلا سکتہ دعا افتتاح کے واسطے ہے اور دوسرا سکتہ فاتحہ کے بعد ہے مگر دوسرا سکتہ کی جس حالت سے شافعیہ قائل ہیں اس سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا اس وجہ سے ان کے نزدیک تو یہ دوسرا سکتہ امام اس وجہ سے ہے تاکہ مقتدی فاتحہ کی قرأت کر سکیں مگر اس کے واسطے تو لمبا سکتہ ضرورت پڑے گا جس کا روایات سے کوئی اثبات نہیں۔ اور احناف کے نزدیک سکتہ امام صرف آمین کہنے کے واسطے ہے کیونکہ ہمارے نزدیک آمین سری آواز سے کہنا ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سمره رضي الله عنه

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ انصار کے حلیف تھے حافظ قرآن تھے، حضور انور ﷺ سے بڑے فیوض پائے۔ 59 انسٹھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (مرآۃ الناجح: ج: 8، ص: 384)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ لَمْ يَرِ الْجَهْرَ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب: جن کے نزدیک بِسْمِ اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ جہر سے نہیں پڑھنا

یہ باب بِسْمِ اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ جہر سے نہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

664 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الْقِرَاءَةَ بِ (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے قرأت کی ابتداء فرماتے۔

(معجم الاوسط: ج: 2، ص: 16، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 41، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 52، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 416)

665 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي الْجَوَزَاءِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ بِ (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشَخِّصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكَعَتَيْنِ التَّحِيَّاتُ وَكَانَ إِذَا جَلَسَ يَقْرَأُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ وَعَنْ فَرْشَةِ السَّبْعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر سے نماز کی ابتداء فرماتے اور قرأت کو اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کے ساتھ اور جس وقت رکوع فرماتے تو سراقہ سے سیدھا سر اٹھاتے نہ بیچا رکھتے نہ نیچا رکھتے بلکہ درمیانی حالت میں رکھتے اور جب رکوع سے سراقہ اٹھاتے تو سجدہ نہ فرماتے جب تک سیدھا کھڑے نہ ہو جاتے اور جب سجدہ سے سراقہ اٹھالیتے تو سجدہ دوسرا نہ فرماتے جب تک سیدھی حالت میں بیٹھ نہ جاتے اور ہر دو رکعات کے بعد

التحيات پڑھتے جب بیٹھتے تو اپنے پاؤں کو بچھا دیتے اور سیدھے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور شیطان کی مانند بیٹھنے سے منع فرماتے اور جانوروں کی مانند بازوؤں کو بچھانے سے منع فرماتے اور نماز کا اختتام سلام کے ساتھ کرتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۱۱۳، صحیح ابن حبان: ج: ۵، ص: ۶۵، صحیح مسلم: ج: ۳، ص: ۵۷، مسند احمد: ج: ۴۹، ص: ۵۹)

666 حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْزَلْتُ عَلَى ابْنِ سُرَّةٍ فَقَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ حَتَّى خَتَمَهَا قَالَ هَلْ تَذَرُونَ مَا الْكَوْثَرُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي فِي الْجَنَّةِ

مختار بن فلفل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ پر ابھی ابھی سورت کا نزول ہوا ہے پس آپ ﷺ نے پڑھا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ حتی کہ اس کو ختم فرمایا۔ فرمایا کہ تم کیا جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا: وہ ایک نہر ہے جنت میں جس کا میرے رب عزوجل نے وعدہ فرمایا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۲۴۵، شعب الایمان: ج: ۴، ص: ۱۱)

667 حَدَّثَنَا قُطُنُ بْنُ نَسِيرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ الْأَعْرَجُ الْمَكِّيُّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَذَكَرَ الْإِفْكَ قَالَتْ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ وَقَالَ أَعُوذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ) الْآيَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ قَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ جَمَاعَةٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ لَمْ يَذْكُرُوا هَذَا الْكَلَامَ عَلَى هَذَا الشَّرْحِ وَأَخَافُ أَنْ يَكُونَ أَمْرٌ إِلَّا سِتْعَاذَةً مِنْ كَلَامِ حُمَيْدٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے واقعہ افک ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے اور چہرہ انور سے کپڑا ہٹا کر تلاوت فرمائی أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ان الذين جاءوا بالافك عصابة منكم الآية۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے تحقیق اس حدیث کو زہری سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے اس کلام و شرح کا ذکر نہیں فرمایا۔ میں خوف رکھتا ہوں کہ استعاذہ کا امر حمید کے کلام سے ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۴۳)

یہاں پر چند ابحاث کی جاتی ہیں جو کہ بسم اللہ کے متعلق ہیں۔

بحث اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے معانی

بائے بسم اللہ متعدد معانی کے لئے آتی ہے۔

علامہ جلال اللہ محمود بن عمر زنجیزی متوفی 467ھ لکھتے ہیں:

بسم اللہ میں بامصاحبت اور ملاہست کے لئے ہے یعنی شروع کرنے کا فعل اللہ تعالیٰ کے نام ملاہست ہے اور اس کے نام کے ساتھ شروع ہے جیسے کہتے ہیں کتبت بالقلم میں نے قلم کے ساتھ لکھا یا اس کا معنی ہے متبرک کا بسم اللہ اقراء۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں پڑھتا ہوں یا شروع کرتا ہوں۔ (کشاف: ج: 1، ص: 5)

علامہ بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ یہ باء استعانت کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کی مدد سے میں شروع کرتا ہوں۔

(انوار التنزیل علی ہامش عنایہ القاضی: ج: 1، ص: 38)

لفظ اللہ کا معنی کیا ہے اور اس کے وصف یا علم ہونے کے متعلق تحقیق یہ ہے۔

علامہ مکی بن ابی طالب لکھتے ہیں۔

لفظ اللہ اصل میں ”الاہ“ ہے پھر اسی پر الف لام داخل کیا گیا تو ”الاہ“ ہو گیا پھر تخفیف الف کو حذف کیا اور اس کی حرکت پہلے لام پر داخل کر دی اور پہلے لام کا دوسرے لام میں ادغام کر دیا تو یہ لفظ ”اللہ“ ہو گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ اصل میں ”لاہ“ ہے اس پر الف لام داخل کیا اور لام کا لام میں ادغام کیا تو یہ لفظ ”اللہ“ ہو گیا۔

اور خلیل سے منقول ہے کہ

اس کی اصل ”ولاہ“ ہے۔ (مشکل اعراب القرآن)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

”الہ“ کا معنی ہے حیرت زدہ ہونا، کیونکہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال میں غور کرتا ہے تو حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور ”لاہ“ سریانی زبان کا لفظ ہے جو چیز بلند اور محبوب ہو اس کو ”لاہ“ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسانی آنکھوں سے محبوب ہے اور جو چیز اس کے لائق نہ ہو اس سے بلند ہے اور ”ولاہ“ کا معنی ہے بچہ کا خوف زدہ ہو کر ماں کی طرف لپکنا اور تمام مخلوق اپنے مصائب اور پریشانیوں میں گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لپکتی ہے ان وجوہ سے کہا جاتا ہے کہ لفظ اللہ ”الہ“ سے ”لاہ“ سے یا ”ولاہ“ سے بنا ہے۔

ابن اثیر نے کہا:

یہ ”الہ“ سے بنا ہے۔

اور منذری نے کہا:

یہ ”الالہ“ سے بنا ہے۔ (لسان العرب: ج: 13، ص: 369)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں:

سیبویہ نے کہا کہ

لفظ اللہ کا ”لاہ“ سے بنا جائز ہے اس کا معنی بلندی اور ارتفاع ہے۔ (قاموس: ج: 4، ص: 416)

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح یہ ہے کہ لفظ اللہ ذات واجب الوجود کے لئے علم ہے جو کہ تمام صفات کمال کی جامع ہے اور یہ لفظ مشتق نہیں

ہے۔

ابن العربی نے کہا:

یہ علم ہے اور الہ حق پر دلالت کرتا ہے اور یہ تمام اسماء حسنی الہیہ کا جامع ہے۔ (تاج العروس: ج: 1، ص: 374)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

علامہ سعد الدین تفتازانی اور علامہ عصام الدین نے کہا ہے کہ

لفظ اللہ اس ذات کے لئے علم ہے جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات محمودہ کی جامع ہے۔

اور علامہ میر سید شریف نے کہا:

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک کرنے سے انسان کی عقل حیران اور عاجز و در ماندہ ہے اسی طرح کی ذات پر

دلالت کرنے والے اسم کی حقیقت کو پانے سے بھی عقلیں حیران اور پریشان ہیں۔

کسی نے کہا: یہ لفظ سریانی ہے۔

کسی نے کہا: یہ عربی ہے۔

کسی نے کہا: یہ وصف اور مشتق ہے۔

کسی نے کہا: علم ہے۔

اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ

لفظ اللہ عربی ہے اور علم مرتجل ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام خلیل رحمہ اللہ کا

یہی نظریہ ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم یہی اسم ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ اور دیگر کثیر علماء اور

عارفین کا یہی قول ہے۔ (رد المحتار: ج: 1، ص: 5)

رحمن اور رحیم کے معنی یہ ہیں۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

رحمت اس رقت قلب کو کہتے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ مرحوم پر احسان کیا جائے۔ کبھی یہ لفظ رقت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی صرف احسان کے معنی میں اور جب رحمت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو پھر اس کا معنی صرف احسان اور افضال ہے نہ کہ رقت قلب اور جب رحمت آدمیوں کی صفت ہو تو پھر اس کا معنی رقت اور شفقت ہے۔ رحمان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رحمان کا معنی ہے وہ ذات جس کی رحمت ہر چیز کو محیط ہو اور اس معنی کا مصداق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور رحیم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے غیر پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ رحیم کا معنی ہے جو بہت رحم کرتا ہو، قرآن مجید میں رحیم کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہے اور رسول اللہ ﷺ پر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَّءُوفٌ رَّحِيمٌ (الحج: 65)

بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اور سیدنا محمد ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

(التوبہ: 128)

بے شک تمہارے پاس تمہی میں سے ایک عظیم رسول آئے جن پر تمہارا مشقت میں مبتلا ہونا سخت دشوار ہے وہ تمہاری بھلائی پر بہت حریص ہیں اور مومنوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمن ہے کیونکہ دنیا میں اس کا احسان مومنوں اور کافروں دونوں پر ہے اور آخرت میں رحیم ہے کیونکہ آخرت میں احسان صرف مومنوں پر ہوگا کافروں پر نہیں ہوگا۔ (المفردات: ص: 192)

بحث ثانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ آیت قرآنی ہے یا نہیں

امام ابو بکر احمد بن علی رازی بھاس خفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورہ نمل کی یہ آیت ”إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ (النمل: 30) قرآن مجید کا جز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے جو آیت کریمہ نازل ہوئی

وہ اقرا بسم ربك الذی خلق ہے۔

مسعودی نے حارث کلبی سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ پہلے مکاتیب کی ابتداء میں باسمک الملہم لکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا وَ مُرْسَلَهَا ^ط (ہود: 41) تو آپ بسم اللہ لکھنے لگے پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی قُلْ اِذْعُوا اللّٰهَ اَوْ اِذْعُوا الرَّحْمٰنَ ^ط (الاسراء: 110) تو آپ بسم اللہ الرحمن لکھنے لگے۔

سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کو اس وقت تک نہیں لکھا جب تک کہ سورہ نمل نازل نہیں ہوئی اور جب نبی کریم ﷺ نے صلح نامہ حدیبیہ لکھوایا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لکھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو سہیل نے کہا:

”باسمک اللہم“ لکھو کیونکہ ہمارے نزدیک رحمن معروف نہیں ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پہلے قرآن مجید میں نہیں تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سورہ نمل میں نازل کیا۔ (احکام القرآن: ج: 1، ص: 8)

بحث ثالث

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی بھاس خفی متونی 370ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں۔ قراء کوفیہ نے اس کو سورہ فاتحہ کی ایک آیت قرار دیا ہے اور قراء بصریہ نے اس کو سورہ فاتحہ کی آیات سے شمار نہیں کیا۔ ہمارے اصحاب (احناف) سے یہ تصریح منقول نہیں ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے۔ البتہ ہمارے شیخ ابوالحسن کرخی نے فقہاء احناف کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ بسم اللہ کو نماز میں جہر نہیں پڑھا جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فقہاء احناف کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت نہیں ہے ورنہ اس کو بھی جہر پڑھا جاتا جیسے سورہ فاتحہ کی باقی آیات کو جہر پڑھا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ کو نصف نصف تقسیم کر دیا گیا ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندہ کے لئے ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ پس جب بندہ کہتا ہے ”الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بندہ نے میری حمد کی اور جب بندہ کہتا ہے ”الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ“ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بندہ نے میری تعظیم کی یا میری ثنا کی اور جب بندہ کہتا ہے کہ ”مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ“ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے خود کو میرے حوالے کر دیا اور جب بندہ کہتا ہے ”إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے پھر میرا بندہ کہتا ہے ”اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ آخر سورت تک، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ (احکام القرآن: جز: 1، ص: 9۲8)

علامہ موفق الدین ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے اس لیے نماز میں بسم اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کو آہستہ پڑھا جائے گا اور جہراً قرأتِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے شروع کی جائے گی۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جز ہے اس لیے جہری نماز میں بسم اللہ کو بھی الحمد کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے گا۔ (المغنی: جز: 1، ص: 285)

نیز اسی باب کی حدیث نمبر 665 امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہری نماز میں قرأتِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے شروع کرتے تھے۔ اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نمازِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے شروع کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: جز: 1، ص: 103)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس حدیث مبارکہ کے جواب میں یہ کہا ہے کہ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے مراد سورہ فاتحہ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرأتِ سورۃ فاتحہ سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ چونکہ سورہ فاتحہ کی جز ہے تو قرأتِ بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی میں صراحۃً بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میرے والد محترم نے نماز میں مجھ سے بسم اللہ کو جہراً سنا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے بیٹے بدعت سے بچو اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ بدعت کو برا جانتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی سے بسم اللہ کو پڑھتے نہیں سنا جب تم نماز پڑھو تو بسم اللہ نہ پڑھا کرو بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے قرأت شروع کرو۔

(جامع ترمذی: ج: 1، ص: 57)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو نماز میں آہستہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کو جہری نماز میں بلند آواز سے پڑھنا چاہئے جس کے ثبوت میں یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ انہوں نے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ

وہ سب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو آہستہ پڑھتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو آہستہ پڑھا کرتے تھے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 284 و 285)

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ نماز سری ہو یا جہری ہر حال میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ آواز میں پڑھیں گے اور جہری نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر قرأت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے پڑھیں گے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو آہستہ پڑھنا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کو بلند آواز سے پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

بحث رابع

ہر سورت کے اول میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جز ہے یا نہیں

اس بارے میں فقہاء کرام و علماء کرام کے مذاہب بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی 885ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کے سوا ہر سورت اول میں بسم اللہ اس سورت کا جز نہیں ہے۔

(الانصاف: ج: 2، ص: 48)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

اس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ سورہ نمل میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کتاب اللہ کی آیت ہے اور ہر سورت کی ابتداء میں اس کے آیت ہونے میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ ہر سورت کی ابتداء میں یہ آیت نہیں ہے اس کو اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں سے سورت شروع ہوئی ہے۔

(احکام القرآن: جز: 1، ص: 5)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ قول نہیں کیا کہ بسم اللہ سورہ کوثر کی آیت ہے اور نہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے۔ (اکمال اکمال العلم: جز: 2، ص: 157)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اوائل سورہ میں بسم اللہ قرآن کا جز ہے کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سوئے ہوئے تھے پھر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے سراقہ سے اٹھایا۔ ہم نے استفسار کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے تلاوت کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۚ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

(الکوثر) (شرح للنووی: جز: 1، ص: 172)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی بھصا صحنی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا اوائل سورہ میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ان سورتوں کی ایک آیت ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک ہر سورت کے اول میں جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے وہ اس سورت کی آیت نہیں ہے کیونکہ اس سورت کے ساتھ بسم اللہ کو جہرا نہیں پڑھا جاتا۔ نیز جب یہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے تو اسی طرح باقی سورتوں کی بھی جز نہیں ہے کیونکہ یہ کسی کا

قول نہیں ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے اور باقی بیہر توں کی جز ہے۔
امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ

ہر سورت سے پہلے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اس سورت کی ایک آیت ہے اور ان سے پہلے یہ قول کسی نے نہیں کیا۔ اس سے پہلے صرف یہ اختلاف تھا کہ یہ سورہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں۔ اوائل سورہ سے پہلے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کے جز نہ ہونے کے یہ دلائل ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

اس کا کیا سبب ہے کہ آپ نے سورہ توبہ اور سورہ انفال کو سات بڑی سورتوں میں رکھا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے دوسورتوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں لکھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

جب نبی کریم ﷺ پر کئی آیات نازل ہوتیں تو آپ ﷺ کسی لکھنے والے کو بلا تے اور ارشاد فرماتے۔

اس آیت کو فلاں سورت میں رکھو اور جب آپ ﷺ پر ایک یا دو آیتیں نازل ہوتیں تب بھی آپ ﷺ اسی طرح فرماتے۔ سورہ انفال اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ شروع شروع مدینہ منورہ میں آئے تھے اور سورہ توبہ قرآن کی آخری سورتوں میں سے ہے اور سورہ انفال کا مضمون سورہ توبہ کے مضمون کے مشابہ تھا تو میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اس کے ساتھ لاحق ہے اس لیے میں نے ان دونوں کو سات بڑی سورتوں میں رکھا اور ان کے درمیان ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کی سطر نہیں لکھی۔

اس حدیث مبارکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کسی سورت کا جز نہیں ہے اور وہ سورت سے پہلے بسم اللہ کو صرف دوسورتوں کے درمیان فصل کے لئے لکھتے تھے۔ نیز اگر ہر سورت سے پہلے بسم اللہ اس سورت کا جز ہوتی تو نبی کریم ﷺ کے بتلانے سے ہر شخص کو اس کا علم ہوتا جیسا کہ دوسری آیات کا سب کو بغیر کسی نزاع کے علم ہے۔

دوسری دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قرآن عظیم میں ایک سورت کی تیس آیتیں ہیں جو اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہیں گی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی جائے گی ”تبارک الذی بیدہ الملک“ اور تمام قراء وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سورہ ”تبارک الذی“ میں ”بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کے علاوہ تیس آیتیں ہیں، اگر بسم اللہ اس سورت کا جز ہو تو اس سورت کی اکتیس آیتیں بن جائیں گی اور یہ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کے خلاف ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ

تمام قراء اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورہ کوثر کی تین اور سورہ اخلاص کی چار آیتیں ہیں۔ اگر بسم اللہ کو ان سورتوں کا جز مانا جائے تو پھر ان کی آیتوں کی تعداد چار اور پانچ ہو جائے گی اور یہ ان کے اتفاق کے خلاف ہے۔

(احکام القرآن: جز: 1، ص 11۲9)

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ نے سورہ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا تو ثابت ہو گیا کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا یا کسی بھی سورت کا جز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سورت کا جز ہوتی تو آپ سورہ سے پہلے اس کو جہراً پڑھتے۔ کیا یہ معلوم نہیں کہ سورہ نمل میں جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مذکور ہے اس کو جہر سے پڑھنا واجب ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس طرح نماز میں ثناء اور اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھا جاتا ہے اسی طرح بسم اللہ کو بھی آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو جہاں بھی لکھا جائے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے باوجود وہ ہر سورت کا جز نہیں ہے بلکہ ہر سورت کے شروع میں ایک آیت لکھی گئی ہے اور ہر سورت سے پہلے ایک الگ آیت کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے اس وقت بسم اللہ کی تلاوت کی جب آپ پر اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكِتٰبَ نَازِلَ ہوئی۔

اس بناء پر شیخ حافظ الدین نسفی نے کہا ہے کہ

یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کسی سورت کا فصل اس وقت پہچانتے تھے جب آپ پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ

آپ کسی سورت کا اختتام اسی وقت پہچانتے تھے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور حاکم نے شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی کریم ﷺ کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سورت کی جز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ ہے بلکہ یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ایک الگ آیت ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حدیث بدء الوحی میں ہے۔ فرشتہ نے نازل ہو کر آپ سے تین بار کہا۔

پڑھے پھر کہا ”اقرا باسم ربك الذی خلق“ اگر بسم ہر سورت سے پہلے ایک آیت ہوتی تو فرشتہ آپ سے کہتا پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اقرأ باسم ربك الذی خلق۔ نیز اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید کی ایک سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی گئی اور وہ ہے تبارک الذی بیدہ الملك۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

یہ حدیث مبارکہ حسن ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کو اپنی سند میں اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اگر بسم اللہ ہر سورہ کے اول میں ہوتی تو آپ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تبارک الذی بیدہ الملك فرماتے۔ (عمدة القاری: جز: 5، ص: 292)

بحث خامس

بسم اللہ میں نبی کریم ﷺ کی جانب رمز اور اشارہ

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متونی 1270ھ لکھتے ہیں:

الف بسیط اور مطلق ہے اور وہ اپنی بساطت اور اطلاق کی وجہ سے اللہ عزوجل کی ذات مطلقہ پر دلالت کرتا ہے اور الف کے بعد باء ہے اور یہ تمام تعینات پر مقدم ہے سو باء اپنے تعین اول کے لحاظ سے حقیقت محمدی پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح بسم اللہ کی باء میں ذات محمد (ﷺ) کی طرف اشارہ ہے اور باء پر کسرہ ہے اور اس سے آپ کی صف رحمت کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (الانبیاء: 107)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے صرف بہ طور رحمت بھیجا ہے۔ نیز ارشاد فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ (التوبہ: 128)

اور مومنوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والے ہیں۔

اس میں یہ رمز ہے کہ جن پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اگرچہ وہ

صاحب خلق عظیم ہیں اور ان کا ہر وصف اعلیٰ ہے لیکن ان پر صفت رحمت کا غلبہ ہے وہ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ہیں اور جس کی طرف وہ دعوت دے رہے ہیں وہ الرحمن الرحیم ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی ہر سورت سے پہلے بسم اللہ ہے اور اس میں آپ کی صفت رحمت کی طرف اشارہ ہے سورہ توبہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی وہ براءۃ سے شروع ہے اور براء سے آپ کی ذات اور براء کی فتح سے آپ کی صفت جلال کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ ایک سو تیرہ سورتوں میں بسم اللہ کے ذکر سے آپ کی رحمت کی طرف اشارہ ہے اور ایک سورت میں براءۃ کی نصب سے آپ کے غضب کی طرف اشارہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر سورت کی لوح جبیں پر حقیقت محمدی کی طرف رمز ہے ایک سو تیرہ سورتوں میں آپ کے جمال کی طرف اور ایک سورت میں آپ کے جلال کی طرف اشارہ ہے۔ (روح المعانی: ج: 1، ص: 51 تا 52)

بحث سادس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے فوائد اور حکمتیں واحکام

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی دی اور ارشاد فرمایا:

اس میں ”لا الہ الا اللہ“ لکھاؤ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نقاش سے کہا:

اس میں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ لکھ دو۔

جب نبی کریم ﷺ کو وہ انگوٹھی پیش کی تو اس میں لکھا ہوا تھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق ۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ زیادہ (کس طرح لکھا ہوا ہے)؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کے نام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے جدا کرنا پسند نہیں کیا اور باقی میں نے نہیں لکھوایا اور

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر شرمندہ تھے۔

تب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام میں نے لکھا ہے کیونکہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محمد (مصطفیٰ) ﷺ کے نام کو

اللہ عزوجل کے نام سے جدا کرنے پر راضی نہ تھے تو اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام کو آپ ﷺ کے نام سے جدا کرنے پر راضی نہ تھا اور اس میں یہ نکتہ ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ سے محبت کی وجہ سے آپ ﷺ کے فراق کو گوارا نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کا مزین جاتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اس کے نام سے فراق نہ گوارا کرے اور ہر کام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لے وہ کب اللہ تعالیٰ کی عنایات سے محروم ہوگا۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا وَمُرْسَهَا کہا تو طوفان سے نجات پالی حالانکہ بسم اللہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا نصف ہے تو جب ایک بار نصف بسم اللہ کے پڑھنے سے طوفان سے نجات مل گئی تو جو شخص ساری عمر بسم اللہ پڑھتا رہے وہ نجات سے کیسے محروم ہوگا۔

☆ قیصر روم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ اس کے سر میں درد رہتا ہے جس سے آفاقہ نہیں ہوتا۔ میرے لیے کوئی دوا بھیج دیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس ایک ٹوپی بھیجی وہ اس ٹوپی کو پہن لیتا تو آرام آ جاتا اور اس ٹوپی کو اتار دیتا تو پھر سر میں درد شروع ہو جاتا وہ حیران ہوا اور ایک دن اس نے ٹوپی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک کاغذ تھا جس میں لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :

☆ بعض کفار نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا:

آپ ہمیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں آپ ہمیں اسلام کی صداقت پر کوئی نشانی دکھائیے تاکہ ہم بھی اسلام لے آئیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زہر منگوایا اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر کھالیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے صحیح سالم کھڑے رہے۔

مجوس نے کہا:

واقعی یہ دین حق ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے ایک مردہ کو عذاب دے رہے ہیں جب اپنے کام سے واپس لوٹے تو اس قبر میں رحمت کے فرشتوں کو دیکھا جن کے پاس نور کے طباق تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے تعجب ہوا۔ انہوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام)! یہ شخص گناہ گار تھا اور جب یہ مرا تو عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ مرتے وقت اس کی بیوی حاملہ تھیں اس کے ہاں بچہ ہوا اس نے اس کو پالا حتیٰ کہ وہ بڑا ہو گیا اس نے اس کو مکتب میں داخل کیا وہاں اس کو معلم نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھائی تو مجھے حیا آئی کہ جو بچہ زمین کے اوپر میرا نام لے رہا ہے اس کے باپ کو میں زمین کے نیچے عذاب میں مبتلا رکھوں۔

☆ سورہ توبہ میں قتال کا ذکر ہے لہذا اس سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی گئی اور ذبح سے پہلے بسم اللہ، اللہ اکبر کہا جاتا ہے بِسْمِ

اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ نہیں کہا جاتا کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں ہے تو جو شخص ہر روز سترہ مرتبہ فرض نمازوں میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھے گا وہ کب عذاب میں مبتلا ہوگا۔ (تفسیر کبیر: ج: 1، ص: 87 تا 89)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

کھانے پینے، ذبح کرنے، جماع کرنے، وضو کرنے، کشتی میں سوار ہونے غرض ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (الانعام: 118)

تو اس سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔

وَقَالَ اَرْكَبُوا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا وَمَوْسِئَهَا (هود: 41)

اور نوح نے کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور رکنا اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دروازہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو، چراغ گل کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو، برتن ڈھانکتے ہوئے بسم اللہ پڑھو اور مشک کا

منہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو۔

اور ارشاد فرمایا:

اگر تم میں سے کوئی شخص عمل تزویج کے وقت کہے۔ اے اللہ عز و جل! ہم کو شیطان سے محفوظ رکھ اور جو ہم کو عطا فرمائے اس

کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ تو اگر اس عمل میں ان کے لئے اولاد مقدر کی جائے گی تو اس کو شیطان کبھی ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

اور آپ نے عمر بن ابی سلمہ سے ارشاد فرمایا:

اے بیٹے! بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

شیطان ہر کھانے کو حلال کر لیتا ہے ماسوا اس کھانے کے جس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو۔

حضرت عثمان بن ابی العاص نے آپ سے شکایت کی کہ جب سے وہ اسلام لائے ہیں ان کے جسم میں درد رہتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

تین بار بسم اللہ پڑھو اور سات بار یہ پڑھو۔

اعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد و احاذر

یہ تمام احادیث مبارکہ صحیح ہیں۔

اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب بنو آدم بیت الخلاء میں داخل ہوں تو ان کی شرم گاہوں اور شیاطین کے درمیان بسم اللہ حجاب ہے۔
اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

جب رسول اللہ ﷺ وضو کرتے تو پہلے بسم اللہ پڑھتے پھر اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالتے۔ (جز: 1، ص: 97 تا 98)

☆ ہر نیک اور صحیح کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی انسان کو عادت پڑ جائے تو پھر اس کا بڑے کاموں سے باز رہنا زیادہ
متوقع ہوگا کیونکہ اگر وہ کسی وقت خواہش نفس سے مغلوب ہو کر برائی میں ہاتھ ڈالے گا تو عادت اس کے منہ سے بسم اللہ نکلے گی اور
پھر اس کا ضمیر اس کو سرزنش کرے گا۔

☆ انسان اسی کا نام بار بار لیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے اس لیے جو انسان ہر صحیح کام کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے
یہ اس کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے۔

☆ علامہ قرطبی راقم ہیں کہ

سعید بن ابی سیکنہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ لکھتے دیکھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:
اس کو خوبصورت لکھو کیونکہ ایک شخص نے بسم اللہ کو خوبصورت لکھا تو اس کو بخش دیا گیا۔

☆ سعید بن ابی سیکنہ نے روایت کیا ہے کہ

ایک شخص نے کاغذ کو دیکھا اس میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ لکھی ہوئی تھی اس نے اس کو اٹھا کر بوسہ دیا اور اس کو
اپنی آنکھوں پر رکھا تو اس کو بخش دیا گیا۔

☆ بشر حافی پہلے ایک ڈاکو تھے انہوں نے راستہ میں ایک کاغذ دیکھا جو لوگوں کے پیروں تلے آ رہا تھا۔ انہوں نے اس
کاغذ کو اٹھایا تو اس میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے بہت قیمتی خوشبو خریدی اور اس کاغذ پر وہ خوشبو لگائی اور اس کو
حفاظت کے ساتھ رکھ دیا۔ رات کو خواب میں انہوں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا اے بشر! تم نے میرے نام کو خوشبو میں رکھا ہے میں تم
کو دنیا اور آخرت میں خوشبودار رکھوں گا اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور ولی کامل بن گئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے انیس فرشتوں سے نجات دے وہ ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھے تاکہ
اللہ تعالیٰ بسم اللہ کے ہر حرف کے بدلہ اس کو جہنم کے ایک فرشتہ سے محفوظ رکھے کیونکہ بسم اللہ کے انیس حرف ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 1، ص: 91 تا 92)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ کو مقدم کر کے ہمیں یہ ادب سکھایا ہے کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے تمام اقوال، افعال اور مہمات کو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے شروع کیا کریں۔ (جامع البیان: ج: 1، ص: 38)

علامہ سید احمد طحاوی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے احکام شرعیہ کے بیان میں راقم ہیں۔

1- ذبح کرتے وقت، شکار کی طرف تیر پھینکتے وقت اور شکاری کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔

البحر الرائق میں لکھا ہے کہ

بسم اللہ کہنا ضروری نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ کا نام لینا شرط ہے۔

اور بعض کتب میں ہے:

”الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ نہ کہے کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں ہے۔

2- قنہ میں لکھا ہے کہ

ہر رکعت میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھنا واجب ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو کرنا لازم ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ سنت ہے۔

3- وضو کی ابتداء میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھنا سنت ہے، استنجاء سے پہلے اور بعد بھی۔ لیکن حالت استنجاء اور حمل نجاست میں نہ پڑھے۔ اگر وضو کے شروع میں ”بسم اللہ“ پڑھنا بھول گیا تو دوران وضو جب بھی یاد آئے بسم اللہ پڑھ لے۔ وضو کے اول میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھنا سنت ہے اور درمیان میں پڑھنا مستحب ہے۔

4- کھانے کی ابتداء میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھنا سنت ہے اگر بھول گیا تو درمیان میں پڑھنا بھی سنت ہے اور درمیان میں یوں پڑھے۔

بسم اللہ اولہ و آخرہ

5- سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔

6- کسی کتاب کے شروع میں اور ہر نیک اور اہم کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

7- قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے ”اعوذ باللہ“ کے بعد ”بسم اللہ“ پڑھنا مستحب ہے۔

8- مشتبہ چیز کھاتے وقت ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ پڑھنا مکروہ ہے جمہور کے نزدیک تمباکو نوشی کے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے۔

9- سورہ انفال کے بعد سورہ توبہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر سورہ توبہ سے ہی پڑھنا شروع کیا ہے تو پھر بعض مشائخ کے نزدیک بسم اللہ مکروہ نہیں ہے۔

10- اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور دیگر کاموں کے وقت بسم اللہ پڑھنا مباح ہے۔

11- خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ

اگر کسی شخص نے شراب پیتے وقت یا حرام کھاتے وقت یا زنا کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو وہ کافر ہو جائے گا یہاں حرام سے مراد حرام قطعی ہے کیونکہ کسی کام کے شروع میں اللہ تعالیٰ سے استعانت اور برکت حاصل کرنے کے لئے بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد اسی کام میں حاصل کی جائے گی جس کام کو اس نے جائز کیا ہو اور اس پر وہ راضی ہو اس لیے کسی حرام کام پر بسم اللہ پڑھنا اس کو حلال قرار دینے کے مترادف ہے اور حرام کو حلال قرار دینا کفر ہے۔

12- جنبی اور حائض کے لئے بہ طور قرآن "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھنا حرام ہے البتہ بطور ذکر اور برکت

حاصل کرنے کے لئے پڑھنا جائز ہے۔ (حافی الطحاوی علی الدر المنثور: ج 1، ص 655)

بحث سابع

نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سر پڑھی جائے گی یا جہراً؟

نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سر پڑھی جائے گی یا جہراً اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے لہذا یہاں پر فقہاء کرام کا اختلاف بیان کیا جاتا ہے۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور آخری تین آیات میں بندہ کے سوال اور دعا ہیں اور ایک آیت درمیان میں ہے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اور اسی طرح یہ سات آیات ہیں۔ اگر بسم اللہ بھی سورہ فاتحہ میں ہوتی تو ثناء کی چار آیات ہوتیں اور بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سورہ فاتحہ نصف نصف تقسیم نہ ہوتی حالانکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان نصف تقسیم کی گئی ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ

بندہ کہتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے میرا ذکر کیا۔

یہ محمد بن سمرعان کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس نے اس زیادتی میں تمام حفاظ اور ثقات کی مخالفت کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج 2، ص 150)

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

نماز میں قرأت کے افتتاح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرض نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے سے منع کیا ہے آہستہ سے نہ بلند آواز سے، اور نقلی نمازوں میں جائز کہا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، ثوری اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ

سورہ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت میں پست آواز سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

جہری نمازوں میں جہر سے بسم اللہ پڑھے اور سری نمازوں میں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے۔

ان کے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ، ابو ثور اور ابو عبیدہ کے نزدیک بھی یہ ایک آیت ہے۔ آیا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سورت کی ایک آیت ہے یا یہ صرف سورہ نمل اور سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے اس میں ان کے دو قول ہیں۔ اس کے بعد علامہ ابن رشد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ سے بسم اللہ کے سورہ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ ان کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ قاضی نے امام شافعی رحمہ اللہ کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورہ نمل کے علاوہ بھی اگر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کسی سورت کا جز ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بیان کر دیتے کیونکہ قرآن مجید تو اتر سے منقول ہے اور یہ حجت طاعہ ہے۔ بہر حال بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن مجید کی آیت ہے اور سورہ نمل کا جز ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ قرآن مجید کا جز ہونا مختلف فیہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جز نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک جز ہے۔ (بدلیۃ المجتہد: ج 1، ص 89، 90، 96)

فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا پڑھنا مشروع ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور امام اوزاعی رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ

نمازی سورہ فاتحہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میرے والد محترم نے مجھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوئے سنا تو ارشاد فرمایا:

اے بیٹے! یہ بدعت ہے اور تم بدعت سے بچو اور میں نے اپنے والد سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

میں سے کسی کو بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا۔

میرے والد نے کہا:

میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو نماز میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تم بھی نہ پڑھا کرو۔ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ کہتا ہوں۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

امام نسائی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ نعیم مجمر نے کہا کہ

میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو پڑھا پھر سورہ فاتحہ کو پڑھا پھر کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھا رہا ہوں۔ اور ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین سے بسم اللہ کو جہراً نہیں سنا وہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور اس کی صراحت شعبہ اور شیبان کی حدیث میں ہے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی جہراً بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں پڑھتا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

وہ سب آہستہ سے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے تھے۔

اور ابن شاہین نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے تھے اور عبد اللہ بن

مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت کا بھی یہی محمل ہے تاکہ احادیث مبارکہ میں تطبیق ہو۔ (المغنی: جز: 1، ص: 284)

علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی 885ھ لکھتے ہیں:

بسم اللہ کو نماز میں جہراً نہ پڑھا جائے خواہ ہم اس کو سورہ فاتحہ کا جز کہیں یا نہ کہیں۔ یہی صحیح قول ہے۔ مجد نے اپنی شرح میں

اس کی تصحیح کی ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ ترک جہر کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ خواہ ہمارے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کا جز

ہے۔

ابن حمدان، ابن تمیم، ابن جوزی اور زرکشی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور اس قول کو مقدم رکھا ہے اور یہی جمہور کا موقف ہے۔ ابن حامد اور ابو الخطاب نے ایک روایت جہر کی بیان کی ہے بہ شرطیکہ بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کا جز کہا جائے۔ ابن عقیل نے بھی اس کا ذکر کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

مدینہ منورہ میں جہر کیا جائے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

نفل میں جہر کیا جائے۔

اور شیخ تقی الدین کا مختار یہ ہے کہ

بسم اللہ، اعوذ باللہ اور سورہ فاتحہ کو نماز جنازہ وغیرہ میں کبھی کبھی جہر سے پڑھا جائے۔ (الانصاف: جز: 2، ص 48 و 49)

فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جو فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے ان کی یہ سب سے واضح دلیل ہے کیونکہ بالا جماع سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور آخری تین آیتوں میں بندہ کی دعا ہے اور درمیانی آیت بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور اس کو شروع الْحَمْدُ لِلّٰہ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ سے کیا ہے اگر بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز ہوتی تو اس سے شروع کیا جاتا۔ (شرح للوادی: جز: 1، ص 170)

مزید راقم ہیں۔

سنت یہ ہے کہ جہری نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو جہر پڑھا جائے۔ (شرح للوادی: جز: 1، ص 348)

فقہاء احناف کا موقف

امام ابو بکر احمد بن علی رازی بھصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (احناف) اور ثوری نے یہ کہا ہے کہ

نماز میں ”بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کو آہستہ پڑھا جائے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ

بسم اللہ کو نماز میں جہر اڑھے۔

یہ اختلاف اس وقت ہے جب امام نماز میں جہر اقرأت کرے، اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔

حضرت عمر بن ذر اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بلند آواز سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی۔

حماد نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے پھر سورہ فاتحہ جہر سے پڑھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابراہیم نے کہا کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے جہر سے نہیں پڑھتے

تھے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اور مغیرہ نے حضرت ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ

نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا بدعت ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا اعرابیوں کا طریقہ ہے۔

اسی طرح عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

ابو دائل بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو جہر سے پڑھتے تھے نہ اعوذ باللہ کو نہ آمین کو۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز میں بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھتے تھے اور

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ جہر سے بسم اللہ پڑھنے کو بدعت کہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو اللہ اکبر اور ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ“ کی قرأت سے شروع کرتے تھے اور سلام سے ختم

کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے کسی فرض میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو جہراً نہیں پڑھا نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے۔ (احکام القرآن: ج: 1، ص: 16، 17)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو آہستہ سے پڑھنے والی صرف دو احادیث مبارکہ ہیں

1- ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، 2- دوسری حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اس کے برعکس نماز

میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والی احادیث مبارکہ بہ کثرت ہیں جو تقریباً بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہیں۔ نیز آہستہ

پڑھنے والی احادیث مبارکہ ایک واقعہ کی نفی کی احادیث ہیں اور جہر سے پڑھنے والی احادیث مبارکہ ایک واقعہ (جہر) کے اثبات

کی احادیث مبارکہ ہیں اور جب نفی اور اثبات تعارض ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے۔

اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آہستہ پڑھنے کا انکار بھی منقول ہے کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ

سعید بن زید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ پڑھتے تھے۔

تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:

تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جو مجھے یاد نہیں ہے یا کہا جس کا تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا:

اس حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کثرت اسانید کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب دلیل صحیح ہو اور بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے کے

متعلق کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے اس کے برعکس اخفاء سے متعلق صحیح اور صریح احادیث مبارکہ ہیں۔ نیز احناف کی ایک

جماعت کثرت روایات کی وجہ سے حدیث مبارکہ کو ترجیح نہیں دیتے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ

بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھنے والی احادیث مبارکہ بھی مثبت ہیں اور ان کی حقیقت اثبات ہے کہ رسول اللہ ﷺ آہستہ سے

بسم اللہ پڑھتے تھے اگرچہ صورتہ نفی ہے کہ آپ جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ قاعدہ بھی مختلف فیہ ہے۔

اور تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انکار کی حدیث مبارکہ صحیح بخاری کی حدیث مبارکہ کے پائے کی نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دارقطنی کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بڑھاپے کی روایت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔

(عمدة القاری: ج: 5، ص: 290 تا 291)

مزید احناف کے موقف پر دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد محترم نے مجھ سے نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوئے سن لیا انہوں نے مجھ سے کہا اے بیٹے یہ بدعت ہے۔ تم بدعت سے بچو اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو بھی اپنے والد محترم سے زیادہ بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا۔

انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ و حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ سو تم نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ پڑھا کرو جب تم نماز شروع کرو تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یہ حدیث حسن ہے اس پر خلفاء راشدین اور اکثر اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔ (جامع ترمذی: ص: 63)

دلیل نمبر: 2

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں سے کسی کو نہ سنا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوں۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث: 494)

دلیل نمبر: 3

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں، ان میں سے کسی کو بھی اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھتے نہیں سنا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 1799)

دلیل نمبر: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ سے قرأت شروع

فرماتے تھے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 12156)

دلیل نمبر: 5

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھا کرتے تھے۔
(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 2598)

دلیل نمبر: 6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اللہ الحمد لله رب العالمین ۰ سے
قرأت شروع فرماتے تھے۔ (سنن الدارمی: رقم الحدیث: 1240)

دلیل نمبر: 7

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اللہ الحمد لله سے قرأت شروع فرماتے تھے
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ قرأت کے شروع میں ذکر کرتے تھے نہ قرأت کے آخر میں۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 2242)

دلیل نمبر: 8

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اللہ الرحمن الرحیم اور اعدوٰ باللہ اور ربنا لك الحمد آہستہ پڑھا کرتے
تھے۔ (جامع الرضوی: المعروف بفتح البہاری: ج: 2، ص: 378)

دلیل نمبر: 9

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ
چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے۔
1- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
2- سبحانک اللہم
3- اعدوٰ باللہ
4- اور آمین۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 2597)

دلیل نمبر: 10

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نماز تکبیر سے شروع فرماتے تھے اور قرأت الحمد للہ سے۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 25202)

دلیل نمبر: 11

ابوفاختہ سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ اونچی آواز سے نہ پڑھتے تھے الحمد للہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 25201)

دلیل نمبر: 12

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بے شک نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ سے شروع فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری: جز: 1، ص: 103)

الحمد للہ عزوجل! احناف کا موقف ان دلائل سے بذریعہ اتم ثابت ہوتا ہے اور یہی عقل کا تقاضا ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھی جائے کیونکہ سورتوں کے اول میں جو بسم اللہ لکھی ہوئی ہے وہ ان سورتوں کا جز نہیں فقط سورتوں میں فصل کرنے کے لئے لکھی گئی۔ لہذا نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھا جائے گا۔

بحث ثامن

ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھی جائے گی یا نہیں اور سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

اس بارے میں فقہاء کرام کا موقف درج ذیل ہے۔

امام ابوبکر احمد بن علی رازی بھصا ص متونی 370 ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں۔

اسی طرح سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں؟

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ

ہر رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک سورت سے پہلے دوبارہ بسم اللہ نہ پڑھے۔

اور امام محمد رحمہ اللہ اور حسن بن زیاد نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ

جب پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لی ہے تو اب اس نماز میں سلام پھیرنے تک اس پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے اور اگر اس نے ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھ لی تو مستحسن ہے۔

حسن بن زیاد نے کہا:

اگر وہ مسبوق ہے تو اس کی پہلی رکعت میں اس پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے کیونکہ امام پہلی رکعت میں بسم اللہ پڑھ چکا ہے اور امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (احکام القرآن، ج: ۱، ص: ۱۳)

سوال

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنا کیسا؟

جواب

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جس کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

فقہاء شافعیہ کا مسلک

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

دعا افتتاح (ثناء) کے بعد اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا مستحب ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے اور ہر اس لفظ کا پڑھنا جائز ہے جس سے یہ معنی حاصل ہو اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نماز سری ہو یا جہری اس کو سراپڑھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

جہری نماز میں جہرا پڑھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پڑھنے والے کو اختیار ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

مستحب یہ ہے کہ قطعاً آہستہ پڑھے۔ نیز مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں اعوذ باللہ پڑھے اور پہلی رکعت میں پڑھنا زیادہ

مؤکد ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ (روضۃ الطالبین، ج: ۱، ص: ۳۴۶)

فقہاء مالکیہ کا مسلک

علامہ ابوالبرکات احمد درودیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ لکھتے ہیں:

نفل نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا جائز ہے اور فرض نماز میں مکروہ ہے۔

(الشرح الکبیر: ج: ۱، ص: ۲۵۱)

فقہاء حنبلیہ کا مسلک

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

نماز میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے۔ حسن، ابن سیرین، عطاء، ثوری، اوزاعی، شافعی اور اصحاب رائے کا یہی نظریہ ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے کہا:

نماز میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ سے شروع فرماتے تھے۔ (المعنی: ج: ۱، ص: ۳۴۶)

فقہاء احناف کا مسلک

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

نماز میں ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھنا جمہور علماء کرام کے نزدیک سنت ہے۔

ثوری اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ

یہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان کا یہ قول اجماع کے خلاف ہے۔ اعوذ باللہ پڑھنے کے محل میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا محل ثناء کے بعد ہے اور یہ قرأت کے تابع نہیں ہے لہذا جو شخص بھی ثناء پڑھے گا وہ اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ اعوذ باللہ دفع وسوسہ کے لئے ہے اور دفع وسوسہ کے سبب محتاج ہیں۔ لہذا امام اور منفرد جس طرح ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھیں اسی طرح مقتدی بھی پڑھے اور عید کی نماز میں بھی امام اس کو ثناء کے بعد پڑھے نہ کہ تکبیرات کے بعد۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اعوذ باللہ پڑھنا قرأت کے تابع ہے لہذا جو شخص تلاوت قرآن کرے گا وہی اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شَیْطٰنِ الرَّجِیْمِ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

اور مقتدی چونکہ قرأت نہیں کرتا اس لیے وہ اعوذ باللہ نہیں پڑھے گا اور امام اور منفرد چونکہ قرأت کرتے ہیں اس لیے وہ اعوذ

باللہ پڑھیں گے اسی طرح عید کی نماز میں چونکہ قرأت تکبیرات کے بعد شروع ہوتی ہے اس لیے تکبیرات کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے گی۔ فتاویٰ قاضی خاں، ہدایہ اس کی شروح، کافی، اختیار اور اکثر کتابوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا قرأت کے تابع ہے اور ہمارا بھی یہی مختار ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص: 304)

علامہ علاؤ الدین ہکشی حنفی متونی 1088 ھ لکھتے ہیں:

جب نماز میں قرأت شروع کرے تو اعوذ باللہ پڑھے اگر سورہ فاتحہ مکمل پڑھنے کے بعد اس کو اعوذ باللہ پڑھنا یاد آیا تو اب اس کو چھوڑ دے گا اور اگر سورہ فاتحہ کے دوران اس کو یاد آیا تو اعوذ باللہ پڑھے اور از سر نو سورہ فاتحہ پڑھے اور جب شاگرد استاد کو قرآن مجید سنائے تو اس وقت اعوذ باللہ نہ پڑھے یعنی اس وقت پڑھنا سنت نہیں ہے۔ جب مسبوق اپنی بقیہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھے۔ امام عید کی نماز میں تکبیرات عید کے بعد اعوذ باللہ پڑھے کیونکہ تکبیرات عید کے بعد قرأت شروع ہوتی ہے۔ (در مختار علی ہاشم رد المحتار: ج: 1، ص: 329)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252 ھ لکھتے ہیں:

اگر سورہ فاتحہ کے دوران اس کو اعوذ باللہ پڑھنا یاد آیا تو اب سورہ فاتحہ کو دوبارہ اعوذ باللہ کے ساتھ پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ سنت کی وجہ سے فرض کو چھوڑ دیا جائے۔ نیز اس سے واجب کا ترک کرنا بھی لازم آئے گا کیونکہ سورہ فاتحہ یا اس کے اکثر حصہ کو دوبارہ پڑھنا سجدہ سہو کا موجب ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر نے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ نمازی نے اللہ اکبر پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھی اور ثناء پڑھنا بھول گیا تو اب ثناء نہ پڑھے۔ اسی طرح اگر اس نے اللہ اکبر کے بعد قرأت شروع کر دی اور ثناء اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو اب ان کو دوبارہ نہ پڑھے کیونکہ ان کا محل فوت ہو گیا اور اس پر سجدہ سہو نہیں ہے۔ اس کو زاہدی نے ذکر کیا ہے۔

ذخیرہ میں یہ مذکور ہے کہ

اگر کوئی شخص بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے اور اس سے اس کا مقصد قرآن مجید کی تلاوت ہو تو اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھے اور اگر حصول برکت کے لئے بسم اللہ پڑھتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی شخص شکر ادا کرنے کی نیت سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کرتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا ضروری ہے۔ یہ قاعدہ پڑھنے کے اعتبار سے ہے افعال کے لئے یہ قاعدہ نہیں ہے اس لیے بیت الخلاء جانے سے پہلے اعوذ باللہ من الخبث والنجاست پڑھنا اس قاعدے کے منافی نہیں ہے۔ (رد المحتار: ج: 1، ص: 329)

کیا دوسری رکعت میں اعوذ باللہ پڑھے گا؟

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متونی 956 ھ لکھتے ہیں:

دوسری رکعت میں نہ ثناء پڑھے گا نہ اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ ان کا محل اول صلوٰۃ اور اول قرأت ہے۔
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھنے سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تائید ہوتی ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا ثناء کے تابع ہے اور جب دوسری رکعت میں ثناء نہیں پڑھی جائے گی تو اعوذ باللہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ اگر یہ قرأت کے تابع ہوتی جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے تو دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ کو بھی پڑھا جاتا۔ سو اس طریقہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر عمل ہے حالانکہ تمہارے نزدیک امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول مختار ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ

جب نمازی نے ایک مرتبہ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ کو پڑھ لیا اور قرأت کے درمیان میں کسی اجنبی فعل کو داخل نہیں کیا تو اس کے لئے دوبارہ اعوذ باللہ پڑھنا سنت نہیں ہے اور افعال نماز، قرأت کے حق میں اجنبی نہیں ہیں کیونکہ نماز کے اعتبار سے تمام افعال واحد ہیں لہذا اس کی قرأت کے دوران کوئی اجنبی فعل خلل انداز نہیں ہو اس لیے اب اعوذ باللہ کا تکرار مسنون نہیں ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص: 324)

☆ قوله وهذا حديث منكر

اس حدیث کے منکر ہونے کی دو وجوہات ہیں۔

- 1- ایک وجہ یہ ہے کہ حمید راوی اس میں کشف وجہ کا ذکر کر رہا ہے حالانکہ دیگر روایات میں کشف وجہ کا ذکر نہیں ہے۔
- 2- دوسری وجہ اس روایت میں تعوذ کا ذکر ہے باقی روایتوں میں نہیں ہے۔

اشکال

حمید تو ثقہ راوی ہے مگر اس روایت کو کہتے ہیں جس میں ضعیف ثقاة کی مخالفت کرے۔

جواب

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے منکر فرما کر شاذ مراد لیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حمید اکثر علماء کے نزدیک تو ثقہ ہے مگر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کو ضعیف کہا ہے اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنے استاد کے فرمان کے مطابق روایت کو منکر فرما دیا۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ جَهَرَ بِهَا

باب: جس نے بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھا

اس باب میں بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنے کی روایات درج کی گئی ہیں۔



668 أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَوْفٍ عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَا حَمَلَكُمْ أَنْ عَمَدْتُمْ إِلَى بَرَاءَةِ وَهَى مِنَ الْمِثْنِ وَالْإِنْفَالِ وَهَى مِنَ الْمَثَانِي فَجَعَلْتُمُوهُمَا فِي السَّبْعِ الطَّوَالِ وَلَمْ تَكْتُبُوا بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَنْزَلُ عَلَيْهِ الْآيَاتُ فَيَدْعُو بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ لَهُ وَيَقُولُ لَهُ ضَعْ هَذِهِ الْآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذَكِّرُ فِيهَا كَذًا وَكَذًا وَتَنْزِلُ عَلَيْهِ الْآيَةُ وَالْآيَاتَانِ فَيَقُولُ مِثْلَ ذَلِكَ وَكَانَتِ الْإِنْفَالُ مِنْ أَوَّلِ مَا أُنْزِلَ بِهِ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةُ مِنْ آخِرِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيهَةً بِقِصَّتِهَا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ هُنَاكَ وَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطَّوَالِ وَلَمْ أَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُعَاوِيَةَ أَخْبَرَنَا عَوْفُ الْأَعْرَابِيِّ عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ بِمَعْنَاهُ قَالَ فِيهِ فَقَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَبَيِّنْ لَنَا أَنَّهَا مِنْهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ الشَّعْبِيُّ وَأَبُو مَالِكٍ وَقَتَادَةُ وَثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْتُبْ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ حَتَّى نَزَلَتْ سُورَةُ النَّمْلِ هَذَا مَعْنَاهُ

یزید فارسی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو سورہ برأت جو مِثْن سے ہے اس پر کون سی وجہ سے آمادہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو سورہ انفال سے پیچھے کر دیا حالانکہ وہ مثنیٰ میں سے ہے اور اس کو سات طویل سورتوں میں ملا دیا اور ان کے درمیان بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کی سطر کو تحریر نہیں کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیات کا نزول ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی لکھنے والے کو بلا کر ان کو ارشاد فرماتے کہ اس کو اس آیت کو فلاں لکھ دو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یا دو آیات کا نزول ہوتا تو اسی طرح فرماتے۔ سورہ انفال کا مدینہ منورہ میں پہلے نزول ہوا اور سورت برأت کا آخر میں نزول قرآن سے ہے۔ اور ان دونوں کے قصے میں تشبیہ ہے پس میں نے گمان کیا کہ یہ اسی سے ہے۔ میں نے اس کو

سات طویل سورتوں میں رکھا اور ان دونوں کے مابین بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کی سطر تحریر نہیں کی۔ یزید فارسی سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی بیان کیا ہے۔ اس میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری پردہ ہو گیا اور ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ سورہ برأت سورہ انفال سے ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شعبی، ابو مالک، قتادہ اور ثابت بن عمار نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ نمل کے نزول تک بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تحریر نہیں فرماتے تھے۔ یہ اس کا معنی ہے۔

(متدرک: ج: 2، ص: 241، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 42، سنن ترمذی: ج: 10، ص: 353، مسند احمد: ج: 1، ص: 473)

669 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَآحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ وَابْنُ السَّرْحِ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُتَيْبَةُ فِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَضْلَ السُّورَةِ حَتَّى تَنْزَلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ السَّرْحِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فصل سورت نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کا نزول ہوا یہ لفظ ابن سرح ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 669)

تشریح:

سورہ فاتحہ کے بعد پہلی سات سورتیں جن میں ایک سویا اس سے زیادہ آیتیں ہیں ان کو اسبع الطوال کہا جاتا ہے وہ یہ ہیں۔

1- البقرہ، 2- آل عمران، 3- النساء، 4- المائدہ

5- الانعام، 6- الاعراف، 7- اور الانفال۔

اور جن سورتوں میں ایک سو آیتیں ہیں ان کو ذوات المئین کہتے ہیں اور جن میں اس سے کم آیتیں ہیں ان کو مثانی کہتے ہیں اور ان کے بعد مفصل ہیں۔ سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل ہیں اور سورہ بروج سے سورہ بینہ تک اوساط مفصل ہیں اور سورہ بینہ سے آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔ (در مختار در المختار: ج: 1، ص: 363)

ہجرت کے بعد اوائل مدینہ منورہ میں الانفال نازل ہوئی اور سورہ براء یا التوبہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے یہ سورت نو ہجری میں نازل ہوئی جس سال غزوہ تبوک ہوا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آخری سورت جو مکمل نازل ہوئی وہ سورہ التوبہ ہے اور جو آخری آیت نازل ہوئی وہ آیت الکلالہ ہے۔

(جامع الاصول: رقم الحدیث: 8861)

سورۃ برأت نزول کے اعتبار سے آخری سورت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہ سورت سورۃ الفتح کے بعد نازل ہوئی اور بہ اعتبار نزول کے اس کا نمبر 114 ہے۔ روایت ہے کہ یہ سورت اوائل شوال 9 ہجری میں نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ

یہ ذوالقعدہ 9 ہجری میں نازل ہوئی اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ کر چکے تھے اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت الانعام کی طرح مکمل یکبارگی نازل ہوئی ہے اور بعض علماء کرام نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس سورت کی بعض آیات مختلف اوقات میں نازل ہوئی ہیں اور مکمل یکبارگی نازل ہونے کی یہ توجیہ ہے کہ اس سورت کے نزول کے دوران کوئی اور سورت درمیان میں نازل نہیں ہوئی ہے۔

امام عبد الملک بن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے کہا:

غزوہ موتہ کی طرف لشکر بھیجنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے جمادی الآخرہ اور رجب تک قیام فرمایا پھر 8ھ میں بنو بکر نے بنو خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا اور قریش نے بھی رات کو چھپ کر بنو بکر کے ساتھ مل کر قتال کیا حتیٰ کہ بنو خزاعہ نے حرم میں پناہ لی لیکن قریش اور بنو بکر نے حرم کا بھی احترام نہیں کیا۔

امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے کہا:

جب قریش اور بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کا مال لوٹ لیا اور انہوں نے اس معاہدہ کو توڑ دیا جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا۔ تب عمرو بن سالم الخزاعی اور بنو کعب کا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عمرو بن سالم تمہاری امداد کردی گئی ہے۔ قریش نے پھر معاہدہ کی تجدید کے لئے ابوسفیان کو مدینہ منورہ بھیجا لیکن نبی کریم ﷺ نے معاہدہ کی تجدید نہیں کی۔ (سیرۃ النبی لابن ہشام مع الروض الانف: جز: 4، ص: 149)

پھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور 8ھ میں مکہ مکرمہ فتح کر لیا پھر 8ھ میں ہی نبی کریم ﷺ نے بیس سے زیادہ راتوں تک طائف کا محاصرہ کیا اور ان سے بہت شدید قتال کیا۔ تیروں اور منجیق سے ان پر حملہ کیا اور طائف کو فتح کر لیا۔ پھر نبی کریم ﷺ 9ھ میں غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ آپ ﷺ کا آخری غزوہ تھا اور سورت برأت کی اکثر آیات اسی غزوہ میں نازل ہوئی ہیں۔ (سیرۃ النبی لابن ہشام مع الروض الانف: جز: 4، ص: 320)

رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کا تب کو فرماتے اس کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھ دو جب کوئی سورت مکمل ہو جاتی اور نئی سورت اترنا شروع ہوتی تو بسم اللہ بھی نازل ہوتی۔ سورتوں میں امتیاز پیدا ہو جاتا

لیکن سورہ توبہ یعنی برأت سب سے آخر میں اتری۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا کہ یہ مستقل سورت کا حصہ ہے اس کے ساتھ بسم اللہ نازل بھی نہیں ہوئی اب اس میں دو احتمال ہو گئے ہم نے دونوں احتمالات کا لحاظ رکھا اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی سورت کا حصہ ہونے کے احتمال کو مد نظر رکھ کر اور بیاض چھوڑ دیا مستقل سورت ہونے کے احتمال کو ملحوظ رکھ کر پھر سورہ انفال اور توبہ کو اس واسطے جوڑا کہ ان کے مضامین آپس میں ملتے ہیں۔ پھر انفال سے اگر توبہ کو مقدم کرتے تو سورہ اعراف کے ساتھ جڑ جاتی۔ مضامین اس کے ساتھ نہیں ملتے تو یہ اجتہاد کے خلاف ہوتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

ترتیب نزول کے بھی خلاف ہوتی کیونکہ انفال پہلے نازل ہوئی ہے اور توبہ بعد میں نازل ہوئی ہے۔

☆ قوله ان النبی ﷺ لم یکتب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حتی نزلت سورة النمل .

یعنی آپ ﷺ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھواتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ پر سورہ نمل کا نزول ہوا اس کے بعد آپ ﷺ نے سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھوانا شروع فرمایا سورہ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط کا تذکرہ ہے جو آپ ﷺ نے بلقیس کے نام لکھا تھا جس کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ (النمل: 30)

بے شک وہ مکتوب سلیمان کی جانب سے ہے اور بے شک وہ اللہ ہی کے نام سے ہے جو بہت بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متونی 1270ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مکتوب لکھ کر اس پر مشک لگا کر اس کو بند کیا پھر اس پر مہر لگائی اور وہ خط ہد ہد کو دے دیا جب وہ خط لے کر اس کے محل میں پہنچا تو وہ سوئی ہوئی تھی اس نے دروازے بند کر کے چابیاں اپنے سرہانے رکھی ہوئی تھیں ہد ہد روشن دان سے کمرے میں داخل ہوا اور وہ مکتوب اس کے سینہ کے اوپر پھینک دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

ہد ہد نے چونچ مار کر اس کو جگایا تو وہ گھبرا کر اٹھ گئی جب اس نے خط پر مہر لگی ہوئی دیکھی تو وہ کانپنے لگی بلقیس عربی پڑھی ہوئی تھی اس نے مہر توڑ کر خط نکال کر پڑھ لیا۔ (روح المعانی: ج: 19، ص: 290)

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا؟ اس کی تحقیق کیا ہے۔

علامہ ابوالحیاء اندلسی متونی 754ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہی اپنے نام کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پر مقدم کیا ہوتا کہ مکتوب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام بلیقیس کے ہاتھوں بے ادبی سے محفوظ رہے کیونکہ اس وقت بلیقیس کا فرہ تھی تا کہ ظاہر میں مکتوب کا عنوان حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام ہو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں مکتوب کا عنوان اللہ تعالیٰ کا نام ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکتوب میں پہلے بسم اللہ لکھی ہوئی ہو اور بلیقیس نے مکتوب پڑھتے وقت پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام پڑھ کر لوگوں کو یہ بتایا ہو کہ یہ مکتوب کس کی جانب سے آیا ہے۔ (البحر المحیط: ج: 4، ص: 235)

اشکال

اس حدیث پر یعنی نبی کریم ﷺ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں لکھواتے تھے حتیٰ کہ سورہ نمل نازل ہوئی، پر اشکال یہ ہے کہ اس کے بعد آنے والی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں یہ ہے کہ

كان النبي لا يعرف فصل السورة حتى تنزل عليه بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ پر ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ نازل ہوئی تھی اور آپ ﷺ کو کسی سورت کے شروع ہونے کا علم ہی نزول بسم اللہ سے ہوتا تھا کہ اب یہاں سے سورت شروع ہو رہی ہے؟

جواب

اس پہلی حدیث مبارکہ میں کتابت بسمہ کی نفی ہے نزول کی نفی نہیں سو ہو سکتا ہے کہ بسم اللہ نازل تو ہوتی ہو مگر سورت کے شروع میں آپ ﷺ اس کے لکھنے کا حکم نہ فرماتے ہوں اور سورہ نمل کے نزول کے بعد کتابت کا حکم فرمانے لگے تھے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ

لم یکتب سے مراد سورتوں کے شروع میں نہیں ہے بلکہ خطوط اور تحریروں کے شروع میں آپ ﷺ سورہ نمل کے نزول سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھواتے تھے اور اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ خطوط کے شروع میں بسم اللہ لکھوانے لگے تھے۔ خطوط اور تحریروں میں جو آپ ﷺ بسم اللہ لکھواتے تھے وہ یہ ہیں۔
صحیح بخاری میں ہے:

(نبی کریم ﷺ نے خط میں لکھوایا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 7)

اور سنن ترمذی میں ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یہ مکتوب محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام ہے جو ہدایت کا پیروکار

ہے اس کو سلام ہو اس کے بعد واضح ہو کہ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کرلو، سلامتی کے ساتھ رہو گے، اللہ تم کو دو گنا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کا بھی تم پر گناہ ہوگا۔

قُلْ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران: 64)

آپ فرمادیجئے! اے اہل کتاب اس بات کو قبول کرلو، جو ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاقی ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی کسی کو اس کے سوا عبادت کا مستحق نہیں قرار دیں گے اگر وہ اس سے اعراض کریں تو آپ فرمائیے کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2717)

اس خط کے اخیر میں مہر لگانے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ایک مکتوب لکھایا مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ صرف اسی مکتوب کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو، سو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنالی جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نقش تھا گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 65)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

مکاتیب کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو لکھنا ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ اس آیت کے نزول کے بعد ہے۔

اور یہ کہا گیا ہے کہ

اس آیت کے نزول سے پہلے نبی کریم ﷺ نے کسی مکتوب کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو نہیں لکھا۔

امام عبدالرزاق وغیرہ نے شعی سے روایت کیا ہے کہ

اہل جاہلیت باسمک اللہم لکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَہَا وَ مُرْسَہَا ۚ (ہود: 41) پھر آپ

نے بِسْمِ اللّٰهِ لکھا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی اِذْعُوْا اللّٰهَ اَوْ اِذْعُوْا الرَّحْمٰنَ ۚ (بنی اسرائیل: 110) تب آپ نے لکھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ پھر یہ آیت نازل ہوئی، اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ (انمل: 30) آپ نے لکھا بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ الاتقان میں لکھتے ہیں کہ

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی کون سی آیت نازل ہوئی۔ اس میں کئی اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اقرآن

بِسْمِ رَبِّكَ (الحق: ۱) سب سے پہلے نازل ہوئی۔

دوسرا قول ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمَدَّثِرُ (المدثر: ۱)

تیسرا قول ہے۔

سورہ فاتحہ

چوتھا قول ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پھر حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میرے نزدیک یہ کوئی الگ قول نہیں ہے کیونکہ ہر سورت کے نزول سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوئی لہذا جو آیت علی الاطلاق سب سے پہلے نازل ہوئی وہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے اور یہ بات ہمارے موقف کو تقویت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع ہوتی ہے اور یہی آیت سب سے پہلے نازل ہوئی ہے لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء نبوت میں ہی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا علم ہو گیا تھا۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ آپ ابتداء ہی سے مکاتیب سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھواتے تھے۔

اور جس شخص نے یہ کہا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء نبوت میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا علم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہو گیا ہو کہ مکاتیب کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنا مشروع ہے تو وہ شخص ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور مقام سے جاہل ہے۔ (روح المعانی: ج: ۱۹، ص: ۲۹۱-۲۹۲)

قوله عن يزيد الفارسي قال سمعت ابن عباس رضي الله عنهما..... الخ

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے فرمایا:

یہ حدیث مبارکہ حسن صحیح ہے اور ہمارے علم کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث مبارکہ کو صرف یزید فارسی

نے روایت کیا ہے، نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یزید فارسی یزید بن ہرمرہ ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: ۳۰۹۷)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی متوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کہا ہے کہ

اس میں اختلاف ہے کہ یزید بن ہرمرہ یزید فارسی ہے یا نہیں۔

عبدالرحمن بن مہدی نے کہا ہے

یزید فارسی ہی ابن ہر مزہ ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان نے اس کا انکار کیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں۔ انہوں نے کہا یہ شخص امراء کے ساتھ ہوتا تھا۔

ابوالبلال نے کہا:

یہ شخص عبید اللہ بن زیاد کا منشی تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ

یزید بن ہر مزہ، یزید فارسی نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال: ج: 20، ص: 394)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

یزید فارسی یزید بن ہر مزہ نہیں ہے۔ (تہذیب المعجم: ج: 11، ص: 321)

سند پر بحث کے علاوہ اس حدیث مبارکہ کا متن بھی منحوش ہے۔

اعتراض

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

اگر اس بات کو جائز قرار دیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ سورہ توبہ کو سورہ انفال کے بعد رکھا جائے اور بعض سورتوں کی ترتیب وحی کے موافق نہیں کی گئی بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد سے ان میں ترتیب قائم کی تھی تو باقی سورتوں میں بھی یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ ان کی ترتیب بھی وحی سے نہ کی گئی ہو بلکہ ایک سورت کی آیات میں بھی یہ احتمال ہوگا کہ ان آیتوں کی ترتیب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی رائے سے قائم کی ہو اور اس سے رافضیوں کے اس عقیدہ کو تقویت ہوگی کہ قرآن مجید میں زیادتی اور کمی کا ہونا جائز ہے اور پھر قرآن مجید حجت نہیں رہے گا اس لیے صحیح یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے مطلع ہو کر خود یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اس سورت کو سورہ انفال کے بعد رکھا جائے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے مطلع ہو کر سورت کی ابتداء بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو نہ لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ (تفسیر کبیر: ج: 5، ص: 521)

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف تھا کہ الانفال اور التوبہ الگ سورتیں ہیں یا دونوں مل کر ایک سورت ہیں کیونکہ مجموعی طور پر ان کی آیات دو سو چھ (206) ہیں اور یہ طوال میں سے ایک ہیں اور ان دونوں سورتوں میں قتال اور مغازی کا مضمون ہے۔ اس اختلاف کی بناء پر انہوں نے ان دونوں سورتوں کے درمیان خالی جگہ رکھی تاکہ اس سے ان لوگوں کے قول پر تنبیہ ہو جو کہتے ہیں کہ یہ دو سورتیں ہیں اور سورۃ توبہ سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں لکھی تاکہ ان لوگوں کے قول پر تنبیہ ہو جو یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں مل کر ایک سورت ہیں تو انہوں نے ایسا عمل کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اختلاف اور اشتباہ پر دلالت کرتا ہے اور ان کا یہ عمل اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین کو منضبط کرنے میں اور قرآن مجید کو تغیر اور تحریف سے

محفوظ رکھنے میں بہت تشدد تھے۔ اس سے رافضیوں کا قول باطل ہو جاتا ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ

سورة التوبة اور سورة الانفال دونوں مل کر ایک سورت ہیں ان کے قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ سورة الانفال کے آخر میں ہے مومن ایک دوسرے کے ولی اور وارث ہیں اور وہ کفار سے بالکل منقطع ہیں۔ سورة التوبة برآءة مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ سے شروع ہوتی ہے اور التوبة کی ابتداء الانفال کے آخر کی تاکید ہے کیونکہ برأت کا معنی ہے عصمت اور حفاظت کا منقطع ہونا تو الانفال کا آخر اور التوبة کا اول دونوں کا حاصل مسلمانوں کا مشرکین کی ولایت اور ان کی حفاظت کو منقطع کرنا ہے۔

(غرائب القرآن وغرائب الفرقان: ج: 3، ص: 428)

قوله عن ابن عباس رضي الله عنهما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے چچا زاد اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے تھے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے وفور علم کی وجہ سے البحر اور حبر الامة کا لقب عطا فرمایا گیا۔ باقی حالات و واقعات پیچھے بیان کر دیئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ لِلْأَمْرِ بِحَدُوثِ

باب: کوئی حادثہ عارض آنے پر نماز کو تخفیف کرنا

یہ باب کسی حادثہ کی وجہ سے نماز کو تخفیف کرنے کے حکم میں ہے۔

670 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَبِشْرُ بْنُ بَكْرِ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا قُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا فَاسْمَعْ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزْ كَرَاهِيَةً أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ

عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نماز کے واسطے قیام کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں اس کو طوالت دوں گا تو میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی والدہ کا شاق ہونا مجھے پسند نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 262، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 118، صحیح البخاری: ج: 3، ص: 126، مسند احمد: ج: 46، ص: 97)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ کا مطلب واضح ہے۔

بعض علماء کرام نے اس حدیث مبارکہ سے ایک اور مسئلہ پر استدلال کیا ہے وہ اطالۃ الركوع للجائی چنانچہ علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام کو رکوع کی حالت میں اگر یہ محسوس ہو کہ کوئی شخص نماز میں شرکت کے لئے آ رہا ہے تو امام رکعت کو پانے کے لئے رکوع کو بڑھا سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک دنیاوی مصلحت کی بناء پر نماز کو خفیف کر سکتے ہیں تو دینی مصلحت کے لئے اس کو کیوں طول نہیں دے سکتے۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کرام جس طرح کہ شعی اور حضرت حسن بھری، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے اس کے طول کو جائز قرار دیا ہے اور اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ و اسحاق بن راہویہ اور ابو ثور فرماتے ہیں مگر وہ ایک قید کے ساتھ فرماتے ہیں وہ قید ہے ما لم یثیق علی اصحابہ اور جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس طرح کرنا جائز نہیں۔ شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں شافعیہ کے نزدیک اختلاف اور تفصیل ہے۔ جمہور کی طرف سے علامہ خطابی رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال بے محل اور قیاس مع الفارق ہے یعنی طوالت کو تخفیف پر قیاس کرنا۔ آئمہ کرام تو تخفیف کے پہلے ہی مامور و مکلف ہیں پھر طوالت کو اس پر کس طرح قیاس کیا جاسکتا ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

کسی نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لئے امام کا قرأت کو لمبا کرنا یا رکوع کو لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہے جب کہ وہ پہچان لے کہ فلاں شخص آ رہا ہے اور اگر اس کو معلوم نہ ہو کہ کون ہے تو پھر مکروہ نہیں ہے اور اگر وہ محض اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کرے تو بالاتفاق مکروہ نہیں ہے لیکن یہ نادر ہے اور اس کا نام مسئلہ ریا رکھا گیا ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (درمختار: جز: 1، ص: 462)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

بدائع اور ذخیرہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ کہا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

مجھے ایسے امام کے بارے میں بڑے گناہ یعنی شرک کا خدشہ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول جدید میں بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ بعض لوگوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے کلام کا یہ مطلب لیا کہ وہ شخص حقیقتاً مشرک ہے اور اس کا خون مباح ہے لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی اس سے مراد شرک فی العمل ہے کیونکہ اس کے رکوع کا اول حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور اس کے رکوع کا آخری حصہ آنے والے نمازی کے لئے، اس کی تکفیر

نہیں کی جائے گی کیونکہ اس امام نے اس نمازی کے لئے تذلل اور عبادت کا ارادہ نہیں کیا۔ اگر امام کو علم نہ ہو کہ کون آرہا ہے اور وہ عبادت پر اعانت کے قصد سے رکوع کو لمبا کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ اپنی عادت سے صرف ایک یا دو تسبیحات زیادہ پڑھے تاکہ باقی نمازیوں پر دشوار نہ ہوتا ہم افضل یہی ہے کہ اس طرح نہ کرے کیونکہ یہ عبادت میں ایسا کام کرنا ہے جس میں عدم اخلاص کا شبہ ہے اور بلاشبہ اس کا ترک افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کام میں شبہ ہو تو اس کو ترک کر دو اور وہ کام کرو جس میں شبہ نہ ہو کیونکہ اگرچہ اس میں بہ ظاہر عبادت پر معاونت ہے مگر اس میں حقیقتاً نماز میں سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے اور جماعت میں ملنے کے اہتمام نہ کرنے پر معاونت ہے اس لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

بعد میں آنے والی نمازی کو رکعت میں شامل کرنے کے لئے رکعت کو لمبا کرنا شرط مذکور کے ساتھ جائز ہے خصوصاً فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا بالاتفاق مستحب ہے اور باقی نمازوں میں اختلاف ہے کیونکہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا ہوتا ہے اس لیے پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کی جائے تاکہ زیادہ لوگ شامل ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ ﷺ کے افعال سے یہی سمجھا ہے۔

عبداللہ بن مبارک، اسحاق، ابراہیم اور ثوری سے منقول ہے کہ امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ پانچ تسبیحات پڑھے تاکہ اس کے ساتھ ملنے والا تین تسبیحات پڑھ سکے۔ اس اعتبار سے بعد میں آنے والے نمازی کی مدد کرنے کا قصد کرنا افضل ہے بہ شرطیکہ اس کے دل میں اس کی محبت کا خیال یا اس سے حیاء کا خیال نہ آئے۔

اسی وجہ سے معراج میں لکھا ہے کہ
اس کو اجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تعاونوا علی البر والتقویٰ
نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔
اور منشیٰ میں لکھا ہے کہ

مؤذن کو دیر سے اقامت کہنا اور امام کا لوگوں کو شامل کرنے کے لئے لمبی قرأت کرنا حرام ہے یہ اس وقت ہے جب وہ دنیا داروں کو راضی کرنے کے لئے اس طرح کرے اور دوسرے نمازیوں پر یہ تاخیر دشوار ہو۔
خلاصہ یہ ہے کہ

نیک اور صالح آدمیوں کے لئے معمولی تاخیر کرنا مکروہ نہیں ہے۔ (رد المحتار: ج: 1، ص: 462)

اشکال

اشکال یہ ہے کہ اس باب کی حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے عذر کی وجہ سے نماز کو تخفیف کر دیا جبکہ ایک اور حدیث

مبارک کہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب میں لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے؟ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے:
مردان بن الحکم فرماتے ہیں کہ

مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں کیوں پڑھتے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس نے کہا:

وہ لمبی لمبی سورتیں کون سی تھیں۔

انہوں نے کہا:

ایک اعراف اور دوسری انعام، اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا تو انہوں نے اپنی طرف سے سورۃ مائدہ اور سورۃ اعراف بتایا۔ (سنن ابوداؤد: حدیث مبارکہ: 689)

جواب

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھتے تو اس کے سننے میں سننے والوں کو ایسا کیف اور سرور آتا تھا اور ان پر اس طرح وجد طاری ہوتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری بھول جاتی تھی۔ بیماروں کو بیماری بھول جاتی تھی اور کام والوں کو کام بھول جاتے تھے اور ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ کاش ان کو قیامت تک کی عمر بھی ملے تو وہ یوں ہی آپ ﷺ کے پیچھے اس نماز میں گزر جائے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ

باب: نماز تخفیف کرنا

یہ باب نماز کو تخفیف کر کے پڑھانے کے حکم میں ہے۔

671 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو وَ سَمِعَهُ مِنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُؤَمِّنَا قَالَ مَرَّةً ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي بِقَوْمِهِ فَأَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الصَّلَاةِ وَقَالَ مَرَّةً الْعِشَاءُ فَصَلَّى مُعَاذٌ مَعَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ يَوْمٌ قَوْمُهُ فَقَرَأَ الْبَقْرَةَ فَأَعْتَزَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَصَلَّى فَقِيلَ نَافَقْتَ يَا فَلَانُ فَقَالَ مَا نَافَقْتُ فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ مُعَاذًا يُصَلِّي مَعَكَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَوْمُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنَّمَا نَحْنُ أَصْحَابُ نَوَاضِحٍ وَنَعْمَلُ بِأَيْدِينَا وَإِنَّهُ جَاءَ يَوْمُنَا فَقَرَأَ بِسُورَةِ الْبَقْرَةِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ أَفَتَانُ أَنْتَ أَفَتَانُ أَنْتَ أَقْرَأُ بِكَذَا أَقْرَأُ بِكَذَا قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى فَلَدَّ كَرْنَا لِعَمْرٍو فَقَالَ أَرَاهُ قَدْ ذَكَرَهُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا طَالِبُ بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَابِرٍ يُحَدِّثُ عَنْ حَزْمِ بْنِ أَبِي كَعْبٍ أَنَّهُ أَتَى مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِقَوْمِ صَلَوةِ الْمَغْرِبِ فِي هَذَا الْخَبَرِ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ لَا تَكُنْ فِتْنًا فَإِنَّهُ يُصَلِّي وَرَأَيْتُكَ الْكَبِيرُ وَالضَّعِيفُ وَذُو الْحَاجَةِ وَالْمُسَافِرُ

عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی معیت میں نماز پڑھتے پھر واپس آ کر اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے پس نبی کریم ﷺ نے رات کی نماز کو مؤخر فرما دیا اور ایک بار ارشاد فرمایا عشا کے اندر۔ پس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں نماز ادا کی پھر واپس پلٹ کر اپنی قوم کی امامت کروائی تو آپ ﷺ نے سورہ بقرہ تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے قوم سے علیحدہ نماز پڑھ لی کہا گیا کہ اے فلاں! کیا تم منافق ہو گئے ہو۔ اس نے کہا میں منافق نہیں ہوا تو اس نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ معاذ آپ ﷺ کی معیت میں نماز پڑھتے ہیں پھر واپس لوٹ کر ہماری امامت کر دیتے ہیں اور ہم محنت کرنے والے اور اپنے ہاتھوں سے کام کرنے والے اصحاب ہیں انہوں نے ہمارے پاس آ کر امامت کروائی تو سورہ بقرہ تلاوت فرمائی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟ اس قدر پڑھو، اس قدر پڑھو۔ ابوالزبیر نے کہا سبح اسم ربك الاعلى واللیل اذا یغشی، تو ہم نے عمرو سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا مجھے خیال ہے کہ اس کا ذکر کیا ہے۔

حضرت حزم بن ابی کعب سے روایت ہے کہ وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس حال میں کہ آپ ﷺ قوم کو نماز پڑھا رہے تھے۔ اس خبر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ فتنے میں ڈالنے والے نہ ہو جاؤ کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے، ضعیف، حاجت روا اور مسافر نماز پڑھا کرتے ہیں۔

(صحیح ابن حبان: ج 6، ص 159، مسند احمد: ج 24، ص 336)

672 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَايِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي

صَالِحٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ كَيْفَ تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَتَشْهَدُ وَأَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ أَمَا إِنِّي لَا أَحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَهَا نَدْنِدُنْ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجَلَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرٍ ذَكَرَ قِصَّةَ مُعَاذٍ قَالَ وَقَالَ يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلْفَتَى كَيْفَ تَصْنَعُ يَا ابْنَةَ أَخِي إِذَا صَلَّيْتَ قَالَ أَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَأَسْأَلُ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِهِ مِنَ النَّارِ وَإِنِّي لَا أَدْرِي مَا دَنْدَنَتَكَ وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي وَمُعَاذًا حَوْلَ هَاتَيْنِ أَوْ نَحْوَ هَذَا

ابوصالح نے نبی کریم ﷺ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا: تو نماز میں کیا کہتا ہے۔ اس نے عرض کیا میں کہتا ہوں کہ اے اللہ عزوجل میں تیری ذات مقدسہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ مگر مجھے آپ ﷺ کی دعا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا کا معلوم نہیں ہوتا۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم بھی اس کے آس پاس دعا مانگا کرتے ہیں۔ عبید اللہ بن مقسم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قصہ معاذ رضی اللہ عنہ ذکر کر کے فرمایا نبی کریم ﷺ نے نوجوان سے ارشاد فرمایا: اے بھتیجے! تو نماز میں کس طرح کرتا ہے اس نے عرض کیا! میں سورہ فاتحہ تلاوت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے اس کی پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کیا طلب فرماتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اور معاذ ان دونوں کے گردا گرد کرتے ہیں۔ یا اسی کی مثل فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: ج 3: ص 158، سنن البیہقی الکبریٰ: ج 1: ص 282، صحیح ابن حبان: ج 3: ص 149، صحیح ابن خزیمہ: ج 1: ص 358)

673 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ وَإِذَا صَلَّيْتَ لِنَفْسِكَ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف سے پڑھائے کیونکہ اس میں ضعیف، بیمار اور بوڑھے بھی ہوا کرتے ہیں اور جب خود نماز پڑھے تو جس قدر چاہے پڑھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج 3: ص 117، سنن الترمذی: ج 3: ص 326، شرح السنہ: ج 1: ص 204، صحیح ابن حبان: ج 5: ص 56)

674 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ السَّقِيمَ وَالشَّيْخَ الْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ اس میں بیمار، زیادہ بوڑھے اور حاجت روا بھی ہوا کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ج: 2، ص: 496، مسند ابی حنیفہ: ج: 2، ص: 372، مصنف عبد الرزاق: ج: 2، ص: 362)

تشریح:

اس باب میں امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر فرمایا ہے یہی حدیث ابواب الامامة میں گزر چکی ہے اور اس کی تشریح وہیں پر بیان کر دی ہے مگر جو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے باب نماز کو تخفیف کرنے کا باندھا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ جب مقتدی بیمار، زیادہ بوڑھے اور حاجت روا ہوں تو امام کو چاہئے کہ نماز کو تخفیف سے پڑھائے تاکہ ان پر شاق نہ ہو ہاں اگر وہ علیحدہ یا اکیلا پڑھ رہا ہے تو پھر جس قدر پڑھے پڑھ سکتا ہے۔

☆ قوله حدثنا احمد بن حنبل حدثنا سفيان عن عمرو بن دينار..... الخ

اس حدیث مبارکہ میں سفيان کے استاد عمرو بن دينار ہیں اور عمرو بن دينار کی روایت میں سورتوں کی تعیین نہیں ہے مگر سفيان کو یہ روایت ابوالزبير سے بھی پہنچی تھی اور ان کی روایت میں سورتوں کی تعیین تھی اس وجہ سے سفيان نے عمرو بن دينار سے کہا کہ ہمارے ایک اور استاد ابوالزبير نے تو سورتوں کی تعیین فرمائی ہے اور آپ نے نہیں فرمائی تو پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے خیال میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان سورتوں کے نام بھی لئے تھے۔

قوله عن ابي هريره رضي الله عنه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ باقی حالات جاننے کے لئے سابقہ اوراق کی طرف رجوع فرمائیے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم .

بَابُ مَا جَاءَ فِي نَقْصَانِ الصَّلَاةِ

باب: نماز میں نقص آنا

یہ باب نماز میں نقص آنے کے حکم میں ہے۔



675 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ بَكْرِ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَنَمَةَ الْمُزَنِيِّ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا عَشْرُ صَلَاحَاتٍ تَسْعُهَا ثَمَنُهَا سَبْعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبْعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک کوئی شخص نماز سے فراغت پالے تو اس کے لئے نہیں لکھا جاتا نماز کا ثواب مگر دسواں، نواں، آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا، تیسرا اور نصف حصہ۔

(شعب الایمان: ج: 3، ص: 136، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 210، مسند ابی حنبلہ: ج: 1، ص: 359)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ کا مطلب واضح ہے کہ جس قدر خشوع و خضوع ہوگا اس قدر نماز کا ثواب ملے گا لہذا بعض کے لئے دسواں ثواب کا حصہ لکھا جاتا ہے، بعض کے لئے نواں حصہ، بعض کے لئے آٹھواں حصہ لکھا جاتا ہے، تو بعض کے لئے ساتواں حصہ، بعض کے لئے چھٹا حصہ لکھا جاتا ہے تو بعض کے لئے پانچواں حصہ، بعض کے لئے چوتھا حصہ لکھا جاتا ہے تو بعض کے لئے تیسرا حصہ اور بعض کے لئے نصف حصہ لکھا جاتا ہے۔ لہذا نماز میں خشوع و خضوع ضروری ہے۔

مناسب ہے کہ یہاں پر خشوع و خضوع کی تحقیق کر دی جائے۔

خشوع و خضوع کے معانی

علامہ راغب بریلو رحمہ اللہ متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

الخشوع کا معنی ہے عاجزی اور انکساری کرنا۔ اس کا اطلاق زیادہ تر ظاہری اعضاء سے عاجزی اور انکسار پر ہوتا ہے اور ضراعت کا اطلاق دل کی عاجزی اور انکسار پر ہوتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب دل میں عاجزی ہو تو ظاہری اعضاء میں خشوع ہوتا ہے۔

زجاج نے کہا:

قرآن مجید میں ہے:

ابن فارس نے کہا:

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ (الْقلم: 43)

اور قرآن مجید میں ہے:

ابن درید نے کہا:

علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری متوفی 465ھ لکھتے ہیں:

تمہارے دین سے جو چیز سب سے پہلے کم ہوگی وہ خشوع ہے۔

محمد بن علی الترمذی نے کہا:

Marfat.com

حضرت حسن بصری نے کہا:

الخشوع اس خوف کو کہتے ہیں جو دل میں ہمیشہ لازم رہے۔

حضرت جنید بغدادی سے الخشوع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:

علام الغیوب کے لئے دلوں کا نرم اور ذلیل ہونا۔

روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں اپنی داڑھی سے کھیتے ہوئے دیکھا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔

ایک قول یہ ہے کہ

نماز میں خشوع یہ ہے کہ اس کو نماز میں یہ پتہ نہ چلے کہ اس کے دائیں جانب کون ہے اور بائیں جانب کون ہے۔

(الرسالة القشیر یہ: ص 181-182)

علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں:

حق یہ ہے کہ الخشوع ایسا معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس کی محبت اور اس کی جناب میں ذلت اور انکسار کے مجموعہ سے

مرکب ہے۔ (مدارج السالکین: ج 1، ص 559)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

نفس کی وہ حالت جس کا اثر ظاہری اعضاء میں سکون اور تواضع سے ظاہر ہوتا ہے اس کو خشوع کہتے ہیں۔

حضرت قتادہ نے کہا:

دل میں خوف اور نماز میں نظربندی رکھنے کو خشوع کہتے ہیں۔

زجاج نے کہا:

جس پر ذلت کے آثار دکھائی دیں وہ خشوع کرنے والا ہے۔

ابراہیم نخعی نے کہا:

سوکھی روٹی کھانے، سخت اور موٹے کپڑے پہننے اور سر جھکانے سے خشوع نہیں ہوتا۔ خشوع یہ ہے کہ حق بات میں

تمہارے نزدیک معزز اور حقیر برابر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی تم پر فرض کی ہے اس کی اطاعت میں جھک جاؤ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سر جھکائے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

سراٹھاؤ خشوع صرف تمہارے دل میں ہے:

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

خشوع دل میں ہوتا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے لئے تمہارے ہاتھ ملائم ہوں اور نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرو جس نے اپنے دل سے زیادہ خشوع کو ظاہر کیا اس نے نفاق کو ظاہر کیا۔

سہل بن عبد اللہ نے کہا:

خشوع اس وقت ہوگا جب خوف خدا عز و جل سے تمہارے بدن کا ہر رونگٹا کھڑا ہو جائے۔
قرآن مجید میں ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (الزمر: 23)

(قرآن سننے سے) ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

سلف صالحین اپنے خشوع کے اثرات کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے ایسا خشوع محمود ہے اور خشوع مذموم یہ ہے جیسے جاہل لوگ تکلف سے روتے ہیں اور سر جھکاتے ہیں تاکہ لوگ ان کو نیک اور بزرگ جانیں یہ نفس کا فریب اور شیطان کا گمراہ کرنا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز: 1، ص: 375)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ مستوفی 606ھ لکھتے ہیں:

خشوع کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے خشوع کو افعال قلوب سے قرار دیا ہے۔ جیسے خوف اور ڈر، بعض نے خشوع کو اعضاء ظاہرہ سے قرار دیا ہے مثلاً جسم کو ساکن رکھنا اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا اور بعض نے کہا کہ خشوع ان دونوں چیزوں کو شامل ہے اور یہی تعریف رائج اور اولیٰ ہے۔ (تفسیر کبیر: جز: 8، ص: 259)

قرآن مجید میں خشوع کا اطلاق

قرآن مجید میں خشوع کا اطلاق ان معانی پر ہے۔

آیت نمبر: 1

خشوع بمعنی خوف۔ جسے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَيَذْعُوْنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَشِيعِينَ (الانبياء: 90)

وہ رغبت اور خوف کے ساتھ ہماری عبادت کرتے ہیں اور وہ ہم سے ڈرنے والے ہیں۔

آیت نمبر: 2

خشوع کا اطلاق تواضع پر بھی کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا:

وَأَنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَشِيعِينَ (البقرہ: 45)

بے شک یہ نماز ضرور بھاری ہے سوا ان پر جو تواضع اور عاجزی کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر: 3

خشوع کا اطلاق سوکھی اور خشک چیز پر بھی کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً (حم السجده: 39)

تم زمین کو سوکھی ہوئی اور خشک دیکھتے ہو۔

آیت نمبر: 4

خشوع معنی ذلت، عاجزی اور انکسار، جس طرح کہ ارشاد فرمایا:

وَاَخْشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طہ: 108)

اور رحمان کے سامنے تمام آوازیں پست ہو جائیں گی۔

آیت نمبر: 5

اعضاء کا پرسکون اور مودب رہنا، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خٰشِعُونَ O (المومنون: 2)

اور جو لوگ سکون اور ادب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

خشوع کے متعلق احادیث مبارکہ

خشوع کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس طرح ہے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد

کرتا ہے جس طرح روزہ رکھنے والا، نماز میں قیام کرنے والا، خشوع کرنے والا، رکوع کرنے والا اور سجدہ کرنے والا ہے۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 3127)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے

ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 305)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کی نماز استسقاء کے متعلق سوال کیا گیا۔
تو آپ ﷺ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ بغیر زینت کے عام لباس میں باہر آئے، عاجزی کرتے ہوئے اور گڑگڑاتے ہوئے حتیٰ کہ عید گاہ پہنچے پھر تمہارے خطبوں کی طرح خطبہ نہیں دیا لیکن آپ ﷺ دعا کرنے، آہ وزاری کرنے اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے میں مصروف رہے اور اس طرح نماز پڑھی جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1186)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
میرے سامنے قرآن مجید پڑھو۔
میں نے عرض کیا:

میں آپ ﷺ کے سامنے قرآن پڑھوں! حالانکہ آپ ﷺ پر تو خود قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن سنوں، میں نے آپ ﷺ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی جب میں اس آیت پر پہنچا ”فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا“
تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رک جاؤ، اس وقت آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 4582)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مسلمان بھی اچھے طریقہ سے وضو کرتا ہے پھر اس طرح کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے کہ وہ دو رکعتوں کی طرف اپنے دل اور چہرہ سے متوجہ ہوتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 234)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4143)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بندہ اپنے رب عزوجل کے سب سے زیادہ قریب رات کو ہوتا ہے اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکتے ہو تو کرو۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3579)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میری توجہ صرف سامنے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر تمہارا نہ رکوع مخفی ہوتا ہے اور نہ تمہارا خشوع مخفی ہوتا ہے اور بے شک میں تم کو ضرور اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 741)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آئے تو وہ اس کا اچھی طرح وضو کرے اور نماز میں اچھی طرح خشوع اور رکوع کرے
تو وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ تمام دہر تک رہے
گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 228)

خشوع کے مدارج

علامہ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں:
خشوع کے حسب ذیل مدارج ہیں۔

1- حکم کے سامنے سرنگوں ہونا، حکم کو تسلیم کرنا اور نظر حق کے لئے عاجزی کرنا، حکم کے سامنے سرنگوں ہونے کا معنی ہے عاجزی کے ساتھ حکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا اور اپنے ضعف اور ہدایت کی احتیاج کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم کی موافقت کرنا اور حکم کو تسلیم کرنے کا معنی یہ ہے کہ حکم شرعی کے بالمقابل اپنی رائے اور خواہش کا اظہار نہ کرنا اور اس پر غضب اور کراہت کا اظہار نہ کرنا اور اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرنا اور نظر حق کے لئے عاجزی کرنے کا معنی یہ ہے کہ دل کو اور اعضاء کو نظر حق کے لئے جھکا دینا۔

2- نفس اور عمل کی آفات کا انتظار کرنا اور ہر صاحب فضل کی فضیلت کو دیکھنا اور یہ اس وقت ہوگا جب تم اپنے نفس اور عمل کے نقائص اور عیوب کے ظہور کا انتظار کرو اور جب تم اپنے نفس کے نقائص اور عیوب کا انتظار کرو گے اور اپنے فخر اور تکبر اور صدق کے ضعف اور یقین کی کمی اور نیت کے پختہ نہ ہونے کا مطالعہ کرو گے تو لامحالہ اس سے تمہارا دل خشوع کرنے والا ہو جائے گا اور رہا ہر صاحب فضل کی فضیلت میں غور و فکر کرنا تو اس کی وجہ سے تم لوگوں کے حقوق کی رعایت کرو گے اور ان کو ادا کرو گے اور اگر کوئی شخص تمہارے حقوق کی ادائیگی میں کمی کرتا ہے تو تم اس سے بدلہ نہ لینا کیونکہ یہ نفس کی رعونت اور اس کی حماقت ہے۔

3- جب کسی چیز کا کشف ہو جائے تو اس کی حفاظت کرنا اور دل کو مخلوق کے دکھاوے سے صاف رکھنا اور عاجزی اور انکسار کے ساتھ دل کو منضبط رکھنا۔ (مدارج السالکین: ج: 1، ص: 559 تا 560)

خشوع کے متعلق اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم

خشوع کے متعلق صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے کثیر اقوال ہیں جن میں چند دلائل کے لئے پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دل میں خشوع یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے لئے نرم ہو اور نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرو۔ (متدرک: ج: 1، ص: 393)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول

علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص گردن جھکا کر نماز پڑھ رہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے گردن والے اپنی گردن اوپر اٹھاؤ خشوع گردنوں میں نہیں ہوتا خشوع دل میں ہوتا ہے۔

(مدارج السالکین: ج: 1، ص: 559)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ایشمی متوفی 807ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرتے ہوئے عاجزی کی اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سر بلند کرے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے تکبر کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سرنگوں کرے گا۔ (مجمع الزوائد: جز: 10، ص: 223)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نفاق کے خشوع سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

ان سے پوچھا گیا۔

نفاق کا خشوع کس طرح ہوتا ہے؟

انہوں نے کہا:

جسم خوف خدا عزوجل سے کانپ رہا ہو اور دل میں خوف خدا عزوجل نہ ہو۔ (کتاب الزہد: ص: 182)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول

امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے ایام مرض میں کہا۔

میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی رکھی ہوئی ایک امانت ہے وہ تم تک پہنچا رہا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص نماز میں التفات نہ کرے (ادھر ادھر مڑ کر نہ دیکھے) اگر ضرور ایسا کرنا ہو تو فرائض کے غیر میں کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4544)

مزید راقم ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہو۔ پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔

اور عطاء نے کہا:

مجھے یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے؟ میں تیرے لئے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4538)

حضرت عبداللہ بن منقذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن منقذ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب بندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب وہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اس سے اعراض کر لیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4540)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے لکڑی کا ستون کھڑا ہو اور حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یہ نماز میں ان کا خشوع تھا۔ (درمنثور: ج: 6، ص: 87)

مزید خشوع کے متعلق یہ روایات ہیں۔

امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت سختی کی اور فرمایا وہ لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی آنکھیں چھین لی جائیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6316)

مزید راقم ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو لوگ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6318)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر التفات کے متعلق پوچھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ شیطان کا اچکنا اور چھیننا ہے۔ بندہ کی نماز سے اتنا حصہ شیطان اچک لیتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 751)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو لوگ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6318)

امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم الترمذی متوفی 320ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نفاق کے خشوع سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یا رسول اللہ ﷺ نفاق کا خشوع کیا ہوتا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بدن میں خشوع ہوتا ہے اور دل میں نفاق ہوتا ہے۔ (نوادراصول: ج: 2، ص: 172)

کیا نماز میں خشوع و خضوع واجب ہے؟

نماز میں خشوع و خضوع واجب ہے اس کے درج ذیل دلائل ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (محمد: 24)

کیا لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

قرآن مجید میں تدبر اسی وقت ہوگا جب نماز میں قرآن مجید کے معانی پر غور کرنا ہی خشوع ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (طہ: 14)

اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم رکھو۔

نماز غفلت سے پڑھنا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے منافی ہے اور یاد رکھنے کا امر ہے اور امر حقیقتاً وجوب کے لئے آتا ہے پس نماز میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہونا واجب ہے اور یہی خشوع ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ (الاعراف: 205)

اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

اس آیت کا تقاضا ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنا حرام ہے اور یہی خشوع کا معنی ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ (النساء: 43)

(تم اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ) حتیٰ کہ تم جان لو کہ تم کیا پڑھ رہے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص دنیا کے افکار میں ڈوبا ہوا اور نماز میں قرآن مجید کے معانی کی طرف متوجہ نہ ہو وہ اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک دنیا کی مہمات اور افکار سے فارغ نہ ہو اور نماز کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو۔ نہ پڑھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ پورا دن نہ پڑھے۔ مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کے افکار میں ڈوبا ہوا ہو تو تھوڑی دیر کے بعد پڑھ لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں خشوع کرنا واجب ہے۔

احادیث مبارکہ سے دلائل

کثیر احادیث مبارکہ سے خشوع سے نماز پڑھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس شخص کی نماز میں خشوع نہیں ہوتا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔ (زہر الفردوس: ج: 4، ص: 239)

ایک اور روایت میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(معجم الكبير: رقم الحديث: 11025)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص کی نماز اس کو نیکی کا حکم نہ دے اور اس کو برائی سے نہ روکے وہ اللہ تعالیٰ سے صرف دور ہی رہتا ہے۔

(معجم الكبير: رقم الحديث: 8543)

اور جو شخص بغیر خشوع کے غفلت سے نماز پڑھتا ہے اس کو نماز نیکی کا حکم نہیں دیتی اور برائی سے نہیں روکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ مستوفی 505ھ روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن کو نماز پڑھنے سے سوائے تھکاوٹ اور درد کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس سے آپ ﷺ کی مراد غافل کی نماز ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نماز میں بندہ کا اتنا ہی حصہ ہے جو اس نے سمجھ کر پڑھا ہے۔ (احیاء العلوم: ج: 1، ص: 153)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ احادیث مبارکہ معناروایت کی ہیں۔ ان احادیث مبارکہ کے الفاظ اس طرح ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے رکھنے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے رات کو نماز میں قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو قیام سے سوائے جاگنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1690)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز کی اطاعت نہ کرے اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں

سے نہ روکے۔ (زہرا الفردوس: جز: 4، ص: 240)

ان احادیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ نمازی نماز میں اپنے رب عزوجل سے چپکے چپکے باتیں کرتا ہے یعنی اس کی حمد اور ثناء بیان کرتا ہے اس سے صراطِ مستقیم کا سوال کرتا ہے۔ اس کی پاکیزگی بیان کرتا ہے اس کی بارگاہ میں اپنی عبادات کے تحائف پیش کرتا ہے اس کے نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرتا ہے، صلاۃ پڑھتا ہے اور اپنے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے اور آخر میں دائیں بائیں فرشتوں کو سلام کرتا ہے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ خضوع اور خشوع سے نماز پڑھے اور جو کچھ زبان سے کہے دل اس کی طرف متوجہ ہو اور دل اور دماغ حاضر ہو اگر وہ غفلت، بے توجہی اور غائب دماغی کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ مناجات اور رب عزوجل کے ساتھ کلام نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے کہتا ہوں کہ غفلت اور بے توجہی سے نماز پڑھنا منع ہے اور خضوع و خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔

نماز میں خشوع کے وجوب کا مطلب

میں نے جو یہ کہا کہ نماز خشوع کے ساتھ پڑھنا واجب ہے یہ نماز کے ظاہری اجزاء کے اعتبار سے واجب نہیں ہے لہذا اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ یہ نماز کی صورت اور ظاہر کا متمم نہیں ہے بلکہ یہ نماز کے باطن کا متمم ہے، خشوع کو ترک کرنے سے نماز کے ظاہر میں نقص نہیں ہوگا بلکہ نماز کے باطن اور اس کی حقیقت میں نقص ہوگا اور جس طرح نماز کی قبولیت میں کمال ضروری ہے اسی طرح اس کا کمال باطن بھی ضروری ہے۔ خشوع نہ کرنے سے نماز کی فرضیت ساقط ہو جائے گی سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوگا لیکن اس نماز پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوگا اور نماز پڑھنے سے جو نورانیت الہی عزوجل، تقویٰ اور طہارت اور صالحیت پیدا ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوگی۔ امام غزالی رحمہ اللہ اور امام رازی رحمہ اللہ دونوں نے نماز میں خشوع کو واجب کہا ہے۔

(احیاء العلوم: جز: 1، ص: 153)

مگر دونوں نے وجوب فقہی اور ظاہری اور وجوب سری اور باطنی میں فرق نہیں کیا۔

نماز میں خشوع و خضوع کرنے والوں کی امثال

نماز میں خشوع و خضوع کرنے والوں کی امثال بے شمار ہیں مگر حصول رضا الہی عزوجل کی خاطر چند امثال بیان کی جاتی ہیں۔

امثال نمبر: 1

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں گئے۔ مسلمانوں میں سے کسی شخص نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا۔ اس مشرک نے قسم کھائی وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک کہ سیدنا مصطفیٰ کریم ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا خون نہیں بہائے گا۔ وہ نبی کریم ﷺ کا پیچھا کرتے ہوئے لکھا۔ حضور انور ﷺ نے ایک جگہ پر قیام کیا۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

رات کو کون شخص ہمارا پہرہ دے گا۔

ایک شخص مہاجرین میں سے اور ایک شخص انصار میں سے اٹھا اور انہوں نے رات کو پہرہ دینے کی ذمہ داری قبول کی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم دونوں گھائی کے منہ پر پہرہ دینا جب وہ دونوں گھائی کے منہ پر پہنچے تو مہاجرین لیٹ گیا اور انصاری کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پیچھا کر رہا تھا وہ بھی پہنچ گیا۔ جب اس نے انصاری کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ قوم کا پہرہ دار ہے۔ اس نے انصاری کو تاک کر تیر مارا اور لگا تار تین مارے وہ اسی طرح رکوع و سجود کرتے رہے پھر ان کا مہاجر ساتھی بیدار ہو گیا۔ جب اس مشرک نے دیکھا کہ یہ خبردار ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا۔ جب مہاجر نے انصاری کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا۔ تو انہوں نے کہا:

جب تمہیں پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہیں اٹھایا؟

اس نے کہا:

میں نماز میں جس سورت کی تلاوت کر رہا تھا اس کو منقطع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 198)

مثال نمبر: 2

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر بن منیر سے روایت ہے کہ

ایک دن امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھی۔ بھیڑ (ڈینہ) نے ان کی پیٹھ پر سترہ جگہ پر ڈنگ لگائے اور انہوں نے اپنی نماز منقطع نہیں کی۔

نماز پوری کرنے کے بعد انہوں نے شاگردوں سے کہا:

ذرا دیکھو تو یہ کیا چیز ہے جو نماز میں مجھے اذیت پہنچا رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا تو ان کی پیٹھ سترہ جگہ سے سو جی ہوئی تھی اور انہوں نے نماز منقطع نہیں کی۔

محمد بن ابی حاتم وراق نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا۔ انہوں نے اس واقعے کے آخر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز نہ توڑنے کے متعلق بتایا میں جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا میں چاہتا تھا کہ اس آیت کو پورا کر لوں۔ (ہدی الساری: ص: 667)

مثال نمبر: 3

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں مشغول ہونا جہاں غرور سے جہاں سرور کی طرف منتقل ہونا ہے اور مخلوق کو چھوڑ کر خالق کے دربار میں پہنچنا ہے اور اس سے لذت اور خوشی کا کمال پیدا ہوتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سانپ چھت سے گر گیا لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مشغول تھے انہیں کچھ پتہ نہیں چلا۔ (تفسیر کبیر: ج: 1، ص: 313)

مثال نمبر: 4

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کسی عضو میں زخم ہو گیا اور اس زخم کے زہر کو پھیلنے سے روکنے کے لئے اس عضو کو کاٹنا ضروری تھا۔ جب حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھنا شروع کی تو لوگوں نے اس عضو کو کاٹ لیا اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کو اس عضو کے کٹنے کا مطلقاً پتہ نہیں چلا۔ (تفسیر کبیر: ج: 1، ص: 313)

مثال نمبر: 5

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز آتی ہے اور جو شخص ان مثالوں کو مستبعد سمجھتا ہو اس کو اس آیت کی تلاوت کرنی چاہئے۔

فَلَمَّا رَأَيْنَا أَكْبَرْنَاهُ وَقَطَعْنَ أَيْدِيَهُنَّ (یوسف: 31)

جب مصر کی عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو ان کو بہت بڑا جانا اور (پھل کے بجائے) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ جب مصر کی عورتوں کے دلوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا غلبہ ہوا اور یہ غلبہ اس حد کو پہنچا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو پتہ نہ چلا تو جب بشر کے حق میں یہ بے خودی اور سرشاری ممکن ہے تو جس کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال اور ان کی عظمتوں کا غلبہ ہو اس کا اس طرح بے خود، سرشار اور مستغرق ہونا تو بدرجہ اولیٰ ممکن ہے۔ (تفسیر کبیر: ج: 1، ص: 314)

مثال نمبر: 6

علامہ محمد بن یحییٰ حلبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 963ھ لکھتے ہیں:

حضرت احمد بن صالح الجبلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ نظامیہ میں تھا آپ کے پاس فقراء اور فقہاء بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ان کے سامنے قضاء اور قدر کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے۔ اچانک ایک بہت بڑا سانپ چھت سے گرا تو آپ کی مجلس میں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ سب بھاگ گئے اور سوائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اور کوئی بیٹھا نہ رہا وہ سانپ آپ کے کپڑوں کے نیچے داخل ہو گیا اور آپ کے جسم میں پھرتا رہا پھر وہ آپ کی گردن میں لپٹ گیا اس کے باوجود آپ نے اپنا

خطاب منقطع نہیں کیا اور نہ ہی اپنی نشست میں کوئی تغیر و تبدل کیا وہ سانپ پھر زمین پر اتر اور آپ کے سامنے اپنی دم پر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے کچھ کلام کیا جس کو ہم سمجھ نہیں سکے پھر وہ سانپ چلا گیا اور پھر لوگ آپ کے پاس حجرہ میں آ گئے۔

اور آپ ﷺ سے پوچھا۔

سانپ نے آپ ﷺ سے کیا کہا تھا اور آپ ﷺ نے اس کا کیا جواب دیا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

سانپ نے مجھ سے کہا میں نے بہت سے اولیاء اللہ کو آزمایا لیکن آپ جیسا استقامت والا اور عالی ہمت کسی کو نہیں پایا۔ میں نے اس سانپ سے کہا جس وقت تم چھت سے مجھ پر گرے تھے میں اس وقت قضاء و قدر کے مسئلہ پر خطاب کر رہا تھا اور تم تو صرف ایک سانپ ہو اور تم کو حرکت دینے والی اور ٹھہرانے والی چیز تو تقدیر ہے اور تقدیر سے کوئی شخص بھاگ نہیں سکتا تو میں نے یہ چاہا کہ میرا فعل میرے قول کے خلاف نہ ہو۔

اور سیدی عبدالرزاق ابن سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد محترم سے سنا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

میں ایک رات جامع المنصوری میں نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے کسی چیز کے چلنے کی آہٹ سنی پس اچانک ایک بہت بڑا زہریلا سانپ آیا اور وہ میرے سجدے کی جگہ پر اپنا پھن کھول کر بیٹھ گیا۔ جب میں نے سجدہ کا ارادہ کیا تو اس کو اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا اور سجدہ کر لیا۔ جب میں تشہد میں بیٹھا تو وہ میرے زانوں پر سے چلتا ہوا میری گردن تک پہنچا۔ پھر گردن میں لپٹ گیا جب میں نے سلام پھیرا تو وہ نظر نہیں آیا دوسرے روز میں ظاہر الجامع کے کھنڈر میں گیا وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا اس کی آنکھیں طول میں پھٹی ہوئی تھیں میں نے جان لیا کہ وہ جن ہے اس نے مجھ سے کہا: میں ہی وہ زہریلا سانپ ہوں جس کو تم نے گزشتہ کل دیکھا تھا اور میں نے جس طرح آپ کو آزمایا ہے اس طرح میں نے بہت سے اولیاء اللہ کو آزمایا سو ان میں کوئی بھی آپ کی طرح ثابت قدم نہیں رہا اور ان کا باطن مضطرب رہا اور میں نے آپ کو دیکھا کہ میری وجہ سے نماز میں آپ کا ظاہر مضطرب ہوا نہ باطن پھر اس نے ہاتھ پر توبہ کرنے کی درخواست کی اور میں نے اس کو توبہ کرائی۔ (قلند الجواہر: ص: 33)

حضرت عمار بن یاسر رحمہ اللہ

☆ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

حضرت عمار بن یاسر رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ آپ ﷺ کو اسلام لانے کی وجہ سے بہت دکھ دیئے گئے اور تکالیف پہنچائی گئیں مگر آپ ﷺ ثابت قدم رہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ عسی ہیں بنی مخزوم قبیلہ کے آزاد کردہ آپ ﷺ کے والد یاسر اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ اپنے

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

باب: ظہر کی قرأت کے متعلق

یہ باب ظہر کی نماز میں قرأت کے حکم میں ہے۔

676 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَعُمَارَةَ بْنِ مَيْمُونٍ وَحَبِيبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ لَهَا أَسْمَعُنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعُنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى عَلَيْنَا أَخْفَيْنَا عَلَيْكُمْ

عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر نماز میں قرأت کی جاتی پس جو بھی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہم وہ تم کو سنا دیتے ہیں اور جو ہم سے مخفی پڑھا وہ میں تم پر مخفی پڑھتا ہوں۔

(معجم الصغير: ج: 2، ص: 279، سنن النسائي: ج: 4، ص: 56، صحيح ابن حبان: ج: 5، ص: 163، صحيح البخاري: ج: 3، ص: 329)

677 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ الْحَجَّاجِ وَهَذَا لَفْظُهُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى وَأَبِي سَلَمَةَ ثُمَّ اتَّفَقَا عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَيُسَمِعُنَا آيَةَ أَحْيَاءَ وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكَعَةَ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ وَيَقْصِرُ الثَّانِيَةَ وَكَذَلِكَ فِي

الصُّبْحِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ وَأَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ بِبَعْضِ هَذَا وَزَادَ فِي الْآخِرِينَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَزَادَ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الثَّانِيَةِ وَهَكَذَا فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ وَهَكَذَا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ فَظَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يُذَرِكَ النَّاسُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن شثیٰ اور ابی سلمہ نے فرمایا پھر دونوں متفق ہو گئے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز پڑھایا کرتے تو پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں تلاوت فرماتے اور ہم کو ایک آیت سنایا کرتے اور ظہر کی پہلی رکعت کو طول دیتے اور دوسری کا قصر کرتے اسی طرح صبح میں کیا کرتے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: مسدد نے سورہ فاتحہ اور ایک سورت کا ذکر نہیں فرمایا۔ عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد محترم سے اس کے بعض حصہ کو روایت کر کے فرمایا اور آخری دو میں زیادہ کیا سورہ فاتحہ کو۔ اور زیادہ کیا ہمام سے کہ پہلی رکعت کو لمبا فرماتے دوسری کو لمبا نہ فرماتے اسی طرح عصر کی نماز میں کیا کرتے اور اسی طرح صبح کی نماز میں۔ عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے گمان کیا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہوتا کہ پہلی رکعت کو پالیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 677)

678 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِحَبَّابٍ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ

حضرت ابی معمر سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت حباب رضی اللہ عنہ کو کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرأت فرمایا کرتے تھے ارشاد فرمایا ہاں۔ ہم نے کہا آپ کس طرح جان لیتے تھے؟ ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارکہ ملنے کی وجہ سے۔

(معجم الکبیر: ج: 4، ص: 73، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 57، شرح السنہ: ج: 1، ص: 151، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 208)

679 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَحَادَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ فِي الرَّكْعَةِ

الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ حَتَّى لَا يُسْمَعَ وَقْعُ قَدَمٍ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں قیام میں رہتے حتیٰ کہ قدموں کی آواز سنائی نہ دیا کرتی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 6، ص: 66)

تشریح:

نماز میں قرأت جمہور اور آئمہ اربعہ کے نزدیک رکن اور فرض ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک تمام رکعات میں، اور امام مالکؒ کے نزدیک اکثر رکعات میں، اور احناف کے نزدیک پہلی دو رکعات میں، اور امام زفر اور حضرت حسن بصری کے نزدیک ایک رکعت میں فرض ہے۔ اور ابن علیہ کے نزدیک نماز میں قرأت فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

فجر و مغرب و عشاء کی دو پہلی رکعات میں اور جمعہ و عیدین و تراویح اور وتر رمضان کی سب رکعات میں امام پر جہر واجب ہے اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشاء کی تیسری چوتھی یا ظہر و عصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

(در مختار: ج: 2، ص: 305)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جہر (آہستہ) کے یہ معنی ہیں کہ دوسرے لوگ یعنی وہ کہ صف اول میں ہیں سن سکیں یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ کے لیے کوئی حد مقرر نہیں اور آہستہ یہ کہ خود سن سکیں۔ (در مختار: ج: 2، ص: 308)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جہری نماز میں منفرد کو اختیار ہے اور افضل جہر ہے جبکہ ادا پڑھے اور جب قضا ہے تو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

(در مختار: ج: 2، ص: 306)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

چار رکعتی فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورت بھول گیا تو پچھلی رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے اور ایک میں بھول گیا

ہے تو تیسری یا چوتھی میں پڑھے اور مغرب کی پہلی دونوں میں بھول گیا تو تیسری میں پڑھے اور ایک رکعت کی قرأت سورت جاتی رہی اور ان سب صورتوں میں فاتحہ کے ساتھ پڑھے۔ جہری نماز ہو تو فاتحہ و سورت جہر پڑھے ورنہ آہستہ اور سب صورتوں میں سجدہ سہو کرے اور قصد اچھوڑی تو اعادہ کرے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 306)

مسئلہ

مطلقاً ایک آیت پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور ترواقل کی ہر رکعت میں امام و منفرد پر فرض ہے اور مقتدی کو کسی نماز میں قرأت جائز نہیں نہ فاتحہ نہ آیت نہ آہستہ کی نماز میں نہ جہر کی میں۔ امام کی قرأت مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔

(مراتی الفلاح شرح نور الایضاح: ص: 51)

امام ظہر میں اخفاء کرے

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

امام ظہر اور عصر میں اخفاء کرے اگرچہ عرفہ میں ہو کیونکہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ دن کی نماز گونگی ہے یعنی ان کی نمازوں میں ایسی قرأت نہیں جو سنی جائے اور مقام عرفہ میں امام مالک رحمہ اللہ کا خلاف ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے خلاف حجت و حدیث ہے جس کو ہم نے روایت کیا۔ (ہدایہ: 138)

ظہر اور عصر کی نماز میں امام پر اخفاء واجب ہے یعنی آہستہ قرأت کرنا واجب ہے لہذا جب جماعت کی حالت میں جو موجب جہر ہے اخفاء کرنا واجب ہے تو منفرد پر بدرجہ اولیٰ ظہر اور عصر میں اخفاء واجب ہوگا دلیل وہی ہے جو بیان کر دی گئی یعنی دن کی نمازوں میں ایسی قرأت نہیں جو سنی جائے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

☆ قوله عبد الله بن ابي اوفى رضي الله عنه

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے آخری صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے وصال سے کوفہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کے والد اوفی کا نام علقمہ ابن قیس ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سلمیٰ ہیں۔ صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر اور ان کے بعد والے غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور ﷺ کی وفات تک مدینہ منورہ میں رہے پھر کوفہ چلے گئے آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے کوفہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔ ستاسی سال عمر ہوئی امام شعبی رحمہ اللہ وغیرہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 563)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ تَخْفِيفِ الْآخِرَيْنِ

باب: آخری دو رکعات کو تخفیف سے پڑھنا

یہ باب نماز کی آخری دو رکعات کو تخفیف سے پڑھنے کے حکم میں ہے۔



680 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَبِي عَوْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ قَدْ شَكَكَ النَّاسُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَمَّا أَنَا فَأَمَدُّ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأَحْدِفُ فِي الْآخِرَيْنِ وَلَا أَلُو مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا لوگ آپ کا ہر چیز میں شکوہ کرتے ہیں حتیٰ کہ نماز کی بھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں پہلی دو رکعات کو طویل کرتا ہوں اور آخری دو کو مختصر کرتا ہوں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح پڑھی نماز میں غفلت نہیں برتا۔ فرمایا کہ آپ سے یہی حسن ظن ہے۔

(سنن الترمذی: ج 4، ص 109، مسند احمد: ج 3، ص 438)

681 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ يَغْنِي النَّفِيلِي حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ الْهَجِيمِيِّ عَنْ أَبِي الصَّدِيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ حَزَرْنَا قِيَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدَرِ ثَلَاثِينَ آيَةً قَدَرِ الْمِ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْآخِرَيْنِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدَرِ الْآخِرَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْآخِرَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا ظہر اور عصر میں اندازہ لگایا تو ہم کو اندازہ ہوا کہ ظہر کی پہلی دو رکعات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تیس آیتوں کی مقدار سوہ الم السجدہ کی مقدار تھا اور آخری دو رکعات میں اس سے نصف پر تھا اور ہم نے اندازہ لگایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصر کی پہلی دو رکعات کا قیام ظہر کی آخری دو رکعات کی مقدار ہوتا اور عصر کی آخری دو رکعات کا قیام اس سے آدھا ہوا کرتا۔

(صحیح ابن خزيمة: ج 1، ص 356، مسند احمد: ج 23، ص 309)

تشریح:

جمہور علماء اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک آخری دو رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت نہیں ملائیں گے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول قدیم بھی اسی طرح ہے اور آپ رحمہ اللہ کے قول جدید کے مطابق آخری دو رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت ملانا مستحب ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ پہلی دو رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے یا سنت۔ احناف اور بعض مالکیہ جیسے ابن کنانہ کے نزدیک پہلی دو رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے اور باقی آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحب ہے۔

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

ظہر کی نماز میں اسی کے مثل پڑھے (یعنی فجر کے) کیونکہ دونوں گنجائش وقت میں برابر ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ نے مبسوط میں کہا ہے یا فجر سے کم پڑھے کیونکہ ظہر کا وقت کاموں میں مشغول ہونے کا وقت ہے اسی لیے فجر سے کم کر دی جائے اکتاہٹ سے بچاؤ کے پیش نظر۔ (ہدایہ: 142)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

☆ عن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں بہت ساری احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ عامری ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی۔ 74 میں وفات ہے ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔ (مرآة النایح: ج: 8، ص: 525)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

باب: ظہر اور عصر میں قرأت کی مقدار

یہ باب ظہر اور عصر میں قرأت کی مقدار کے حکم میں ہے۔

682 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَمَّاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ

Marfat.com

عبداللہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بنی ہاشم کے نوجوانوں کے ساتھ گیا، ہم میں سے ایک نوجوان نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیجئے کہ کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ ان سے کہا گیا کہ شاید دل میں قرأت کرتے ہوں۔ ارشاد فرمایا: تیرا منہ نوچ لیا جائے یہ پہلی بات سے بھی بری ہے آپ ﷺ بندے تھے جو کہ اللہ تعالیٰ کے فرامین پہنچانے پر مامور تھے اور ہم کو آپ ﷺ نے دوسرے لوگوں سے خاص نہیں فرمایا سوائے تین باتوں کے، پورا وضو کرنا، صدقہ نہ کھانا اور گدھے کو گھوڑی پر نہ چڑھانا۔

(سنن النسائي: ج: 6، ص: 224، مسند احمد: ج: 4، ص: 108)

686 حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا أَذْرِي أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ أَمْ لَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت فرماتے تھے یا نہیں۔

(معجم الكبير: ج: 12، ص: 139)

تشریح:

☆ قوله عن جابر بن سمره رضى الله عنه كان بقرا في الظهر والعصر باسماء والطارق والسماء ذات البروج

یہ روایت سنن نسائی اور ترمذی بھی ہے کہ آپ ﷺ ظہر اور عصر میں سورہ بروج اور سورہ طارق کے برابر سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

اب یہاں یہ بات جاننا ضروری ہے کہ طوال مفصل و اوساط و قصار کی سورتیں کون سی ہیں اور آئمہ اربعہ کے نزدیک نماز میں قرأت مستحبہ کتنی ہے؟

احناف کے نزدیک طوال مفصل کی ابتداء سورہ حجرات سے آخری سورت بروج تک ہے اور اوساط مفصل کی ابتداء سورہ طارق سے لے کر یکن کے آخر تک ہے اور قصار اذا زلزلت سے والناس تک ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک طوال مفصل کی ابتداء حجرات سے ہے اور حنابلہ کے نزدیک سورہ ق سے ہے۔ پھر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عم یتساء لون تک اور مالکیہ کے نزدیک والنازعات تک ہے پھر اس سے آگے واللیل تک ہے تینوں آئمہ کرام کے نزدیک اوساط مفصل ہیں اور والضحیٰ سے آخر تک قصار ہے۔

رہا دوسرا مسئلہ تو اس پر تو سب کا اتفاق ہے نماز میں کسی سورت کی تخصیص واجب نہیں مگر مستحب تخصیص کے اکثر قائل ہیں۔

صبح میں طوال مفصل اور مغرب میں قصار کا پڑھنا مستحب ہے اور ظہر میں دو قول ہیں طوال مفصل یا اوساط اور عصر وعشاء میں جمہور کے نزدیک اوساط مفصل اور مالکیہ کے نزدیک عصر میں مغرب کی طرح قصار کا پڑھنا اولیٰ ہے۔

مسئلہ

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

عصر اور عشاء دونوں برابر ہیں ان دونوں میں اوساط مفصل پڑھے اور مغرب میں اس سے کم، مغرب کی نماز میں قصار مفصل پڑھے اور اصل اس بارے میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ظہر اور فجر میں طوال مفصل پڑھو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور یہ اس وجہ سے کہ مغرب کی بنیاد جلدی پر ہے اور جلد کے مناسب تخفیف ہے اور عصر اور عشاء میں تاخیر مستحب ہے اور تطویل سے کبھی یہ دونوں وقت غیر مستحب میں واقع ہو جائیں گی پس ان دونوں میں اوساط مفصل کے ساتھ تحدید کی جائے گی۔ (ہدایہ: 143)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

حضر میں جبکہ وقت تنگ نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور ان سب صورتوں میں امام و منفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (در مختار: جز: 2، ص: 317)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سورتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے مکروہ ہے مگر جو سورتیں احادیث مبارکہ میں وارد ہیں ان کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے مگر مداومت نہ کرے کہ کوئی واجب نہ گمان کر لے۔ (در مختار: جز: 2، ص: 325)

مسئلہ

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

دونوں رکعات میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے جبکہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں مثلاً پہلی رکعت میں پوری قل اعوذ برب الناس پڑھی تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے یا دوسری میں بلا قصر وہی پہلی سورت شروع کر دی یا دوسری سورت یا نہیں ہوتی تو وہی پہلی پڑھے۔ (رد المحتار: جز: 2، ص: 329)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عكرمه رضي الله عنه

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ تابعی بزرگ ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں کنیت ابو عبداللہ ہے برابر کے رہنے والے ہیں۔ فقہاء مکہ مکرمہ سے ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے ایک مخلوق نے روایات لی ہیں۔ 80 اسی سال عمر ہوئی۔ 107 ایک سو سات میں وفات پائی۔ کسی نے سعید ابن جبیر سے پوچھا کہ کیا کوئی آپ سے بڑا عالم ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

عکرمہ (رضی اللہ عنہ) (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 548)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

باب: مغرب میں قرأت کی مقدار

یہ باب مغرب کی نماز میں قرأت کی مقدار کے حکم میں ہے۔

687 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَرْتُ نِسِيَّ بِقِرَائَتِكَ هَذِهِ السُّورَةِ إِنَّهَا لِأَخِرُ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے ان کو سورہ مرسلات کی قرأت کرتے ہوئے سن کر فرمایا اے بیٹے! آپ نے مجھے یہ سورت قرأت کر کے یاد کروادیا یہ آخری سورت ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب میں اس کی قرأت فرماتے سنا۔

(مسند احمد: ج: 54، ص: 308)

688 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ فِي الْمَغْرِبِ

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورہ طور کی قرأت کرتے ہوئے سنا۔

(معجم الکبیر: ج: 2، ص: 41، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 194، سنن دارمی: ج: 1، ص: 336، سنن النسائی: ج: 4، ص: 85)

689 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمَفْصَلِ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِطُولِ الطُّوَلَيْنِ قَالَ قُلْتُ مَا طُولَى الطُّوَلَيْنِ قَالَ الْأَعْرَافُ وَالْآخَرَى الْأَنْعَامُ قَالَ وَسَأَلْتُ أَنَا ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ فَقَالَ لِي مِنْ قَبْلِ نَفْسِهِ الْمَائِدَةُ وَالْأَعْرَافُ

مروان بن حکم سے روایت ہے کہ مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھتے ہو جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ مغرب میں دو طویل سورتیں پڑھتے۔ فرمایا کہ میں نے کہا کہ دونوں طویل سورتیں کون سی ہیں؟ فرمایا کہ اعراف اور دوسری انعام اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا کہ تو انہوں نے اپنی جانب سے کہا کہ مائدہ اور اعراف ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 5، ص: 122)

تشریح:

فجر کی نماز میں طوال اور مغرب کی نماز میں قصار قرأت ہے مگر مغرب میں بھی علماء کرام کا اختلاف ثابت ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے بعض سلف کی ایک جماعت سے طوال نقل کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل فرمایا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ مغرب میں طوال کو مکروہ سمجھتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا مگر میں اس کو مکروہ نہیں سمجھتا بلکہ مستحب سمجھتا ہوں کہ ان سورتوں کو بھی مغرب میں پڑھا جائے اس پر حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ علامہ بغوی رحمہ اللہ نے بھی شرح السنہ میں امام شافعی رحمہ اللہ سے اسی طرح استحباب نقل کیا ہے مگر شافعیہ کے نزدیک معروف یہ ہے کہ ان طویل سورتوں کے پڑھنے میں نہ تو کراہت ہے نہ استحباب۔ حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مغرب میں قصار مفصل کی تنصیص مجھے کسی حدیث مرفوعہ میں نہیں مل سکی سوائے ابن ماجہ کی ایک حدیث مبارکہ کے جو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ مغرب میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ پڑھا کرتے تھے اور ایک وہ حدیث مبارکہ بھی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے جس کی تخریج امام نسائی اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہما نے فرمائی ہے۔ جس میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو فلاں کے علاوہ کسی کے مشابہ نہیں دیکھا۔ سلیمان نے کہا صبح کی نماز میں طوال مفصل اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ اور صاحب بدائع نے فرمایا ہے کہ نماز میں قرأت کا مقدار وقت کی گنجائش اور قوم کی رعایت پر ہے

یعنی نمازیوں کی رعایت زیادہ اہم اور مقدم ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جو قوم کا امام بنے اس کو چاہئے کہ تخفیف سے نماز پڑھائے۔ لہذا امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ اتنی قرأت کرے کہ قوم پر گراں نہ ہو۔

مسئلہ

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

عصر اور عشاء دونوں برابر ہیں ان دونوں میں اوساط مفصل پڑھے اور مغرب میں اس سے کم، مغرب کی نماز میں قصر مفصل پڑھے اور اصل اس بارے میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ظہر اور فجر میں طوال مفصل پڑھو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصر مفصل اور اس لیے کہ مغرب کی بنیاد جلدی پر ہے اور جلد کے مناسب تخفیف ہے۔ (ہدایہ: 143)

مغرب کی نماز میں قصر مفصل کے ساتھ قرأت کرنے کی دلیل وہ حدیث مبارکہ بھی ہے کہ جس میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں معوذتین کی قرأت فرمائی۔ اور عقلی دلیل اس میں یہ ہے کہ مغرب کی بنیاد عجلت پر ہے اور عجلت کے مناسب تخفیف ہے۔

مسئلہ

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

حضر میں جب کہ وقت تنگ نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصر مفصل اور ان صورتوں میں امام و منفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (در مختار: جز: 2، ص: 317)

مروان بن حکم

☆ قوله عن مروان بن الحكم

مروان حکم کا بیٹا ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

مروان ابن حکم سلمیٰ ہے قرشی اموی ہے عبدالملک کا والد اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا دادا ہے 2 دوھ یا خندق کے سال پیدا ہوا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ حکم کو مدینہ منورہ سے طائف کی طرف جلا وطن کر دیا یہ ساتھ گیا اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکا لہذا صحابی نہیں۔ خلافت عثمانیہ میں حکم کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت ملی تب یہ بھی ساتھ آیا۔ 765 میں دمشق میں فوت ہوا اس نے حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایات کیں اور اس سے عروہ ابن زبیر، امام زین العابدین نے روایات لیں۔

مترجم کہتا ہے کہ

جس جرم کی بناء پر حضور انور ﷺ نے حکم کو مدینہ منورہ سے نکالا اس نے توبہ کر لی تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے واپس بلایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بھی اس کو مدینہ منورہ سے نہ نکالا لہذا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له یہ بات خیال میں رہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 602)

بَاب مَنْ رَأَى التَّخْفِيفَ فِيهَا

باب: مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنا

یہ باب مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنے کے حکم میں ہے۔

690 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَوةِ الْمَغْرِبِ بِنَحْوِ مَا تَقْرَأُونَ وَالْعَادِيَاتِ وَلِخَوِهَا مِنَ السُّورِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ ذَاكَ مَنْسُوخٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا أَصَحُّ

ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ آپ کے والد محترم مغرب کی نماز میں آپ جیسا پڑھتے سورہ عادیات اس کی طرح کوئی سورت، امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا۔ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے یہ منسوخ ہے امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا یہ اصح ہے۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 690)

691 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ السَّرْحَسِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ مُسَحَّمَةَ بْنَ إِسْحَاقَ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ اللَّهَ قَالَ مَا مِنَ الْمَفْصَلِ سُورَةٍ صَغِيرَةٍ وَلَا كَبِيرَةٍ إِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّاسِ بِهَا فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ

عمرو بن شعیب والد محترم داد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مفصل سورت یا چھوٹی یا بڑی نہیں مگر تحقیق میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز لوگوں کی امامت فرماتے اسی کو پڑھتے۔

(سنن ابی نعیم: ج: 2، ص: 388)

692 حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنِ النَّزَّالِ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ أَنَّ اللَّهَ صَلَّى خَلْفَ ابْنِ مَسْعُودٍ الْمَغْرِبَ فَقَرَأَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ

عثمان نہدی سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں مغرب کی نماز پڑھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے سورہ قل ۛ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۛ تلاوت فرمائی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 692)

تشریح:

☆ قوله حدثنا موسى بن اسمعيل قال ابوداؤد هذا يدل على ان ذاك منسوخ
اس بات سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مغرب کی نماز میں طویل سورتیں پڑھنا منسوخ ہے کیونکہ راوی حدیث حضرت عروہ رضی اللہ عنہ خود مغرب کی نماز میں چھوٹی سورتوں کو پڑھنے لگ گئے تھے۔ جس سے معلوم ہوا لمبی سورتیں پڑھنا منسوخ ہو گئیں مگر رائج یہ ہے کہ منسوخ نہیں لمبی سورتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مغرب کی نماز میں والمرسلات تلاوت فرمائی تھی۔ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی۔

مسئلہ

علامہ علاء الدین ہکلفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

حضرت میں جب کہ وقت تنگ نہ ہو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور ان سب صورتوں میں امام و منفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 317)

حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ

☆ قوله عن عمرو بن شعيب رضي الله عنه

حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ اس باب کی حدیث مبارکہ کے راوی ہیں اس حدیث مبارکہ کے علاوہ کثیر حدیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص سہمی ہیں آپ نے اپنے والد شعیب، ابن مسیب، طاؤس وغیرہم سے روایت لی۔ بخاری، مسلم نے ان کی کوئی حدیث نہ لی کیونکہ ان کی روایت میں عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے خبر نہیں ہوئی کہ جدہ سے ان کے اپنے دادا محمد مراد ہیں یا والد شعیب کے دادا ابن عمرو ابن عاص مراد ہیں محمد تابعی ہیں۔ اور عبد اللہ ابن عمرو صحابی ہیں تو پتہ نہیں لگتا کہ حدیث متصل ہے یا مرسل نیز شعیب نے اپنے دادا عبد اللہ ابن عمرو سے ملاقات نہیں کی لہذا ان کی احادیث میں تدلیس ہے اس وجہ سے بخاری، مسلم نے ان کی احادیث نہ لیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 545)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُعِيدُ سُورَةً وَاحِدَةً فِي الرَّكْعَتَيْنِ

باب: جو ایک ہی سورت کا دو رکعات میں تکرار کرے

یہ باب ایک ہی سورت کو نماز کی دو رکعات میں دہرانے کے حکم میں ہے۔



693 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو عَنْ ابْنِ أَبِي هَلَالٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَجُلًا مِنْ جُهَيْنَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَاهِمَا فَلَا أَدْرِي أَدْرَى أَنَسَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ قَرَأَ ذَلِكَ عَمْدًا

معاذ بن عبد اللہ جہنی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اس کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کو اس نے صبح کی ہر رکعت میں سورہ اذ اززلت الارض کی قرأت کرتے ہوئے سنا پس میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ سے بھول ہوئی یا اس طرح جان کر قرأت کی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 390)

تشریح:

ایک ہی سورت کو نماز کی دو رکعات میں دہرانا حنابلہ کے نزدیک جائز ہے اور شافعیہ کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے اور مالکیہ اور احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔

مسئلہ

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

دونوں رکعات میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے جبکہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں مثلاً پہلی رکعت میں پوری قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ پڑھی تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھی دوسری میں بلا قصد وہی پہلی سورت شروع کر دی یا دوسری سورت یا نہیں آتی تو وہی پہلی پڑھے۔ (رد المحتار: جز: 2، ص: 329)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

نوافل کی دونوں رکعات میں ایک ہی سورت کو مکرر پڑھنا یا ایک رکعت میں اسی سورت کو بار بار پڑھنا بلا کراہت جائز

ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص: 494)

نبی کریم ﷺ کے نسیان کی تحقیق

قوله فلا ادري انسى رسول الله ﷺ..... الخ

میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کو نسیان لاحق ہو گیا تھا یا آپ ﷺ نے عمد اس طرح پڑھا۔
یہ تو تھا حدیث مبارکہ کے جز کا ترجمہ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نسیان ہوا ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب سے پہلے نسیان کے معنی بیان کیے جاتے ہیں بعد میں نبی کریم ﷺ کے نسیان ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق بیان کی جاتی ہے۔

نسیان کا معنی

جو چیز انسان کی قوت حافظہ میں ہو اور اس کی طرف سے توجہ ہٹ جائے تو اس کو سہوا اور ذہول کہتے ہیں اور جب وہ چیز حافظہ سے نکل جائے تو اس کو نسیان کہتے ہیں اور نسیان کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کا یاد نہ رہنا اور اس کو بھول جانا۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

قاضي عياض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو ہوتا تھا نسیان نہیں ہوتا تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں فرق ہے۔

حافظ العلائی نے کہا ہے کہ

نسیان غفلت اور آفت ہے اور سہو کسی چیز میں دل کے مشغول ہونے سے ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو تو ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ نماز سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہاری مثل بشر ہوں جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھولتا ہوں اور آئمہ لغت نے ان دونوں کو مساوی قرار دیا

ہے کیونکہ دونوں کی تفسیر یہ ہے کہ غفلت دل سے کسی چیز کا نکل جانا۔

علامہ راغب نے کہا ہے کہ

غفلت سے کسی چیز میں خطا کرنا سہو ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

1- ایک قسم وہ ہے جس میں انسان کی تفسیر نہیں ہوتی یہ وہ ہے جس کا سبب اس سے صادر نہ ہو۔

2- دوسری قسم وہ ہے جس میں اس نے سبب صادر کیا ہو مثلاً اس نے کوئی نشہ آور چیز قصد استعمال کی جس کی وجہ سے غافل ہوا غفلت کی یہ قسم مذموم ہے۔ تہذیب، صحاح اور محکم میں اسی طرح مذکور ہے۔

اور النہایہ میں مذکور ہے کہ

بغیر علم کے کسی چیز کو ترک کر دینا سہو ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا سہو علم کے باوجود کسی چیز کو ترک کرنا ہے اور نبی کریم ﷺ کو جو سہو نماز میں ہوا وہ اسی قسم کا ہے۔

اور میں یہ کہتا ہوں کہ

سہو اور نسیان میں بلاشبہ فرق ہے جو چیز قوت حافظہ میں ہو اس سے معمولی غفلت سہو ہے حتیٰ کہ ادنیٰ تنبیہ سے انسان اس

چیز پر متنبہ ہو جائے اور نسیان یہ ہے کہ وہ چیز قوت حافظہ سے بالکل زائل ہو جائے۔ (نیم الریاض: جز: 3، ص: 161)

نبی کریم ﷺ کو نسیان نہیں ہوا؟

اس بارے میں علماء کرام و آئمہ کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمہ اللہ کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو ہوتا تھا نسیان نہیں ہوتا تھا۔ (الشفاء: جز: 2، ص: 123)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی رحمہ اللہ کا قول

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

اس کی وجہ یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں فرق ہے۔

حافظ العلائی نے کہا ہے کہ

نسیان غفلت اور آفت ہے اور سہو کسی چیز میں دل کے مشغول ہونے سے ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو تو ہوتا تھا

لیکن آپ ﷺ نماز سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ (نیم الریاض: ج: 3، ص: 161)

امام مالک رحمہ اللہ متوفی 179ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میرا فعل سنت بنایا جائے۔ (موطا امام مالک: رقم الحدیث: 228)

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی رحمہ اللہ کا قول

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ میں اپنی امت کے لئے اس چیز کو سنت قرار دوں کہ جب ان کو سہو ہو جائے تو وہ کس طرح عمل کریں تاکہ وہ میری اقتداء کریں اور میرے فعل کی اتباع کریں۔ (الاستدکار: ج: 2، ص: 402)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمہ اللہ کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء اور متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ افعال تبلیغیہ اور اعمال شرعیہ میں نبی کریم ﷺ سے بلا قصد اور سہو مخالفت کا واقع ہونا جائز ہے جیسا کہ نماز میں آپ کے سہو سے متعلق حدیث ہے اور اقوال تبلیغیہ میں آپ ﷺ سے سہو کا واقع ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اقوال میں آپ ﷺ کے صدق پر معجزہ قائم ہے اور اس میں مخالفت کا واقع ہونا معجزہ کے خلاف ہے اور افعال میں سہو کا واقعہ ہونا معجزہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ نبوت میں طعن اور اعتراض کا موجب ہے بلکہ یہ دل پر غفلت طاری ہونے اور فعل میں غلطی واقع ہونے کے قبیل سے ہے جو کہ بشری تقاضا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں) اور جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھول جاتا ہوں پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کے حق میں سہو اور نسیان کا طاری ہونا علم کا فیضان کرنے اور شریعت کو مقرر کرنے کا سبب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: میں اس لیے بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں کہ میں کسی فعل کو سنت کروں بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ میں بھولتا نہیں ہوں لیکن میں بھلا دیا جاتا ہوں۔ بلکہ سہو اور نسیان کی حالت تبلیغ میں اضافہ ہے اور نعمت کو مکمل کرنا ہے اور نقص اور اعتراض سے بہت دور ہے کیونکہ علماء نبی کریم ﷺ کے سہو کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ رسولوں کو سہو اور غلطی پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کو فوراً تنبیہ کر دی جاتی ہے اور وہ فی الفور صحیح حکم کو پہچان لیتے ہیں اور صوفیہ کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سہو، نسیان اور غفلت کا طاری ہونا بالکل جائز نہیں ہے اور جن احادیث مبارکہ میں نماز میں سہو کا واقع ہونے کا ذکر ہے ان کی انہوں نے اپنے طور پر تشریح کی ہے۔ (الشفاء: ج: 1، ص: 131 تا 132)

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی متوفی 494ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ اس فعل کو میں سنت بنا دوں۔ اس حدیث میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ میں بیداری میں بھولتا ہوں اور نیند میں بھلا دیا جاتا ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا دل نہیں سوتا تھا اگرچہ نماز یا کسی اور کام کے وقت آپ ﷺ کو نیند ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے بیداری میں بھولنے کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ اس وقت میں آپ لوگوں کے ساتھ معاملات میں مشغول ہوتے تھے اور نیند کی حالت میں آپ ﷺ نے اپنے بھولنے کی نسبت اپنے غیر کی طرف کی کیونکہ

اس حال میں آپ ﷺ کی لوگوں کے ساتھ مشغولیت نہیں ہوتی تھی اور اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ میں اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح نسیان میں کسی چیز سے سہواور ذہول ہوتا ہے اور اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے یا کسی چیز کو یاد ہونے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کے باوجود میں اس کو بھول جاتا ہوں پس آپ ﷺ نے بھولنے کی ایک صورت کو اپنی طرف منسوب کیا اور دوسری صورت کو اپنے غیر کی طرف منسوب کیا کیونکہ ایک صورت میں کسی سبب سے بھولنا ہے اور دوسری صورت میں بغیر کسی سبب کے اضطراری طور پر بھولنا ہے۔ (المشتقی: جز: 1، ص: 182)۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم (خیبر سے واپسی کے موقع پر) ایک رات کو سفر کر رہے تھے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم رات کے آخری حصہ میں یہاں قیام کر لیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم سوتے رہو گے اور فجر کی نماز کے لئے نہیں اٹھ سکو گے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں آپ سب کو بیدار کر دوں گا پس وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری سے ٹیک لگالی۔ ان پر نیند کا

غلبہ ہوا اور وہ سو گئے جب نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کی بھوں طلوع ہو چکی تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم نے جو کہا تھا اس کا کیا ہوا؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

آج سے پہلے مجھے کبھی اتنی گہری نیند نہیں آئی تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہیں وہ روحيں لوٹا دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تم لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اذان دو۔

پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور جب سورج بلند ہو کر سفید ہو گیا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ کا قول

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ مستوفی 463ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ عام آدمیوں کی طرح سو جاتے تھے اور ایسا بہت کم ہوتا تھا تا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہو اور آپ ﷺ کی امت کے لئے ایک ایسی سنت قائم ہو جائے جو آپ ﷺ کے بعد باقی رہے اور اس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ میں کسی کام کو سنت کروں۔ اور علماء بن خباب کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بیدار کرنا چاہتا تو بیدار کرتا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ تمہارے بعد والوں کے لئے یہ سنت ہو جائے اور آپ ﷺ کے سونے کا جو طبعی، فطری اور معروف طریقہ تھا اور آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی، وہ یہ ہے کہ جس کو آپ ﷺ نے خود بیان فرمایا کہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ آپ ﷺ نے اپنے اس معمول کو مطلقاً بیان فرمایا ہے اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ

ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی معمول ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صف میں مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو اپنے پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔ سو یہ رسول اللہ ﷺ کی جبلت فطرت اور آپ ﷺ کی عادت ہے۔ باقی رہا سفر میں نماز کے وقت آپ ﷺ کا سوتے ہوئے رہ جانا تو یہ آپ ﷺ کی عادت کے خلاف تھا تا کہ آپ ﷺ کی امت کے لئے قضاء نماز کی سنت کا عمل قائم ہو اور آپ ﷺ کی امت کو یہ تعلیم دیں کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا رہا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا اس پر کیا کرنا واجب ہے اور وہ کس طرح کرے گا اور اس وقت میں آپ ﷺ کی نیند کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کے لئے تعلیم کا سبب بنا دیا۔ (التمہید: ج 6، ص 385-393) مزید راقم ہیں۔

اس دن نبی کریم ﷺ کا صبح کی نماز کے وقت طلوع آفتاب تک سوتے رہنا، یہ وہ امر ہے جو آپ ﷺ کی عادت اور طبیعت سے خارج ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا اور اس وقت آپ ﷺ کی نیند اس لیے تھی کہ یہ امر سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ امر معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور یہ اس قبیل سے ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ کوئی کام سنت ہو جائے۔

اور نبی کریم ﷺ کی فطرت اور عادت یہ تھی کہ نیند آپ ﷺ کے دل کو نہیں ڈھانپتی تھی اور یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا، اور یہ حکم عام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کی امت کو قضاء نماز کا طریقہ تعلیم فرمائے تو اس نے آپ ﷺ کی روح کو قبض کر لیا اور جو مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ تھے ان کی روحوں کو بھی نیند میں قبض فرمالیا اور سورج طلوع ہونے کے بعد ان سب کی روحوں کو لوٹا دیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی مراد بیان فرمائے۔ فقہاء اور محدثین نے اس حدیث مبارکہ کی یہی تاویل کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا بدعتی ہے۔ (التمہید: ج: 5، ص: 209)

مزید راقم ہیں۔

امام مالک از ابن شہاب، از عبد الرحمن اعرج، از عبد اللہ بن محسنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے پوری نماز پڑھ لی تو ہم آپ ﷺ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے۔ آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور بیٹھ کر سلام سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے کوئی شخص بھی وہم اور نسیان سے محفوظ نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ پر جو نسیان طاری ہوتا ہے وہ امت کے نسیان کی طرح نہیں ہوتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ سنت ہو جائے۔ (التمہید: ج: 10، ص: 184)

قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی اندلسی رحمہ اللہ کا قول

قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی مالکی اندلسی رحمہ اللہ مستوفی 543ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کو جو نمازوں میں سہو ہوا ہے وہ اس غفلت کی مثل ہے جو آپ ﷺ کو نیند میں ہوتی ہے اور یہ کسی آفت کی وجہ سے آپ ﷺ پر نسیان نہیں ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی توجہ افعال نماز سے ہٹا دیتا ہے تاکہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ احکام شریعہ بیان فرمائے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ ﷺ یہ احکام زبانی بیان فرما دیتے۔ لیکن کوئی کام کر کے دکھانا زبانی بیان کرنے سے زیادہ قوی ہے اور اس میں لوگوں کی زیادہ تسلی ہے۔ (القبس فی شرح مؤطا ابن انس: ج: 1، ص: 241)

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ کا قول

علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی رحمہ اللہ مستوفی 1122ھ لکھتے ہیں:

جب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بھولتا ہوں تو اس کا محمل یہ ہے کہ بھولنے کی صفت آپ ﷺ کے ساتھ قائم ہے۔

اور جب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے بھلا دیا جاتا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ بھولنا آپ ﷺ کی طبیعت کا تقاضا نہیں ہے اور نہ یہ آپ ﷺ کی ایجاد سے ہے اس کا موجد صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (شرح زرقانی للموطا: ج: 1، ص: 315)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی رحمہ اللہ متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

آئمہ کرام نے فرمایا ہے کہ

جب انبیاء کرام علیہم السلام پر نسیان طاری ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس نسیان پر برقرار نہیں رکھتا بلکہ ان کو اس پر متنبہ فرما دیتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کو علی الفور متنبہ فرماتا ہے یا تاخیر سے۔ قاضی ابوبکر اور اکثر علماء اول الذکر کے قائل ہیں اور ابو المعالی ثانی الذکر کے قائل ہیں۔ علماء کرام کی ایک جماعت نے افعال بلاغیہ اور عبادات شرعیہ میں سہو کو منع کیا ہے اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اتفاقاً ممنوع ہے۔

اور فرقہ باطنیہ نے یہ کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ پر سہو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ آپ ﷺ قصد اور عمدت نسیان کی صورت کرتے ہیں تاکہ احکام شرعیہ مسنون ہو جائیں۔ ایک بہت بڑے امام ابوالمظفر الاسفرائینی نے بھی اپنی کتاب الاوسط میں یہی لکھا ہے مگر یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج: 7، ص: 15)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمہ اللہ کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہے کہ شیطان کا نبی کریم ﷺ کے دل میں وسوسے ڈال کر سہو اور نسیان پیدا کرنا محال ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

بلاشبہ حق یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی کسی بھی خبر میں غلطی واقع ہونا محال ہے۔ خواہ سہو ہو یا عمدت، تندرستی میں یا بیماری میں، خوشی میں یا غصہ میں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے اقوال اور آپ ﷺ کے افعال جن کے مجموعہ سے ہر موافق و مخالف و مومن اور منکر واقف ہے ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کوئی غلط بات نہیں فرمائی نہ آپ ﷺ کو کبھی کسی بات یا کسی کلمہ میں وہم ہوا۔ اگر ایسا ہوا تو یہ منقول ہوتا جیسا کہ نماز میں آپ ﷺ کا سہو واقع ہونا منقول ہے البتہ دنیاوی معاملات میں بعض مرتبہ آپ ﷺ نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا جیسے کھجوروں میں پیوند لگانے کا واقعہ ہے۔

(روح المعانی: ج: 7، ص: 183)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

باب: فجر میں قرأت کرنا

یہ باب فجر میں قرأت کرنے کے حکم میں ہے۔



694 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ اَخْبَرَنَا عِيْسَى يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اَصْبَغَ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ كَانَتِي اَسْمَعُ صَوْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنْسِ الْجَوَارِي الْكُنْسِ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ سَعِي رَوَايَتِ هِيَ كَمَا كُنَّا فِيهِ رَوَاهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ عَنْ اَبِي حُرَيْثٍ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ كَانَتِي اَسْمَعُ صَوْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنْسِ الْجَوَارِي الْكُنْسِ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ سَعِي رَوَايَتِ هِيَ كَمَا كُنَّا فِيهِ رَوَاهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ عَنْ اَبِي حُرَيْثٍ

فلا اقم بالخنس الجوار اللنس۔

(مسند ابویعلیٰ: ج: 3، ص: 45)

تشریح:

سورہ شمس احناف کے نزدیک طوال مفصل ہے اور جمہور کے نزدیک اوساط میں سے ہے۔ مستدرک کی روایت میں سورہ واقعہ پڑھنے کا ذکر ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت میں بالصفۃ آیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں فجر کی نماز میں ساٹھ یا سو آیتوں کا ذکر ہے۔

مسئلہ

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

حضر میں جبکہ وقت تنگ نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور ان سب صورتوں میں امام و منفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 317)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1162ھ لکھتے ہیں:

سفر میں اگر امن و قرار ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں سورہ بروج یا اس کی مثل سورتیں پڑھے اور عصر و عشاء میں اس سے چھوٹی اور مغرب میں قصار مفصل کی چھوٹی سورتیں اور جلدی ہو تو ہر نماز میں جو چاہے پڑھے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 77)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور دعائے برکت فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر بارہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ذہین و فطین تھے کوفہ کے حاکم بھی رہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی مخزومی ہیں حضور انور ﷺ کو دیکھا۔ حضور انور ﷺ سے سنا ہے۔ حضور انور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت فرمائی۔ حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ بارہ سال کے تھے کوفہ کے حاکم رہے 85 پچاسی میں وفات پائی کوفہ میں دفن ہوئے۔ (مرآة النایح: ج: 8، ص: 537)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاتِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب: جو نماز میں سورۃ فاتحہ کو پڑھنا چھوڑ دے

یہ باب نماز میں سورۃ فاتحہ کو نہ پڑھنے کے حکم کے متعلق ہے۔

695 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّبَالِيُّ حَدَّثَنَا هَمَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ

أَمَرْنَا أَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تيسَّرَ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو حکم فرمایا گیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ جو میسر ہو پڑھیں۔

(صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 92)

696 حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَخْبَرَنَا عِيسَى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونِ الْبَصْرِيِّ

حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اخْرُجْ فَنَادِ فِي الْمَدِينَةِ أَنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقُرْآنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: جاؤ مدینہ منورہ میں اعلان کر دو کہ

قرآن کریم کے علاوہ نماز نہیں ہوتی اگرچہ سورۃ فاتحہ اور جو کچھ زیادہ ہو۔

(مسند اسحاق بن راہویہ: جز: 1، ص: 179)

697 حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَادِيَ أَنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم ارشاد فرمایا کہ سورہ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے علاوہ نماز نہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 37، معرفة السنن والآثار للبیہقی: جز: 2، ص: 415)

698 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زَهْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يقرأ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ علاء بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو السائب مولى ہشام بن زہرہ سے سنا وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی نماز پڑھے اور سورہ فاتحہ کی قرأت نہ کرے وہ ناقص ہے وہ ناقص وہ ناقص مکمل نہیں ہے۔

(سنن الترمذی: جز: 2، ص: 25، سنن النسائی: جز: 3، ص: 465، سنن سعید بن منصور: جز: 2، ص: 505، شرح السنہ: جز: 1، ص: 148)

699 قَالَ فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِنِّي أَكُونُ أَحْيَانًا وَرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ لَعَمْرَ ذِرَاعِي وَقَالَ أَقْرَأُ بِهَا يَا فَارِسِيُّ فِي نَفْسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي لِيُصْفِيَنِي فَنُصِفُهَا لِي وَلِيُصْفِيَهَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأُوا يَقُولُ الْعَبْدُ (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمْدَنِي عَبْدِي يَقُولُ (الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ) يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَثْنَى عَلَى عَبْدِي يَقُولُ الْعَبْدُ (مَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ) يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَجَّدَنِي عَبْدِي يَقُولُ الْعَبْدُ (إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) يَقُولُ اللَّهُ هِدْهُ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ يَقُولُ الْعَبْدُ (اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) يَقُولُ اللَّهُ فَهَؤُلَاءِ لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ

میں نے عرض کیا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! میں کسی وقت امام کے پیچھے بھی ہوا کرتا ہوں آپ رضی اللہ عنہ نے میری کلابائی کو دبا کر ارشاد فرمایا: اے فارسی! اپنے قلب میں پڑھا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نماز کو میں نے اپنے اور اپنے بندے کے مابین آدھا آدھا تقسیم کر لیا ہے۔ آدھی میرے

واسطے ہے اور آدھی میرے بندے کے واسطے ہے اور میرے بندے کے لئے وہی ہے جو اس نے سوال کیا۔ پڑھو بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی بندہ کہتا ہے الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی۔ بندہ کہتا ہے مَلِیْکَ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ بندہ کہتا ہے کَرِیْمًا کَرِیْمًا نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے مابین ہے اور میرے بندے کے واسطے ہے جو اس نے سوال کیا۔ بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ۝ اور یہ میرے واسطے ہے اور میرے بندے کے واسطے وہی ہے جو اس نے سوال کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۳۹، سنن الترمذی: ج: ۱۰، ص: ۲۱۰، سنن دارقطنی: ج: ۱، ص: ۳۱۲، سنن النسائی: ج: ۳، ص: ۴۶۶)

700 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ يُلْغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان مقدس پہنچا کہ اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ اور کچھ زیادہ قرأت نہ کرے۔ سفیان نے کہا یہ حکم اس کے لئے جو اکیلا نماز پڑھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۳۷۴، سنن النسائی: ج: ۳، ص: ۴۶۹، صحیح ابن حبان: ج: ۵، ص: ۸۷، مسند احمد: ج: ۴۶، ص: ۲۳۳)

701 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَثَقُلْتُ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے قرأت فرمائی تو قرأت فرمانے میں آپ ﷺ کو ثقل عارض ہوا پس جب فراغت پائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید تم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ ﷺ ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کیا کرو مگر سورہ فاتحہ کے کیونکہ اس کی نماز نہیں جو اس کی قرأت نہ کرے۔

(سنن الترمذی: ج: ۲، ص: ۲۳، شرح السنہ: ج: ۱، ص: ۱۵۳، صحیح ابن حبان: ج: ۵، ص: ۹۵۸، مسند احمد: ج: ۴۶، ص: ۲۳۰)

702 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ نَافِعُ أَبْطَا عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ صَلَوةِ الصُّبْحِ فَأَقَامَ أَبُو نُعَيْمٍ الْمُؤَذِّنُ الصَّلَوةَ فَصَلَّى أَبُو نُعَيْمٍ بِالنَّاسِ وَأَقْبَلَ عِبَادَةَ وَأَنَا مَعَهُ حَتَّى صَفَفْنَا خَلْفَ أَبِي نُعَيْمٍ وَأَبُو نُعَيْمٍ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فَجَعَلَ عِبَادَةُ يَقْرَأُ أَمَّ الْقُرْآنَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ لِعِبَادَةَ سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ بِأَمِّ الْقُرْآنِ وَأَبُو نُعَيْمٍ يَجْهَرُ قَالَ أَجَلُ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ الصَّلَوَاتِ الَّتِي يَجْهَرُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ قَالَ فَالْتَبَسْتُ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ وَقَالَ هَلْ تَقْرَأُونَ إِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ بَعْضُنَا إِنَّا نَصْنَعُ ذَلِكَ قَالَ فَلَا وَأَنَا أَقُولُ مَا لِي يُنَارِ عَيْنِي الْقُرْآنُ فَلَا تَقْرَأُوا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ إِلَّا بِأَمِّ الْقُرْآنِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ وَسَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ عِبَادَةَ نَحْوَ حَدِيثِ الرَّبِيعِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالُوا فَكَانَ مَكْحُولٌ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ سِرًّا قَالَ مَكْحُولٌ أَقْرَأُ بِهَا فِيمَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ إِذَا قَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسَكَتَ سِرًّا فَإِنْ لَمْ يَسْكُتْ أَقْرَأُ بِهَا قَبْلَهُ وَمَعَهُ وَبَعْدَهُ لَا تَتْرُكُهَا عَلَى كُلِّ حَالٍ

نافع بن محمود بن ربیع انصاری سے روایت ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نماز فجر میں دیر سے پہنچے تو ابو نعیم مؤذن نے اقامت کہی اور ابو نعیم لوگوں کو نماز پڑھانے لگ گئے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ آگے تشریف لے گئے اور میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا حتیٰ کہ ہم نے ابو نعیم کے پیچھے صف بنالی۔ اور ابو نعیم جہر سے قرأت کرنے لگے تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سورہ فاتحہ پڑھنے لگ گئے جب فارغ ہوئے تو میں نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو سورہ فاتحہ قرأت کرتے ہوئے سنا ہے اور ابو نعیم جہر قرأت کر رہے تھے۔ فرمایا کہ بات اس طرح ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری معیت میں بعض نماز پڑھی جس کے اندر جہر قرأت کرتے ہیں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرأت کا التباس ہوا جب فراغت پالی تو ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: جب میں جہر قرأت کرتا ہوں کیا تم بھی قرأت کرتے ہو۔ ہم میں سے کسی نے عرض کیا ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے کیا ہو گیا کہ مجھ سے قرآن مجید چھینا جا رہا ہے۔ قرآن مجید سے کچھ نہ قرأت کیا کرو جب جہر پڑھا جائے مگر سورہ فاتحہ کے۔ مکحول نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ربیع بن سلیمان کی حدیث کی مثل

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 164)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یا ایک یا دو آیتیں تین چھوٹی کے برابر پڑھنا۔

3- الحمد اور اس کے ساتھ سورت ملانا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی ہر رکعت میں واجب ہے۔

4- ہر الحمد کا سورت سے پہلے ہونا۔

5- ہر رکعت میں سورت سے پہلے ایک ہی بار الحمد پڑھا۔ (در مختار: ج: 2، ص: 184)

علامہ حسن بن عمار شربلائی رحمۃ اللہ علیہ مستوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

نماز میں اٹھارہ چیزیں واجب ہیں۔

(جن میں سے یہ واجبات بھی ہیں) 1- سورہ فاتحہ کا پڑھنا۔

2- فرض نماز کی دو غیر مقرر رکعتوں اور و تروں اور نفلوں کی تمام رکعتوں میں ایک (چھوٹی) سورت یا تین آیات ملانا۔ 3-

قرأت کے لئے پہلی دو رکعتوں کا تعین کرنا۔ 4- سورہ فاتحہ کو سورت سے مقدم کرنا۔ (نور الایضاح: ص: 111)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ مستوفی 593ھ لکھتے ہیں:

جس نے عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورت پڑھی اور سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو بعد کی دو رکعتوں میں فاتحہ کا اعادہ نہ کرے اور اگر اس نے فاتحہ پڑھی اور اس پر زیادہ نہیں کیا تو بعد کی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ دونوں پڑھے اور جہر کرے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دونوں میں سے کسی کی قضاء نہ کرے کیونکہ واجب جب اپنے وقت سے فوت ہو گیا تو بغیر دلیل کے اس کی قضا نہیں کی جاتی اور طرفین کی دلیل وہ ہے کہ دو وجہوں کے درمیان فرق ہے کہ فاتحہ کا پڑھنا ایسے طور پر مشروع ہوا ہے کہ سورۃ اس پر مرتب ہو پس اگر فاتحہ کے بعد کی دو رکعتوں میں قضا کی تو سورت پر فاتحہ مرتب ہو جائے گی اور یہ خلاف موضوع ہے اس کے برخلاف جب اولین میں سورت کو چھوڑا ہے کیونکہ سورت کی قضا کرنا مشروع طریقہ پر ممکن ہے۔ پھر یہاں وہ لفظ ذکر کیا جو وجوب پر دلالت کرتا ہے اور مبسوط میں لفظ استحباب کے ساتھ ہے اس لیے کہ سورت اگر مؤخر ہے تو وہ فاتحہ کے ساتھ متصل نہ رہی پس اس کے موضوع کی رعایت من کل وجہ ممکن نہیں ہے اور سورت اور فاتحہ دونوں کا جہر کرے یہ بھی صحیح ہے کیونکہ جہر اور اخفاء کا ایک رکعت میں جمع کرنا برابر ہے اور نفل کا متغیر کرنا اور وہ فاتحہ اولیٰ ہے..... اور قرأت کی ادنیٰ مقدار جو نماز میں کفایت کر جاتی ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک آیت ہے اور صاحبین نے کہا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت ہے کیونکہ اس سے کم قرأت کرنے والا نہیں کہلائے گا پس یہ مادون الایت کی قرأت کے مشابہ ہو گیا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل باری تعالیٰ کا قول فاقروا ما تیسر من القرآن بغیر کسی تفصیل کے ہے مگر یہ کہ ایک آیت سے کم خارج ہے اور پوری آیت اس کے معنی میں نہیں ہے۔ (ہدایہ: ج: 1، ص: 139 تا 141)

☆ قوله لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً

اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے۔

یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو اکیلا نماز پڑھے یعنی امام کے پیچھے نہ ہو، اگر امام کے پیچھے ہوگا تو وہ امام کے پیچھے نہ سورت فاتحہ پڑھے گا اور نہ ہی کوئی سورت ملائے گا کیونکہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

مذہب اربعہ!

اب اس میں اختلاف ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے گا یا نہیں؟ تو اس بارے میں فقہاء کرام کے مذہب بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ

اشہب مالکی، ابن وہب مالکی اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر ناقص ہے۔

ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس وقت اپنے دل میں پڑھو۔

اس حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو اس کے معانی میں تدبر کرو۔

تابعین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ

امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ صرف ہونٹ ہلاتے جائیں اور خود کو بھی آواز نہ آئے اور جس نے خود کو سنایا اس نے اچھا کیا۔

امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے عام اصحاب اور بہت سے متقدمین نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے سری اور جہری دونوں نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس میں تین قول ہیں۔ ایک قول کوفیین کی طرح ہے، ایک قول امام احمد رحمہ اللہ کی طرح ہے اور ایک قول جمہور صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کی مثل ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ اور داؤد ظاہری کے نزدیک سورہ فاتحہ کا سری نمازوں میں پڑھنا فرض ہے۔ ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے ایک قول سنت ہے اور ایک قول مستحب ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 150)

علامہ نووی اس حدیث ”جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی“ کے تحت لکھتے ہیں۔

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام، مقتدی اور متفرد سب پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو کیا کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سورہ فاتحہ کو دل میں پڑھو۔

اس کا معنی ہے اس کو چپکے چپکے پڑھو جس کو تم خود سنو اور بعض مالکیہ وغیرہم نے جو اس کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے معانی میں تدبر کرو یہ غیر مقبول ہے کیونکہ قرأت کا اطلاق صرف زبان کی حرکت پر ہوتا ہے جو سنائی دے۔ اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جنسی اور حائض اگر زبان کی حرکت کے بغیر قرآن مجید کے معانی میں تدبر کریں تو اس پر قرأت کا اطلاق نہیں ہوگا۔

(شرح للنووی: ج: 1، ص: 70)

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے اور آرام کرے تاکہ اس وقفہ میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھنے میں امام کے ساتھ کھینچا تانی نہ کریں۔ یہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کا مذہب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب رائے نے اس کو مکروہ کہا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت سرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد رکھے ہیں ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد اور ایک سکتہ غَیْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ ۝ کی قرأت کے بعد، عمران نے اس کا انکار کیا ہے اور ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا انہوں نے جواب دیا کہ سرہ کو یہ حدیث مبارکہ محفوظ ہے۔

اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا:

امام کے لئے دو سکتے ہیں ان میں سورہ فاتحہ کی قرأت کو غنیمت جانو۔ ایک سکتہ نماز کے شروع کے وقت ہے اور ایک سکتہ جب وہ وَلَا الضَّالِّیْنَ کہے۔

عروہ بن زبیر نے کہا:

میں امام کے ان دو سکتوں کو غنیمت جانتا ہوں۔ جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ کہتا ہے تو میں اس وقت سورہ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور جب وہ سورت ختم کرتا ہے تو میں رکوع سے پہلے قرأت کر لیتا ہوں۔ یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ان کے نزدیک معروف تھا۔ (السنن: ج: 1، ص: 291)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں تمام نمازیوں کو قرأت کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد فرمایا:

فاقرءوا ما تيسر منه

جس قدر قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو۔

اور رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی ہے کہ کوئی نماز قرآن مجید پڑھے بغیر نہیں ہوتی۔

لیکن جب حدیث صحیح میں وارد ہے۔

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے تو اس آیت اور حدیث کے عموم کی تخصیص کرنا واجب ہے جیسا کہ آئمہ ثلاثہ کا قاعدہ ہے اس لیے مقتدی اس حکم کے عموم سے خارج ہے۔ نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نماز کو پانے والا نماز کی رکعت کو پالیتا ہے حالانکہ اس رکعت میں اس نے قرأت نہیں کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مدرک رکوع بھی قرأت کے عمومی حکم سے خارج ہے۔ اسی طرح جس حدیث مبارکہ میں ہے ”اللہ اکبر کہو پھر تم کو جس قدر قرآن مجید یاد ہے پڑھو“ کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے، اگر مقتدی نے قرأت کی تو ایک نماز میں دو قرأتیں ہو جائیں گی یہ حدیث متعدد اسانید سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

امام دارقطنی، امام بیہقی اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ

اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل متعدد راویوں نے اس حدیث کو ارسال سے بیان کیا ہے۔ ایک سند سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو مرسل روایت کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے اور اس سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے۔ امام محمد بن الحسین نے اپنی موطا میں روایت کیا ہے امام ابو حنیفہ، ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ، عبد اللہ بن شداد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بے شک امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث کو سفیان، شریک، جریر اور ابو الزبیر نے اپنی اپنی اسانید صحیحہ کے ساتھ اپنی اپنی مسانید میں مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور سفیان کی سند امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اس لیے مخالفین کا اس حدیث کو مرسل قرار دینے پر اصرار کرنا باطل ہے کیونکہ اگر ثقہ راوی کسی حدیث میں متفرد ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے اور رفع ارسال پر زیادتی ہے اور ثقہ اگر متفرد ہو تب بھی اس کی زیادتی مقبول ہوتی ہے چہ جائیکہ یہاں چار سے زائد ثقہ راوی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کر رہے ہیں اور ثقہ راوی کبھی حدیث کی ایک سند کو ارسال سے بیان کرتا ہے اور کبھی اتصال سے، امام عبد اللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص قرأت کر رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت سے روکتے رہے، جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اس صحابی سے کہا: کیا تم مجھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز میں قرأت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ دونوں تکرار کرنے لگے حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہوتی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ایک روایت سے بیان کیا ہے کہ

ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے قرأت کی تو اس کو ایک صحابی نے منع کیا، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی اصل یہ واقعہ ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کبھی پورا واقعہ بیان فرمایا اور کبھی صرف اس کا حکم بیان کر دیا اور کبھی امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کو بیان کیا۔ اس حدیث کے معارض یہ روایت ہے۔ مجھ سے قرآن کیوں کھینچا جا رہا تھا اگر کسی مقتدی نے ضرور قرآن پڑھنا ہو تو وہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔ اسی طرح امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید پڑھا تو آپ ﷺ پر قرآن مجید پڑھنا دشوار ہوا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہم نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سو سورہ فاتحہ کے اس طرح نہ کرو کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جس حدیث میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کی سند زیادہ قوی ہے اور اس میں ممانعت علی الاطلاق ہے اس لیے قوت سند اور عموم کی وجہ سے وہ حدیث ان احادیث مبارکہ پر مقدم ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دیگر احادیث سے مؤید ہے ہر چند کہ ان کی اسانید ضعیف ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذاہب سے بھی مؤید ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ نے یہ کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے۔

وہ احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں۔

☆ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا میں نافع اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور جب وہ تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

☆ امام دارقطنی نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ کہا اس کا مرفوع ہونا راوی کا وہم ہے لیکن یہ حکماً مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول رسول اللہ ﷺ سے سماع پر محمول ہے۔

☆ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی سند میں اسماعیل ضعیف راوی ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔ امام ابن عدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ اسماعیل کا متابع ہے نصر بن عبداللہ، امام طبرانی نے معجم اوسط میں نصر بن عبداللہ نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے اور حسن سے سنداً اور متناً یہی روایت ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے مگر اس میں کلام ہے۔

☆ امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مقاسم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا۔ تو انہوں نے فرمایا:

کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

☆ امام محمد بن حسن نے اپنی مؤطا میں اپنی سند کے ساتھ ابوداؤد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے کہا:

خاموش رہو، نماز میں صرف ایک شغل ہے اور تمہارے لیے امام کافی ہے اور اسی کتاب میں حضرت سعد کے بعض بیٹوں سے روایت کیا ہے کہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگارے ڈال دوں۔ اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں ہے میں اس کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

☆ امام محمد نے اپنی مؤطا میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوتے۔ اس اثر کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

☆ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ابو حمزہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔

کیا میں امام کے ہوتے ہوئے قرأت کروں؟

انہوں نے کہا:

نہیں!

☆ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

امام کے پیچھے قرأت نہ کرو خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

☆ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت میں خطا کی۔

☆ امام نسائی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔

کیا ہر نماز میں قرأت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں۔

انصار کے ایک شخص نے کہا:

قرأت واجب ہوگئی۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا:

جب امام کسی قوم کو نماز پڑھائے تو اس کی قرأت قوم کے لئے کافی ہے اگر مؤخر الذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو بلکہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا کلام ہو تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کریں کہ ہر نماز میں قرأت ہے۔

پھر امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کو یہ علم ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قرأت کو

امام شافعی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ

ہم کہتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ مبارک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں غور کریں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

اس کا جواب یہ ہے کہ

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (الاعراف: 204)

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام مسلم ﷺ نے فرمایا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں دو چیزوں کا حکم ہے۔ سننے کا اور خاموش رہنے کا اور جب امام زور سے قرأت نہ کرے اور اس کے لئے سنن ممکن نہ ہو تو اس کے لئے خاموش رہنا تو ممکن ہے۔

محیط میں مذکور ہے کہ

مقتدی سے قرأت ساقط نہیں ہوئی لیکن امام کی قرأت اس کی قرأت ہے حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں شریک ہو جائے جو قرأت کا محل ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہم یہ نہیں مانتے کہ مقتدی کے لئے بھی قرأت رکن ہے کیونکہ اگر مقتدی کو رکعت فوت ہونے کا خوف ہو تو اس کی نماز جائز ہے خواہ وہ بالکل قرأت نہ کرے اور اس کے جواز پر اجماع ہے مثلاً جب ایک شخص امام کو رکوع میں پائے اور اگر مقتدی کے لئے بھی قرأت رکن ہوتی تو اس عذر کی وجہ سے اس سے قرأت ساقط نہ ہوتی۔ جیسے رکوع اور سجود اس سے ساقط نہیں ہوتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

کیا رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا۔

تو ہم کہیں گے کہ

نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائز نہیں ہے بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے البتہ قیام کا امتداد رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور قیام کا فرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے رکوع مطلقاً جھکنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 294 تا 297)

حناف کے مزید دلائل

امام کے پیچھے مقتدی خاموش رہے گا اس پر مزید دلائل بیان کیے جاتے ہیں۔

پیل نمبر: 1

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ص: 61)

پیل نمبر: 2

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (موطا امام محمد: ص: 323)

دلیل نمبر: 3

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز میں سورہ سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھی۔

نبی کریم ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا۔

تم میں سے سورہ سبح اسم ربك الاعلیٰ کس نے پڑھی تھی۔

لوگ خاموش رہے آپ ﷺ نے تین بار پوچھا اور وہ ہر بار خاموش رہا۔

پھر ایک شخص نے کہا:

میں نے پڑھی تھی!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے معلوم تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھے خلیجان میں مبتلا کر رہا ہے۔ (سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 325)

دلیل نمبر: 4

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کر رہا تھا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے اپنی سورت کی قرأت سے کون الجھا رہا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت سے منع کر دیا۔

(سنن دارقطنی: جز: 1، ص: 327)

دلیل نمبر: 5

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص نماز میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے

ایک صحابی نے اس کو منع کیا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ دونوں بحث کرنے لگے۔

اس نے کہا:

کیا تم مجھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہو؟
وہ بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تک یہ خبر پہنچی۔
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 325)

دلیل نمبر: 6

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 326)

دلیل نمبر: 7

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔
میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خاموش رہو۔ امام کی قرأت تمہیں کافی ہے۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 330)

دلیل نمبر: 8

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

امام نماز میں سراقراأت کرے یا جہرا تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 330)

دلیل نمبر: 9

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا۔

کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں!

انصار کے ایک شخص نے کہا:

یہ قرأت واجب ہوگئی، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا درآں حالیکہ میں حضور انور ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرا گمان صرف یہ ہے کہ امام کی قرأت قوم کے لئے کافی ہے۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 333)

دلیل نمبر: 10

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 333)

دلیل نمبر: 11

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

امام کے پیچھے وہ شخص قرأت کرتا ہے جو فطرت پر نہ ہو۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 333)

دلیل نمبر: 12

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 332)

دلیل نمبر: 13

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 330)

دلیل نمبر: 14

ابوداؤد سے روایت ہے کہ

ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا:

آیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا نہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

نماز میں صرف ایک مشغولیت ہے اور اس کے لئے تمہیں امام کافی ہے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 376)

دلیل نمبر: 15

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے میں چاہتا ہوں اس کے منہ میں انگارے ہوں۔ (المصنف: ج: 1، ص: 376)

دلیل نمبر: 16

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 376)

دلیل نمبر: 17

حضرت نافع اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 376)

دلیل نمبر: 18

حضرت اسود نے فرمایا:

امام کے پیچھے قرأت کرنے سے انگارے چبانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 376)

دلیل نمبر: 19

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 376)

دلیل نمبر: 20

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے خواہ وہ جہراً قرأت کرے یا سرا۔ (المصنف: ج: 1، ص: 376)

دلیل نمبر: 21

ابو بشر نے فرمایا:

میں نے سعید بن جبیر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا۔

انہوں نے کہا:

امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 377)

دلیل نمبر: 22

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 377)

دلیل نمبر: 23

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا۔

انہوں نے کہا:

ہمارے شیوخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور یہ کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے تھے۔

(المصنف: ج: 1، ص: 139)

دلیل نمبر: 24

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: ج: 1، ص: 140)

دلیل نمبر: 25

عبید اللہ نے فرمایا:

میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

کیا آپ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

نہیں۔ (المصنف: ج: 1، ص: 141)

دلیل نمبر: 26

حضرت عطاء ابن یسار سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق پوچھا۔
تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے ساتھ بالکل قرأت جائز نہیں۔ (مسند ابوعوانہ: رقم الحدیث: 1951)

دلیل نمبر: 27

ابوبکر نے سلمان سے پوچھا کہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کیسی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
بالکل صحیح ہے یعنی یہ حدیث مبارکہ کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو بالکل صحیح ہے۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 2709)

دلیل نمبر: 28

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو کوئی نماز پڑھے اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس نے نماز ہی نہ پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3621)

دلیل نمبر: 29

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
امام اس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم
خاموش رہو۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 921)

دلیل نمبر: 30

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس کا امام ہو تو امام کی تلاوت اس کی تلاوت ہے۔
محمد بن منیع اور امام ابن ہمام نے فرمایا:
یہ اسناد صحیح ہے اور مسلم اور بخاری کی شرط پر ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7903)

دلیل نمبر: 31

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج: ۱، ص: ۲۱۷)

دلیل نمبر: 32

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر متوجہ ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام کی قرأت کی حالت میں تم تلاوت کرتے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ سوال فرمایا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آئندہ اس طرح نہ کرنا۔ (شرح معانی الآثار: ج: ۱، ص: ۲۱۷)

دلیل نمبر: 33

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے وہ دین فطرت پر نہیں۔ (شرح معانی الآثار: ج: ۱، ص: ۲۱۹)

دلیل نمبر: 34

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے ماسوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے ہو۔

(کتاب القراءة للہیثمی: ص: ۱۳۵)

دلیل نمبر: 35

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جو امام کے پیچھے تلاوت کرے کاش اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (موطا امام مالک: ص: ۱۰۲)

دلیل نمبر: 36

امام محمد بن یزید ابو عبد اللہ ابن متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے وہیں سے قرأت شروع فرمائی جہاں تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ قرأت فرما چکے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1235)

دلیل نمبر: 37

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے سورت کے اس مقام سے قرأت شروع کی جہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قرأت کر چکے تھے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 1785)

دلیل نمبر: 38

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے قرآن کے اس حصہ سے قرأت شروع کی جس تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ قرأت فرما چکے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4857)

دلیل نمبر: 39

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ایک جہری نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا:

کیا تم میں سے کسی نے اب میرے ساتھ قرأت کی تھی؟

ایک شخص نے عرض کیا:

جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں بھی کہہ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں۔

یہ سننے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہری نمازوں میں قرأت سے رک گئے تھے۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 919)

دلیل نمبر: 40

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ قعدہ میں ہو تو تم پہلے التحیات پڑھا کرو۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 847)

دلیل نمبر: 41

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب مقتدی کی قرأت کے بارے میں سوال کیا کہ کیا مقتدی بھی امام کے پیچھے قرأت کرے گا۔

تو انہوں نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو خود قرأت کرے۔
حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 192)

دلیل نمبر: 42

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو کوئی ایک تمہارا امام بن جائے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

(مسند احمد: ج: 4، ص: 415)

دلیل نمبر: 43

امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ

میرے علم کے مطابق امام کے پیچھے قرآن پڑھنا سنت نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3794)

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوئی کہ امام کے پیچھے مقتدی خاموش رہ کر امام کی قرأت سنے گا۔

کیا امام کے پیچھے مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے؟

امام کے پیچھے مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ خاموش رہنا واجب ہے۔

یہ احناف کا موقف ہے آئمہ اربعہ کا موقف اور دلائل یوں ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن الخرش مالکی متوفی 1101ھ لکھتے ہیں:

فرض نماز اور نفل نماز میں امام پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مقتدی پر واجب نہیں ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ البتہ سری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔

(حاشیہ الخرش علی مختصر سیدی خلیل: ج: ۱، ص: 269)

فقہاء شافعیہ کا موقف

امام ابواسحاق ابراہیم بن علی الفیر وزآبادی الشیرازی شافعی متونی 455ھ لکھتے ہیں:

آیا مقتدی پر بھی سورہ فاتحہ کی قرأت واجب ہے اس میں غور کیا جائے گا اگر وہ ایسی نماز ہے جس میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے تو مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قرأت واجب ہے اور اگر وہ ایسی نماز ہے جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے تو اس میں دو قول ہیں۔

کتاب الام اور البویطی میں مذکور ہے کہ

اس میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی آپ ﷺ پر قرأت دشوار ہو گئی۔ آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا میں دیکھ رہا تھا کہ تم اپنے امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے۔ ہم نے کہا! اللہ تعالیٰ کی قسم ہاں! ہم ایسا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورہ فاتحہ کے سوا اس طرح نہ کیا کرو۔ کیونکہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول یہ ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ ﷺ نے بلند آواز سے قرأت کی تھی آپ ﷺ نے پوچھا! کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی تھی۔ ایک شخص نے کہا! ہاں! یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (اسی لیے) تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ میری تلاوت میں دشواری کیوں ہو رہی ہے۔ جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو جن نمازوں میں رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے۔ ان نمازوں میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرأت کرنا ترک کر دیا۔ (المہذب: ج: ۱، ص: 72)

فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متونی 620ھ لکھتے ہیں:

مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا (الاعراف: 204) (الکافی: ج: ۱، ص: 246)

علامہ شمس الدین محمد بن مفلح المقدسی حنبلی متونی 763ھ لکھتے ہیں:

اثرم نے نقل کیا ہے کہ

مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

ابن الزاغوانی نے شرح الخرقی میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور ہمارے اکثر اصحاب اس کے وجوب کو نہیں پہچانتے۔ اس کو نوادر میں نقل کیا ہے اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔

ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ

ایک قول یہ ہے کہ جس نماز میں آہستہ قرأت ہوتی ہے اس میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے۔

ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ

ہر رکعت میں جب امام بلند آواز سے قرأت کرے تو مقتدی اس کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور انہوں نے کہا کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا کفایت کرے گا اور سری نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور سکتات میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔
(کتاب الفروع: ج: 1، ص: 427)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی حنفی متونی 587ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَانصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ (الاعراف: 204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اور جن نمازوں میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے ان میں اگرچہ سننا ممکن نہیں ہے لیکن خاموش رہنا ممکن ہے۔ پس اس سے ظاہر نص کے اعتبار سے ان نمازوں میں خاموش رہنا واجب ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو ترک کر دیا اور امام رسول اللہ ﷺ تھے۔ پس ظاہر ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے امر سے قرأت کو ترک کیا تھا اور حدیث مشہور میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے امام کو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو تم اس سے اختلاف نہ کرو جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اس حدیث میں امام کی قرأت کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک بغیر قرأت کے کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی اور مقتدی کی نماز بغیر قرأت کے نہیں ہے بلکہ یہ نماز قرأت کے ساتھ ہے اور وہ امام کی قرأت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

(بدائع الصنائع: ج: 1، ص: 524)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شرکت فرمائی تھی تمام غزوات میں شریک ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الولید ہے انصاری سلمی ہیں نقیب انصار تھے۔ عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شریک ہوئے پھر بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ حمص میں مقیم رہے پھر وہاں سے فلسطین چلے گئے رملہ یا بیت المقدس میں وفات پائی۔ بہتر (72) سال عمر پائی۔ 34 چونتیس میں وفات ہوئی مشہور صحابی ہیں۔ (مرآة الناجح: ج: 8، ص: 533)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ كَرِهَ الْقِرَاءَةَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ

باب: جس نے سورہ فاتحہ کی قرأت کو مکروہ کہا جب امام جہر سے پڑھے
یہ باب امام کے جہر سے پڑھنے کے وقت مقتدی کا سورہ فاتحہ کی قرأت کرنے کے متعلق مکروہ کے حکم میں ہے۔

703 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ أَكِيمَةَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِنِّي فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أُنَارِعُ الْقُرْآنَ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى حَدِيثَ ابْنِ أَكِيمَةَ هَذَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَلَى مَعْنَى مَالِكٍ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُرَوِّزِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلْفٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ وَابْنُ السَّرْحِ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ أَكِيمَةَ يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً نَظُنُّ أَنَّهَا الصُّبْحُ بِمَعْنَاهُ إِلَى قَوْلِهِ مَا لِيَ أُنَازِعَ الْقُرْآنَ قَالَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ قَالَ مَعْمَرٌ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِيمَا جَهَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ فِي حَدِيثِهِ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَانْتَهَى النَّاسُ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ مِنْ بَيْنِهِمْ قَالَ سُفْيَانُ وَتَكَلَّمَ الزُّهْرِيُّ بِكَلِمَةٍ لَمْ أَسْمَعْهَا فَقَالَ مَعْمَرٌ إِنَّهُ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَانْتَهَى حَدِيثُهُ إِلَى قَوْلِهِ مَا لِيَ أُنَازِعَ الْقُرْآنَ وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ فِيهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَاتَّعَظَ الْمُسْلِمُونَ بِذَلِكَ فَلَمْ يَكُونُوا يَقْرَأُونَ مَعَهُ فِيمَا جَهَرَ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ قَالَ قَوْلُهُ فَانْتَهَى النَّاسُ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نماز سے فراغت پائی جس کے اندر قرأت آواز کے ساتھ کی جاتی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہاں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تبھی تو میں کہتا ہوں کہ مجھے کیا ہوا کہ مجھ سے قرآن مجید میں نزاع کیا جا رہا ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لوگ قرأت کرنے سے باز آ گئے جس نماز میں نبی کریم ﷺ جہر سے قرأت فرماتے۔ جب انہوں نے اس بات کو رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا ابن اکیمہ کی اس حدیث مبارکہ کو معمر اور یونس اور اسامہ بن زید نے زہری سے امام مالک رحمہ اللہ کی مثل معنا روایت فرمایا ہے۔ زہری سے روایت ہے کہ میں نے ابن اکیمہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ سعید بن مسیب نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ مجھے لگتا ہے وہ صبح کی نماز تھی۔ اس قول تک معنا روایت کیا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن مجید کے متعلق نزاع کیا جا رہا ہے۔ فرمایا کہ مسدد کی حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ معمر نے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس لوگ باز آ گئے جس میں رسول اللہ ﷺ جہر سے قرأت کرتے تھے۔ اور ابن سرح نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ معمر نے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ باز آ گئے۔ اور عبد اللہ بن محمد زہری نے من بینہم فرمایا۔ سفیان فرماتے ہیں کہ زہری نے کوئی کلمہ کہا جس کو میں سن نہ سکا۔ معمر نے فرمایا کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ باز آ گئے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس کو عبد الرحمن بن اسحاق نے زہری سے روایت کیا ہے اور اس کو حدیث کے اس قول پر ختم فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن کریم کے متعلق نزاع کیا جا رہا

ہے اور اوزاعی نے زہری سے روایت کر کے فرمایا کہ اس میں کہا کہ زہری نے فرمایا! پس مسلمانوں کو اس سے نصیحت مل گئی تو وہ آپ ﷺ کے ساتھ قرأت نہیں کیا کرتے تھے جس میں آپ ﷺ جہر کے ساتھ تلاوت فرماتے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محمد نے محمد بن یحییٰ بن فارس سے سنا کہ پس لوگ باز آ گئے۔ زہری کا کلام ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۱۶۴، سنن دارقطنی: ج: ۳، ص: ۳۴۹)

شرح:

اس باب سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ ثابت فرمانا چاہتے ہیں کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں نہیں پڑھنا چاہئے۔ اور میں نے یہ اختلاف پچھلے باب میں بیان کر دیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

☆ قوله فانتھی الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه

اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جب آپ ﷺ نے منع فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کو پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔

یہ حدیث مبارکہ شافعیہ کے خلاف ہے اسی وجہ سے امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں یہ جملہ مدرج ہے زہری کا کلام ہے۔

ہم نے اس کا جواب یہ دیا کہ

اس میں روایات مختلف ہیں بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زہری کا کلام ہے یا کسی اور راوی کا کلام ہے اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے اور اصل یہ ہے کہ ادراج نہیں ہے۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ یہ کلام زہری سے ہے تب بھی کیا اشکال ہے جبکہ امام زہری رحمہ اللہ اس واقعہ کے خلاف بات فرما رہے ہیں۔

دوسرا جواب امام نووی رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ

محدثین کا اس حدیث مبارکہ کے ضعف پر اتفاق ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابن اکیمہ ہے جو کہ مجہول ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کی امام ترمذی رحمہ اللہ نے تحسین فرمائی ہے اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث مبارکہ کی تصحیح فرمائی ہے پھر یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کے ضعف پر اتفاق ہے۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ابن اکیمہ لیشی کا نام عمارۃ ہے اور ان کو عمرو بن اکیمہ بھی کہا گیا ہے۔

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ان کے مختلف نام ہیں۔ عمارہ، عمار اور عمرو اور عامر نام لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ثقة من الثالثة

اور آپ ﷺ نے اس کے متعلق کوئی جرح نہیں فرمائی اور یہ سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ اور جو سنن اربعہ کا راوی ہو اس کے ضعف پر کس طرح اتفاق ہو سکتا ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ

قوله عن الزهري رحمة الله عليه

حضرت زہری رحمہ اللہ مدینہ منورہ کے فقیہ اور محدث تابعی ہیں آپ ﷺ کی بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی جن سے احادیث مبارکہ لیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ ستونی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کا نام محمد بن عبد اللہ ابن شہاب ہے کنیت ابو بکر زہرہ ابن کلاب کے قبیلہ سے ہیں۔ مدینہ منورہ کے علماء، فقہاء، محدثین میں سے ہیں۔ بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ

میں نے کوئی عالم بالسنہ ان سے بہتر نہ دیکھا۔

کسی نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے پوچھا کہ

آپ ﷺ نے بڑا عالم کس کو پایا۔

وہ بولے۔

امام زہری ابن شہاب رحمہ اللہ کو۔

پوچھا: پھر کون؟

ارشاد فرمایا: ابن شہاب۔

پوچھا: پھر کون؟

ارشاد فرمایا: ابن شہاب۔

ماہ رمضان المبارک (124) ایک سو چوبیس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی ہے۔ (مرآۃ الناجح: ج: 8، ص: 580)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ رَأَى الْقِرَاءَةَ إِذَا لَمْ يَجْهَرِ الْإِمَامُ بِقِرَائَتِهِ

جن کے نزدیک قرأت ہے جب امام قرأت جہر سے نہ کر رہا ہو

یہ باب جب امام قرأت جہر سے نہ کرے تو قرأت کرنے کے حکم کے متعلق ہے

704 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ الْمَعْنَى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَرَأَ خَلْفَهُ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ أَيُّكُمْ قَرَأَ قَالُوا رَجُلٌ قَالَ قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ الْوَلِيدُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ أَلَيْسَ قَوْلُ سَعِيدٍ أَنْصِتَ لِلْقُرْآنِ قَالَ ذَاكَ إِذَا جَهَرَ بِهِ قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ قَالَ قُلْتُ لِقَتَادَةَ كَأَنَّهُ كَرِهَهُ قَالَ لَوْ كَرِهَهُ نَهَى عَنْهُ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی ایک شخص آیا اس نے سبوح اسم ربك الاعلى قرأت کی۔ جب آپ ﷺ نے فراغت پائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کس نے پڑھا؟ انہوں نے کہا ایک آدمی نے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پتہ لگ گیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے نزاع کر رہا ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابو الولید نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ شعبہ نے کہا میں نے قتادہ سے کہا کہ کیا یہ سعید کا قول نہیں ہے کہ خاموش رہو کہ قرآن مجید کے واسطے، ارشاد فرمایا یہ جہر کے وقت پڑھنے میں ہے۔ ابن کثیر نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ میں نے قتادہ سے کہا! گویا کہ آپ ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا ارشاد فرمایا: اگر آپ ﷺ پسند نہ فرماتے تو روک دیتے۔

(معجم الکبیر: ج: 18، ص: 210، سنن البیہقی الکبری: ج: 2، ص: 162، سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 376، سنن الترمذی: ج: 3، ص: 478)

705 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَلَمَّا انْقَلَبَ قَالَ أَيُّكُمْ قَرَأَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِهَا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں نبی کریم ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ جب فراغت پائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے سبوح اسم ربك الاعلى کس نے قرأت کیا۔ ایک شخص نے عرض کیا: میں نے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پتہ لگ گیا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے نزاع کر رہا ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 18، ص: 212، مسند ابی حواری: ج: 1، ص: 457)

تشریح:

یہ بات پیچھے بیان کر دی گئی ہے کہ

امام کے پیچھے مقتدی خاموش رہے گا لہذا یہ بحث وہاں دیکھ لیجئے۔

☆ قوله عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظهر فجاء رجل

وقرأ..... الخ

اس حدیث مبارکہ سے سری نمازوں میں قرأت نہ کرنا امام کے پیچھے ثابت ہو رہا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس واقعہ میں نبی کریم ﷺ کا منع فرمانا نفس قرأت پر نہیں بلکہ جہراً بالقرأت پر ہے۔ اس صحابی نے آپ ﷺ کے پیچھے جہراً قرأت کی تھی جس پر آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایکم قرا بسبح اسم ربك الاعلیٰ۔ تو اگر یہ صحابی جہراً قرأت نہ کرتے تو آپ ﷺ کو متعین سورت کا علم کس طرح ہوتا؟

اس کا جواب ہم نے یہ دیا کہ

یہ بات عجیب ہے کہ آپ ﷺ تو قرأت سر کر رہے ہوں اور آپ ﷺ کے پیچھے صحابی جہراً قرأت کرے اور حدیث مبارکہ میں صراحۃً ارشاد مقدسہ ﷺ موجود ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ غزوہ خیبر کے سال ایمان لائے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو نجید ہے خزاعی ہیں کعبی ہیں خیبر کے سال ایمان لائے تا وفات بصرہ میں رہے 52 باون میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھے۔

مترجم کہتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علم سکھانے کے لئے بصرہ بھیجا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ

بصرہ میں کوئی صحابی آپ رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح: 7: 8: ص: 538)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وہ مقدس صحابی ہیں جن کو فرشتے سلام کرتے تھے اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کرتے تھے جبکہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتے تھے۔ بہر حال فرشتوں کا سلام کرنا حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سچی عقیدت و محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و ﷺ

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُجْزَى الْأُمِّيَّ وَالْأَعْجَمِيَّ مِنَ الْقِرَاءَةِ

باب: ان پڑھ اور غیر عربی کے لئے کتنی قرأت کفایت کرے گی

یہ باب ان پڑھ اور غیر عربی کے لئے قرأت کی مقدار کے حکم میں ہے۔

706 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةٍ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَلَيْسَ الْأَعْرَابِيُّ وَالْأَعْجَمِيُّ لَقَالَ اقْرَأُوا فَكُلُّ حَسَنٌ وَسَيِّجِيءُ أَقْوَامٌ يُقِيمُونَهُ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُونَهُ وَلَا يَتَأَجَّلُونَهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا اور ہم اس وقت قرآن مجید کی قرأت کر رہے تھے ہمارے اندر ان پڑھ اور غیر عربی بھی تھے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرأت کرتے ہو تمام ہی اچھے ہو۔ جلد ہی ایسی اقوام آئیں گی جو اس کو اس طرح قائم کریں گی جس طرح تیر کو سیدھا کرتے ہیں قرأت کرنے میں جلدی کریں گے اور رکیں گے نہیں۔

(سنن معید بن منصور: ج: 1، ص: 152، شرح السنہ: ج: 1، ص: 154، شعب الایمان: ج: 2، ص: 538، مسند احمد: ج: 30، ص: 285)

707 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو وَابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ وَفَاءِ بْنِ شَرِيْحٍ الصَّدْفِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَنَحْنُ نَقْتَرِي فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ كِتَابُ اللَّهِ وَاحِدٌ وَفِيكُمْ الْأَحْمَرُ وَفِيكُمْ الْأَبْيَضُ وَفِيكُمْ الْأَسْوَدُ اقْرَأُوهُ قَبْلَ أَنْ يَقْرَأَهُ أَقْوَامٌ يُقِيمُونَهُ كَمَا

يُقَوِّمُ السَّهْمَ يُتَعَجَّلُ أَجْرُهُ وَلَا يُتَأَجَّلُهُ

حضرت سہل بن سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز ہمارے پاس تشریف لے آئے اور ہم قرأت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک ہے مگر تمہارے اندر سرخ اور تمہارے سفید اور تمہارے اندر سیاہ قسم کے لوگ ہیں اس کو پڑھو قبل اس کے کہ ایسی اقوام آئیں جو اس کو سیدھا کریں جس طرح کہ تیر کو سیدھا کرتے ہیں۔ اس کا اجر جلدی لیں گے اور اس کو مؤخر نہیں کریں گے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 707)

708 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ السَّكْسَكِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَخُذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِمَنِي مَا يُجْزئُنِي مِنْهُ قَالَ قُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا لِي قُلَ اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي فَلَمَّا قَامَ قَالَ هَكَذَا بِيَدِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا هَذَا فَقَدْ مَلَكَ يَدَهُ مِنَ الْخَيْرِ

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں ایک آدمی آیا تو اس نے عرض کیا میں قرآن مجید سے کچھ یاد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو آپ ﷺ مجھے وہ چیز تعلیم فرمائیے جو اس کی جگہ کافی ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ یہ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے میرے واسطے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہو! اللہم ارحمنی وارزقنی وعافنی واهدنی۔ پس جب وہ کھڑا ہوا تو اس نے اسی طرح ہاتھ سے کہا (یعنی اشارہ سے) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہر حال اس نے اپنے کو خیر کے ساتھ بھریا۔

(معجم الکبیر: ج: 3، ص: 237)

709 حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي التَّطَوُّعَ نَدْعُو قِيَامًا وَقُعُودًا وَنُسَبِّحُ رُكُوعًا وَنُسُجُودًا حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ مِثْلَهُ لَمْ يَذْكُرِ التَّطَوُّعَ قَالَ

كَانَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِمَامًا أَوْ خَلْفَ إِمَامٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيُسَبِّحُ وَيَكْبِّرُ وَيَهْلِلُ قَدْرَ قِ وَالذَّارِيَّاتِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نقلی نمازوں میں قیام و قعود میں دعا کر لیتے اور رکوع و سجود میں تسبیح پڑھتے۔ حماد نے حمید سے اسی کی مثل روایت کیا مگر نقلی نماز کا ذکر نہ فرمایا۔ فرمایا کہ حسن ظہر اور عصر کی امامت کے وقت یا امام کے پیچھے سورہ ق اور ذاریات کی مقدار سورہ فاتحہ، تسبیح، تکبیر اور تحلیل کر لیتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 709)

تشریح:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جس کو کچھ یاد نہ ہو وہ کیا کرے حنبلیہ اور شافعیہ کے نزدیک جس شخص کو سورہ فاتحہ یاد نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ فاتحہ کے علاوہ فاتحہ کی مقدار یعنی سات آیات کسی دوسری سورت میں سے پڑھ لے اور اگر وہ بھی یاد نہ ہوں تو حنبلیہ کے نزدیک ان کلمات کو پڑھنا واجب ہے جو حدیث مبارکہ میں ذکر کیے گئے ہیں۔ شافعیہ کی بھی ایک یہی روایت ہے مگر شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ سات قسم کا ذکر پڑھنا واجب ہے ظاہر اسی وجہ سے کہ سورہ فاتحہ کی آیات سات ہی ہیں۔ اور مالکیہ کے نزدیک جو شخص ان پڑھ ہو اس پر واجب ہے کہ کسی شخص کی اقتداء میں نماز پڑھے تاکہ امام کی قرأت اس کی قرأت ہو جائے۔ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ لہذا یہ شخص قرأت حقیقیہ پر تو قادر نہیں مگر قرأت حکمیہ پر تو قادر ہے۔ اور احناف کے نزدیک مذکورہ کلمات نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ کلمات قرأت کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

☆ قوله قوله انى لا استطع ان اخذ من القرآن شيئاً فعلمنى ما يجزئنى
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

تمام دعاؤں کی طرف سے یا روزانہ تلاوت قرآن مجید کی طرف سے کہ اس کے پڑھنے میں مجھے تلاوت کا ثواب مل جایا کرے یا نماز میں تلاوت قرآن مجید کی طرف سے، پہلے دو معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ یہ سائل عربی ہیں قرآن مجید ان کی زبان میں ہے لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ جواز نماز کے بقدر بھی قرآن مجید یاد نہ کر سکیں نیز یہ دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی یہ بھی آیات قرآنیہ کے برابر ہی ہے جب یہ یاد ہو سکتی ہے تو بقدر ضرورت نماز قرآن بھی یاد ہو سکتا ہے (از اشعة اللمعات) اگر آخری معنی مراد ہوں تو اس سے مسئلہ یہ معلوم ہوگا کہ نو مسلم جو ابھی قرآن مجید یاد نہ کر سکا یا گونگا وغیرہ اس کے لئے نماز کے افعال ہی کافی ہیں۔

☆ قوله سبحانه الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر الخ
اس کی شرح میں راقم ہیں۔

یعنی اگر تم روزانہ تلاوت قرآن کریم نہ کر سکو تو یہ کلمات کہہ لیا کرو اس میں انشاء اللہ تلاوت کا ثواب پاؤ گے کیونکہ یہ خزانۃ الہیہ میں سے ہیں۔ ان کلمات کے بڑے فضائل آئے ہیں۔ نیز یہ متفرق کلمات قرآنیہ کے جامع ہیں اور رب کی واحدانیت اور صفات ثبوتیہ اور تنزیہیہ کا مجموعہ ہیں۔

☆ قوله قال يا رسول الله ﷺ هذه الله لما ذالى .

اس کے تحت راقم ہیں۔

یعنی اس میں خدا عزوجل کی حمد تو آگئی میرے لیے دعا کے الفاظ نہ آئے۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روزانہ کی تلاوت یا ورد وظیفوں کے متعلق سوال کر رہے ہیں۔

☆ قوله قال قل اللهم ارحمني وعافني واهدني وارزقني الخ

یعنی اس میں خدا عزوجل کی حمد تو آگئی میرے لیے دعا کے الفاظ نہ آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روزانہ کی تلاوت یا ورد وظیفوں کے متعلق سوال کر رہے ہیں۔

☆ قوله فقال هكذا بیده

یعنی مجھ پر رحم کر میرے پچھلے گناہ معاف کر دے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دے اور مجھے دین و دنیا کی آفتوں سے نجات دے۔ دین اسلام پر استقامت بخش اور احکام پر عمل کی ہدایت دے اور رزق حلال، مخلوق سے استغنا، حسن خاتمہ نصیب کر یہ دعا بہت جامع ہے بعض بزرگ دوسجدوں کے درمیان قعدے میں یہ پڑھا کرتے ہیں۔

☆ قوله فقال رسول الله ﷺ اما هذا فقد ملا يديه من الخير

اس کے تحت راقم ہیں۔

یعنی خوشی میں دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر لیں کہ میں نے دونوں جہاں کی نعمتوں پر قبضہ کر لیا یہ قال بمعنی اشارہ ہے۔

(مرآۃ الناجح: ج: 8، ص: 63)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سهل بن سعدی ساعدی رضی اللہ عنہ

حضرت سہل بن سعدی ساعدی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ ﷺ نے ہی سہل نام رکھا۔ آپ ﷺ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال سے مدینہ منورہ کی زمین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گئی۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ العالی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ ساعدی انصاری ہیں آپ ﷺ کی کنیت ابو العباس ہے آپ ﷺ کا نام پہلے حزن حضور انور ﷺ نے سہل رکھا۔ حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ پندرہ سال کے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات 91 میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ ﷺ ہی فوت ہوئے کہ آپ ﷺ کی وفات سے مدینہ منورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 583)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَمَامِ التَّكْبِيرِ

باب: تکبیر کس کس جگہ کہے؟

یہ باب نماز میں تکبیر کہنے کی جگہ کے حکم میں ہے کہ کہاں کہاں تکبیر کہے گا۔

710 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ غِيلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ
أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ
وَإِذَا رَكَعَ كَبَّرَ وَإِذَا لَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي وَقَالَ لَقَدْ
صَلَّى هَذَا قَبْلُ أَوْ قَالَ لَقَدْ صَلَّيْنَا هَذَا قَبْلَ صَلَاةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مطرف سے روایت ہے کہ میں نے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی اور جب رکوع کیا تو تکبیر کہی اور دو رکعات سے اٹھے تو بھی تکبیر کہی جب ہم نے فراغت پائی تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا اس طرح پہلے پڑھتے تھے یا ارشاد فرمایا کہ ہمیں محمد ﷺ کی نماز سے قبل کسی نے اس طرح پڑھائی۔

(معجم الکبیر: ج: 18، ص: 125، سنن الکبریٰ: ج: 2، ص: 134، سنن النسائی: ج: 4، ص: 239، معجم البخاری: ج: 3، ص: 255)

711 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا أَبِي وَبَقِيَّةٌ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو
بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ
وغيرها يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرُكِعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا
وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ
رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي
اِثْنَتَيْنِ فَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَا أَقْرُبُكُمْ شَبَّهَا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ

لَصَلَاتُهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا الْكَلَامُ الْأَخِيرُ يَجْعَلُهُ مَالِكٌ وَالزُّبَيْدِيُّ
وغيرهما عن الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَوَافَقَ عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي
حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ

زہری سے روایت ہے کہ مجھے ابو بکر بن عبد الرحمن اور ابو سلمہ نے خبر دی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر فرض نماز اور
اس کے علاوہ نماز میں تکبیر کہتے جب کھڑے ہوتے، پھر تکبیر کہتے جب رکوع کرتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ
کہتے پھر سجدہ کرنے سے قبل ربنا ولك الحمد کہتے پھر تکبیر کہتے پھر سجدے کے لئے جھکتے، پھر تکبیر کہتے جب اپنا
سراٹھاتے، پھر تکبیر کہتے جب دوسرا سجدہ کرتے، پھر تکبیر کہتے جب دوسری بار سراٹھاتے پھر تکبیر کہتے جب دو
رکعتوں کے بعد اٹھتے تو ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتے حتیٰ کہ نماز سے فراغت پالیتے پھر فرماتے جب فراغت پا
لیتے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے میری نماز تم
سے زیادہ مشابہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز رہی حتیٰ کہ دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اس
کو مالک اور زبیدی وغیرہ نے زہری سے آخری کلام قرار دیا اور وہ علی بن حسین کے موافق ہوئے، عبد الاعلیٰ نے
معمر، شعیب، ابن ابی حمزہ سے روایت کیا انہوں نے زہری سے روایت کیا۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 711)

712 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَابْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ
عِمْرَانَ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ الشَّامِيُّ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْعَسْقَلَانِيُّ عَنْ ابْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَا يُتَمُّ
التَّكْبِيرَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ مَعْنَاهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَأَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ لَمْ يُكَبِّرْ وَإِذَا قَامَ
مِنَ السُّجُودِ لَمْ يُكَبِّرْ

حسن بن عمران سے روایت ہے کہ ابن بشار شامی نے فرمایا ابو داؤد ابو عبد اللہ عسقلانی نے ابن عبد الرحمن بن ابزی
سے انہوں نے ان کے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھی اور وہ
پوری تکبیر نہ کرتے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس کا معنی ہے جب رکوع سے سراٹھاتے اور سجدہ کرنے کا ارادہ
کرتے تو تکبیر نہ کہتے اور جب سجود سے اٹھتے تو تکبیر نہ کہتے۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 712)

یہاں پردوابحاث ہیں۔ جو کہ اہم ہیں۔

بحث اول

تکبیرات انتقال مشروع ہے یا نہیں؟

بعض صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز و حسن بصری رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کوئی تکبیر مشروع نہیں اور بعض سلف سے منقول ہے کہ امام کے لئے مشروع ہے منفرد کے لئے مشروع نہیں ہے۔ مگر جمہور علماء سلف و خلف جن میں چاروں خلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور آئمہ اربعہ بھی شامل ہیں ان کے نزدیک تکبیرات انتقال مشروع ہیں خواہ وہ نفل نماز ہو یا فرض نماز ہو جماعت کے ساتھ یا علیحدہ پڑھی جانے والی نماز ہو۔

بحث ثانی

نماز کی تکبیرات میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (مدثر: 3)

اپنے رب کی تکبیر کہو۔

اور نماز کی باقی تکبیرات سنت ہیں۔ (فتح القدیر: جز: 1، ص: 239)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام کو تکبیرات تحریمہ اور تکبیرات انتقال سب میں جہر مسنون ہے۔ (رد المحتار: جز: 2، ص: 208)

مزید راقم ہیں۔

اگر امام کی تکبیر کی آواز تمام مقتدیوں کو نہیں پہنچتی تو بہتر ہے کہ کوئی مقتدی بھی بلند آواز سے تکبیر کہے کہ نماز شروع ہونے

اور انتقالات کا حال سب کو معلوم ہو جائے اور بلا ضرورت مکروہ و بدعت ہے۔ (رد المحتار: جز: 2، ص: 209)

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متونی 1161ھ لکھتے ہیں:

بہتر یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کو جائے یعنی جب رکوع کے لئے جھکنا شروع کرے تو اللہ اکبر شروع کرے اور ختم رکوع

پر تکبیر ختم کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 74)

امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ واجب ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

کے نزدیک تمام تکبیرات واجب ہیں۔ (شرح النوادی: جز: 1، ص: 169) (اکمال الکمال: جز: 2، ص: 146)

☆ قوله محمد بن بشار وابن المثنی..... عن الحسن بن عمران قال ابن بشار الشامي

الشامی ابن بشار کی صفت نہیں بلکہ حسن بن عمران کی صفت ہے اس سند میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے دو استاذ ہیں۔

1- محمد بن بشار اور 2- ابن المثنیٰ۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شعبہ کے استاد حسن بن عمران کی صفت الشامی میرے ایک استاذ یعنی ابن بشار نے ذکر فرمائی اور دوسرے استاد ابن المثنیٰ نے ذکر نہیں فرمائی۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَيْفَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ

باب: ہاتھوں سے پہلے گھٹنے کس طرح رکھے؟

یہ باب ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھنے کے حکم میں ہے۔

713 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شَرِيكُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ ابْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَكَرَ حَدِيثَ الصَّلَاةِ قَالَ فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَاهُ قَالَ هَمَّامٌ وَحَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هَذَا وَفِي حَدِيثٍ آخَرِهِمَا وَاکْتَبَرُ عِلْمِي أَنَّهُ فِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ وَإِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى فِخْذِهِ

حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔ عبد الجبار بن وائل اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ آگے نماز کی حدیث ذکر کر کے فرمایا جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر اپنی ہتھیلیوں سے پہلے رکھتے۔ ہمام نے کہا مجھے شقیق نے بیان کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے عاصم بن کلیب نے بیان کیا ہے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے انہوں نے

نبی کریم ﷺ سے اس کی مثل روایت کیا ہے اور ان دونوں میں سے ایک حدیث میں میرے علم کے مطابق محمد بن حمادہ کی حدیث میں ہے جب آپ ﷺ قیام فرماتے لگتے تو گھٹنوں پر اپنے رانوں کے سہارے سے اٹھا کرتے۔

(سنن الترمذی: ج: 1، ص: 452)

714 حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھا کرے اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے قبل رکھا کرے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 100، سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 344، سنن النسائی: ج: 4، ص: 250، مسند احمد: ج: 18، ص: 140)

715 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْمِدُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَيَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْجَمَلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی نماز میں یوں بیٹھتا ہے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے۔

(سنن النسائی: ج: 2، ص: 207، مسند الصحابة في الكتب الستة: ج: 5، ص: 394)

تشریح:

احناف کے نزدیک ایک سجدے میں جاتے وقت سنت یہ ہے کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور اٹھتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھائے جائیں اور زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑا نہ ہو بلکہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر ٹانگوں کے بل کھڑا ہو۔ جبکہ مالکیہ کے نزدیک پہلے ہاتھ زمین پر رکھے پھر گھٹنے رکھے۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متونی 1161ھ لکھتے ہیں:

سجدہ میں جائے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور جب سجدہ سے اٹھے تو اس کا عکس کرے یعنی پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 75)

مسئلہ

جب دونوں سجدے کرے تو رکعت کے لئے بچوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے یہ سنت ہے، ہاں کمزوری وغیرہ عذر کے سبب اگر زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھا جب بھی حرج نہیں۔ (در مختار: ج: 2، ص: 262)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252 ھ لکھتے ہیں:

دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھے اور اگر کسی عذر سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو تو پہلے داہنا پھر بائیں رکھے۔

(رد المحتار: ج: 2، ص: 255)

مالکیہ کا استدلال اور ان کا جواب

☆ اذا سجد احدکم فلا یبرک کما یبرک لیعیر ولیفح یدیه قبل رکبتيہ

اس حدیث مبارکہ سے مالکیہ نے استدلال کیا ہے اس میں صراحت ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھنا چاہئے۔

اس کے متعدد جواب ہیں۔

حضرت وائل بن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث مبارکہ اس حدیث مبارکہ سے اقویٰ ہے۔ اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی دس وجوہات ترجیح کی ذکر فرمائی ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے منسوخ ہے جس میں ہے کہ ہم ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھتے تھے تو ہمیں حکم فرمایا گیا کہ گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھا کریں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث مقلوب ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متونی 235 ھ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اس کے خلاف ذکر کیے ہیں۔

اذا سجد احدکم فلیبدا برکبتيہ قبل یدیه ولا یبرک کبروک الفحل

چوتھا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث کا آخر اس کے اول کے معارض ہے کیونکہ ابتداء میں بروک اہل سے منع کیا جا رہا ہے اور اونٹ بیٹھتے وقت زمین پر پہلے ہاتھ رکھنا ہے تو اس سے منع کرنے کے بجائے آگے اس کا حکم فرما رہے ہیں کہ وہ گھٹنوں سے قبل ہاتھوں کو زمین پر

رکھے۔

☆ قوله عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات پیچھے بیان کر دیئے گئے لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ النَّهْوضِ فِي الْفَرْدِ

باب: رکعت اولیٰ اور رکعت ثالثہ سے اٹھنا

یہ باب رکعت اولیٰ اور رکعت ثالثہ سے اٹھنے کے احکام کے متعلق ہے۔

716 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ إِبرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ إِلَى مَسْجِدِنَا فَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا صَلَّيْتُ بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ وَلَكِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَالَ قُلْتُ لِأَبِي قَلَابَةَ كَيْفَ صَلَّى قَالَ مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هَذَا يَعْنِي عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ إِمَامَهُمْ وَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى قَعَدَ ثُمَّ قَامَ

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہیں نماز پڑھاؤں گا اور نماز پڑھانے سے میرا ارادہ صرف تمہیں یہ دکھانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ میں نے ابو قلابہ سے عرض کیا کہ آپ نے کس طرح نماز پڑھائی۔ ارشاد فرمایا کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی مانند امام کی مانند۔ اور ذکر کیا کہ وہ جب پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے اپنے سر کو اٹھاتے تو بیٹھتے پھر قیام فرمالتے۔

(معجم الکبیر: ج: 19، ص: 287، صحیح البخاری: ج: 3، ص: 318، مسند احمد: ج: 31، ص: 195، مسند الصحابہ فی الکتاب التسعة: ج: 50، ص: 9)

717 حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ إِلَى مَسْجِدِنَا فَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا صَلَّيْتُ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ وَلَكِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَالَ فَقَعَدَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ

حضرت ابو قلزبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم میں ضرور نماز پڑھاؤں گا اور نماز پڑھانے سے میرا ارادہ صرف یہ ہے کہ میں آپ لوگوں کو دکھاؤں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ فرمایا کہ پہلی رکعت میں بیٹھے جب اپنے سر کو دوسرے سجدے سے اٹھایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 717)

718 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي وَتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ جب آپ اپنی نماز کی وتر میں ہوتے تو نہ اٹھتے حتیٰ کہ سیدھے نہ بیٹھ جاتے۔

(شرح السنہ: ج: 1، ص: 482، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 361)

تشریح:

دونوں جگہوں یعنی رکعت اولیٰ اور رکعت ثالثہ میں سجدہ سے فارغ ہو کر فوراً کھڑا ہو جائے یا جلسہ خفیفہ کرنے کے بعد کھڑا ہو اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ شافعیہ کے نزدیک جلسہ استراحت ہے اور احناف اور مالکیہ کے نزدیک جلسہ استراحت نہیں۔ اور حنابلہ کے نزدیک دو روایتیں ہیں۔

☆ قوله عن ابني قلابة قال جئنا ابو سليمان مالك بن الحويرث الى مسجدنا

اس حدیث مبارکہ سے جلسہ استراحت ثابت ہوتا ہے۔ یہی حدیث مبارکہ صحیح بخاری میں ہے۔ جمہور علماء جو جلسہ استراحت کے قائل نہیں ان کا استدلال حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے ہے جن میں آتا ہے ”کان رسول اللہ ﷺ ينهض في الصلوة على صدور قدميه“ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا اکثر احادیث مبارکہ سے ایسے ہی معلوم ہوتا ہے۔ علامہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسی طرح لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ انہ کان ”ينهض على صدور قدميه و ركبتيه“ اور علماء کرام نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ کسی علت اور عذر پر محمول ہے مثلاً ضعف وغیرہ پر کیونکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات جلسہ استراحت کے ذکر سے خالی ہیں۔ صرف حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کے، لہذا اگر یہ آپ ﷺ کا ہمیشہ کا معمول ہوتا تو تمام نماز کی صفات کو بیان فرمادیتے۔ اور عقلی بات بھی ہے کہ جلسہ استراحت نماز کے خلاف ہے کیونکہ نماز کی وضع کا مقصد عبادت ہے اور استراحت اس کے مقصد کے خلاف ہے اور جبکہ یہاں اٹھنا ہوتا ہے سجدہ سے فوراً بعد مگر استراحت کرنا یہاں محل کے خلاف ہے۔

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ

☆ عن ابی قلابہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور شام کے علماء کرام میں سے ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ العالی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن زید ہے جرجی ہیں مشہور تابعی ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ملاقات ہے شام کے علماء میں سے ہیں 106 ایک سو چھ میں شام میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 593)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْاِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب: دو سجدوں کے مابین ایڑیوں پر بیٹھنا

یہ باب دو سجدوں کے مابین ایڑیوں پر بیٹھنے کے حکم میں ہے۔

719 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ قُلْنَا لَابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْاِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فِي السُّجُودِ فَقَالَ هِيَ السُّنَّةُ قَالَ قُلْنَا إِنَّا لَنَرَاهُ جُفَاءً بِالرَّجُلِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن جریج سے روایت ہے کہ ابو الزبیر نے خبر دی ہے کہ انہوں نے طاؤس کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ سجدوں میں قدموں پر اقعاء ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا یہ سنت ہے، ہم نے عرض کیا ہمیں تو پاؤں پر جفاء دکھائی دیتی ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (مبارک) ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 11، ص: 47، سنن الترمذی: ج: 1، ص: 476، معجم ابن خزیمہ: ج: 1، ص: 338، صحیح مسلم: ج: 3، ص: 138)

تشریح: اقعاء کا معنی

اقعاء کا معنی ہے سرین کو ایڑیوں پر رکھ کر بیٹھنا، شافعیہ کے نزدیک ایک قول یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان اسی طرح بیٹھنا افضل ہے اسی قول کی تائید اس باب سے ہوتی ہے۔ احناف کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھنا منست ہے کہ سیدھے پاؤں کو نصب کر کے اٹے پاؤں پر بیٹھے اور اقعاء کے طور پر نہیں بیٹھنا چاہئے اس کی دلیل یہ حدیث مبارک ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ)! میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں دو سجدوں کے درمیان اقعاء کے طور پر نہ بیٹھا کرو۔ (جامع ترمذی: ص: 67)

مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ متوفی 1367ھ سنتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دو سجدوں کے درمیان مثل تشہد کے بیٹھنا یعنی بایاں قدم بچھانا اور داہنا کھڑا رکھنا (سنت ہے)

(بہار شریعت: ج: 1، ص: 530)

نماز میں عورتوں کے سجدے اور بیٹھنے کا طریقہ مردوں سے مختلف ہے جس طرح کہ احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے۔

یزید بن ابی حبیب سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو کہ نماز پڑھ رہی تھیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے لگایا کرو کیونکہ اس میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں۔

(مراسل ابوداؤد: ص: 8)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھ لے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ

چمٹائے یہ اس کے لئے زیادہ ستر ہے۔ (کنز العمال: ج: 7، ص: 549)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اقعاء کے متعلق دو باب قائم فرمائے ہیں۔

1- باب کراہیت الاقعاء

2- الرخصة فی الاقعاء

دوسرے باب میں اسی حدیث مبارکہ کو ذکر فرمایا اور پہلے باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوعہ کو ذکر فرمایا جس کے

الفاظ اس طرح ہیں ”لا تقع بین السجدتین“ مگر امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور

آپ ﷺ نے فرمایا: ”واکثر اهل العلم یکرهون الاقعاء بین السجدتین“ اور آپ ﷺ نے جو جواز کا قول نقل فرمایا

ہے اس کو اہل مکہ مکرمہ کی طرف منسوب فرمایا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حوالہ سے کوئی باب قائم نہیں فرمایا اور امام مسلم رحمہ اللہ نے

”جواز الاقعاء علی العقبین“ کے نام سے باب قائم فرمایا ہے۔

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ

قوله عن ابی جریج رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ تابعی ہیں بہت بڑے عالم تھے آپ رحمہ اللہ مکی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمہ اللہ کا نام عبدالملک ابن عزیز ابن جریج ہے مکی ہیں آپ رحمہ اللہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح علم دوسروں نے جمع نہیں کیا۔ 150 ایک سو پچاس میں آپ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 528)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَقُولُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

باب: جب رکوع سے سر کواٹھائے تو کیا کہے؟

یہ باب رکوع سے سراٹھانے کے وقت تسبیح پڑھنے کے حکم میں ہے۔

720 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمَوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ عُبَيْدِ أَبِي الْحَسَنِ هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ فِيهِ بَعْدَ الرُّكُوعِ قَالَ سُفْيَانُ لَقِينَا الشَّيْخَ عُبَيْدًا أَبَا الْحَسَنِ بَعْدُ فَلَمْ يَقُلْ فِيهِ بَعْدَ الرُّكُوعِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِصْمَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُبَيْدٍ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ

عُبَيْد بن حسن سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر کواٹھاتے تو ارشاد فرماتے: ”سمع الله لمن حمدہ اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شيء“ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا سفیان ثوری اور شعبہ بن حجاج نے اس حدیث مبارکہ کو عبید بن حسن سے روایت کیا تو انہوں نے اس میں رکوع کے بعد کا ذکر نہیں کیا۔

سفیان فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک شیخ سے ملاقات کی جو کہ ابوالحسن کے غلام تھے تو انہوں نے اس میں رکوع کے بعد نہیں کہا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس کو شعبہ نے ابو عصمہ، اعمش، عبید سے روایت کیا ہے انہوں نے بعد الركوع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 720)

721 حَدَّثَنَا مُوَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهَرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْسُفَ كُلُّهُمْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَزْعَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ حِينَ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلءَ السَّمَاءِ قَالَ مُوَمَّلُ مِلءَ السَّمَوَاتِ وَمِلءَ الْأَرْضِ وَمِلءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ زَادَ مُحَمَّدٌ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ ثُمَّ اتَّفَقُوا وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَقَالَ بِشْرُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ لَمْ يَقُلِ اللَّهُمَّ لَمْ يَقُلْ مُحَمَّدٌ اللَّهُمَّ قَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تب فرماتے اللہم ربنا لك الحمد ملء السماء۔ موئل فرماتے ہیں کہ ”ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شىء بعد اهل الثناء والمجد الحق ما قال العبد وكلنا لك عبد لا مانع لما اعطيت“ محمود نے یہ فرمایا کیا ”ولا معطى لما منعت“ پھر تمام نے اتفاق کیا کہ ”ولا ينفع ذا الجدد منك الجدد“ اور بشر نے کہا ہے ربنا لك الحمد وہ اللہم نہیں کہا کرتے۔ محمود اللہم نہ کہتے ربنا لك الحمد کہتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 721)

722 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو

تم اللہم ربنا لك الحمد کہو کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 55، سنن الترمذی: ج: 1، ص: 468، سنن النسائی: ج: 2، ص: 196، شرح السنۃ: ج: 1، ص: 159)

723 حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ لَا يَقُولُ الْقَوْمُ خَلْفَ الْإِمَامِ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَكِنْ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

عامر سے روایت ہے کہ قوم امام کے پیچھے ”سمع الله لمن حمده“ نہ کہا کریں لیکن ربنا لك الحمد کہا کریں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 723)

تشریح:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام و مقتدی رکوع سے سر اٹھاتے وقت کیا کہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام صرف سمع الله لمن حمده کہے اور مقتدی صرف ربنا لك الحمد کہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام اور مقتدی میں شرکت ہے کلاهما لکلیہما۔ ان کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں ہے کہ ”ثم يقول سمع الله لمن حمده..... حين يرفع صلبه من الركعة ثم يقول وهو قائم ربنا ولك الحمد“ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام کے لئے دونوں تسبیحات اور مقتدی کے لئے ان دونوں میں سے صرف ایک ہے۔ ان کی دلیل ایک تو اسی باب کی حدیث مبارکہ ہے جو مقتدی کے حق میں ہے اور دوسری امام کے حق میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اسانید سے روایت کی ہے جس میں ہے ”كان النبي ﷺ اذا قال سمع الله لمن حمده قال اللهم ربنا ولك الحمد“

مسئلہ

علامہ علاء الدین ہکفی حنفی متونی 1088 ھ لکھتے ہیں:

منفرد سمع الله لمن حمده کہتا ہوا رکوع سے اٹھے اور سیدھا کھڑا ہو کر اللهم ربنا ولك الحمد کہے۔

(در مختار: ج: 2، ص: 247)

مسئلہ

مفتی امجد علی اعظمی حنفی متونی 1367 ھ لکھتے ہیں:

رکوع سے اٹھنے میں امام کے لئے سمع الله لمن حمده کہنا اور مقتدی کے لئے ”اللهم ربنا ولك الحمد“ کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔

(بہار شریعت: ج: 1، ص: 527)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہکشی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ربنا ولك الحمد سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے مگر واؤ ہونا بہتر ہے اور اللہم ہونا اس سے بہتر اور سب میں بہتر یہ ہے کہ دونوں ہوں۔ (در مختار: ج: 2، ص: 246)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

بسم الله لمن حمده کی ”ہ“ کو ساکن پڑھے اس پر حرکت ظاہر نہ کرے نہ دال کو بڑھائے۔

(نمازی ہندیہ: ج: 1، ص: 73)

اللہ تعالیٰ کی حمد

قوله اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات وملء الارض..... الخ

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد بندے کے لئے ذریعہ نجات ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد چاہے نماز میں ہو یا غیر نماز میں بندے کے لئے دنیا و آخرت میں بہتری کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بندہ جس قدر کرے کم ہے اللہ تعالیٰ کے بندے پر بے شمار احسانات ہیں اسی لیے بندہ کو چاہئے کہ ہر وقت ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا رہے۔ اب رضا الہی عزوجل کی خاطر حمد کا معنی اور حمد کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

حمد کے معانی

حمد کے متعلق علماء کرام نے متعدد معانی بیان کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

علامہ ابن منظور افریقی کا قول

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

حمد مذمت کی تنقیص ہے۔

ثعلب نے کہا:

حمد کا تعلق نعمت اور غیر نعمت دونوں سے ہے اور شکر کا تعلق صرف نعمت سے ہے۔

لحمیانی نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی ثناء اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

انخفش نے کہا:

الحمد لله کا معنی ہے الشکر لله اور کہا الحمد لله اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اس کی تعریف ہے۔
ازہری نے کہا:

شکر صرف اس ثناء کو کہتے ہیں جو نعمت پر کی جاتی ہے اور حمد بعض اوقات کسی کام کے شکر کو کہتے ہیں اور کبھی ابتداء نعمت کے بغیر کسی شخص کی ثناء کو حمد کہتے ہیں سو اللہ تعالیٰ کی حمد اس کی ثناء ہے اور اس کی ان نعمتوں کا شکر ہے جو سب کو محیط ہیں اور حمد شکر سے عام ہے۔ (لسان العرب: جز: 3، ص: 155)

علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی کا قول

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں:
حمد کا معنی ہے شکر رضا، جزاء اور حق کو ادا کرنا، تحمید کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی بار بار حمد کرنا اور حمد کے معنی ہیں جس کی بار بار حمد کی گئی ہو۔ (قاموس: جز: 1، ص: 563)

علامہ محمد بن اثیر جزری کا قول

علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:
حمد اور شکر متقارب ہیں اور ان میں حمد زیادہ عام ہے کیونکہ تم انسان کی صفات ذاتیہ اور اس کی عطاء پر اس کی حمد کرتے ہو اور اس کی صفات ذاتیہ پر اس کا شکر نہیں ادا کرتے۔ حدیث مبارکہ میں ہے۔ حمد رئیس کا شکر ہے جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔ حمد شکر کی رئیس اس لیے ہے کہ اس میں نعمت کا اظہار اور اس کو مشہور کرنا ہے اور حمد شکر سے عام ہے۔ (نہایہ: جز: 1، ص: 437)

علامہ اسماعیل بن حماد الجوهری کا قول

علامہ اسماعیل بن حماد جوهری متوفی 398ھ لکھتے ہیں:
حمد ذم کی نفیض ہے۔ تحمید حمد سے زیادہ بلیغ ہے اور حمد شکر سے زیادہ عام ہے جس شخص میں بہ کثرت خصال محمودہ ہوں اس کو حمد کہتے ہیں۔ (الصحاح: جز: 2، ص: 466)

علامہ سید شریف جرجانی کا قول

علامہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:
حمد: کسی خوبی کی بطور تعظیم کرنا خواہ کسی نعمت کی وجہ سے ہو یا اس کے بغیر۔
حمد قولی: زبان سے اللہ تعالیٰ کی وہ تعریف کرنا جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانوں کے ذریعہ خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔

حمد عرفی: منعم کے انعام کی وجہ سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے اس کی تعظیم ظاہر ہو عام ازیں کہ زبان سے ہو یا دیگر اعضاء سے۔ (کتاب التعریفات: ص: 42)

اللہ تعالیٰ کی حمد کے فضائل

اللہ تعالیٰ کی حمد کے کثیر فضائل ہیں جو کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں اور وہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم: جز: 1، ص: 118)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید کے بعد چار کلام افضل ہیں اور وہ بھی قرآن مجید سے ہیں۔ تم ان میں سے جس سے بھی ابتداء کرو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ 1- سبحان اللہ، 2- الحمد للہ، 3- لا الہ الا اللہ، 4- اور اللہ اکبر۔ (مسند احمد: جز: 5، ص: 20)

حدیث مبارکہ: 3

عمرو بن شعیب اپنے والد محترم اور وہ اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے سو بار صبح اور سو بار شام کو سبحان اللہ کہا اس نے گویا سو حج کئے اور جس نے سو بار صبح اور سو بار شام کو الحمد للہ کہا اس نے گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سو گھوڑے مہیا کیے۔ (جامع ترمذی: ص: 500)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ بندہ کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کچھ پیئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 1، ص: 131)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کسی نعمت پر الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے افضل نعمت عطا فرماتا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: ج: 1، ص: 131)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب ایک بندہ کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے۔ تم نے میرے بندہ کا بچہ اٹھالیا۔ وہ کہتے ہیں! ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا ٹکڑا اٹھالیا۔ وہ کہتے ہیں! ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔ (جامع ترمذی: ص: 166)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کا کیسا نصیب رکھا ہے۔ اس کو اگر بھلائی پہنچتی ہے تو اپنے رب عزوجل کی حمد کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب عزوجل کی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔

(مسند احمد: ج: 2، ص: 182)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب کھاتے یا پیتے تو دعا کرتے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔ (جامع ترمذی: ص: 499)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کھانا کھا کر کہا! تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے بغیر کوشش اور طاقت کے یہ رزق دیا، تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (جامع ترمذی: ص: 499)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے تھے!

جب تم میں سے کوئی شخص اپنا پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس پر الحمد للہ کہے۔

(صحیح بخاری: ج: 2، ص: 1034)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب کسی ٹیلے یا کسی بلندی پر چڑھتے تو ارشاد فرماتے:

اے اللہ عزوجل! ہر بلندی سے زیادہ بلندی تیرے واسطے ہے اور ہر حمد سے بالا حمد تیرے لیے ہے۔

(مسند احمد: ج: 3، ص: 127)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے تو دعا کرتے۔ اے اللہ عزوجل میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں اور جب بیدار ہوتے تو دعا کرتے! تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جس نے میرے نفس پر موت وارد کرنے کے بعد اس کو زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ (جامع ترمذی: ص: 492)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے۔ (صحیح بخاری: ج: 2، ص: 919)

حدیث مبارکہ: 14

امام ابو جعفر محمد بن جریر متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم کہتے ہو ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ“ تو تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہو اور وہ تم کو زیادہ نعمت دے گا۔

(جامع البیان: جز: 1، ص: 46)

حدیث مبارکہ: 15

اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی حمد سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہے اس لیے اس نے اپنی حمد کی اور فرمایا ”الحمد للہ“ (جامع البیان: جز: 1، ص: 46)

نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد بیان کرتے تھے۔ جس قدر نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اس قدر کسی نے بیان نہیں کی۔ کثیر احادیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کی حمد کرنے کے متعلق ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ یہ بہت زیادہ پڑھتے تھے۔

”سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ“

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ یہ بہت زیادہ پڑھتے ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے میرے رب عزوجل نے یہ خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا پس جب میں وہ علامت دیکھ لوں تو میں بہ کثرت پڑھوں۔

”سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ“

پس بے شک میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے وہ علامت ”اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ“ یعنی فتح مکہ۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 220)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مشائخ بدر میں داخل فرماتے تھے ان میں سے بعض مشائخ کو یہ ناگوار ہوتا تھا۔ انہوں نے کہا:

آپ ﷺ ان کو ہمارے درمیان کیوں رکھتے ہیں حالانکہ ان کی عمر کے برابر تو ہمارے بیٹے ہیں۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ اس حیثیت سے ہے جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ پھر ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا اور مشائخ بدر میں داخل کیا اور میرا یہی اندازہ تھا کہ آج حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان پر میری حیثیت واضح کر دیں گے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا! آپ لوگ ”اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ“ کے متعلق کیا بیان کرتے ہیں۔

ان میں سے بعض نے کہا:

ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ جب جنگ میں ہمیں فتح حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور جب ہمیں شکست ہو تو ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔ اور دوسرے بعض مشائخ خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما)! آپ ﷺ کے نزدیک کیا اس سورت کی یہی تفسیر ہے۔؟

میں نے کہا:

نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

پھر آپ ﷺ کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا:

اس سورت میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتادی تھی۔ ”اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ“ آپ کی وفات کی علامت تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس سورت کے متعلق مجھے اس سے زیادہ علم نہیں ہے جو آپ نے بتلایا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 4970)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

سورہ ”اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ“ کے بعد جب بھی رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ”سبحانک ربنا وبحمدک اللہم اغفر لی“ (پڑھتے) تو سبحان ہے اے ہمارے رب اور تیری حمد کے ساتھ۔ اے اللہ عزوجل! تو میری

مغفرت فرما۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 4967)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

سورت نصر نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ اپنی زندگی کے آخر میں تسبیح اور استغفار بہت زیادہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب بھی کھڑے ہوتے تو بیٹھتے یا آتے جاتے تو یہ پڑھتے تھے۔ ”سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ“ اور فرماتے! مجھے یہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر آپ نے سورت النصر مکمل پڑھی۔ بعض روایات میں ہے آپ ﷺ اس طرح پڑھا کرتے تھے۔

سبحانک اللہم وبحمدک استغفرک واتوب الیک۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 29578)

اللہ تعالیٰ کی حمد کام و کلام کرنے سے قبل نہ کرنے پر وعیدیں

اللہ تعالیٰ کی حمد کام و کلام کرنے سے قبل نہ کرنے پر سخت وعیدیں ہیں کہ وہ کام ناتمام رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس مہتمم بالشان کام کی ابتداء الحمد للہ سے نہیں کی گئی وہ ناتمام رہے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ص: 136)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کلام کی ابتداء الحمد للہ سے نہیں کی جائے گی وہ ناتمام رہے گا۔ (سنن ابوداؤد: جز: 2، ص: 309)

اللہ تعالیٰ کی مومنین اور صالحین کا آخرت میں چھ مقامات پر حمد کرنا

آخرت میں مومنین اور صالحین اللہ تعالیٰ کی چھ مقامات پر حمد کریں گے۔ وہ چھ مقامات حسب ذیل ہیں۔

1- پل صراط سے عافیت کے ساتھ گزرنے پر حمد

جب مومنین اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پل صراط سے عافیت کے ساتھ گزر جائیں گے تو کہیں گے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ط (ناظر: 34)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔

2- فیصلہ ہونے کے بعد حمد کرنا

قیامت کے دن فیصلہ ہونے کے بعد فرشتے اور مومنین اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔

وَتَرٰی الْمَلَائِکَۃَ حَافِیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّہُمْ ؕ وَقُضِیَ بَیْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِیْلَ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (الزمر: 75)

اور (اے محبوب) آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

3- جنت کے قریب پہنچ کر جنت کو دیکھنے کے وقت حمد کرنا

جب مومن جنت کے قریب پہنچیں گے اور جنت کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا ۝ (الاعراف: 43)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچا دیا۔

4- جنت میں داخل ہونے کے وقت

جب مومنین جنت میں داخل ہوں گے اور ملائکہ سلام تحیت کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے تو وہ کہیں گے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ۝ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ۝ وَالَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ۝ (فاطر: 34، 35)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا، شکر کی بہت جزا دینے والا ہے۔ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دائمی مقام کی جگہ میں ٹھہرایا جہاں ہم کو نہ کوئی تکلیف ہوگی نہ تھکاوٹ۔

5- جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچنے کے وقت حمد کرنا

جب مومنین جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جائیں گے تو کہیں گے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَآوَدْنَا الْأَرْضَ وَنَبَّأُوا مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۝ (الزمر: 74)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں۔

6- جنت میں آخری جملہ حمد کرنا

جنت میں داخل ہونے کے بعد مومنین و صالحین کا آخری جملہ یہ ہوگا۔

وَالْآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (یونس: 10)

اور ان کا آخری جملہ یہ ہوگا۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

☆ قوله عن ابی هريرة رضى الله عنه اذا قال الامام سمع الله لمن حمده..... الخ
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت میں امام صرف سمع الله لمن حمده کہے گا اور مقتدی
فربنا لك الحمد (کہے گا) دونوں کلمات کوئی نہ کہے گا۔ دوسرے یہ کہ ہماری حفاظت کرنے والے اور اعمال لکھنے
والے فرشتے ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں تیسرے یہ کہ مقتدی کو ربنا ولك الحمد آہستہ کہنی چاہئے
کہ فرشتوں کی موافقت ہو..... چوتھے یہ کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے ان کے طفیل برے بخشے جاتے ہیں۔

(مرآة المناجیح: ج: 2، ص: 69)

☆ قوله قال ابو داود قال سفيان الثوري و شعبة بن الحجاج عن عبيد ابی الحسن
عبيد جو کہ سند میں اعمش کے استاد محترم ہیں ان کی کنیت ابو الحسن ہے اور ان کے والد محترم کا نام حسن ہے۔ بعض راویوں
نے عبيد بن الحسن کہا ہے اور بعض راویوں نے عبيد ابی الحسن کہا ہے۔ اس صورت میں ابی الحسن بدل ہوگا عبيد سے اور یہ صرف لفظی
تکلاف ہے۔ روایت پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الدُّعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب: دو سجدوں کے درمیان کی دعا

یہ باب دو سجدوں کے درمیان کی دعا کے متعلق ہے۔

724 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا كَامِلٌ أَبُو الْعَلَاءِ حَدَّثَنِي

حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان کہتے، اے اللہ عزوجل! مجھے معاف

فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے ہدایت پر قائم فرما اور مجھے رزق دے۔

(مسند بک: ج: 1، ص: 3913، معجم الکبیر: ج: 12، ص: 25، سنن الترمذی: ج: 1، ص: 478)

تشریح:

احناف کے نزدیک باب کی مذکورہ دعا نوافل کے متعلق ہے اور شافعیہ کے نزدیک مطلقاً ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”وبہ یقول الشافعی و احمد و اسحاق یرون هذا جائزاً فی المكتوبة والتطوع“ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ ان کے نزدیک قول مشہور میں دو سجدوں کے درمیان رب اغفر لی ایک بار پڑھنا واجب ہے اور یہی قول اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری کا ہے اور دوسری روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے عدم وجوب اور مستحب کی ہے۔ علامہ ابن قدامہ راقم ہیں۔

وہو قول اکثر الفقهاء لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلمہ المسیء فی صلوٰتہ .
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔
یہ دعا نوافل میں ہمیشہ کہتے تھے فرائض میں کبھی کبھی فرائض میں اختصار ہے نوافل میں آزادی۔

(مرقات) (مرآۃ المناجیح: ج: 2، ص: 82)

☆ قوله اللهم اغفر لی و ارحمنی و عافنی و اهدنی و ارزقنی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مذکورہ مقدسہ تعلیم امت کے لئے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے منزہ ہیں اور اس بارے میں سیر حاصل بحث پیچھے بیان کر دی گئی ہے۔

☆ قوله عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور چچا زاد ہیں۔ بہت بڑے مفسر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیچیدہ مقدمات میں آپ رضی اللہ عنہ سے حل پوچھا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل فرماتے تھے۔ علم، حلم، نسب میں فائق تھے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام و نسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ابوالعباس القرشی البہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفور علم کی بناء پر البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹی دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے دوبار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دوبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ چمٹا کر آپ ﷺ کے لئے دعا کی۔

اللہم علمہ الحکمة

اے اللہ عزوجل اس کو حکمت کی تعلیم دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں۔ ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے۔ ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو پھر اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے علم، حلم، نسب اور تاویل میں، میں نے آپ کے سوار رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو ان سے زیادہ کوئی جاننے والا تھا نہ کوئی ان سے زیادہ فقیہ تھا۔ شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی ان سے زیادہ جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک دن وہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کو بیان کرتے۔ ایک دن صرف خواب کی تعبیر بیان کرتے، ایک دن صرف غزوات کا بیان کرتے۔ ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان کرتے جو عالم بھی آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آیا وہ آپ کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے بھی آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا وہ آپ رضی اللہ عنہ سے جواب معلوم کر کے گیا۔

لیث بن ابی سلیم سے روایت ہے کہ
میں نے طاؤس سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کی مجلس کو کیوں اختیار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور یاد رکھو اگر ساری امت مل کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر ساری امت مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے قلم اٹھائے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا آپ اپنا کام کیجئے ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مطالبہ کیا بالآخر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم بیعت کرو ورنہ میں تمہیں زندہ جلا دوں گا۔ پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے درودیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دارالندوہ چلے گئے۔ ایک روایت ہے کعبہ کے پردوں میں چھپ گئے اور کہا میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوالطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں اور کہا ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنے سے مامون کر دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔ اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان بن ہو گئی تھی اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف چلے گئے۔ وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے اور چند روز کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن الحنفیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی ابن الحنفیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی۔ 68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر سال کی عمر میں فانی دنیا کو خیر آباد فرما گئے۔ (اسد الغابہ: 3: 7، ص 192 تا 195)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب رَفْعِ النِّسَاءِ إِذَا كُنَّ مَعَ الرِّجَالِ رُءُوسَهُنَّ مِنَ السَّجْدَةِ

باب: عورتیں جب مردوں کے ساتھ ہوں تو ان کا سجدہ سے سر اٹھانا

یہ باب عورتیں جب مردوں کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہوں تو وہ سجدہ سے کس وقت اپنے سر کو اٹھائیں گی اس حکم میں ہے۔



725 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخْبَى الزُّهْرِيُّ عَنْ مَوْلَى لَأَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا تَرْفَعُ رَأْسَهَا حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ رُءُوسَهُمْ كَرَاهَةً أَنْ يَرَيْنَ مِنْ عَوْرَاتِ الرِّجَالِ

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے سر کو نہ اٹھائے حتیٰ کہ مرد اپنے سر کو اٹھالیں اس ناپسندیدگی سے کہ عورتیں مردوں کا ستر دیکھیں۔

(معجم الکبیر: ج: 24، ص: 97، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 241)

تشریح:

نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں اور وہ عورتیں مردوں کے پیچھے ہوا کرتی تھیں ان عورتوں کے بارے میں آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ وہ مردوں سے پہلے سر کو نہ اٹھائیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مردوں کا ستر کھل جائے اور ان کی اس پر نظر پڑ جائے۔

یہ حکم زمانہ مصطفیٰ کریم ﷺ میں تھا مگر اس پر فتن دور میں عورت کو جماعت کی حاضری جائز نہیں دن کی نماز ہو یا رات کی نماز ہو جمعہ ہو یا عیدین خواہ وہ جوان ہوں یا بڑھیا ہوں۔

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں دن کی نماز ہو یا رات کی، جمعہ ہو یا عیدین، خواہ وہ جوان ہوں یا بڑھیا یونہی وعظ کی مجالس میں بھی جانا جائز ہے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 367)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا

☆ قوله عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور نبی کریم ﷺ کی سالی ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے مکہ

مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ اپنے آقائے دو عالم ﷺ کے لئے کھانا پہنچایا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی ہیں بہت ساری احادیث مبارکہ کی روایت کرنے والی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ حضور انور ﷺ کی سالی ہیں۔ آپ ﷺ کا نام لقب ذات لطافین یعنی دو کمر بند والی ہے کیونکہ ہجرت کی رات آپ ﷺ نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے سے حضور انور ﷺ کے سفر کا توشہ باندھا تھا دوسرا ٹکڑا اپنے استعمال میں رکھا یا دوسرے سے حضور انور ﷺ کے سفر کا مشکیزہ باندھا۔ آپ ﷺ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ایمان لائیں آپ ﷺ سے پہلے صرف سترہ آدمی ایمان لائے تھے آپ ﷺ اٹھارویں مومنہ ہیں اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی ہیں اپنے فرزند عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت سے دس دن بعد وفات ہوئی۔ ان کے سولی سے اترنے کے بعد 100 سو برس عمر ہوئی۔ 73 تہتر میں مکہ معظمہ میں وفات ہوئی رضی اللہ عنہا۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 519)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ طُولِ الْقِيَامِ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

رکوع سے قیام کر کے اور دو سجدوں کے مابین ٹھہرنا
یہ باب رکوع سے قیام کر کے اور دو سجدوں کے مابین کس قدر ٹھہرنا ہے کے حکم میں ہے۔

726 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ سُجُودَهُ وَرُكُوعَهُ وَقُعُودَهُ وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سجود، رکوع، قعود اور دو سجدوں کے مابین تقریباً برابر ہوتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 122، سنن دارمی: ج: 1، ص: 352، سنن النسائی: ج: 4، ص: 212، صحیح ابن خزمہ: ج: 1، ص: 309)

727 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ وَحُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَجُلٍ أَوْ جَزَّ صَلَوةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَامٍ وَكَانَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَامَ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ
ثُمَّ يَكْبِرُ وَيَسْجُدُ وَكَانَ يَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز رسول اللہ ﷺ سے کم اور مکمل ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فرما کر قیام فرماتے حتیٰ کہ ہم کہا کرتے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو بھول ہو گئی پھر تکبیر فرماتے اور سجدہ فرماتے اور دو سجدوں کے مابین بیٹھے رہتے حتیٰ کہ ہم کہا کرتے کہ آپ ﷺ کو بھول ہو گئی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 727)

728 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَأَبُو كَامِلٍ دَخَلَ حَدِيثُ أَحَدِهِمَا فِي الْآخِرِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَالَةَ عَنْ
هَلَالِ بْنِ أَبِي حَمِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَمَقْتُ
مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الصَّلَاةِ فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ كَرُكْعَتِهِ وَسَجْدَتِهِ وَاعْتِدَالَهُ فِي الرُّكْعَةِ كَسَجْدَتِهِ وَجِلْسَتَهُ بَيْنَ
السَّجْدَتَيْنِ وَسَجْدَتَهُ مَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالْإِنْصِرَافِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ
مُسَدَّدٌ فَرُكْعَتُهُ وَاعْتِدَالُهُ بَيْنَ الرُّكْعَتَيْنِ فَسَجْدَتُهُ فَجِلْسَتُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فَسَجْدَتُهُ
فَجِلْسَتُهُ بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالْإِنْصِرَافِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) محمد ﷺ کو جان بوجھ کر دیکھا۔ ابو کامل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی حالت میں تھے تو میں نے آپ ﷺ کے قیام کو آپ ﷺ کی رکعت، سجدے کی مانند پایا اور رکوع میں ٹھہرنے کو آپ ﷺ کے سجدے کی مانند اور دو سجدوں کے مابین بیٹھنے اور سلام سے قبل سجدے کو تقریباً برابر پایا ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسدد نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا رکوع دو رکعات کے مابین درمیانہ، آپ ﷺ کا سجدہ دو سجدوں کے مابین جلسہ کرنا پس آپ ﷺ کا دوسرا سجدہ، آپ ﷺ کا جلسہ، سلام اور فارغ ہونا تقریباً برابر ہوا کرتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 123، سنن الداری: ج: 1، ص: 352، سنن النسائی: ج: 5، ص: 132، مسند ابوعوانہ: ج: 1، ص: 458)

تشریح:

نبی کریم ﷺ کے سجدہ وغیرہ برابر ہوا کرتے نہ بہت زیادہ مختصر نہ بہت زیادہ دراز بلکہ درمیانے ہوا کرتے تھے یہ عام نمازوں کا ذکر ہے۔

☆ قوله اذا قال سمع الله لمن حمده قام حتى نقول قد اوهم..... الخ

رسول اللہ ﷺ جب سمع اللہ لمن حمده فرماتے کھڑے رہتے حتیٰ کہ ہم سمجھتے کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ نوافل کا ذکر ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نفل نماز میں رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسے میں طویل ذکر اور دعائیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ شاید آپ ﷺ نے قومہ کو قیام سمجھ کر تلاوت شروع کر دی یا جلسہ کو قعدہ جان کر التحیات شروع کر دی۔

☆ قوله واعتداله في الركعة لسجدته

یہاں پر فی الركعة سے مراد بعد الركوع ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن البراء بن عازب رضي الله عنه

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ انصاری ہیں آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صفین میں بھی شریک ہوئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمارہ ہے انصاری حارثی ہیں 24 چوبیس میں کوفہ پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل، صفین اور غزوہ نہروان میں شریک ہوئے۔ مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔ (مرآة المناجیح: ج: 8، ص: 521)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب صَلَوةٍ مَنْ لَا يُقِيمُ صَلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: رکوع اور سجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرنے والے کی نماز

یہ باب رکوع اور سجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرنے والے نمازی کے حکم میں ہے۔

729 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِي صَلَوةُ الرَّجُلِ حَتَّى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

حضرت ابو مسعود بدري رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی نماز مکمل نہیں حتیٰ کہ اپنی

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 729)

Marfat.com

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلَوةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَغْسِلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَيَمْسَحَ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُكَبِّرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَحْمَدُهُ ثُمَّ يَقْرَأَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا أِذْنَ لَهُ فِيهِ وَتَيْسَّرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادٍ قَالَ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَسْجُدُ فَيَمْكُنُ وَجْهَهُ قَالَ هَمَّامٌ وَرَبَّمَا قَالَ جَبْهَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ وَتَسْتَرِخِيَ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَسْتَوِي قَاعِدًا عَلَى مَقْعَدِهِ وَيُقِيمُ صَلَاتَهُ فَوَصَفَ الصَّلَوةَ هَكَذَا أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ حَتَّى تَفْرُغَ لَا تَتِمُّ صَلَوةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَفْعَلَ ذَلِكَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرِو عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَادٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ إِذَا قُمْتَ لِتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِأَمِّ الْقُرْآنِ وَبِمَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَقْرَأَ وَإِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَاخَتَيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ وَقَالَ إِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُودِكَ فَإِذَا رَفَعْتَ فَأَقْعُدْ عَلَى فِخْدِكَ الْيُسْرَى حَدَّثَنَا مُوَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ يَحْيَى بْنِ خَلَادٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ أَبِيهِ عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ إِذَا أَنْتَ قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَكَبِّرِ اللَّهُ تَعَالَى ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيْسَّرَ عَلَيْكَ مِنَ الْقُرْآنِ وَقَالَ فِيهِ فَإِذَا جَلَسْتَ فِي وَسْطِ الصَّلَوةِ فَاطْمِئِنَّ وَافْتَرِشْ فِخْدَكَ الْيُسْرَى ثُمَّ تَشَهَّدْ ثُمَّ إِذَا قُمْتَ فَمِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى تَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِكَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُثَلِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى ابْنُ عَلِيٍّ ابْنُ يَحْيَى بْنِ خَلَادٍ عَنْ رَافِعِ الزُّرْقِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَّ هَذَا الْحَدِيثَ قَالَ فِيهِ فَتَوَضَّأَ كَمَا أَمَرَكَ اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ ثُمَّ تَشَهَّدَ فَأَقِمْ ثُمَّ كَبِّرْ فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ بِهِ وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللَّهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ وَقَالَ فِيهِ وَإِنْ انْتَقَصَتْ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصَتْ مِنْ صَلَاتِكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص بھی داخل ہوا اس نے نماز پڑھی پھر آ کر رسول اللہ ﷺ کو اس نے سلام کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو لوٹا دیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوٹ جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی تو وہ شخص لوٹ گیا تو اس نے نماز پڑھی جیسا کہ اس نے پڑھی تھی پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اس نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو سلام کا جواب دیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوٹ جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ تین بار اسی طرح کیا

اس آدمی نے عرض کیا: اس ذات مقدسہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا مجھے اس کے علاوہ اچھی نہیں آتی۔ پس آپ ﷺ مجھے سکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر جو تم کو قرآن سے میسر ہو اس کو پڑھو پھر رکوع کرو حتیٰ کہ رکوع میں اطمینان حاصل ہو جائے تم اٹھو حتیٰ کہ معتدل کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ مطمئن ہو کر سجدہ کرو پھر بیٹھ جاؤ حتیٰ کہ اطمینان حاصل ہو جائے پھر اپنی تمام نماز میں اسی طرح کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کے آخر میں فرمایا جب تم اس طرح کرو گے تو تم نے اپنی نماز کو پورا کر لیا اور ان میں سے کسی چیز کی کمی کرو گے تو اس قدر اپنی نماز میں کمی کر لی اور اس میں فرمایا کہ جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہو کر دو تو کامل وضو کرو۔ علی بن یحییٰ بن خالد اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ آگے اسی کی مثل ذکر کیا۔ اس میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کی نماز پوری نہیں ہوتی حتیٰ کہ وضو نہ کر لے یعنی اپنے اعضاء کو نہ درست دھوئے پھر تکبیر کہے اور اللہ تعالیٰ کی ثناء کرے اور قرآن مجید سے جس قدر چاہے تلاوت کرے پھر اللہ اکبر کہے پھر رکوع کرے حتیٰ کہ اس کے جوڑ اطمینان حاصل کر لیں پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہے حتیٰ کہ سیدھا کھڑا ہو جائے پھر اللہ اکبر کہے پھر سجدہ کرے حتیٰ کہ اس کے جوڑ اطمینان حاصل کر لیں۔ پھر اللہ اکبر کہے اور اپنے سر کو اٹھائے حتیٰ کہ سیدھا بیٹھ جائے پھر اللہ اکبر کہے پھر سجدہ کرے حتیٰ کہ اس کے جوڑ اطمینان حاصل کر لیں پھر اپنے سر کو اٹھائے تکبیر کہے کر۔ پس جب اس نے اس طرح کیا تو تحقیق اپنی نماز کو پورا کر لیا۔

علی بن یحییٰ بن خالد اپنے والد محترم، اپنے چچا محترم حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے اس کے معنی روایت کر کے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوتی حتیٰ کہ وضو مکمل کرے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اپنا منہ دھوئے اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے اور اپنے سر کا مسح کرے اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھوئے پھر اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرے اور اس کی حمد کرے پھر قرآن مجید سے وہ پڑھے جس کا حکم فرمایا گیا ہے اور جس قدر میسر آئے پڑھے آگے حدیث حماد کی طرح ذکر کر کے فرمایا پھر تکبیر کہے کر سجدہ کرے اور اپنی پیشانی کو قرار پکڑائے۔ ہمام نے کہا بعض اوقات فرماتے کہ اپنی پیشانی کو زمین سے اٹھائے حتیٰ کہ اس کے جوڑوں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور وہ ڈھیلے پڑ جائیں پھر تکبیر کہے تو بیٹھنے کی طرح بیٹھ جائے اور اپنی پیٹھ کو سیدھا کر لے پس ایسے ہی نماز کی چار رکعات کا وصف بیان فرمایا حتیٰ کہ فراغت تک تم میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ اس طرح نہ کر لے۔ رفاعہ بن رافع سے یہی قصہ روایت ہے کہ فرمایا جب تم کھڑے ہو تو قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر تکبیر کہو پھر سورہ فاتحہ پڑھو اور اس کے ساتھ جو چاہو پڑھو اور جب رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو اور اپنی کمر کو سیدھا کرو اور فرمایا جب سجدہ کرو تو اپنے سجدے میں اطمینان حاصل

کرو۔ پس جب اٹھو تو اپنی الٹی ران پر بیٹھو۔ علی بن یحییٰ بن خلاد بن رافع اپنے والد محترم سے وہ اپنے چچا محترم رفاعہ بن رافع سے وہ نبی کریم ﷺ سے اس قصہ کو روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہو تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو پھر قرآن مجید سے تم کو آسان ہو پڑھو اور اس میں فرمایا: پس جب تم نماز کے وسط میں بیٹھو تو اطمینان حاصل کر لو اور اپنی الٹی ران کو بچھا دیا کرو پھر تشہد پڑھو پھر جب تم کھڑے ہو تو اس کی مثل کیا کرو حتیٰ کہ اپنی نماز سے فراغت پا لو۔ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اسی حدیث کو بیان کر کے اس میں فرمایا وضو کرو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے پھر تشہد پڑھے (پھر) کھڑا ہو جائے پھر تکبیر کہے۔ پس اگر قرآن مجید سے آتا ہو تو پڑھو ورنہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی کبریائی اور اس کی تہلیل بیان کرو۔ اس میں فرمایا اگر ان میں سے کسی چیز کی کمی کرو گے تو اپنی نماز میں کمی کرو گے۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 354، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 15، سنن الترمذی: ج: 3، ص: 10، سنن النسائی: ج: 3، ص: 424)

731 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الْحَكَمِ ح وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ تَمِيمِ بْنِ مَحْمُودٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شَبَلٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبْعِ وَأَنْ يُوطَّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوطَّنُ الْبَعِيرُ هَذَا لَفْظُ قُتَيْبَةَ

حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئے کی مانند ٹھونگے مارنے، جانور کی طرح بازوؤں کو بچھانے اور کسی شخص کا مسجد میں جگہ مقرر کرنے سے روکا ہے جس طرح کہ اونٹ جگہ کو مقرر کرتا ہے۔ یہ تنبیہ کے لفظ ہیں۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 352، سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 355، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 348، سنن النسائی: ج: 4، ص: 288)

732 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَالِمِ الْبَرَادِ قَالَ أَتَيْنَا عُقْبَةَ بْنَ عَمْرِو الْأَنْصَارِيَّ أَبَا مَسْعُودٍ فَقُلْنَا لَهُ حَدِّثْنَا عَنْ صَلَوةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ بَيْنَ أَيْدِينَا فِي الْمَسْجِدِ فَكَبَّرَ فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ أَصَابِعَهُ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ وَجَافَى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ جَافَى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَجَلَسَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ

مِنْهُ فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ أَيضًا ثُمَّ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِثْلَ هَذِهِ الرَّكَعَةِ فَصَلَّى صَلَاتَهُ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي

عطاء بن سائب سے روایت ہے کہ سالم براد نے فرمایا کہ ہم عقبہ بن عمرو انصاری ابو مسعود کے پاس گئے۔ ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز بیان فرمائیے۔ پس انہوں نے مسجد میں ہمارے درمیان قیام فرمایا تو تکبیر کہی جب رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو اس کے نیچے رکھا اور اپنی کہنیوں کو الگ رکھا حتیٰ کہ ہر چیز اپنی جگہ استقرار پکڑ گئی پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا پھر قیام فرمایا حتیٰ کہ ہر چیز اپنے مقام پر استقرار پکڑ گئی پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا اور اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھ دیں اور اپنی کہنیوں کو الگ رکھا حتیٰ کہ ہر چیز اپنے مقام پر استقرار پکڑ گئی۔ پھر اسی طرح کیا پھر چار رکعات اس رکعت کی مثل پڑھیں پھر اپنی نماز مکمل فرما کر فرمایا اسی طرح ہم نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(معجم الاوسط: ج: 3، ص: 126، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 127، مسند احمد: ج: 34، ص: 445)

تشریح:

رکوع میں پیٹھ کو اس قدر سیدھا رکھے کہ اگر اس کی پیٹھ پر پیالہ بھی رکھ دیا جائے تو وہ ٹھہر جائے گرے نہ۔ یہ حکم مرد کے لئے ہے اور عورت کے لئے حکم ہے کہ صرف اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ کو سیدھا نہ کرے اور نہ ہی گھٹنوں پر زور دے بلکہ صرف گھٹنوں پر ہاتھ رکھے۔

مسئلہ

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد متونی 681ھ لکھتے ہیں:

رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھے حتیٰ کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 259)

مسئلہ

علامہ برہان الدین علی ابن ابی بکر مرغینانی متونی 593ھ لکھتے ہیں:

رکوع میں نہ سر جھکائے نہ اونچا ہو بلکہ پیٹھ کے برابر ہو۔ (ہدایہ: ج: 1، ص: 50)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متونی 1161ھ لکھتے ہیں:

عورت رکوع میں تھوڑا کھلے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ پیٹھ سیدھی نہ کرے اور گھٹنوں پر زور نہ دے بلکہ محض ہاتھ رکھ دے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رکھے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھی نہ کر

دے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 74)

اس باب کی تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تعدیل ارکان واجب ہیں اور یہ بحث پیچھے بیان کر دی گئی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں یہاں پر صرف باب کی رو سے مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُتِمُّهَا صَاحِبُهَا تُتَمُّ مِنْ تَطَوُّعِهِ

باب: نبی کریم ﷺ کا فرمان مقدسہ کہ جس کی نماز مکمل نہ ہوئی تو اس کی نوافل سے مکمل کی جائے گی
اس باب میں اس شخص کے متعلق حکم بیان فرمایا گیا ہے کہ جس کی نماز مکمل نہ ہوئی تو اس کی نماز نوافل سے مکمل کی جائے گی۔

733 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ أَنَسِ بْنِ حَكِيمٍ الطَّبَّيِّ قَالَ خَافَ مِنْ زِيَادٍ أَوْ ابْنِ زِيَادٍ فَاتَى الْمَدِينَةَ فَلَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فَتَسَنَّنِي فَالْتَسَبْتُ لَهُ فَقَالَ يَا فَتَى أَلَا أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا قَالَ قُلْتُ بَلَى رَحِمَكَ اللَّهُ قَالَ يُونُسُ وَآخِسْبُهُ ذَكَرَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسِبُ النَّاسُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الصَّلَاةُ قَالَ يَقُولُ رَبُّنَا جَلَّ وَعَزَّ لِمَا لَكُمْ بِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ انْظُرُوا فِي صَلَاةِ عَبْدِي أَتَمَّهَا أَمْ لَقَصَّهَا فَإِنْ كَانَتْ تَامَةً كُتِبَتْ لَهُ تَامَةً وَإِنْ كَانَ النِّقْصُ مِنْهَا شَيْئًا قَالَ انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَإِنْ كَانَ لَهُ تَطَوُّعٌ قَالَ اتَّبِعُوا لِعَبْدِي فَرِيضَتَهُ مِنْ تَطَوُّعِهِ ثُمَّ تَوَخَّذُوا الْأَعْمَالَ عَلَى ذَاكُمْ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَلِيطٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْمَعْنَى قَالَ ثُمَّ الزَّكَاةُ مِثْلُ ذَلِكَ ثُمَّ تَوَخَّذُوا الْأَعْمَالَ عَلَى حَسَبِ ذَلِكَ

انس بن حکیم رضی سے روایت ہے کہ زیادہ کے یا ابن زیاد سے خوف کھا کر مدینہ منورہ آیا تو میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نسب بیان کیا تو میرا نسب آپ رضی اللہ عنہ سے جا ملا۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اے

نو جوان! میں تم کو حدیث بتاتا ہوں میں نے عرض کیا کیوں نہیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر رحمت نازل فرمائے۔ یونس کہتے ہیں کہ مجھے گمان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔ فرمایا کہ بروز قیامت لوگوں سے ان کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ ہمارا رب عزوجل ملائکہ سے ارشاد فرمائے گا حالانکہ وہی اعلم ہے دیکھو میرے بندے کی نماز کو کہ پوری ہے یا کم اگر پوری ہوئی تو پوری لکھی جائے اور اگر کم ہے تو دیکھو کہ کیا میرے بندے کے نوافل ہیں اگر اس کے نوافل ہیں تو میرے بندے کے نوافل سے فرائض کو مکمل کر دو پھر اسی طرح اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کے معناروایت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ پھر زکوٰۃ اسی طرح پھر دوسرے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 394، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 386)

تشریح:

علامہ محمد بن عبد اللہ ابن العربی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کے فرائض میں جو کمی رہ گئی ہے وہ نوافل سے پوری کر دی جائے گی اور یہ بھی احتمال ہے کہ فرائض کے خضوع اور خشوع میں جو کمی رہ گئی ہے وہ نوافل سے پوری کر دی جائے گی۔ میرے نزدیک پہلا احتمال رائج ہے۔ (عارضۃ الاحوذی: ج: 2، ص: 175)

شیخ محمد عبدالرحمن مبارک پوری متوفی 1353ھ لکھتے ہیں:

علامہ عراقی نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ نماز کی سنن، اس کے آداب، خشوع، اذکار اور دعاؤں میں جو کمی رہ گئی ہے اس کو نوافل سے پورا کر دیا جائے اور اس کو فریضہ میں اس کا ثواب مل جائے خواہ اس نے یہ امور فرض میں نہ کیے ہوں بلکہ نفل میں کیے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ نماز کے فرائض اور اس کی شروط میں جو کمی رہ گئی ہو اس کو نوافل سے پورا کر دیا جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے جو فرض نمازیں بالکل نہ پڑھی ہوں اس کی تلافی نفل نمازوں سے ہو جائے اور اللہ تعالیٰ فرض نمازوں کے عوض نوافل صحیحہ کو قبول فرمائے گا۔ (تحفۃ الاحوذی: ج: 2، ص: 477)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

اس کے فرائض کی مقدار اور اس کی تعداد میں جو کمی ہو گئی اس کے نوافل سے پورا کر لیا جائے گا اور جس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ بندہ کے نوافل اس وقت تک قبول نہیں ہوتے جب تک فرائض ادا نہ کر لیے جائیں وہ حدیث ضعیف ہے۔

(المرقات: ج: 3، ص: 218)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ اس بحث میں لکھتے ہیں۔

انسان کو نوافل بہت اخلاص سے پڑھنے چاہئیں کیونکہ اگر کسی وجہ سے اس کے فرائض ضائع ہو گئے تو نوافل سے فرائض کی کمی پوری ہو جائے گی لیکن اگر اس نے نوافل دکھاوے اور ریاکاری سے پڑھے ہیں تو پھر اس کی نجات کی کوئی صورت نہیں ہے اور انہوں نے انہی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ (احیاء العلوم: ج: 3، ص: 293)

علامہ محمد بن محمد زبیدی متوفی 1205ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

امام حاکم نے الکنی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر جو چیز سب سے پہلے فرض کی ہے وہ پانچ نمازیں ہیں اور میری امت کے جو اعمال سب سے پہلے بلند کیے جائیں گے وہ پانچ نمازیں ہیں اور سب سے پہلے میری امت سے جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ پانچ نمازیں ہیں پس جس نے ان میں سے کوئی نماز ضائع کر دی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو میرے بندے کی کوئی نفل نماز ہے جس کے ساتھ تم اس کے فرض کی کمی کو پورا کر دو اور میرے بندے کے رمضان کے روزے دیکھو اگر اس نے ان میں سے کوئی روزہ ضائع کر دیا تو دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفل روزہ ہے جس سے تم اس کے روزے کی کمی کو پورا کر دو اور میرے بندے کی زکوٰۃ کو دیکھو اگر اس میں کوئی زکوٰۃ ضائع ہو گئی ہے تو دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفل صدقہ ہے جس کے ساتھ تم زکوٰۃ کی کمی کو پورا کر دو سو اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عدل سے اس کے فرائض قبول ہوں گے اگر اس کے زائد عمل مل گئے تو ان کو میزان میں رکھ دیا جائے گا اور اس بندہ سے کہا جائے گا تم خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ اور اگر اس کا کوئی زائد عمل نہیں ملے تو دوزخ کے فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کو باندھ کر دوزخ میں پھینک دو۔ (اتحاف السادة المستقین: ج: 8، ص: 328)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

نفل سے فرض کی تلافی اس صورت میں ہوگی کہ ایک شخص پر فرض میں سجدہ سہو تھا اور اس نے اس کو ادا نہیں کیا یا اس نے رکوع اچھی طرح نہیں کیا اور اس کو اس کا پتہ نہیں چلا لیکن جس شخص نے عدا نماز کو ترک کیا یا جو نماز پڑھنا بھول گیا پھر اس کو یاد آیا اس کے باوجود اس نے عدا نماز نہیں پڑھی اور وہ فرض ادا کرنے کے بجائے نوافل میں مشغول رہا حالانکہ اس کو یاد تھا کہ اس کے ذمہ فرض پڑھنا ہے تو اب نوافل سے اس کے فرائض کا تدارک نہیں ہوں گے۔ (التمہید: ج: 10، ص: 331)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن تمیم الداری رضی اللہ عنہ

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نو ہجری میں اسلام لائے بہت زیادہ متقی تھے۔ ایک رکعت میں قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے۔ سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ سے روشنی کی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ العالی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کا نام تمیم بن اوس ہے قبیلہ بنی عبدالدار سے ہیں پہلے عیسائی تھے 9 نو میں اسلام لائے۔ آپ ﷺ ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے تھے کبھی ایک آیت بار بار پڑھتے تھے حتیٰ کہ ایک رکعت میں سویرا ہو جاتا تھا۔ آپ ﷺ ایک رات سو گئے حتیٰ کہ تہجد نہ پڑھ سکے تو اس کے کفارہ میں ایک سال تک نہ سوئے تمام رات عبادت ہی کرتے رہتے۔ اولاً مدینہ منورہ میں رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شام منتقل ہو گئے وہاں ہی وفات پائی سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ سے روشنی آپ ﷺ ہی نے کی۔ آپ ﷺ نے دجال اور جناسہ کا واقعہ حضور اکرم ﷺ سے بیان کیا۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 524)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَضَعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ

باب: رکوع اور سجود کے ابواب کی تفریع اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا

یہ باب ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کے حکم میں ہے۔

734 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي يَغْفُورٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَاسْمُهُ وَقْدَانُ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي فَجَعَلْتُ يَدَيَّ بَيْنَ رُكْبَتَيَّ فَنَهَانِي عَنْ ذَلِكَ فَقُلْتُ فَقَالَ لَا تَصْنَعْ هَذَا فَإِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنَهَيْنَا عَنْ ذَلِكَ وَأَمَرْنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِينَا عَلَى الرُّكْبِ

مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد محترم کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے مابین رکھا تو انہوں نے مجھے اس سے روکا۔ میں نے دوبارہ ایسے ہی کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا اس طرح نہ کرو کیونکہ ہم اسی طرح کرتے تھے تو ہم کو اس سے روک دیا گیا اور ہمیں حکم ارشاد فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے اوپر رکھا کریں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 83، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 200، صحیح البخاری: ج: 3، ص: 261)

735 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيُقْرِشْ ذِرَاعِيهِ عَلَى فِخْذَيْهِ وَلْيُطَبِّقْ بَيْنَ كَفَيْهِ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى اخْتِلَافِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اپنی کلائیوں کو اپنی رانوں سے ملا لیا

کریں اور دونوں ہتھیلیوں کو جوڑ لیا کریں گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی انگلی مبارک کا اختلاف دیکھ رہا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 735)

تشریح:

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ شروع میں رکوع کی حالت میں تطبیق کی جاتی تھی پھر وہ منسوخ ہو گئی اور پھر ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ تطبیق اس طرح ہے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ملا کر ایک کی انگلیاں دوسرے میں داخل کر دی جائیں جس طرح کہ تشبیک میں ہوتا ہے اور پھر دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھ لیا جائے۔ جمہور علماء کرام کا موقف پہلی حدیث کے مطابق ہے کہ تطبیق منسوخ ہے۔ مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب جس طرح کہ حضرت علقمہ اور حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہما تطبیق کے قائل تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو نسخ کا علم نہ ہو سکا ہو تنخیر کے قائل ہوں جس طرح کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انسان کو اختیار ہے کہ رکوع میں خواہ ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے خواہ تطبیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا تمہارے لیے گھٹنوں کو پکڑ لینا سنت ہے۔

مسئلہ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ مستوفی 1367ھ سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں۔

گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا اور انگلیاں خوب کھلی رکھنا یہ حکم مردوں کے لئے ہے اور عورتوں کے لئے سنت گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا اور انگلیاں کشادہ نہ کرنا ہے آج کل اکثر مرد رکوع میں محض ہاتھ رکھ دیتے اور انگلیاں ملا کر رکھتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔

(بہار شریعت: ج: 1، ص: 525)

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن مصعب بن سعد رضي الله عنه

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ تابعی بزرگ ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ابن ابی وقاص آپ رضی اللہ عنہ قرشی ہیں اپنے والد محترم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات لیتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 608)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَا يَقُولُ الرَّجُلُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ

باب: انسان رکوع اور سجدوں میں کیا کہے؟

یہ باب رکوع اور سجدوں میں تسبیحات پڑھنے کے حکم میں ہے۔



736 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ بَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُوسَى قَالَ أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عَمِيهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ) قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) قَالَ اجْعَلُوهَا فِي سُجُودِكُمْ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى أَوْ مُوسَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ بِمَعْنَاهُ زَادَ قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا وَإِذَا سَجَدَ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ نَخَافُ أَنْ لَا تَكُونَ مَحْفُوظَةً قَالَ أَبُو دَاوُدَ انْفَرَدَ أَهْلُ مِصْرَ بِإِسْنَادٍ هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ حَدِيثُ الرَّبِيعِ وَحَدِيثُ أَحْمَدَ بْنِ يُونُسَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فسبح باسم ربك العظيم کا نزول ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے رکوع میں اس کو رکھ لیں پس جب سبح اسم ربك الاعلیٰ کا نزول ہوا تو ارشاد فرمایا اس کو اپنے سجود میں رکھ لیں۔ ایوب بن موسیٰ یا موسیٰ بن ایوب کی قوم کے ایک شخص نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اس کو معناروایت کر کے یہ زیادہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو تین بار سبحن ربی العظیم وبحمدہ کہا کرتے۔ اور جب سجدہ کیا کرتے تو تین بار سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ کہا کرتے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا یہ اضافہ ہے ہم کو خدشہ ہے کہ یہ محفوظ نہ ہو۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اہل مصر ان دونوں احادیث، حدیث ربیع اور حدیث احمد بن یونس کے متعلق منفرد ہیں۔

(متدرک: ج: 1، ص: 347، معجم الکبیر: ج: 17، ص: 322، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 129، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 341)

737 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قُلْتُ لِسُلَيْمَانَ أَدْعُو فِي الصَّلَاةِ إِذَا مَرَرْتُ بِآيَةٍ تَخَوْفُ فَحَدَّثَنِي عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مُسْتَوْرِدٍ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرٍ عَنْ حَدِيقَةَ أَنَّ صَلَّيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي

سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ وَمَا مَرَّ بِآيَةٍ رَّحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَسَأَلَ وَلَا بِآيَةٍ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَتَعَوَّذَ

شعبہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے سلیمان سے کہا کہ میں نماز میں دعا مانگتا ہوں جب آیت خوف پڑھا کرتا ہوں تو انہوں نے مجھے بیان کیا کہ سعد بن عبیدہ، مستورد، صلہ بن زفر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں سبحن ربی العظیم اور سجود میں سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے اور رحمت کی آیت پر ٹھہر جاتے تو اس کا سوال کیا کرتے اور عذاب کی آیت پر ٹھہر جاتے پس پناہ طلب کرتے۔

(سنن النسائی الکبریٰ: ج: 1، ص: 345، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ج: 3، ص: 12)

738 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبُوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجود اور رکوع میں ”سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح“ فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 87، سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 442، سنن النسائی: ج: 4، ص: 330، شرح السنہ: ج: 1، ص: 453)

739 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قُمْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَامَ فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ لَا يَمُرُّ بِآيَةٍ رَّحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ وَلَا يَمُرُّ بِآيَةٍ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ قَالَ ثُمَّ رَكَعَ بِقَدْرِ قِيَامِهِ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَائِكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ قِيَامِهِ ثُمَّ قَالَ فِي سُجُودِهِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَامَ فَقَرَأَ بِآلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَرَأَ سُورَةَ سُورَةَ

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ تلاوت فرمائی۔ رحمت کی آیت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر جاتے تو سوال کرتے اور عذاب کی آیت پر ٹھہر جاتے تو پناہ طلب کرتے۔ فرمایا کہ پھر قیام کی مقدار رکوع فرمایا اور رکوع میں فرمایا کرتے ”سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة“ پھر قیام کی مقدار سجدہ کیا پھر سجود میں اس کی مثل فرمایا کرتے۔ پھر قیام فرمایا

اور سورہ آل عمران تلاوت فرمائی پھر ایک ایک سورت تلاوت فرمائی۔

(معجم الکبیر: ج: 18، ص: 61، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 310)

740 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ مَوْلَى الْأَنْصَارِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْسٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبْرُوتِ وَالْكَبَرِيَاءِ وَالْعِظْمَةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَأَ الْبَقْرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ وَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوعِهِ يَقُولُ لِرَبِّي الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ فَكَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَكَانَ يَقْعُدُ فِيمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ سُجُودِهِ وَكَانَ يَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِي رَبِّ اغْفِرْ لِي فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقَرَأَ فِيهِنَّ الْبَقْرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءَ وَالْمَائِدَةَ أَوْ الْأَنْعَامَ شَكَّ شُعْبَةُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک رات نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ فرماتے اللہ اکبر، تین بار ”ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمة“ پھر سورہ فاتحہ تلاوت فرمانے کے بعد سورہ بقرہ تلاوت فرمائی پھر رکوع فرمایا تو رکوع قیام کی مقدار تھا اور رکوع میں ”سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم“ فرماتے، پھر رکوع سے سر اقدس اٹھایا اور قومہ رکوع کی مقدار تھا تو ربی الحمد فرماتے رہے پھر سجدہ فرمایا تو سجدہ قیام کی مقدار تھا سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے پھر سجود سے سر اقدس اٹھایا اور دونوں سجدوں کے درمیان سجدہ کرنے کی مقدار بیٹھے رہے اور رب اغفر لی فرمایا پس آپ ﷺ نے چار رکعات ادا فرمائیں ان میں سورہ بقرہ، آل عمران، النساء اور مائدہ یا انعام پڑھی۔ شعبہ نے شک کیا۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: ج: 1، ص: 267، شرح السنہ: ج: 1، ص: 217، مسند ابی الجعد: ج: 1، ص: 29، شرح مشکل الآثار: ج: 2، ص: 189)

تشریح:

امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہے مگر امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ان تسبیحات کو پڑھنا واجب ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 1، ص: 206)

تسبیحات میں وبحمدہ کو زیادہ کرنا شافعیہ کے نزدیک مستحب ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی مستحب ہے اور علامہ ابن

قدامہ نے المغنی میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص رکوع وسجود میں وبحمدہ کو زیادہ کرے تو امید یہی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ رکوع وسجود میں تسبیحات کم از کم تین بار کہنا چاہئے اور زیادہ میں اختیار ہے چاہے پانچ کہے یا سات بار اور نوافل میں جتنا رکوع وسجود میں زیادہ کرے اتنا ہی بہتر ہے۔ خیال رہے کہ رکوع کے لئے جھکنا نماز میں فرض ہے اور وہاں کچھ ٹھہرنا یعنی اطمینان سے رکوع کرنا واجب اور اس میں تسبیح پڑھنا سنت ہے لہذا مکمل رکوع وہ ہے جس میں فرض و واجب اور سنت سب ادا ہوں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 2، ص: 72)

مسئلہ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ متوفی 1367ھ سنتوں کے بیان میں راقم ہیں۔
رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہنا (سنت ہے) (بہار شریعت: ج: 1، ص: 525)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
اگر ”ظ“ ادا نہ کر سکے سو سبحان ربی العظیم کی جگہ سبحان ربی الکریم کہے۔ (رد المحتار: ج: 2، ص: 239)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
سجدہ میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا سنت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 1، ص: 75)

مسئلہ

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی 681ھ لکھتے ہیں:
تین بار تسبیح ادنیٰ درجہ ہے کہ اس سے کم میں سنت ادا نہ ہوگی اور تین بار سے زیادہ تو افضل ہے مگر ختم طاق عدد پر ہو۔ ہاں اگر یہ امام ہے اور مقتدی گھبراتے ہوں تو زیادہ نہ کرے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 259)

☆ قوله حدثنا الربیع بن نافع..... الخ

اس حدیث مبارکہ میں امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے دو اساتذہ کرام ہیں۔

1- ربیع بن نافع، 2- موسیٰ بن اسماعیل

ان دونوں کے استاد ابن المبارک ہیں اور ان کے استاد موسیٰ بن ایوب ہیں۔ یہاں پر مطلب یہ ہے کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے استاد ربیع بن نافع نے عبداللہ بن مبارک کا صرف نام بیان کیا ہے اور صرف عن موسیٰ فرمایا اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے دوسرے موسیٰ بن اسماعیل جن کی کنیت ابو سلمہ ہے انہوں نے عن موسیٰ ابن ایوب فرمایا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

☆ عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ جہنی ہیں عقبہ بن ابی سفیان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ 58 اٹھاون میں مصر میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے چند صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے احادیث نقل کیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 535)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بہت ساری غزوات میں شریک ہوئے۔ اشجع کا جھنڈا فتح مکہ مکرمہ کے دن آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ اشجعی ہیں غزوہ خیبر اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے۔ بنی اشجع کا جھنڈا فتح مکہ مکرمہ کے دن آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تھا۔ آخر میں شام میں رہے وہاں ہی 73 میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 538)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: رکوع و سجود میں دعا کرنا

یہ باب رکوع و سجود میں دعا کرنے کے متعلق ہے۔

741 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا

ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ يَعْنَى ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ سُمَيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ ذَكَوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَكَثِّرُوا الدُّعَاءَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ اپنے رب عزوجل کے قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کر رہا ہو۔ پس کثرت سے دعا کرو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 741)

742 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سَحِيمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبُدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النَّبُوَّةِ إِلَّا الرُّوْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تَرَى لَهُ وَإِنِّي نَهَيْتُ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعِظْمُوا الرَّبَّ فِيهِ وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ فَقِمِنْ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پردہ ہٹایا اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفوں میں کھڑے تھے پس ارشاد فرمایا: اے لوگو! لوگوں کی بشارتوں سے کچھ باقی نہیں بچا مگر اچھے خواب جس کو مسلمان دیکھے یا اس کے لئے دیکھے اور مجھے روک دیا گیا ہے کہ رکوع و سجود کی حالت میں قرأت کروں بہر حال رہے رکوع تو اس میں اپنے رب عزوجل کی بڑائی بیان کرو اور رہے سجود تو دعا کی کثرت کرو اپنے مستجاب الدعاء کا یقین رکھ کر۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 87، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 349، سنن الترمذی: ج: 4، ص: 176، سنن سعید بن منصور: ج: 5، ص: 323)

743 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجود میں کئی بار اس طرح فرماتے ”سبحانک اللہم ربنا وبحمدک اللہم اغفر لی“ قرآن مجید کی اسی طرح تاویل فرماتے۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 131، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 86، سنن الترمذی: ج: 4، ص: 307، مسند احمد: ج: 49، ص: 190)

744 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ السَّرْحِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ سُمَيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّةً وَجِلَّةً وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ زَادَ ابْنُ السَّرْحِ عَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے سجود میں فرماتے ”اللہم اغفر لی ذنبی کلہ دقہ و

جلہ و اولہ و آخرہ“ ابن سرح نے اضافہ کیا کہ ”علائتہ و سرہ“

(متدرک: ج: 1، ص: 395، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 110، شرح السنہ: ج: 1، ص: 451، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 257)

745 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَلَمَسْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ سَاجِدٌ وَقَدَمَاهُ مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ وَأَعُوذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات میرے پاس موجود نہیں تھے تو میں نے آپ ﷺ کو مسجد میں پایا جبکہ آپ ﷺ سجدہ فرما رہے تھے اور قد میں شریفین کھڑے ہوئے تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے میں تیری رضا کی تیرے غصے سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیری معافی کی تیرے عذاب سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں پناہ لیتا ہوں تیری ذات اقدس سے، تیری ثناء کا کوئی شمار نہیں تو اپنی ثناء کے مطابق ہے۔

(مسند ابی حنبلہ: ج: 1، ص: 489)

تشریح:

☆ قوله كان النبي ﷺ يكثُر ان يقول في ركوعه و سجوده سبحانك اللهم.....
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ یعنی وفات شریف کے قریب جب یہ آیت کریمہ اتری فسبح بحمد ربك فستغفره تو آپ ﷺ نوافل خصوصاً تہجد کے رکوع سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے ظاہر یہی ہے کہ یہ دعائیں نوافل میں تھیں کیونکہ حضور انور ﷺ فرائض مسجد میں پڑھاتے تھے اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے بہت دور ہوتی تھیں، ہاں تہجد وغیرہ نوافل گھر میں پڑھتے تھے اس لیے آپ ﷺ بخوبی یہ سب کچھ سن لیتی تھیں۔ خیال رہے کہ حضور انور ﷺ کا اپنے لیے دعائے بخشش کرنا تعلیم امت کے لئے یا اس لیے کہ استغفار بھی عبادت ہے اور بلندی درجات کا ذریعہ ورنہ آپ ﷺ گناہوں سے معصوم ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 2، ص: 68)

☆ قوله اللهم اغفر لي .

یہ قول تعلیم امت کے لئے ہے کیونکہ آپ ﷺ گناہوں سے معصوم ہیں۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں جہاں جہاں بھی نبی کریم ﷺ کے مغفرت طلب کرنے کا ذکر ہوا ہے وہ تواضعاً تھا یا تعلیم امت کے لئے تھا جس طرح کہ محدثین کے اقوال سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں دن میں ستر سے زائد بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6307)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ مغفرت طلب کرتے تھے اور توبہ کا عزم کرتے تھے۔ ابو داؤد نے سند جید کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے جو زندہ ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ آپ ﷺ مجلس میں کھڑے ہونے سے پہلے سو بار یہ دعا کرتے تھے اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

ہم گنا کرتے تھے نبی کریم ﷺ مجلس میں سو بار یہ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ عز و جل! میری مغفرت فرما اور میری توبہ کو قبول فرما بے شک توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

میں دن میں ستر بار سے زائد استغفار کرتا ہوں۔

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ

میں ہر روز سو بار اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو کیونکہ میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو بار توبہ کرتا ہوں۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اغر مزی سے روایت کیا ہے کہ

بے شک میرے دل پر غین (حجاب) چھا جاتا ہے اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو بار مغفرت طلب کرتا ہوں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا:

غین سے مراد وہ سستی ہے جو دائمًا ذکر کرنے سے مانع ہے اور آپ ﷺ جب کسی سستی یا کسی اور وجہ سے ذکر نہ کر سکتے تو اس کو گناہ قرار دیتے اور اس پر مغفرت طلب کرتے۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس حجاب سے مراد دنیاوی کاموں کے منصوبے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس سے مراد وہ سکون ہے جو آپ ﷺ کے دل پر چھا جاتا ہے اور آپ ﷺ اظہارِ عبودیت کے لئے استغفار کرتے تھے یا خوفِ خدا عزوجل کے غلبہ سے استغفار کرتے تھے۔

محاسبی نے کہا:

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرتے تھے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا:

آپ ﷺ کے دل پر حجاب کا آنا نقص نہیں ہے بلکہ کمال ہے۔

نبی کریم ﷺ کے استغفار کرنے پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ معصوم ہیں اور استغفار معصیت کے وقوع کا تقاضا کرتا ہے اس کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1- آپ ﷺ کے دل پر جو حجاب چھا جاتا تھا آپ ﷺ اس کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔

2- ابن جوزی نے کہا:

بشری کمزوریوں سے کوئی خالی نہیں، انبیاء کرام علیہم السلام اگرچہ گناہ کبیرہ سے معصوم ہیں مگر گناہ صغیرہ سے معصوم نہیں ہیں، تاہم یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کبار اور صغائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

3- ابن بطال نے کہا:

انبیاء کرام علیہم السلام کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی ہے اور وہ سب سے زیادہ عبادت میں کوشش کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں پھر بھی اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہیں۔

ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ

وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق واجبہ ادا کرنے کی وجہ سے اور مباح امور مثلاً کھانے پینے، جماع کرنے، سونے آرام کرنے، مسلمانوں سے باتیں کرنے، ان کی مصلحتوں میں غور و فکر کرنے، دشمنوں سے جنگ کی تدبیر کرنے اور ایسے دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے دعا اور اس کا مشاہدہ اور مراقبہ نہیں کر پاتے اور آپ ﷺ اپنے عظیم مقام کی وجہ سے اس کو بھی گناہ خیال فرماتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کا مقام عالی تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہیں۔

4- آپ ﷺ کا استغفار کرنا امت کی تعلیم کے لئے تھا یا امت کے گناہوں پر استغفار اور ان کی شفاعت کے لئے تھا۔

5- آپ ﷺ ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے تھے اور بعد والا حال پہلے حال سے بلند ہوتا تھا تو

آپ ﷺ بعد کے حال کے مقابلہ میں پہلے حال کو گناہ خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔

6- شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا:

آپ ﷺ کا ہر آن اللہ تعالیٰ سے قرب رہتا تھا اور ہر بعد والی آن میں پہلی آن سے زیادہ قرب ہوتا تھا اور آپ ﷺ پہلی آن کو بعد والی آن کے مقابلہ میں گناہ خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔ (فتح الباری: ج: 12، ص: 379 تا 381)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متونی 855ھ لکھتے ہیں:

یہ استغفار ترک اولیٰ پر تھایا تو اضعاً تھا۔ (عمدة القاری: ج: 22، ص: 434)

علامہ جلال الدین سیوطی متونی 911ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ پر یہ اشکال ہے کہ نبی کریم ﷺ تو معصوم ہیں حتیٰ کہ آپ ﷺ صغار سے بھی معصوم ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

استغفار کرنے سے گناہ کا صدور لازم نہیں آتا بلکہ استغفار میں اپنے رب عزوجل کی طرف حاجت کا اظہار ہوتا ہے اور تواضع ہوتی ہے اور امت کے لئے تعلیم ہوتی ہے تاکہ ان کے لئے بھی استغفار کرنا سنت ہو جائے۔ (التوشیح: ج: 5، ص: 90)

☆ قوله انی نہیت ان اقرأ رکعاً او ساجداً الخ

ارشاد فرمایا کہ مجھے رکوع یا سجدے کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متونی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

(یہ) ممانعت تنزیہی (ہے) کیونکہ ان دونوں حالتوں میں انسان کے انتہائی عجز کا اظہار ہے اس وقت عظیم الشان کتاب کا پڑھنا مناسب نہیں۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ

رکوع، سجدہ میں قرآن مجید پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بعض کے نزدیک واجب الاعدادہ ہوتی ہے۔ یونہی قعدہ میں قرآن مجید پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ (مرآة المناجیح: ج: 2، ص: 69)

☆ قوله واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء..... الخ

اور رہے سجدے تو اس میں دعا کی کوشش کہ وہ دعائیں قبولیت کے لائق ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متونی 1391ھ لکھتے ہیں:

یعنی نفل نماز کے سجدوں میں صراحتاً دعائیں مانگو اور دیگر نمازوں کے سجدوں میں رب عزوجل کی تسبیح و تحمید کرو کہ یہ بھی ضمنی دعا ہے کریم کی تعریف بھی دعا ہوتی ہے بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث مبارکہ ہے کیونکہ سجدے میں بندے کو رب عزوجل سے انتہائی قرب ہوتا ہے۔ (مرآة المناجیح: ج: 2، ص: 69)

☆ قوله كشف استارة والناس صفوف خلف ابی بكر رضی اللہ عنہ

یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے مرض وفات کا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرض نمازوں کی امامت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی تھی یہ فجر کی نماز کا قصہ ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے حجرہ طیبہ کے دروازے پر جو پردہ آویزاں تھا اس کو ہٹا کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز کا آخری نظارہ ملاحظہ فرمایا تھا۔ اور یہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی آپ ﷺ نے جا کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جس طرح کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

علامہ ملا علی قاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جماعت کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی ہے اور علم شریف کی اس روایت میں جو رسول اللہ ﷺ کی امامت کا ذکر ہے یہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی اور پیر کے دن صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی۔ رہا یہ کہ بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن صبح کی نماز کی جماعت کے وقت حجرہ سے باہر نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خوش ہو کر واپس چلے گئے تو یہ صبح کی پہلی رکعت کا واقعہ ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اور ابوالاسود نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ پیر کی صبح کو جب رسول اللہ ﷺ کا بخارا تر گیا تو رسول اللہ ﷺ فضل بن عباس اور ایک نوجوان کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے اور لوگ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں کھڑے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا اور دوسری رکعت رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا فرمائی اس کے بعد آپ ﷺ نے جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی۔ یہ سرکارِ دو عالم نور مجسم ﷺ کی آخری نماز تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ نماز میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور خود آپ ﷺ نے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھی۔ (مرقاۃ المفاتیح: ج: 3، ص: 102)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ایام وفات میں رسول اللہ ﷺ نے تین بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔

(عمدة القاری: ج: 5، ص: 190)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ایام علالت میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔ (مرقات: ج: 1، ص: 96) اور کثیر احادیث مبارکہ ایسی ہیں کہ جن میں نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا ثابت ہے۔

عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا کہ
کیا آپ رضی اللہ عنہا مجھے رسول اللہ ﷺ کے متعلق نہیں بیان کریں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

کیوں نہیں! نبی کریم ﷺ کا مرض زیادہ ہو گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا! کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا! نہیں! وہ
آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے لیے ٹب میں پانی رکھو ہم نے اس میں پانی رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے غسل کیا پھر آپ ﷺ اٹھ کر جانے لگے تو
آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر آپ ﷺ ہوش میں آئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے لیے ٹب میں پانی رکھ دو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

آپ ﷺ نے بیٹھ کر غسل کیا پھر آپ ﷺ اٹھ کر جانے لگے تو پھر آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟

ہم نے عرض کیا:

نہیں! وہ آپ ﷺ کا انتظار کر رہے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! اور لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے عشاء کی نماز کے لئے
آپ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام دینے والا گیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نرم دل شخص تھے۔

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

اے عمر رضی اللہ عنہ! تم لوگوں کو نماز پڑھا دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ سو ان ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ ایک دن نبی کریم ﷺ کو اپنی
طبیعت میں افاقہ محسوس ہوا تو آپ ﷺ دو آدمیوں کے سہارے سے ظہر کی نماز کے لئے نکلے۔ ان میں سے ایک حضرت

عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں نے آپ ﷺ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور نبی کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔

عبداللہ نے کہا:

میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے مرض کے متعلق بیان کی۔

انہوں نے کہا:

سناؤ! میں نے ان کو یہ حدیث مبارکہ سنائی تو انہوں نے اس میں سے اور کسی چیز سے اختلاف نہیں کیا سو اس کے کہ انہوں نے پوچھا کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کا نام لیا تھا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

میں نے کہا:

نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 687)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کے تابع، آپ ﷺ کے خادم اور صحابی تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جس درد اور مرض میں نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے اس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز (فجر) پڑھا رہے تھے حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور مسلمان صف باندھے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے تو نبی کریم ﷺ نے حجرہ کا پردہ کھولا۔ آپ ﷺ کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھ رہے تھے آپ ﷺ کا چہرہ انور قرآن کے ورق کی طرح لگ رہا تھا پھر آپ ﷺ ہنستے ہوئے مسکرائے نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر ہم کو اس قدر خوشی ہوئی کہ لگتا تھا کہ ہم نماز توڑ دیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ آپ ﷺ حجرہ سے باہر آ کر نماز میں شامل ہوں گے وہ اٹنے پاؤں پھرے تاکہ آپ ﷺ صف میں آجائیں تو نبی کریم ﷺ نے اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز پوری کرو پھر نبی کریم ﷺ حجرہ میں گئے اور پردہ گرا دیا اور آپ ﷺ کا اسی دن وصال ہوا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک اور روایت میں ہے آپ ﷺ اس دن کے آخر میں فوت ہوئے اور اس روایت میں یہ تصریح بھی ہے کہ یہ صبح کی نماز کا واقعہ تھا۔

(صحیح البخاری: رقم: 754) (صحیح البخاری: 4448)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ

ہشام نے کہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر رسول اللہ ﷺ نے کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کھڑے ہو کر پڑھائی۔

زیادہ روایات اس پر متفق ہیں کہ اس نماز میں رسول اللہ ﷺ امام تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور باقی مسلمانوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

اس نماز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے اور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ مسروق نے کہا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس مرض میں رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اس مرض میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا:

اگر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا:

اگر نبی کریم ﷺ نے ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے تو یہ اس سے مانع نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہو۔

موسیٰ بن عقبہ نے اپنے معاذی میں یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ

پیر کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے یہ وہی دن ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے وفات پائی تھی پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی طبیعت میں کچھ تخفیف محسوس کی تھی۔ آپ ﷺ باہر آئے اور آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام پھیر دیا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر دوسری رکعت پڑھی۔ پس ہو سکتا ہے جنہوں نے یہ روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مرض میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی اس سے یہی نماز ہو اور رہی وہ نماز جو ہفتہ یا اتوار کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے مرض میں آپ کی اقتداء میں پڑھی تھی تو وہ ظہر کی نماز تھی جیسا کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ پس ان دونوں احادیث

مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ: ج: 3، ص: 83)

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کی صحیح روایت میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آگے بڑھ کر مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی الخ۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ (دلائل النبوت: ج: 7، ص: 191)

مزید امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی جس کی دو طرفوں میں گرہ لگی ہوئی تھی۔ جب آپ ﷺ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو ارشاد فرمایا اسامہ بن زید کو بلاؤ وہ آئے تو آپ نے ان کے سینہ سے اپنی پشت کی ٹیک لگائی۔ یہ آپ ﷺ کی پڑھی ہوئی آخری نماز تھی۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ صبح کی نماز تھی اور یہی آپ ﷺ کی آخری نماز تھی جس میں آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا تھا۔

یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ایام مرض میں نبی کریم ﷺ نے ایک بار خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو مروی ہے کہ ایام وفات میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے اور حضور انور ﷺ نے نماز پڑھائی۔ یہ ہفتہ یا اتوار کی ظہر کی نماز تھی سوان احادیث مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (دلائل النبوت: ج: 7، ص: 193)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (مجمع الزوائد: ج: 9، ص: 46)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جس مرض میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز

پڑھی۔ (جامع ترمذی: 79)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس مرض میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایک چادر پہن کر

نماز پڑھی درآں حالیکہ آپ ﷺ نے سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔ (مسند ابویعلیٰ: ج: 4، ص: 38)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی درآں حالیکہ آپ ﷺ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔ (سنن نسائی: ج: 1، ص: 80) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تھی درآں حالیکہ آپ ﷺ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔ (مسند احمد: ج: 3، ص: 216)

احادیث مبارکہ میں جو فرمایا گیا کہ نبی کریم ﷺ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی کے ساتھ ظہر کی نماز کے لئے گئے اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے آپ ﷺ ان کی باتیں جانب بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اب اس میں آئمہ حدیث اور شارحین کا اختلاف ہے کہ یہ نماز نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی تھی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صرف مبلغ اور مکبر تھے یا یہ نماز نبی کریم ﷺ نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی تھی۔

علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ایام مرض میں نمازوں کا امام بنایا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو بہ کثرت نمازیں پڑھائیں۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پیر کے دن تک مسلمانوں کو نمازیں پڑھاتے رہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان ایام میں نمازیں پڑھائیں۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ صرف ایک نماز کا واقعہ نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بارہ دن تک نماز پڑھاتے رہے مگر یہ کہ بعض اوقات نبی کریم ﷺ اپنی طبیعت میں تخفیف محسوس کرتے اور آپ ﷺ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہوتی تو آپ ﷺ مسجد میں آ کر مسلمانوں کو نماز پڑھاتے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے آپ ﷺ آئے اور مسلمانوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور حجرہ مبارکہ کا پردہ گرا دیا۔ یہ اور حدیث ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ میں دوسرا قصہ ہے پس کوئی بعید نہیں ہے کہ ایک نماز میں آپ امام ہوں اور دوسری نماز میں آپ مقتدی ہوں اور زیادہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ہی امام تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جو پہلی نماز پڑھائی تھی وہ عشاء کی نماز تھی اور امام مالک رحمہ اللہ نے موطا کے علاوہ ایک حدیث مبارکہ میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امام تھے اور رسول اللہ ﷺ ان

کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ نے فرمایا کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے کسی امتی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھے۔ (اکمال المعلم بوائد مسلم: جز: 2، ص: 323)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اختلاف ہے آیا اس نماز میں نبی کریم ﷺ امام تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ امام تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 687)

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جو آخری نماز رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے اس میں آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے وہ نماز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی تھی۔ (سنن ترمذی: 363)

علماء کرام نے ان احادیث مبارکہ میں تطبیق دی ہے کہ جس نماز میں آپ امام تھے وہ اور نماز تھی اور جس نماز میں آپ مقتدی تھے وہ اور نماز تھی لیکن اس کی تائید میں کوئی صحیح نقل وارد نہیں ہے۔ (المہم: جز: 2، ص: 51)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صف میں رسول اللہ ﷺ سے آگے تھے اور بعض یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ آگے تھے۔

امام ابن المہذ نے شعبہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔

اور امام ابن حبان نے شقیق سے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مبلغ اور مکبر تھے۔

اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے۔ بعض علماء کرام نے ترجیح کا طریقہ اختیار کیا اور اس کو ترجیح دی کہ نبی کریم ﷺ امام تھے جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ہے۔ بعض علماء کرام نے تطبیق کا طریقہ اختیار کیا اور کہا کہ یہ متعدد روایات ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقتدی تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے اور یہ آخری نماز تھی جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی تھی اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی اور امام نسائی رحمہما نے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری: جز: 2، ص: 377)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اس میں روایات مختلف ہیں کہ آیا نبی کریم ﷺ امام تھے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام تھے۔

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ امام تھے۔

اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے کیونکہ شعبہ نے از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ

نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ان احادیث مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جن احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کے امام ہونے کا ذکر ہے ان

میں ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز مراد ہے اور جن احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کی اقتداء میں نماز پڑھی ان میں پیر کے دن فجر کی نماز کی دوسری رکعت مراد اور یہ آپ ﷺ کی آخری نماز تھی جیسا کہ سنن

ترمذی اور سنن نسائی میں ہے۔ امام نعیم بن ابی ہند نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ ان احادیث مبارکہ میں تعارض نہیں ہے ایک نماز

میں آپ ﷺ امام تھے اور ایک نماز میں آپ ﷺ مقتدی تھے۔

امام ضیاء المقدسی اور ابن ناصر نے کہا کہ

نبی کریم ﷺ نے اپنے ایام مرض میں تین بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور اس کا انکار وہی شخص کر

سکتا ہے جو جاہل ہو اور اس کو روایات کا علم نہ ہو۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا:

ایسا دو مرتبہ ہوا ہے۔

اور امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ ہی امام تھے۔ (عمدة القاری: جز: 5: ص: 161)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

ابن القاسم نے کہا:

مجھے امام مالک رحمہ اللہ نے ربیعہ بن عبد الرحمن سے یہ حدیث مبارکہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ بیماری کی حالت میں باہر

نکلے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں

بیٹھ گئے۔ امام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے اور رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوا جب تک کہ اس کی امت کے کسی شخص نے اس کو نماز نہ پڑھائی ہو۔
امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

ہمارے نزدیک اس حدیث مبارکہ پر عمل ہے اور ربیعہ ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے۔ (الاستدکار: ج: 5، ص: 392 تا 393)
☆ اس باب کے تمام راویوں کے حالات و واقعات پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں دعا کرنا

یہ باب نماز میں دعا کرنے کے متعلق ہے۔

746 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا بِقِيَّةُ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَآْثِمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَكَ فَكَذَّبَ وَعَدَ فَأَخْلَفَ

عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں دعا کرتے تھے۔
”اللهم انی اعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنة المسيح الدجال واعوذبک من فتنة المحياء والممات، اللهم انی اعوذبک من المآثم والمغرم“ ایک قائل نے کہا آپ ﷺ قرض سے اکثر کیوں پناہ طلب کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب انسان قرض دار ہوتا ہے تو بات کے دوران جھوٹ بیان کرتا ہے اور وعدہ کر لے تو خلاف کرتا ہے۔

(معجم الاوسط: ج: 8، ص: 330، سنن النسائی: ج: 3، ص: 56، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 299، صحیح مسلم: ج: 4، ص: 111)

747 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ ثَابِتِ الْبَنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

صَلَاةٍ تَطَوُّعٍ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ وَيْلَ لَأَهْلِ النَّارِ
عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے نفلی نماز رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں
پڑھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں جہنمیوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے جہنم کی خرابی سے پناہ طلب
کرتا ہوں۔

(شرح النبی للبغوی: ج: 1، ص: 500)

748 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ
أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى
الصَّلَاةِ وَقُمْنَا مَعَهُ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا
فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے واسطے قیام
فرمایا تو ایک اعرابی نے نماز میں کہا اے اللہ عزوجل! مجھ پر اور (سیدنا) محمد پر رحم فرما اور ہمارے کسی پر رحم نہ فرما۔
رسول اللہ ﷺ نے جب سلام پھیرا تو اعرابی کو فرمایا: تم نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا ہے۔ مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ج: 45، ص: 171)

749 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي
عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَرَأَ (سَبِّحْ اسْمَ
رَبِّكَ الْأَعْلَى) قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى قَالَ أَبُو دَاوُدَ خَوْلَفٌ وَكِيعٌ فِي هَذَا الْحَدِيثِ
وَرَوَاهُ أَبُو وَكِيعٍ وَشُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے تو سبحان ربی
الاعلیٰ فرماتے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس حدیث مبارکہ میں وکیع نے اختلاف کیا۔ اس کو وکیع اور شعبہ، ابو
اسحاق، سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 310)

750 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي
عَائِشَةَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَوْقَ بَيْتِهِ وَكَانَ إِذَا قَرَأَ (الَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ
الْمَوْتَى) قَالَ سُبْحَانَكَ فَبُكِيَ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ أَحْمَدُ يُعْجِبُنِي فِي الْفَرِيضَةِ أَنْ يَدْعُوَ بِمَا فِي الْقُرْآنِ
موسى بن ابی عائشہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے گھر کی چھت پر نماز پڑھتا جب اس نے قرأت کی کہ کیا وہ اس
بات پر قادر نہیں کہ مردہ زندہ کر دے۔ تو اس نے کہا سب حنک لبکی، تو اس کے بارے میں اس سے سوال کیا گیا
تو کہا میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سماعت کیا ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا
کہ مجھے فرض نماز میں پسند ہے کہ قرآن مجید والی دعا کی جائے۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 750)

تشریح:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح کی دعائیں نماز میں پڑھنا جائز ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں
جائز نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نوافل میں جائز ہیں۔

☆ قوله قال ابو داؤد قال احمد يعجبني في الفريضة ان يدعوا بما في القرآن .
امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ فرض نماز میں قرآنی
دعائیں پڑھوں۔

امام احمد رحمہ اللہ کے کلام میں دو احتمال ہیں۔

- 1- ایک احتمال تو یہ ہے کہ اس سے مراد تشہد کے بعد سلام سے پہلے ہے۔
- 2- دوسرا احتمال یہ ہے کہ نمازی جب نماز میں قرأت کر رہا ہو خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل تو جب آیات رحمت پر پہنچے تو اس
وقت رحمت کی دعا اور جب آیات تسبیح پر پہنچے تو تسبیح کی دعائیں اور جب آیات عذاب پر پہنچے تو اس سے پناہ طلب کرنا مراد ہے۔
اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس پر ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام ہے باب الوقوف عند آية الرحمة و آية العذاب .
حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ

☆ قوله عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رضى الله عنه

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ تابعی بزرگ ہیں بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی اور ان سے
احادیث مبارکہ روایت کیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (رحمہ اللہ) انصاری ہیں جب خلافت فاروقی کے چھ سال رہ گئے تھے تب پیدا ہوئے یا تو مقام
جیل میں قتل کئے گئے یا بصرہ کی نہر میں ڈوب گئے۔
بعض نے فرمایا:

83 تراسی میں دیر جماع میں گم ہو گئے آپ ﷺ نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث مبارکہ لیں۔

(مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 543)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مِقْدَارِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: رکوع اور سجود کی مقدار

یہ باب رکوع اور سجود کی مقدار کے حکم میں ہے۔

751 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْجُرَيْرِيُّ عَنِ السَّعْدِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَوْ عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ فَكَانَ يَتِمَّكُنُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ قَدْرَ مَا يَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا

سعدی اپنے والد محترم یا اپنے چچا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو توجہ سے نماز کی حالت میں دیکھا تو آپ ﷺ رکوع اور سجود میں تین مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ کی مقدار استقرار پکڑتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 86، مسند الصحابة فی الکتاب التمس: ج: 47، ص: 498)

752 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ الْأَهْوَازِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ وَابُو دَاوُدَ عَنِ ابْنِ أَبِي ذُئْبٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يَزِيدَ الْهَدَلِيِّ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَذَلِكَ أَذْنَاهُ وَإِذَا سَجَدَ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا وَذَلِكَ أَذْنَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا مُرْسَلٌ عَوْنٌ لَمْ يُدْرِكْ عَبْدَ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی ایک رکوع کرے تو تین بار سبحان ربی العظیم کہا کرے اور یہ ادنیٰ تعداد ہے۔ جب سجدہ کرے تو تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہا کرے اور یہ ادنیٰ تعداد ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ مرسل حدیث ہے عون نے عبداللہ کو نہیں پایا۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: ج: 1، ص: 268، سنن الترمذی: ج: 1، ص: 441، سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 441، شرح النیۃ للبخاری: ج: 1، ص: 451)

753 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ سَمِعْتُ
 أَعْرَابِيًّا يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ مِنْكُمْ
 (وَالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونَ) فَانْتَهَى إِلَى آخِرِهَا (الَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ) فَلْيَقُلْ بَلَى وَأَنَا
 عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ وَمَنْ قَرَأَ (لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ) فَانْتَهَى إِلَى (الَيْسَ ذَلِكَ
 بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى) فَلْيَقُلْ بَلَى وَمَنْ قَرَأَ (وَالْمُرْسَلَاتِ) فَلْيَقُلْ بَلَى وَمَنْ قَرَأَ (فَبِأَيِّ حَدِيثٍ
 بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ) فَلْيَقُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ قَالَ إِسْمَاعِيلُ ذَهَبْتُ أُعِيدُ عَلَى الرَّجُلِ الْأَعْرَابِيِّ وَأَنْظُرُ
 لَعَلَّهُ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي أَتَظُنُّ أَنِّي لَمْ أَحْفَظْهُ لَقَدْ حَجَجْتُ سِتِينَ حَجَّةً مِمَّا مِنْهَا حَجَّةٌ إِلَّا وَأَنَا
 أَعْرِفُ الْبَعِيرَ الَّذِي حَجَجْتُ عَلَيْهِ

اعرابی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں جو والتین
 والزیتون کی قرأت کرے اس کے آخر الیس اللہ با حکم الحاکمین تک تو کہا کرے بلی وانا ذالک من
 الشاہدین اور جو سورہ لا اقسام بیوم القیامۃ سے آخر ”الیس ذالک بقادر علی ان یحیی الموتی“
 تک پڑھے تو کہا کرے اور جو مرسلات کی قرأت کرے تو فبای حدیث بعد یومنون تک پہنچے تو کہے امنا
 باللہ۔ اسماعیل نے کہا کہ میں پھر اس اعرابی کے پاس گیا تا کہ دیکھوں کہ ایسا ہے تو اس نے فرمایا اے بھتیجے! کیا تم
 گمان کرتے ہو کہ مجھے یاد نہیں رہا ہے کہ میں نے ساٹھ حج کیے ہیں جن میں سے کوئی حج ایسا نہیں جس کے بارے
 میں یہ نہ معرفت ہو کہ اس کو میں نے کس اونٹ پر کیا تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 310، مسند احمد: ج: 15، ص: 127، مسند حمیدی: ج: 2، ص: 437)

754 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ
 كَيْسَانَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ وَهَبِ بْنِ مَانُوسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَنَسَ
 بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَبَهَ صَلَوةَ
 بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا الْفَتَى يَعْنِي عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ فَحَزَرْنَا
 فِي رُكُوعِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ وَفِي سُجُودِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ
 صَالِحٍ قُلْتُ لَهُ مَانُوسُ أَوْ مَابُوسُ قَالَ أَمَّا عَبْدُ الرَّزَّاقِ فَيَقُولُ مَابُوسُ وَأَمَّا حِفْظِي فَمَانُوسُ
 وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ رَافِعٍ قَالَ أَحْمَدُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

وہب بن مانوس سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن جبیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ میں نے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی ایک کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہ ہو اس نوجوان یعنی عمر بن عبدالعزیز سے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے رکوع میں دس تسبیحات کا تحمید لگایا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احمد بن صالح فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو کہا مانوس ہے یا مابوس ہے؟ ارشاد فرمایا کہ عبدالرزاق نے مابوس کہا اور مجھے مانوس یاد ہے۔ یہ لفظ ابن رافع کے ہیں۔ احمد نے سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن الکبریٰ: جز: 2، ص: 110)

تشریح: مسئلہ

علامہ علاء الدین ہکفی حنفی متوفی 1088ھ نماز کے وجوہات میں لکھتے ہیں۔
تعدیل ارکان یعنی رکوع و سجود و قومہ و جلسہ میں کم از کم ایک بار سبحن اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا۔ (در مختار: جز: 2، ص: 186)

مسئلہ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ متوفی 1367ھ سنن کے بیان میں لکھتے ہیں۔
رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہنا (سنت ہے)
سجدہ میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا (سنت ہے) (بہار شریعت: جز: 1، ص: 525، 527)

مسئلہ

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی 681ھ لکھتے ہیں:
تین بار تسبیح ادنیٰ درجہ ہے کہ اس سے کم میں سنت ادا نہ ہوگی اور تین بار سے زیادہ کہے تو افضل ہے مگر ختم طاق عدد پر ہو ہاں اگر یہ امام ہے اور مقتدی گھبراتے تو زیادہ نہ کرے۔ (فتح القدیر: جز: 1، ص: 259)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ أَعْضَاءِ السُّجُودِ

باب: اعضاء سجود کا بیان

یہ باب جن اعضاء پر سجدہ کرنا ہے ان کے متعلق ہے۔

755 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ

طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ قَالَ حَمَّادُ أُمِرَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ وَلَا يَكُفَّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے۔ حماد فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی کریم ﷺ کو سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نہ بال اکٹھا کرنے کا نہ کپڑے۔

(سنن الدارمی: ج: 1، ص: 346، مسند ابی عوانہ: ج: 1، ص: 500، مسند احمد: ج: 5، ص: 218، مسند الطیالسی: ج: 1، ص: 340)

756 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ وَرُبَّمَا قَالَ أُمِرَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَرَابٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا اور بعض دفعہ فرمایا کہ تمہارے نبی کریم ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(مسند الصلیبی فی الکتاب السبعة: ج: 28، ص: 339)

757 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجْدَةً مَعَ سَبْعَةِ أَرَابٍ وَجْهَهُ وَكَفَّاهُ وَرُكْبَتَاهُ وَقَدَمَاهُ

عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ۔ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء سجدہ کیا کرتے ہیں، اس کا چہرہ، اس کی ہتھیلیاں، اس کے گھٹنے اور اس کے دونوں قدم۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 126، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 101، سنن الترمذی: ج: 1، ص: 460، سنن النسائی: ج: 4، ص: 256)

758 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ تَالِيعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَفَعَهُ قَالَ إِنَّ الْيَدَيْنِ تَسْجُدَانِ كَمَا يَسْجُدُ الْوَجْهُ فَإِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ فَلْيَضَعْ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَهُ فَلْيَرْفَعْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ دونوں ہاتھ سجدہ کرتے ہیں جس طرح کہ اس کا چہرہ سجدہ کرتا ہے جب تم میں سے کوئی اپنی پیشانی زمین پر رکھے تو اسے چاہئے کہ دونوں ہاتھ رکھے اور جب اس کو اٹھائے تو ان دونوں کو بھی اٹھالے۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 349، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 101، سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 252، سنن النسائی: ج: 4، ص: 274)

تشریح: آئمہ اربعہ کا موقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ سات اعضاء پر سجدہ کرنا مشروع ہے جن میں پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو قدم شامل ہیں البتہ ناک کے متعلق اختلاف ہے۔

(المغنی: ج: 1، ص: 304)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک پر سجدہ کرنا فرض ہے۔

فقہاء احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا عذر ناک پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور اگر عذر ہو اور ناک نہ لگے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 263)

علامہ ابن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک نہ لگی تو کوئی حرج نہیں اور اگر ناک پر سجدہ کیا اور پیشانی نہیں لگی تو سجدہ نہیں ہوگا ان کا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے جس سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ہے۔

(بدلیۃ المجتہد: ج: 1، ص: 100)

ابو اسحاق ابراہیم بن علی شافعی فیروز آبادی متوفی 476ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا لگانا واجب ہے ان کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کیا ہے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے اور وہ پیشانی اور ناک دونوں کو ملا کر عضو قرار دیتے ہیں تاکہ اعضاء کی تعداد سات سے متجاوز نہ ہوتا ہم ان کا قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موافق بھی ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ناک نہیں لگائی۔ (المہذب: ج: 1، ص: 83)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پیشانی کے ساتھ ناک پر سجدہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے۔ عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی پیشانی کے ساتھ ناک نہیں لگتی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(دارقطنی: ج: 1، ص: 348)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی عذر کے سبب پیشانی زمین پر نہیں لگا سکتا تو صرف ناک سے سجدہ کرے پھر بھی فقط ناک کی نوک لگنا کافی نہیں بلکہ ناک کی ہڈی زمین پر لگنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 70)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متونی 1161ھ لکھتے ہیں:

کسی نرم چیز مثلاً گھاس، روئی، قالین وغیرہا پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو جائز

ہے ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 70)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متونی 1161ھ لکھتے ہیں:

جوار، باجرہ وغیرہ چھوٹے دانوں پر جن پر پیشانی نہ جمے سجدہ نہ ہوگا البتہ اگر بوری وغیرہ میں خوب کس کر بھر دیئے گئے کہ

پیشانی جمنے سے مانع نہ ہوں تو ہو جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 70)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

ہتھیلی یا آستین یا عمامہ کے بیچ یا کسی اور کپڑے پر جسے پہنے ہوئے ہے سجدہ کیا اور نیچے کی جگہ ناپاک ہے تو سجدہ نہ ہوا۔ ہاں

ان سب صورتوں میں جبکہ پھر پاک جگہ پر سجدہ کر لیا تو ہو گیا۔ (درمختار: جز: 2، ص: 253)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

عمامہ کے بیچ پر سجدہ کیا اگر ماتھا خوب جم گیا سجدہ ہو گیا اور ماتھا نہ جما بلکہ فقط چھو گیا کہ دبانے سے دبے گا یا سر کا کوئی حصہ لگا

تو نہ ہوا۔ (درمختار: جز: 2، ص: 252)

سجدہ میں پاؤں کو زمین پر رکھنے کی فرضیت یا عدم فرضیت کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ شمس الائمہ سرحسی کا قول

شمس الائمہ محمد بن احمد سرحسی حنفی متونی 483ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔ (مبسوط: جز: 1، ص: 189)

علامہ ابوالحسن مرغینانی کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متونی 593ھ لکھتے ہیں:

نمازی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے اگر ان میں سے کسی ایک پر اقتصار کیا توامام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا عذر ناک پر اقتصار کرنا

جائز نہیں ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کو ان میں سے شمار کیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے بعض حصہ کو رکھنے سے سجدہ متحقق ہو جاتا ہے اور قرآن مجید میں اسی کا حکم دیا گیا ہے البتہ ٹھوڑی اور رخسار بالا جماع سجدہ سے خارج ہیں اور مشہور روایت میں چہرہ کا ذکر ہے اور ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا ہمارے نزدیک سنت ہے کیونکہ ان کے بغیر بھی سجدہ متحقق ہو جاتا ہے رہا دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا تو قدوری نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی سجدہ میں فرض ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 90)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی کا قول

علامہ زین ابن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:
صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مرفوع میں ہے کہ

مجھے سات ہڈیوں اور پیشانی پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک، ہاتھوں، گھٹنوں اور قدموں کی اطراف کی طرف اشارہ فرمایا اور نمازی کپڑے اور بال نہ موڑے۔ اس حدیث مبارکہ سے ان اعضاء پر سجدہ کرنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور ظنی الدلالة ہے کیونکہ ”امرت“ ”مجھے حکم دیا گیا ہے“ یہ لفظ وجوب اور استحباب دونوں میں مستعمل ہے اس لیے صاحبین کا پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنے کو فرض قرار دینا موجب اشکال ہے کیونکہ اس صورت میں خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرح صاحبین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔ (البحر الرائق: ج: 1، ص: 317)

علامہ ابن ہمام کا قول

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

امرت کا لفظ وجوب اور استحباب میں عام ہے اور اس کا معنی ہے مجھ سے اس کو طلب کیا گیا ہے اور یہ پیشانی میں وجوب کے لئے ہے اور باقی میں وجوب کے ساتھ استحباب کے لئے یا بالخصوص استحباب کے لئے ہے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 264)

علامہ جلال الدین خوارزمی کا قول

علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں۔

سجدہ کے سات اعضاء ہیں اور سجدہ کی فرضیت ان میں سے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صرف ایک عضو کے ساتھ متعلق ہے اور وہ چہرہ ہے۔ (کفایہ علی ہاشم فتح القدیر: ج: 1، ص: 265)

علامہ زین الدین مصری کا دوسرا قول

علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہے یہ ضعیف قول ہے اور رہا ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا تو ظاہر الروایہ کے مطابق ان کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔ تجنیس اور خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ہمارے مشائخ کا اسی پر فتویٰ ہے۔

(البحر الرائق: ج: 1، ص: 318)

علامہ بدرالدین عینی حنفی کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

قدوری، کرنی اور بھاص نے یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں زمین پر دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے اور جلالی نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ سنت ہے قدوری کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک پیر اٹھالیا تو جائز نہیں ہے۔

اور خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ

اگر ایک پیر اٹھالیا تو جائز ہے اور اس کو مکروہ نہیں کہا اور فتاویٰ قاضی خان میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور جامع ترمذی میں لکھا ہے کہ اگر دونوں پیر اور دونوں ہاتھ نہیں رکھتے تو جائز ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ کے وقت دونوں گھٹنے زمین پر نہیں رکھے تو جائز نہیں ہے۔ (ہایہ: ج: 1، ص: 653)

ملا احمد بن فراموز خسر و کا قول

ملا احمد بن فراموز خسر و متوفی 885ھ لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر فرض نہ ہونے میں برابر ہیں۔ مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔ (در الحکام فی شرح فراموز خسر و: ج: 1، ص: 75)

علامہ زین الدین بن نجیم مصری کا تیسرا قول

علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

اور شیخ الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ دونوں پیروں کا سجدہ میں زمین پر رکھنا سنت ہے اور دونوں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

(البحر الرائق: ج: 1، ص: 318)

علامہ ابن ہمام حنفی کا قول

علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

پیروں کا رکھنا سجدہ میں اس لیے فرض ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پیر اٹھالے تو یہ تعظیم اور احلال کے بجائے تلاعب سے زیادہ مشابہ ہے اور ایک انگلی کا رکھنا کافی ہے اور وجہ میں لکھا ہے کہ دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ اگر ایک پیر کو رکھا اور ایک کو اٹھالیا تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 265)

علامہ علاء الدین کاسانی حنفی کا قول

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

سجدہ میں کسی چیز کو قائم کرنا فرض ہے اس میں اختلاف ہے۔ ہمارے اصحاب ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا سجدہ میں فرض ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور امام زفر رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ

سجدہ میں سات اعضاء چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پیروں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں کسی عضو کے رکھنے کی تعیین نہیں کی۔ پھر اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے۔ اس لیے اب کسی اور عضو کو معین کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب کے مطلق حکم کو خبر واحد سے متعین کرنا جائز نہیں ہے اس لیے ہم باقی اعضاء کے رکھنے کو سنت پر محمول کرتے ہیں تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو۔ پھر ہمارے اصحاب ثلاثہ کا اس میں اختلاف ہے کہ چہرہ کا وہ بعض حصہ کون سا ہے جس کا سجدہ میں رکھنا فرض ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

وہ پیشانی یا ناک ہے۔ لا علی التعین حتیٰ کہ اگر اس نے حالت اختیار میں ان میں سے کسی ایک کو بھی رکھ دیا تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔ (بدائع الصنائع: جز: 1، ص: 105)

علامہ محمد بن محمود بابر ترقی حنفی کا قول

علامہ محمد بن محمود بابر ترقی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں:

قدوری نے ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کو زمین پر رکھنا بھی فرض ہے پس جب نمازی نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں پیروں کی انگلیوں کو زمین سے اٹھالیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح کرنی اور بھاس نے بھی ذکر کیا ہے اور اگر ایک پیر کو رکھا تو یہ جائز ہے۔

اور قاضی خان نے کہا:

مکروہ ہے۔

اور ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں۔ مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔ (عنایہ علی ہاشم فتح القدیر)

علامہ علاؤ الدین حنفی کا قول

علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کر کے رکھنا خواہ ایک انگلی ہو یہ فرض ہے ورنہ نماز جائز نہیں ہوگی اور لوگ

اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔ (درمختار: ج: 1، ص: 467)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی کا قول

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252ھ لکھتے ہیں:

بلکہ اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ

برجندی اور قہستانی میں ہے اور اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ (ردالمحتار: ج: 1، ص: 467)

اس کی تفصیل میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔

صاحب تنویر الابصار کے ماتن نے لکھا ہے کہ

انگلیوں کی اطراف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور اگر نہیں کیا تو یہ مکروہ ہے جس طرح بلا عذر ایک پیر کو رکھا اور دوسرے کو

اٹھالیا تو یہ مکروہ ہے۔ اسی طرح صاحب ہدایہ نے تجنیس میں لکھا ہے۔

اور علامہ رملی نے حاشیۃ البحر میں لکھا ہے کہ

یہ سنت ہے اور اس کو برجندی اور حاوی سے نقل کیا ہے اور اس کی مثل ضیاء معنوی اور قہستانی نے جلالی سے نقل کیا ہے۔

اور حلیہ میں لکھا ہے کہ

سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے کیونکہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابو

حمید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بیان میں منقول ہے کہ جب نمازی سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو بچھائے اور سیٹھ

بغیر زمین پر رکھے اور اپنی انگلیوں کی پوروں کو قبلہ کی طرف کرے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیر رکھنے کے بارے میں تین

اقوال ہیں۔

1- فرضیت، 2- وجوب، 3- سنت

اور پیر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پیر کی انگلیاں رکھی جائیں خواہ ایک انگلی رکھی جائے اور کتب مذہب میں پہلا قول مشہور ہے

اور ابن امیر حاج نے حلیہ میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور یہاں تصریح کی ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے۔ اس

سے معلوم ہوا کہ اصل اختلاف صرف پیروں کے رکھنے یا نہ رکھنے میں ہے۔ پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے میں نہیں ہے

اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے کے متعلق ہمارے تمام فقہاء کا ایک ہی قول ہے کہ یہ سنت ہے۔ اس کے برعکس

صاحب در مختار نے شارح منیہ کی اتباع میں اس کو فرض کہا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محقق ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کیا جائے اور گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور پیروں کے رکھنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ اس عبارت میں ہمارے موقف کی تصریح ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام نے وثوق سے کہا کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے اور یہ کہا کہ اصل اختلاف پیروں کے رکھنے کے حکم میں ہے کہ آیا پیروں کو رکھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اس تحریر کو غنیمت سمجھو کیونکہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو۔

(رد المحتار: ج: ۱، ص: ۴۷۰ و ۴۷۱)

یہی علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض ہے۔ جب نمازی نے سجدہ کیا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو اٹھالیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ کرنی اور بھاص نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور اگر صرف ایک پیر کو رکھا تو قاضی خان نے کہا یہ مکروہ ہے اور امام تہمتاشی نے یہ ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں۔ مبسوط میں شیخ الاسلام کے کلام کی بھی اسی پر دلالت ہے اور اسی طرح نہایہ اور عنایہ میں ہے۔ مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مختصر کرنی، محیط اور قدوری کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک پیر رکھا اور ایک اٹھالیا تو یہ جائز نہیں ہے اور میں نے بعض نسخوں میں دیکھا تو اس میں دو روایتیں ہیں۔

فیض اور خلاصہ میں یہ لکھا ہے کہ

اگر ایک پیر رکھا اور ایک اٹھالیا تو یہ جائز ہے۔

اس لیے اب اس مسئلہ میں تین روایات ہو گئیں۔

1- دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔

2- ایک پیر کا رکھنا فرض ہے۔

3- ٹمکسی پیر کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔

اور ظاہر یہ ہے کہ پیروں کا رکھنا سنت ہے۔

البحر الرائق میں لکھا ہے کہ

شیخ الاسلام کے نزدیک دونوں پیروں کا رکھنا سنت ہے تو دونوں پیروں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہوگا۔ عنایہ میں اسی تیسری روایت کو اختیار کیا ہے۔

اور لکھا ہے کہ

یہی حق ہے اور درر میں اس کو برقرار رکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کا تحقق پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے اور

فرضیت کا قول صرف قدوری کا ہے اسی وجہ سے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ قدوری کا یہ قول ضعیف ہے۔
حاصل بحث یہ ہے کہ

کتب مذہب میں پیروں کے رکھنے کو فرض لکھا ہے اور دلیل اور قواعد کے اعتبار سے اس کا فرض نہ ہونا رائج ہے اسی لیے عنایہ اور درر میں لکھا ہے کہ یہی حق ہے پھر اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ فرض کی نفی کو وجوب پر محمول کر دیا جائے۔

(رد المحتار: جز: 1، ص 466 تا 467)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:
سجدہ میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر لگنا سنت ہے اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب ہے اور دسوں کا قبلہ رو ہونا سنت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: جز: 7، ص: 376)

نماز میں بال سنوارنا یا کپڑا موڑنا

☆ ولا یکف شعراً ولا ثوباً

ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی نہ بال نہ کپڑے جمع کرے۔

نماز میں بالوں کو سنوارنا اور کپڑوں کو اکٹھا کرنا منع ہے اس پر علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے اسی طرح شرح منیۃ المصلیٰ میں ہے اور کپڑا موڑنے میں استینوں کا اڑنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور یہ بظاہر مطلق ہے لیکن خلاصہ اور منیۃ المصلیٰ میں ہے کہ اگر استینوں کو کہنیوں تک چڑھایا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک استین چڑھائی تو مکروہ نہیں ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ہر صورت پر آتا ہے اور مجتبیٰ میں استین چڑھانے کی کراہت کے متعلق دو قول ذکر کئے گئے ہیں۔ (البحر الرائق: جز: 2، ص: 24)

کپڑا موڑنے میں استینوں کو چڑھانا، پانچوں کو موڑنا اور نیفے کے قریب شلواریا پاجامہ کو اڑ میں لینا یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے اگر وقت نکل گیا تو وہ گناہ گار ہوگا اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے۔ اعادہ کے وجوب میں

اختلاف ہے، شرح اصول بزدوی میں تصریح ہے کہ اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے خلل ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے اور جامع ترمذی میں ہے اگر اس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے اور مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعادہ کرنا مستحب ہے تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہئے جیسا کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اس طرح اشارہ ہے۔ (ردالمحتار: ج: 1، ص: 677)

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کپڑے یا داڑھی یا بدن کے ساتھ کھیلنا، کپڑا سمیٹنا، مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھالینا اگرچہ گرد سے بچانے کے لئے ہو اور اگر بلا وجہ ہو تو زیادہ مکروہ کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 105)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر کرتے وغیرہ کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ پیٹھ کی طرف پھینک دی جب بھی یہی حکم ہے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 488)

مزید راقم ہیں۔
رومال یا شال یا رضائی یا چادر کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں اور اگر ایک ہی مونڈھے پر اس طرح ڈالا کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے اور دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس زمانہ میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

(درمختار: ج: 2، ص: 488)

مزید راقم ہیں:

کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے خواہ پہلے سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔ (درمختار: ج: 2، ص: 490)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

☆ عن العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے واقعہ فیل سے قبل پیدا ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت متقی پرہیزگار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نمر بن قاسط قبیلہ کی ایک بی بی تھیں آپ پہلی وہ بی بی ہیں جنہوں نے کعبہ معظمہ کو ریشمی اور اعلیٰ درجہ کے غلاف پہنائے کیونکہ ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ

گم ہو گئے تھے تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ خدایا میرا بچہ مل جاوے تو میں کعبہ معظمہ کو ریشمی اور اعلیٰ درجہ کے غلاف پہناؤں گی۔ زمانہ جاہلیت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ خادم کعبہ معظمہ، حجاج کو زمرم دینے والے اور کعبہ معظمہ کو آباد کرنے والے تھے جو طواف کعبہ کرنے آتا اس سے آپ رضی اللہ عنہ تقویٰ و طہارت کا عہد لیتے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت 70 ستر غلام آزاد کئے۔ واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے۔ اٹھاسی سال عمر پائی بارہ رجب المرجب جمعہ کے دن 32 بتیس کو وفات ہوئی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہو چکے تھے مگر اپنا ایمان ظاہر نہ کرتے تھے بدر میں کفار جبراً آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ کوئی عباس رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں اسی غزوہ میں ابو یسر یعنی کعب ابن عمر نے آپ رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فدیہ دے کر چھوٹے۔ مکہ معظمہ واپس گئے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ آئے۔

مترجم کہتا ہے کہ

فتح مکہ مکرمہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جارہے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آرہے تھے کہ راہ میں ملاقات ہوئی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عباس (رضی اللہ عنہ) خاتم المہاجرین یعنی آخری مہاجر ہیں جنت البقیع میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس۔ فقیر نے زیارت کی ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 533)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو درہم مقرر کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے پاس بالکل مال نہیں ہے۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے مل کر دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو یہ مال میرے ان بیٹوں کا ہے 1۔ الفضل، 2۔ عبد اللہ، 3۔ اور تم۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اب یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس بات کا میرے اور ام الفضل کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔ (سبل الہدی والرشاد: جز: 4، ص: 69)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ

جس شخص نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث مبارکہ بیان فرمائی کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔

ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:
ابولیسر تم نے اس کو کس طرح گرفتار کیا تھا؟
انہوں نے کہا:

اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا نہ تھا نہ اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اپنا فدیہ بھی دو اور اپنے عقیل بن ابی طالب بھیجتے کا اور نوفل بن الحارث کا فدیہ بھی دو اور اپنے حلیف عتبہ بن جحدم کا فدیہ بھی دو جن کا تعلق بنو الحارث بن فہر سے ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کیا۔
اور کہنے لگے کہ

میں اس غزوہ سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمہارے معاملہ کو خوب جاننے والا ہے اگر تمہارا دعویٰ برحق ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزا دے گا لیکن تمہارا ظاہر حال یہ ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو سو تم اپنا فدیہ ادا کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ اس سے بیس اوقیہ سونا وصول کر چکے تھے۔
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! اس بیس اوقیہ سونے کو میرے فدیہ میں کاٹ لیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نہیں! یہ وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم سے لے کر دیا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

میرے پاس اوز مال تو نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی

نہیں تھا اور تم نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آگیا تو اس مال سے اتنا فضل کو دینا اتنا قسم کو دینا اور اتنا عبد اللہ کو دینا۔
تب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 3310)
علامہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبد اللہ سہیلی متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

غزوہ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے نبی کریم ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا تم اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کرو۔ اس پر وہ نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے کیا آپ ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنگال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام الفضل کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اسے فلاں فلاں بات بھی کہی تھی۔
اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے میرے بھتیجے! تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے۔ (روض الانف: جز: 3، ص: 134)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس شخص نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنو سلمہ سے تھا۔

ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

ابوالیسر تم نے اس کو کس طرح گرفتار کیا تھا؟

انہوں نے کہا:

اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا نہ تھا اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔ (مسند احمد: جز: 1، ص: 353)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ مال کہاں ہے جو تم نے روانگی کے وقت مکہ مکرمہ میں ام الفضل بنت الحارث کے پاس رکھا تھا جبکہ تم دونوں کے ساتھ کوئی نہ تھا؟ تم نے اس سے کہا تھا کہ اگر مجھے اس سفر میں موت آگئی تو فضل کے لئے اتنا اتنا اور عبد اللہ کے لئے اتنا اتنا ہے۔ انہوں نے کہا:

قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث کیا کہ اس کا سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو علم نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد: ج: 4، ص: 14)

امام ابوالفرج عبد الرحمن بن الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قید ہو گئے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان سے فدیہ طلب فرمایا۔ تو انہوں نے کہا:

میرے پاس تو کوئی مال نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عباس (رضی اللہ عنہ) وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام فضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبد اللہ کا۔

انہوں نے کہا:

مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس کو میرے اور آپ ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (الوقایا حوال المصطفیٰ: ج: 1، ص: 317)

امام محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم تمیمی متوفی 354ھ لکھتے ہیں:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میرے پاس تو مال نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عباس (رضی اللہ عنہ) وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام فضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے اور اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبد اللہ کا۔

انہوں نے عرض کیا:

مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے لیے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

(الثقات: جز: 1، ص: 182) (اعلام النبوة: ص: 164)

علامہ یوسف بن اسماعیل النہانی متوفی 1350ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے یہ روایت اس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے کہ

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فدیہ لیا گیا تو انہوں نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! جب تک میں زندہ رہوں گا آپ ﷺ مجھے قریش کا فقیر بنا کر چھوڑیں گے۔

آپ ﷺ نے جواب دیا۔

آپ قریش کے فقیر کس طرح بنیں گے آپ نے تو سونے کے ڈھیرام الفضل کے حوالے کئے ہوئے ہیں۔ اور ان سے کہا کہ میں مارا جاؤں تو تاحیات تیرے لئے یہ سونا تجھے غنی رکھے گا۔

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کیونکہ جس بات کی آپ ﷺ خبر دے رہے ہیں اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔

امام ابن اسحاق اور امام بیہقی امام زہری رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین: ص: 346) (شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ: جز: 7، ص: 208)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی 942ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو درہم مقرر کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے پاس بالکل مال نہیں ہے۔

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے مل کر دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آگیا تو یہ مال میرے ان بیٹوں کا ہے۔ الفضل، عبد اللہ اور قثم۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اب یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس بات کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: جز: 4، ص: 69) (نیم الریاض فی شرح القاضی عیاض: جز: 4، ص: 197)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ بخدا! اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔ (خصائص الکبریٰ: جز: 1، ص: 341)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات اس کے علاوہ بھی کثیر ہیں جن کو شوق ہو کہ آپ رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات جانے جائیں وہ علامہ ابو بکر شیبانی متوفی 630ھ کی کتاب اسد الغابہ کا مطالعہ کریں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يُدْرِكُ الْإِمَامَ سَاجِدًا كَيْفَ يَضَعُ

باب: امام کو سجدہ میں پانے والا کیا کرے

یہ باب امام کو سجدہ میں پا کر اس کے ساتھ شامل ہونے کے متعلق ہے۔



759 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَهُمْ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي الْعَتَابِ وَابْنِ الْمُقْبَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جِئْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُودٌ فَاسْجُدُوا وَلَا تَعْدُوا هِيَ شَيْئًا وَمَنْ أَدْرَكَ الرُّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے واسطے آؤ اور سجدہ کر رہے ہو تو سجدہ کر لیا کرو اور اس کو گنا نہ کرو اور جس نے رکوع کو پالیا تو اس نے نماز کو پالیا۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 336، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 332، سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 458، مسند الصحابة فی الکتاب النسخة: ج: 1، ص: 306)

تشریح:

قوله اذا جئتم الى الصلوة ونحن سجدوا فاسجدوا

جب تم نماز کے واسطے آؤ اور ہم سجدہ کر رہے ہوں تو سجدہ کر لیا کرو۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب نمازی نماز پڑھنے آئے اور امام سجدہ کر رہا ہو تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے تاکہ اس کو سجدہ کی فضیلت حاصل ہو جائے اور ثواب حاصل کر لے اور مغفرت کا سبب بن جائے۔

جامع ترمذی میں ہے۔

واختار عبد الله بن المبارك ان يسجد مع الامام وذكر عن بعضهم فقال لعله لا يرفع راسه من

تلك السجدة حتى يغفر له

مگر یاد رہے کہ امام کے ساتھ جب سجدہ میں شریک ہوگا تو وہ رکعت کو نہیں پائے گا جب امام سلام پھیرے گا تو مقتدی اپنی اسی رکعت کے دوبارہ پڑھے گا۔

☆ قوله ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلوة

جس نے رکوع کو پالیا اس نے نماز کو پالیا۔

جمہور علماء اور آئمہ اربعہ کے نزدیک امام کو رکوع میں پانے سے رکعت مل جاتی ہے، ظاہر یہ اور بعض شوافع کے نزدیک امام کے ساتھ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ملتی۔

☆ قوله عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ وَالْجَبْهَةِ

باب: ناک اور پیشانی پر سجدہ کرنے کا بیان

یہ باب ناک اور پیشانی پر سجدہ کرنے کے حکم میں ہے۔

760 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نَالِ خُدْرِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُئِيَ عَلَى جَبْهَتِهِ وَعَلَى أَرْنَتِهِ أَثَرُ طِينٍ مِنْ صَلَاةٍ صَلَّاهَا بِالنَّاسِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ نَحْوَهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارکہ اور ناک مبارکہ پر نماز پڑھنے کے سبب مٹی کے اثرات ظاہر ہو گئے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تھی۔ محمد بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ ہمیں عبدالرزاق نے معمر سے اس کی مثل بیان کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 285)

تشریح:

ناک اور پیشانی پر سجدہ کرنے کے متعلق طویل بحث باب فی اعضاء السجود میں بیان کر دی گئی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

☆ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ صِفَةِ السُّجُودِ

باب: سجدہ کرنے کا طریقہ

یہ باب سجدہ کرنے کے طریقہ کے متعلق ہے۔

761 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَوَضَعَ يَدَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ عَجِيزَتَهُ وَقَالَ هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے سجدہ کا طریقہ بتاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا۔ اپنے گھٹنوں کے اوپر وزن ڈالا اور اپنی پیٹھ کو اٹھائے رکھا، ارشاد فرمایا کہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ سجدہ فرماتے تھے۔

(سنن الکبریٰ: ج: 3، ص: 115، سنن النسائی: ج: 4، ص: 298، شرح السنہ: ج: 1، ص: 469، شرح معانی الآثار: ج: 1، ص: 231)

762 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سجدہ میں اعتدال کیا کرو اور تم میں سے کوئی اپنی کلائیوں کو یوں نہ بچھائے جس طرح کتا بچھایا کرتا ہے۔

(سنن النسائی: ج: 4، ص: 296، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 253، مسند احمد: ج: 21، ص: 394، مسند الصحابة: ج: 18، ص: 27)

763 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ جَافَى بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى لَوْ أَنَّ بِهِمَةَ ارَادَتْ أَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ

حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ فرماتے تو اپنے بازوؤں کو الگ رکھا کرتے حتیٰ کہ اگر بکری کا بچہ ارادہ کرتا تو آپ ﷺ کے ہاتھوں کے نیچے سے گزر سکتا۔

(معجم الکبیر: ج: 23، ص: 435، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 121، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 351، سنن النسائی: ج: 4، ص: 282)

764 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ عَنِ التَّمِيمِيِّ الَّذِي يُحَدِّثُ بِالتَّفْسِيرِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهِ فَرَأَيْتُ

بَيَاضُ اِبْطِيْهِ وَهُوَ مُجَحِّ قَدْ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس پیچھے سے آیا تو میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا اور آپ ﷺ نے پیٹھ اقدس کو اونچا کیا ہوا تھا اور دونوں بازو جدا جدا تھے۔

(مشترک: جز: 1، ص: 351)

765 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبَادُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا اَحْمَرُ بْنُ جَزْءٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ جَافِي عَضْدِيْهِ عَنْ جَنْبِيْهِ حَتّٰى نَآوِيْ لَهُ

صحابی رسول ﷺ احمر بن جزء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ فرماتے تو اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 765)

766 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ ابْنِ حُجْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَفْتَرِشْ يَدَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ وَلْيَضُمْ فَخْذَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو کتے کی مانند اپنے بازوؤں کو زمین کے اوپر نہ بچھایا کرے اور نہ ہی ان کو رانوں سے ملایا کرے۔

(سنن ابی نعیم الکبریٰ: جز: 2، ص: 115، صحیح ابن حبان: جز: 5، ص: 244، صحیح ابن خزیمہ: جز: 1، ص: 328)

تشریح:

جب سجدہ کیا جائے تو اپنے دونوں بازوؤں کو کروٹوں سے علیحدہ رکھا جائے اور اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔

مسئلہ

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

مرد کے لئے سجدہ میں سنت یہ ہے کہ بازو کروٹوں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے اور کلاہیاں زمین پر نہ بچھائے مگر جب صف میں ہو تو بازو کروٹوں سے جدا نہ ہوں گے۔ (ہدایہ: جز: 1، ص: 51)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

عورت سمٹ کر سجدہ کرے یعنی بازو کروٹوں سے ملا دے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 75)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متونی 1161ھ لکھتے ہیں:

سجدہ میں ران کو پیٹ سے چپکا دینا یا ہاتھ سے بغیر عذر رکھی پسواڑ دینا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 109)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

☆ قوله عن میمونہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں آپ ﷺ کے عقد مبارکہ میں جن پاکیزہ عورتوں کو شرف حاصل ہوا ان میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متونی 855ھ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق لکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی پھر آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ پھر حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے، پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے، یہ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں جن سے آپ ﷺ کا نکاح بھی ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ ﷺ کے ساتھ شب زفاف گزارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ تفصیل قول مشہور کے مطابق ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ ﷺ سے پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں جن سے دخول کیا اور جن سے دخول نہیں کیا اور نکاح نہیں کیا اور جنہوں نے خود کو آپ ﷺ پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازواج سے آپ ﷺ کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی ترتیب اور اسماء درج ذیل ہیں۔

1- حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

2- حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

3- حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

4- حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا

5- حضرت ام سلمہ بنت بنت امیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہا

6- حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا۔ یہ غزوہ مریضہ میں قید ہو کر آئی تھیں۔

7- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

8- حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

9- حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا، یہ بنو قریظہ سے تھیں اور ایک قول ہے کہ بنو نضیر سے تھیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے پاس 6 ہجری میں قید ہو کر آئی تھیں آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جب آپ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو یہ فوت ہو گئیں اور آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

10- حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا

11- حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا، یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

12- حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا، نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا سے ذوالقعدہ 7 ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ سے دس میل دور سرف کے مقام پر نکاح کیا۔

13- حضرت فاطمہ بنت الضحاک رضی اللہ عنہا

14- حضرت اسماء بنت النعمان رضی اللہ عنہا

جن ازواج سے نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور جن سے صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی اور جن کو نکاح کا پیغام دیا اور نکاح نہیں ہوا۔

1- حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

2- حضرت کلابیہ رضی اللہ عنہا، آپ کا نام عمرہ بنت زید یا عالیہ بنت ظبیان ہے۔

زہری نے کہا:

نبی کریم ﷺ نے حضرت عالیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا رخصتی بھی ہوئی اور آپ ﷺ نے طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

رخصتی کے بغیر طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ فاطمہ بن الضحاک ہیں۔

زہری نے کہا:

آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تو آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

3- اسماء بنت النعمان رضی اللہ عنہا، آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور ان کو طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

انہوں نے پناہ مانگی تھی۔

4- قیلہ بنت قیس، ان کے بھائی نے ان کا آپ ﷺ سے نکاح کیا۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد یہ اور ان کا بھائی دونوں مرتد ہو گئے۔

5- ملیکہ بنت کعب۔

ایک قول یہ ہے کہ

انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ مانگی تھی۔

6- اسماء بنت الصلحت السلمیہ، نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے یہ فوت ہو گئیں۔

7- ام شریک ازدیہ، نبی کریم ﷺ نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی انہوں نے خود کو نبی کریم ﷺ کے لئے ہبہ کیا

تھا اور یہ ایک نیک خاتون تھیں۔

8- خولہ بنت ہذیل، نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا تھا مگر یہ آپ ﷺ تک پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئیں۔

9- شراف بنت الخالد، یہ حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی۔ یہ آپ ﷺ سے پہلے فوت ہو گئیں۔

10- لیلیٰ بنت الخطیم، نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا پھر انہوں نے علیحدگی طلب کی آپ ﷺ نے ان کو الگ کر

دیا۔

11- عمرہ بنت معاویہ الکندیہ، ان تک پہنچنے سے پہلے نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا۔

12- جندعیہ بنت جندب، نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی۔

13- غفاریہ، نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا پھر ان کے پہلو میں سفیدی دیکھی اور ان کو الگ کر دیا۔

14- ہند بنت یزید، ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی۔

15- صفیہ بنت بشامہ، یہ نبی کریم ﷺ کی قید میں تھیں آپ ﷺ نے ان کو اختیار دیا تو انہوں نے اپنے خاوند کو اختیار کر

لیا۔

16- حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب، نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا۔ انہوں نے کہا میں مصیبت زدہ

ہوں اور اپنا عذر پیش کیا آپ ﷺ نے ان کا عذر قبول کر لیا۔

17- ضباعہ بنت عامر، آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا یہ متکبر ہیں تو آپ ﷺ نے

ارادہ ترک کر دیا۔

18- حمزہ بنت عون مرنی، آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا ان کے والد نے کہا ان میں عیب ہے حالانکہ عیب نہ تھا پھر جب والد نے ان کو دیکھا تو ان کو برص ہو گیا۔

19- سودہ قرشیہ، رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے معذرت کر لی آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور رشتہ ترک کر دیا۔

20- امامہ بنت حمزہ بنت عبدالمطلب، ان کو آپ ﷺ پر پیش کیا گیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔

21- عرزہ بنت ابی سفیان بن حرب، ان کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ان کو پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی بہن یعنی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں۔

22- کلبیہ، نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا انہوں نے ناپسند کیا تو آپ ﷺ نے ارادہ ترک کر دیا۔

23- عرب کی ایک خاتون، ان کا نام معلوم نہیں ہوا، آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا۔

24- درۃ بنت ام سلمہ، آپ ﷺ کو ان کی پیش کش کی گئی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔

25- امیمہ بنت شراحیل، صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے۔

26- حبیبہ بنت سہل الانصاریہ، نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا پھر ترک کر دیا۔

27- فاطمہ بنت شریح، ابو عبیدہ نے ان کا نبی کریم ﷺ کی ازواج میں ذکر کیا ہے۔

28- حضرت عالیہ بنت ظبیان، نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق

دے دی۔ (عمدة القاری: ج: 3، ص: 215 تا 217)

رسول اللہ ﷺ کی گیارہویں زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا نام پہلے برہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ ان کی بڑی بہن کا نام ام الفضل لبابہ کبریٰ تھا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور چھوٹی بہن کا نام لبابہ صغریٰ تھا جو ولید بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابی اہم بن عبد العزی کے نکاح میں تھیں وہ مر گیا تھا اور یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ (الاصابہ: ج: 4، ص: 412)

امام محمد بن عبد البر مالکی متوفی 463ھ روایت کرتے ہیں۔

ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے بعد اگلے سال ذوالقعدہ 7ھ میں عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے وہاں جا کر آپ ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام پہنچایا تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے یہ معاملہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کا نکاح کر دیا۔ (الاستیعاب: جز: 4، ص: 407)

حافظ ابن عبد البر، حافظ عسقلانی، امام محمد بن سعد اور علامہ زرقانی سب نے اس نکاح کا سال 7ھ لکھا ہے لیکن علامہ محمد یوسف صالحی شامی متوفی 942ھ نے ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ نکاح محرم 8ھ میں مقام سرف پر ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ عمرہ قضا کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ (بل الہدیٰ والرشاد: جز: 11، ص: 208)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ علامہ زرقانی نے امام ابن اسحاق کے حوالہ سے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات 63ھ میں ہوئی ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم الاوسط میں معتمد سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ: جز: 3، ص: 252)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ لِلضَّرُورَةِ

باب: اس میں ضرورت کی وجہ سے رخصت

یہ باب سجدہ میں ضرورت کی وجہ سے اعضاء کو مخصوص ہیئت سے ہٹ کر رکھنے کے متعلق ہے۔

767 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اشْتَكَيْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَقَّةَ السُّجُودِ عَلَيْهِمْ إِذَا انْفَرَجُوا فَقَالَ اسْتَعِينُوا بِالرُّكْبِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے سجدوں میں مشقت کا شکوہ کیا جب وہ کھلے ہو کر سجدہ کرتے تھے تو ارشاد فرمایا کہ کہنیوں سے استعانت لیا کرو۔

(مسندک: جز: 1، ص: 352، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 116، صحیح ابن حبان: جز: 5، ص: 245)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ فِي التَّخْصُّرِ وَالْإِقْعَاءِ

باب: کوکھ پر ہاتھ رکھنا

یہ باب کوکھ پر ہاتھ رکھنے کے حکم میں ہے۔

768 حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ صَبِيحٍ الْحَنْفِيُّ قَالَ صَلَّى إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى خَاصِرَتَيْهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ هَذَا الصَّلْبُ فِي الصَّلَاةِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُ

سعید بن زیاد بن صبیح حنفی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کوکھ پر رکھ لیا پس جب نماز پڑھ لی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ نماز میں سولی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے روکا ہے۔

(سنن الکبریٰ: ج: 2، ص: 288، مسند احمد: ج: 12، ص: 109، مسند الصلیبۃ فی الکتب التسعة: ج: 17، ص: 113، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1)

(2:47)

تشریح: آئمہ اربعہ کا موقف

آئمہ اربعہ کے نزدیک کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔

علامہ عبدالرحمان الجزیری لکھتے ہیں۔

آئمہ اربعہ کے نزدیک یہ فعل مکروہ ہے۔ (المفہد علی المذہب الاربعہ: ج: 1، ص: 284)

امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ خصر فی الصلوٰۃ کا مطلب ہے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں: مشہور تفسیر یہی ہے۔ علامہ ہروی نے اس کی ایک تفسیر یہ کی ہے کہ آخر سورت سے ایک یا دو آیتوں کی مختصر تلاوت کرنا۔ دوسری یہ کہ جلدی جلدی قرأت کرنا۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا: اختصار فی الصلوٰۃ یہ ہے کہ تلاوت کے درمیان سے آیت سجدہ کو چھوڑ کر پڑھنا۔ علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ

اختصار کا معنی ہے ہاتھ میں عصا لے کر نماز پڑھنا۔ پہلے معنی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے سعید بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما نے نماز کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا ہے۔

اختصار کے معانی کی طرح اس سے ممانعت کی حکمت میں بھی اختلاف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن ہلال سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ ابلیس کو جب زمین پر اتارا گیا تو اس نے کوکھ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بنی اسرائیل کے ذکر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل بکثرت اختصار کرتے تھے (یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھتے تھے) تو آپ نے ان سے مشابہت کی بناء پر اس فعل سے منع فرمادیا۔

ابن شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ یہود سے مشابہت نہ اختیار کرو۔

امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے ایک روایت کی ہے کہ کوکھ پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کا آرام ہے۔

بنا برائیں اہل نار سے مشابہت کی بناء پر نماز میں اس فعل سے منع کر دیا۔

سعید بن منصور نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ رجز کرنے کا طریقہ ہے۔

علامہ مہلب نے بیان کیا ہے کہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔

علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ

یہ اہل مصائب کا فعل ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان حکمتوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حکمت کو ترجیح دی ہے یعنی یہودیوں سے مشابہت کی وجہ سے اس فعل سے منع کیا گیا۔ (فتح الباری: ج: 3، ص: 89)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

کمر پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی کمر پر ہاتھ نہ رکھنا چاہئے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 494)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْبُكَاءِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں رونا

یہ باب نماز میں رونے کے حکم میں ہے۔

769 حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَفِي صَدْرِهِ أَرِيْزٌ كَأَرِيْزِ الرَّحَى مِنَ الْبُكَاءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مطرف نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مقدسہ سے اس طرح رونے کی آواز نکل رہی تھی جس طرح چکی کی آواز ہوتی ہے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 396، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 251، سنن النسائی: ج: 4، ص: 457، شعب الایمان: ج: 2، ص: 362)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ الفاظ نقل کیے ہیں مگر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ ہانڈی کے پکنے اور جوش مارنے کی آواز نکلتی تھی۔

تشریح: فقہاء کرام کا اختلاف

اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ نماز میں رونا مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں۔

جمہور علماء آئمہ ثلاثہ نے فرمایا ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا ذکر آخرت، جنت و دوزخ کی وجہ سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اگر دنیاوی عوارض مرض کی وجہ سے تب آواز سے رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور شوائع کے نزدیک اگرچہ خوف

آخرت سے ہو یا کسی تکلیف کی وجہ سے نماز کو فاسد کر دیتا ہے بشرطیکہ رونے کی آواز میں کم از کم دو حروف پیدا ہو جائیں، اور حضرت شعبی، حضرت نخعی اور حضرت ثوری کے نزدیک بھی رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام 1161ھ لکھتے ہیں:

آہ، اوہ، اف، تف یہ الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے نکلے یا آواز سے رویا اور حرف پیدا ہوئے ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی اور اگر رونے میں صرف آنسو نکلے آواز حروف نہیں نکلے تو حرج نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 2، ص: 455)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جنت و دوزخ کی یاد میں اگر یہ الفاظ کہے تو نماز فاسد نہ ہوئی۔ (در مختار: ج: 2، ص: 456)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام کا پڑھنا پسند آیا اس پر رونے لگا اور ارے، نعم، ہاں، زبان سے نکلا کوئی حرج نہیں کہ یہ خشوع کے باعث ہے اور اگر خوش گلوئی کے سبب کہا تو نماز جاتی رہی۔ (در مختار: ج: 2، ص: 456)

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ

قوله عن مطرف رحمة الله عليه

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ تابعی بزرگ ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم حضرت عبداللہ بن شخیر، حضرت عثمان ابن ابی العاص اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت لیتے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ عامری بھری ہیں حضرت عثمان ابن ابی العاص اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما سے روایت لیتے ہیں 87 ستاسی کے بعد وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 608)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْوَسْوَاسَةِ وَحَدِيثِ النَّفْسِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں وساوس اور خیالات کی کراہیت

یہ باب نماز میں وساوس اور خیالات کی کراہیت کے متعلق ہے۔



770 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو حَدَّثَنَا هِشَامُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وَضُوءَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَا يَسْهُو فِيهِمَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے وضو کیا اور احسن طریقے سے وضو کیا پھر دو رکعتیں پڑھیں تو اس میں کوئی سہو نہ ہو تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 770)

771 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ وَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ يُقْبَلُ بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ عَلَيْهِمَا إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی اس طرح نہیں کہ وہ احسن طریقے سے وضو کرے اور دو رکعات نماز پڑھے اس میں دل و زبان سے متوجہ رہے مگر اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(شرح السنہ: ج: 1، ص: 243، مسند الصحابہ فی الکتاب المسجود: ج: 36، ص: 120، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 3)

تشریح:

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنا چاہئے کیونکہ جو شخص دل و زبان سے متوجہ رہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس سے کوئی بھول نہ ہو تو سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ

قوله عن زيد بن خالد الجهني رضي الله عنه

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں قیام رہا کئی احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ سمونی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ جہنی ہیں کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی۔ پچاس سال عمر ہوئی۔ 78 اٹھتر میں وفات ہوئی۔

(مرآة المناجیح: جز: 8، ص: 578)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الْفَتْحِ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں امام کو لقمہ دینا

یہ باب نماز میں امام کو لقمہ دینے کے مقام کے متعلق ہے۔

712 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَسَلِيمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ قَالَا أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى الْكَاهِلِيِّ عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ يَزِيدَ الْأَسَدِيِّ الْمَالِكِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَحْيَى وَرُبَّمَا قَالَ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَتَرَكَ شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْهُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَرَكْتَ آيَةً كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا أَذْكَرْتَنِيهَا قَالَ سُلَيْمَانُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ كُنْتُ أَرَاهَا نُسَخْتُ وَقَالَ سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْأَزْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُسَوَّرُ بْنُ يَزِيدَ الْأَسَدِيِّ الْمَالِكِيُّ

مسور بن یزید اسدی مالکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، یحییٰ نے بعض دفعہ کہا کہ ارشاد فرمایا کہ میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نماز میں تلاوت فرما رہے تھے آپ ﷺ نے کچھ سورتوں کو بھول کر نہ پڑھا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ یہ یہ آیات چھوڑ گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہ یاد کرائیں۔ سلیمان نے اپنی حدیث میں فرمایا میں نے خیال کیا کہ ہو سکتا ہے کہ منسوخ ہو گئیں۔ سلیمان فرماتے

ہیں کہ مجھے یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں مسور بن یزید الاسدی مالکی نے بیان کیا ہے۔
(سنن الکبریٰ: ج: 3، ص: 211، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 13، مسند احمد: ج: 23، ص: 29، معرۃ السنن والاثر للبیہقی: ج: 5، ص: 5)

(122)

713 حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ ابْنُ زُبَيْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَوةً فَقَرَأَ فِيهَا فَلَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِأَبِي أَصَلَيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز ادا فرمائی تو اس میں قرأت کی تو آپ ﷺ پر التباس ہو گیا۔ پس جب آپ ﷺ نے فراغت پائی تو حضرت ابی بنی اللہؓ کو ارشاد فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کو کس چیز نے بتانے سے روکا۔

(شرح السنہ: ج: 1، ص: 166، مسند الصحابة فی الکتاب النسخہ: ج: 17، ص: 144)

تشریح:

امام کو نماز میں آگے پڑھنے سے کوئی مانع پیش آئے تو مقتدی اس کو لقمہ دے سکتا ہے مگر لقمہ دینے کے چند اصول ہیں۔
اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ متوفی 1340ھ لقمہ دینے کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہو جائے گا۔

1- امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

فی الفور لقمہ دینا مکروہ ہے۔

ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسد معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسد معنی نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو، وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ الجھ جاتے اور کچھ حروف اس گھبراہٹ میں ان سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جن سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ ان کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا۔

2- قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔ اور بے شک آج کل بہت حفاظ کا شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقتاً یہود کے اس فعل میں داخل ہے ”اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو“

3- اپنا حفظ جتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ پر رو کنار یا ہے اور ریاء حرام ہے خصوصاً نماز میں۔

4- جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعد سلام تحقیق کر لیا جائے۔ اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فہما اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل ختم کے لئے حافظ اتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کر لے گا۔ حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقتاً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسد نماز مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو میح میں شک ہو اور محرم موجود ہے لہذا حرام ہو واجب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اس کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہو سکتا۔

5- غلطی کا مفسد معنی ہونا بنائے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے، ہندوستان میں جو علماء گئے جاتے ہیں ان میں چند ہی ایسے ہو سکیں کہ نماز پڑھتے ہیں اس پر مطلع ہو جائیں ہزار جگہ ہوگا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقتاً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز اور جو ریاء و تشویش چاہیں ان کو روکا جائے نہ مانیں تو ان کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موزی ہیں اور موزی کا دفع واجب۔

در مختار میں ہے:

ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ زبان سے ایذا دے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج 7، ص 286 تا 288)

واللہ تعالیٰ اعلم

آیا لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں

لقمہ دینا جائز ہے جب امام نماز میں یا قرأت میں غلطی کرے اگرچہ وہ فرض نماز ہو واجب یا نفل۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ مستوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

امام جب نماز یا قرأت میں غلطی کرے تو اسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل، اور اس میں سجدہ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں۔ ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحان اللہ کہنے کی دیر چپکا کھڑا رہا تو سجدہ سہو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اس نے محض جہالت برقی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: ج 7، ص 288)

واللہ تعالیٰ اعلم

ایک اور جگہ سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدہ سہو نہیں آتا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 7، ص: 289)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اپنے امام کو لقمہ دینا اور امام کا لقمہ لینا مفسد نہیں۔ ہاں اگر مقتدی نے دوسرے سے سن کر جو نماز میں اس کا شریک نہیں ہے لقمہ دیا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز گئی اور امام نے نہ لیا تو صرف اس مقتدی کی گئی۔ (درمختار: جز: 2، ص: 461)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

لقمہ دینے والا قرأت کی نیت نہ کرے بلکہ لقمہ دینے کی نیت سے وہ الفاظ کہے۔ (درمختار: جز: 2، ص: 461)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

فورا ہی لقمہ دینا مکروہ ہے تھوڑا توقف چاہئے کہ شاید امام خود نکال لے مگر جبکہ اس کی عادت اسے معلوم ہو کہ رکنا ہے تو بعض ایسے حروف نکلتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو فوراً بتائے یونہی امام کو مکروہ ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے بلکہ کسی دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جائے یا دوسری آیت شروع کر دے بشرطیکہ اس کا وصل مفسد نماز نہ ہو اور اگر بقدر حاجت پڑھ چکا ہے تو رکوع کر دے، مجبور کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بار بار پڑھے یا ساکت کھڑا رہے۔ (ردالمحتار: جز: 2، ص: 462)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

لقمہ دینے والے کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں مراہق بھی لقمہ دے سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 99)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّلْقِينِ

باب: لقمہ دینے کی نہی

یہ باب لقمہ دینے کی نہی کے متعلق ہے۔



774 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْفَرِّيَابِيُّ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي اسْحَقَ عَنْ أَبِي اسْحَقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ لَا تَفْتَحْ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو اسْحَقَ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الْحَارِثِ إِلَّا أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ لَيْسَ هَذَا مِنْهَا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ) نماز میں امام کو لقمہ نہ دیا کرو۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو اسحاق نے حارث سے سماعت نہیں کی سوائے چار احادیث کے یہ ان میں سے نہیں ہے۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 774)

تشریح:

یہ حدیث مبارکہ پچھلے باب کی احادیث مبارکہ کے خلاف ہے۔

سابقہ باب کی احادیث مبارکہ میں لقمہ دینے کا حکم تھا اور اس میں ممانعت کا حکم ہے۔ بہر حال امام ابو داؤد رحمہ اللہ اس میں خود فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ ابو اسحاق نے یہ حدیث حارث سے سنی ہی نہیں۔ اس حدیث مبارکہ کی سند حارث اعمور ہے جس کو کذاب کہا گیا ہے۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

”كان غالباً في التشيع“

مزید یہ کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ کے خلاف ہے جس کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ جس میں ہے کہ جب تم سے امام لقمہ مانگے تو اس کو لقمہ دے دیا کرو۔ لہذا جب بھی امام کو کہیں لقمہ کی ضرورت پڑے تو مقتدی کو چاہئے کہ امام کو لقمہ دے دے۔

☆ قوله عن علي رضي الله عنه

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں ادھر ادھر دیکھنا

یہ باب نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے حکم میں ہے۔

775 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْأَخْوَصِ يُحَدِّثُنَا فِي مَجْلِسِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَإِذَا التَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتا ہے اس حال میں کہ وہ نماز میں ہو جب تک وہ ادھر ادھر التفات نہ کرے جب ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی توجہ ہٹا لیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحديث: 775)

776 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ عَنِ الْأَشْعَثِ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں آدمی کے ادھر ادھر التفات کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ شیطان کا اچک لینا ہے جو کہ بندے کی نماز میں اچک لیتا ہے۔

(متدرک: ج: 1، ص: 362، سنن البیہقی: الصغری: ج: 1، ص: 494، سنن ترمذی: ج: 2، ص: 461، سنن النسائی: ج: 4، ص: 433)

تشریح:

نماز میں ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ مستوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

(نماز میں) ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر منہ نہ پھیرے صرف کنکھوں سے ادھر ادھر بلا حاجت دیکھے تو کراہت تنزیہی ہے اور نادرا کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاً حرج نہیں۔

نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت: ج: ۱، ص: 626)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سینہ کو قبلہ سے پھیرنا مفسد نماز ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو یعنی جبکہ اتنا پھیرے کہ سینہ خاص جہت کعبہ سے پینتالیس درجے ہٹ جائے اور اگر غور سے ہو تو مفسد نہیں مثلاً حدث کا گمان ہوا اور منہ پھیرا ہی تھا کہ گمان کی غلطی ظاہر ہوئی تو مسجد سے اگر خارج نہ ہوا ہو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (در مختار: ج: 2، ص: 468)

☆ قوله هو اختلاس يختلسه الشيطان من صلوٰۃ العبد

اختلاس کا معنی ہے اچک لینا اور کسی سے کوئی چیز تیزی سے چھین لینا۔ یہاں پر خشوع کا چھین لینا مراد ہے یعنی جو شخص نماز میں کسی دوسری چیز کی طرف التفات کرتا ہے تو گویا یوں سمجھے کہ شیطان نے اس شخص کی نماز کا خشوع اچک لیا ہے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

خیال رہے کہ نماز میں کعبہ سے سینہ پھر جانا نماز کو توڑ دیتا ہے صرف چہرہ پھرنا مکروہ ہے کنکھیوں سے ادھر ادھر دیکھنا خلاف مستحب، یہاں التفات سے غالباً دوسرے معنی مراد ہیں جو مکروہ ہیں ممکن ہے تیسرے معنی مراد ہوں۔ ابھی معاویہ ابن حکم کی روایت میں گزر چکا کہ صحابہ نے ان کو گوشہ چشم سے دیکھا۔

بعض روایات میں ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی اس طرح دیکھتے تھے وہ سب بیان جواز کے لئے اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے لہذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 2، ص: 122)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ

☆ قوله قال ابو ذر رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اسلام لانے والوں میں آپ رضی اللہ عنہ چوتھے تھے ایک قول پانچویں کا بھی ہے۔ بہت متقی تھے کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار بن ملیل بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

آپ ﷺ کی کنیت ابو ذر اور آپ ﷺ کا تعلق غفار قبیلہ سے ہے جس وقت نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے یہ اسلام لے آئے تھے اسلام لانے والوں میں یہ چوتھے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پانچویں تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کیا۔ اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ اپنی قوم کے شہر میں گئے اور نبی کریم ﷺ کی ہجرت کرنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آگئے، غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق گزر گئے پھر حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے تک آپ ﷺ کے مصاحب رہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اعلان نبوت سے تین سال پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی تھی آپ ﷺ نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ حق بات کہنے پر کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ خواہ وہ بات کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زمین و آسمان میں (حضرت) ابو ذر (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ کوئی سچا نہیں

ہے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابو ذر (رضی اللہ عنہ) زمین پر چلتے ہیں درآں حالیکہ وہ زہد میں عیسیٰ ابن مریم ہیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے 31ھ میں ربزہ کے ویرانہ میں وفات پائی۔

آپ ﷺ کی زوجہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو میں رونے لگی۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

کیوں روتی ہو؟

میں نے کہا:

تم ایک صحرا میں سفر آخرت پر جا رہے ہو یہاں تم کو کفن دینے کے لئے کوئی نیا کپڑا بھی نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں ایک بشارت سناتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے چند اشخاص کے سامنے فرمایا جن میں ایک میں بھی تھا۔ تم میں ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی۔ ان اشخاص میں سے

میرے علاوہ سب لوگ آبادی میں مرچکے ہیں اور اب میں صرف باقی رہ گیا ہوں اس لیے یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے تم سے جھوٹ نہیں کہا اس لیے جاؤ راستہ پر دیکھو ضرور غیبی امداد آتی ہوگی۔

میں نے کہا:

اب تو حجاج بھی واپس جا چکے ہیں اور راستہ بند ہو چکا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

نہیں جا کر دیکھو۔

وہ فرماتی ہیں کہ

میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تیماردازی بھی کرتی اور ٹیلہ پر بھی جا کر دیکھتی آخر کچھ دیر بعد دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیے۔ میں نے اشارہ کیا وہ لوگ تیزی سے میرے پاس آئے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

یہ کون ہیں؟

میں نے کہا:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔

انہوں نے کہا:

صحابی رسول؟ (رضی اللہ عنہ وسلم)

میں نے کہا:

ہاں! وہ لوگ ”ان پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں“ کہہ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی سنائی پھر وصیت کی کہ اگر میرے پاس یا میری بیوی کے پاس کفن کے مطابق کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھے کفن دینا اور یہ قسم دی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو وہ مجھے کفن نہ دے۔ اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے سوا ہر شخص کسی نہ کسی عہدہ پر رہ چکا تھا۔

اس نوجوان نے کہا:

چچا میرے پاس ایک چادر ہے۔ اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جن کو میری والدہ نے کات کر بنایا ہے۔ میں آپ ﷺ کو ان میں کفن دوں گا۔ سو اسی جوان نے آپ ﷺ کو کفن دیا ان سواروں میں مشہور صحابی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی صحرا کے ایک گوشہ میں آپ ﷺ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: ج ۱: ص ۳۰۱ تا ۳۰۳)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

باب: ناک پر سجدہ کرنا

یہ باب ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق ہے۔

(مسند الصحابة في الكتب الستة: ج: 21، ص: 59)

تشریح

☆ قوله عن سعيد الخدري رضي الله عنه

حضرت سعید خدری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ النَّظَرِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں نظر کرنا

یہ باب نماز میں کسی چیز کے دیکھنے یا ادھر ادھر نظر کرنے کے حکم میں ہے۔

778 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَ هَذَا حَدِيثُهُ وَهُوَ أَتَمُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيْبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرْفَةَ الطَّائِي عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُثْمَانُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَرَأَى فِيهِ نَاسًا يُصَلُّونَ رَافِعِي أَيْدِيهِمْ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالُ يَشْخَصُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ مُسَدَّدٌ فِي الصَّلَاةِ أَوْ لَا تَرْجِعْ إِلَيْهِمْ أَبْصَارُهُمْ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو اس کے اندر ملاحظہ فرمایا کہ چند لوگ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں پھر دونوں راویوں کا اتفاق ہو گیا ارشاد فرمایا کہ لوگ آسمان کی جانب دیکھنے سے رک جائیں۔ مسد فرماتے ہیں کہ نماز میں دیکھنے سے ان کی بینائی واپس نہ لوٹنا بھی ہو سکتا ہے۔

(مسند ابی یعلیٰ: جز: 13، ص: 384، مسند الصحابہ فی الکتاب النسخة: جز: 35، ص: 48)

779 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ فِي صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ فَقَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ

قتادہ سے روایت ہے کہ ان کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسی قوم کی کیا حالت ہے کہ وہ اپنی نماز میں نظر اٹھاتے ہیں۔ پس شدت سے ارشاد فرمایا کہ اس سے رک جائیں ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 282، سنن دارمی: جز: 4، ص: 97، سنن النسائی: جز: 4، ص: 429، شرح البیہقی: جز: 1، ص: 182)

780 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هَذِهِ اذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأَتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّتِهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الزِّنَادِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ وَآخِذَ كُرْدِيًّا كَانَ لِأَبِي جَهْمٍ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الْخَمِيصَةُ كَانَتْ خَيْرًا مِنْ الْكُرْدِيِّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چادر سے نماز ادا فرمائی جس کے اندر اعلام تھے۔ ارشاد فرمایا اس اعلام نے مجھے بھلا دیا تھا جاؤ اسے ابو جہم کو دے دو اور میرے واسطے کھل لے آؤ۔ یہی خبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ابو جہم کی کردی چادر لے لی تو کہا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی چادر کردی سے بہتر تھی۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 10، ص: 393، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 282، سنن النسائی: ج: 3، ص: 234)

تشریح: نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا

☆ فقال لينتهن رجال يشخصون ابصارهم الى السماء..... الخ

فرمایا کہ وہ لوگ آسمان کی طرف دیکھنے سے باز آجائیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں نماز کے دوران آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے پر شدید وعید ہے اور اس ممانعت پر اجماع ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

نماز کے علاوہ دعا کے دوران آسمان کی طرف دیکھنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ شریح نے اس کو بھی مکروہ کہا ہے اور

کثر علماء کرام نے جائز کہا ہے۔

انہوں نے کہا:

آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسا کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (ذاریات: 22)

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

مسئلہ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا مکروہ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت: جز: 1، ص: 626)

☆ قوله رسول الله ﷺ المسجد فرأى فيه ناسا يصلون رافعي ايديهم..... الخ

اشکال

اشکال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فعل رفع ایدی الی السماء ہے اور وعید فرما رہے ہیں رفع بصر الی السماء کی؟

جواب

اس حدیث میں کسی راوی سے اختصار ہوا ہے وہ اس طرح ہے کہ روایت میں یوں ہوگا ”فرأى فيه ناسا يصلون رافعي ايديهم و ابصارهم الی السماء“ جیسا کہ اگلی روایت میں ہے راوی نے اختصار کیا اور صرف ایک جز کو ذکر کر دیا۔ یا یوں کہا جائے کہ دو احادیث مبارکہ کے درمیان اختلاط ہو گیا ہے۔ راوی نے ایک ٹکڑا اس حدیث مبارکہ کا لے لیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری حدیث مبارکہ کا لے لیا جس کی وجہ سے دو روایتیں جمع ہو گئیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

قوله عن جابر بن سمره رضى الله عنه

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو عبد اللہ عامری ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی۔ 74 چوتھریں وفات ہے۔ ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ لیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 525)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: اس میں رخصت

یہ باب دیکھنے کی رخصت کے متعلق ہے۔

781 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَامٍ عَنْ زَيْدِ اللَّهِ سَمِعَ أَبَا سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي السَّلُولِيُّ هُوَ أَبُو كَبْشَةَ عَنْ سَهْلِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ ثَوَّبَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي صَلَاةَ الصُّبْحِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشَّعْبِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَانَ أَرْسَلَ فَأَرْسَلَ إِلَى الشَّعْبِ مِنَ اللَّيْلِ يَحْرُسُ

حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی یعنی صبح کی نماز کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور گھاٹی کی جانب ملاحظہ فرما رہے تھے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھاٹی کی جانب رات کو حارسین کو دیکھ بھال کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 348، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 181، مسند الصحابۃ فی الکتاب التسعۃ: جز: 46، ص: 134)

تشریح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک جگہ قیام فرمایا تو پہرہ دینے کے لئے ایک صحابی جن کا نام حضرت انس بن مرشد الغنوی رضی اللہ عنہ ہے اس کو سامنے ایک گھاٹی میں رات گزارنے کے لئے بھیجا تھا صبح جب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صحابی کی واپسی کا انتظار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی استفسار فرماتے تھے اور خود بھی بار بار اس پہاڑی کی جانب نظر اٹھا کر دیکھتے تھے حتیٰ کہ نماز میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف دیکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں بار بار گھاٹی کی طرف دیکھنا نماز کو فاسد نہ کیا اور نہ ہی نماز میں کوئی فرق آیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہم سے جدا ہیں۔ ہمارے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان برابری کی کیا مجال ہے۔ ہم امتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول، امتی رسول کا محتاج ہوتا ہے جس کا رسول حکم فرمادے امتی پر فرض و واجب ہوتا ہے کہ رسول کی اتباع کرے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا انکار کرنا کفر ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ دیکھو ”یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول“ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے لئے اطیعوا الگ صیغہ استعمال فرمایا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے الگ، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا انکار کرنا کفر ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سهل بن حنظليه رضى الله عنه

حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ بیعت الرضوان میں شریک تھے بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ حنظلہ یا تو آپ رضی اللہ عنہ کی دادی ہیں یا ماں، آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ربیع ابن عمرو ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیعت الرضوان میں شریک تھے آپ رضی اللہ عنہ دنیا سے کنارہ کش عبادت ریاضات میں مشغول تھے اولاد کوئی نہیں ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ (مرآة المناجیح: ج: 8، ص: 583)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کوئی عمل کرنا

یہ باب نماز میں کوئی فعل کرنے سے نماز کے حکم کے متعلق ہے۔

782 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا

عمرو بن سلیم زرقی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ نے امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو اٹھایا ہوا تھا۔ پس جب سجدہ کرتے تو ان کو بٹھا دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھالیا کرتے۔

(سنن البیہقی الصغری: ج: 1، ص: 525، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 364، شرح السنہ: ج: 1، ص: 182، صحیح البخاری: ج: 2، ص: 334)

783 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرْقِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ ابْنِ الرَّبِيعِ وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ صَبِيَّةٌ يَحْمِلُهَا عَلَى عَاتِقِهِ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ عَلَى عَاتِقِهِ يَضَعُهَا إِذَا رَكَعَ وَيُعِيدُهَا إِذَا قَامَ حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ يَفْعَلُ ذَلِكَ بِهَا

عمر بن سلیم زرقی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے پاس قدم رنجہ فرمایا اس حال میں کہ امامہ بنت ابوالعاص بن ربیع کو اٹھایا ہوا تھا اور اس کی والدہ محترمہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ تھیں وہ بچی تھیں جن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اس حال میں کہ ان کو اپنے شانہ اقدس پر اٹھائے رکوع کے دوران ان کو بٹھادیا اور قیام فرمانے کے دوران اٹھالیا حتیٰ کہ اپنی نماز کو مکمل فرمانے تک ان کے ساتھ اسی طرح کرتے رہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۱، ص: ۱۲۷، سنن النسائی: ج: ۳، ص: ۱۲۷، صحیح ابن حبان: ج: ۳، ص: ۳۹۴، مسند احمد: ج: ۴۶، ص: ۷۹)

784 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرْقِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لِلنَّاسِ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عُنُقِهِ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَمْ يَسْمَعْ مَخْرَمَةَ مِنْ أَبِيهِ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا

عمر بن سلیم زرقی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوقنادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا اور امامہ بنت ابی العاص آپ ﷺ کی گردن اقدس پر تھیں پس جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو ان کو بٹھادیا کرتے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مخرمہ نے اپنے والد محترم سے سوائے ایک حدیث کے کوئی نہ سنی۔

(صحیح ابن خزیمہ: ج: ۱، ص: ۳۸۳، صحیح مسلم: ج: ۳، ص: ۱۵۲، مسند ابی عوانہ: ج: ۱، ص: ۴۶۹، مسند الصحابة فی الکتاب التمتع: ج: ۳۵، ص: ۴۴۱)

(441)

785 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرْقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ فِي الظُّهْرِ أَوْ الْعَصْرِ وَقَدْ دَعَاهُ بِلَالٌ لِلصَّلَاةِ إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ بِنْتُ ابْنَتِهِ

عَلَىٰ عُنُقِهِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مُصَلَّاهُ وَقُمْنَا خَلْفَهُ وَهِيَ فِي مَكَانِهَا
الْيَدَىٰ هِيَ فِيهِ قَالَ فَكَبَّرَ فَكَبَّرْنَا قَالَ حَتَّىٰ إِذَا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
يَرْكَعَ أَخَذَهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ حَتَّىٰ إِذَا فَرَغَ مِنْ سُجُودِهِ ثُمَّ قَامَ أَخَذَهَا فَرَدَّهَا فِي
مَكَانِهَا فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ بِهَا ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّىٰ فَرَغَ
مِنْ صَلَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحابی رسول حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ظہر یا عصر کی نماز کے واسطے رسول اللہ ﷺ کے منتظر تھے اور
آپ ﷺ کو نماز کے واسطے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بلایا جب آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو امامہ بنت
ابی العاص آپ ﷺ کی گردن مبارکہ پر تھیں جو آپ ﷺ کی بیٹی کی بیٹی تھیں (یعنی نواسی) پس رسول اللہ ﷺ
نے نماز پڑھانے کے واسطے مصلیٰ پر قیام فرمایا اور ان کو وہیں رکھا جہاں پر تھیں۔ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تکبیر
کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے رکوع کا ارادہ فرمایا تو ان کو پکڑ کر بٹھا دیا پھر اٹھے اور سجدہ
کیا حتیٰ کہ جب سجدے سے فراغت پائی تو پھر قیام کر کے ان کو اٹھالیا اور اسی طرح ہی اٹھالیا۔

ہر رکعت میں رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے نماز سے فراغت پالی۔

(شرح السنۃ: ج: 1، ص: 183، مسند الصحابہ فی الکتاب السنۃ: ج: 35، ص: 444)

786 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ
ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوا
الْأَسْوَدِينَ فِي الصَّلَاةِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دو کالوں سانپ اور بچھو کو نماز میں مار دیا کریں۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: ج: 1، ص: 526، سنن الترمذی: ج: 2، ص: 147، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 423، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 116)

787 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ وَهَذَا لَفْظُهُ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا
بُرْدٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ أَحْمَدُ يُصَلِّي وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ قَالَ أَحْمَدُ فَمَشَى فَفَتَحَ
لِي ثُمَّ رَجَعَ إِلَىٰ مُصَلَّاهُ وَذَكَرَ أَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ نماز ادا فرما رہے تھے

اور دروازہ بند کیا ہوا تھا میں آئی میں نے دروازے کو کھولنے کے لئے عرض کیا آپ ﷺ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے تشریف لا کر میرے واسطے دروازے کو کھول دیا پھر اپنے مصلیٰ کی جانب پلٹ گئے اور ذکر کیا کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔

(سنن الترمذی: ج: 2، ص: 477، سنن دارقطنی: ج: 5، ص: 92، مسند احمد: ج: 52، ص: 364، معرفۃ السنن والاثر للشیخ: ج: 3، ص: 303)

تشریح: نماز میں بچہ کو اٹھانا

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں بچہ کو گود میں اٹھانا جائز ہے جبکہ اس کے لئے عمل کثیر نہ کرنا پڑے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نوافل میں بچہ کو اٹھالینا جائز ہے فرائض میں نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل فرض نماز میں تھا کیونکہ ابوداؤد میں ہے کہ یہ نماز ظہر یا عصر کی تھی اس لیے مالکیہ کہتے ہیں کہ یا تو یہ عمل ان فی الصلوٰۃ شغلا سے منسوخ ہے یا حضور انور ﷺ کی خصوصیت پر محمول ہے لیکن چونکہ اس عمل میں عمل کثیر نہیں ہے اس لیے اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ (تاریخ یعقوبی: ج: 1، ص: 375)

نماز میں سانپ اور بچھو کو مارنا

☆ قوله اقتلوا الاسودین فی الصلوٰۃ الحیۃ والعقرب
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو کالے جانوروں سانپ اور بچھو کو نماز میں مار دیا کریں۔
سانپ اور بچھو کو مارنا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ سامنے سے گزرے اور ایذا دینے کا خوف ہو ورنہ مکروہ ہے۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متونی 1161ھ لکھتے ہیں:
سانپ، بچھو کو نماز میں مارنا اس وقت مباح ہے کہ سامنے سے گزرے اور ایذا دینے کا خوف ہو اور اگر تکلیف پہنچانے کا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 103)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متونی 1161ھ لکھتے ہیں:
سانپ، بچھو مارنے سے نماز نہیں جاتی جبکہ نہ تین قدم چلنا پڑے نہ تین ضرب کی حاجت ہو ورنہ جاتی رہے گی مگر مارنے کی اجازت ہے اگرچہ نماز فاسد ہو جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 103)

حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ

☆ قوله زینب ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا وہ اسلام نہیں لائے تھے۔ غزوہ بدر میں ابوالعاص قید ہو گئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کی رہائی کے لئے جو فدیہ بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا دل بھر آیا اور مسلمانوں نے وہ ہار واپس بھیج دیا اور ابوالعاص کو رہا کر دیا۔

غزوہ بدر کے بعد نبی کریم ﷺ نے ابوالعاص سے ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے علیحدہ ہو جائیں۔ محرم سات ہجری میں ابوالعاص مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاه اور حضور انور ﷺ نے نکاح سابق سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کو لوٹا دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آٹھ ہجری کے اوائل میں وصال فرما گئیں۔ حضور انور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین کا اہتمام فرمایا۔ بخاری اور مسلم میں اس کا ذکر ہے۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دو بچے ہوئے۔ صاحبزادہ کا نام علی تھا وہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنے والد کی حیات میں وصال فرما گئے۔ (الاصابہ: ج: 4، ص: 312)

اور صاحبزادی حضرت امۃ بنت العاص رضی اللہ عنہا نے کافی عمر پائی۔ سیدتنا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے حضرت امۃ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے حضرت امۃ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت امۃ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ حضرت امۃ رضی اللہ عنہا کی نہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اولاد ہوئی نہ حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے اولاد ہوئی اور اس طرح آل زینب رضی اللہ عنہا میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ (الاصابہ: ج: 4، ص: 236)

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں

رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔

1- حضرت زینب رضی اللہ عنہا، 2- حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

3- حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، 4- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مفصل ذکر آچکا ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بعثت سے سات سال پہلے پیدا ہوئیں۔ بعثت سے پہلے عتبہ بن ابی لہب سے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو چکا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ حضور انور ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے پر مجبور کر دیا۔ حضور انور ﷺ نے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں آپ سے پہلے ایک ناتمام بچہ ہوا اس کے بعد ایک صاحبزادہ ہوا جس کا نام عبداللہ لکھا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دنیا کو چھ برس شرف بخشے کے بعد راہی فردوس ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ غزوہ بدر کے ایام میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کچھ عرصہ علیل رہ کر جنت نشین ہو گئیں۔ (الاصابہ: ج: 4، ص: 299)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح بعثت سے پہلے ہو چکا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اعلان نبوت کے بعد عتیبہ نے ابولہب کے اصرار سے آپ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد تین ہجری میں حضور انور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا چھ سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں رہیں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ نو ہجری کو آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو لحد میں اتارا۔ رضی اللہ عنہا وارضاه (استیعاب علی ہاشم الاصابہ: ج: 4، ص: 486)

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

رسول اللہ ﷺ کی چوتھی صاحبزادی سیدتنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بعثت کے ایک سال بعد پیدا ہوئیں۔ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے الصواعق المحرقة میں اور علامہ عبد الوہاب شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو حیض اور نفاس سے پاک رکھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں سب سے افضل چار عورتیں ہیں۔

1- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، 2- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

3- حضرت مریم رضی اللہ عنہا، 4- اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا

بخاری شریف میں ہے کہ سرکار رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کا سلسلہ نسب صرف اولاد فاطمہ سے قائم ہے کیونکہ آپ ﷺ کی باقی اولاد یا زندہ نہیں رہیں جیسے صاحبزادگان یا ان سے اولاد نہیں ہوئی جیسے تین بڑی صاحبزادیاں، پندرہ سال کی عمر میں آپ ﷺ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غزوہ احد کے بعد ہوا۔ آپ ﷺ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یادگار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد آپ ﷺ نے جنت کو مشرف فرمایا۔ (الاصابہ: ج: 3، ص: 377)

علامہ محمد بن محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی ہیں اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی چھوٹی صاحبزادیاں ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں زیادہ کم عمر کون ہے۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ جنگ احد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کر دی۔ جس وقت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی کی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی نسل کا سلسلہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے جاری ہے کیونکہ آپ ﷺ کے صاحبزادے صغریٰ میں فوت ہو گئے اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں علی پیدا ہوئے لیکن وہ بھی صغریٰ میں فوت ہو گئے اور امامت بنت ابی العاص پیدا ہوئیں۔ ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔ پھر مغیرہ بن نوفل نے شادی کی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نسل ختم ہو گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے رسول اللہ ﷺ کو پیغام دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیغام کو مسترد کر دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

میرے پاس اس زرہ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر ہوئی تو وہ رونے لگیں۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! کیوں روتی ہو؟ بخدا میں نے تمہارا اس شخص سے نکاح کیا ہے جس کا علم سب سے زیادہ ہے جو علم میں سب سے افضل ہے جو سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میرے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ (احزاب: 33)

اے رسول کے گھر والو! اللہ تعالیٰ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر دے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور
ارشاد فرمایا یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیوں نہیں! انشاء اللہ عز وجل!

جمیع بن عمیر تمیمی سے روایت ہے کہ

میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے پوچھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون سب سے زیادہ محبوب تھا!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

فاطمہ (رضی اللہ عنہا)!

پوچھا گیا۔

مردوں میں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کا خاوند! تمہیں معلوم ہے کہ وہ بے شک بکثرت روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ قیام کرنے والے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمہارے غضب سے غضب ناک ہوتا ہے اور تمہاری رضا سے راضی ہوتا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن پردے کی اوٹ سے ایک منادی ندا کرے گا۔ اے اہل محشر اپنی نگاہیں جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد گزر جائیں۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں جنازہ کھالے جانے کو ناپسند کرتی ہوں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا:

اے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی! میں نے سرزمین حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا ہے کہ جنازہ کی چار پائی پر درخت کی شاخیں ڈال کر اس پر کپڑا ڈال دیتے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس طریقہ کو پسند کیا۔ اور ارشاد فرمایا:

جب میری وفات ہو جائے تو تم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مل کر مجھے غسل دینا اس کے علاوہ اور کوئی شخص داخل نہ ہو۔ سو ایسا ہی ہوا۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اسلام میں وہ پہلی بزرگ تھیں جن کے جنازہ کو اوپر سے ڈھانپ کر لے جایا گیا۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ ان کورات میں دفن کیا جائے۔ سو ایسا ہی کیا گیا آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے اتارا تھا۔ تین رمضان 11ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی تیس سال عمر تھی۔ (اسد الغابہ: ج 5: ص 519-524)

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کثیر احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10305)

حدیث مبارکہ: 2

روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے انس رضی اللہ عنہ! کیا تم جانتے ہو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس صاحب عرش کا کیا پیغام لائے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کا نکاح حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دوں۔

(البیان والتعرف: رقم الحدیث: 1803)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل (علیہ السلام) ہیں جو مجھے یہ بتا رہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس

نکاح میں شریک کیا گیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو۔ پھر دلکش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں

اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحفہ دیں گے۔ (الریاض النضرۃ: ج 3: ص 146)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایک فرشتے نے آکر کہا۔ اے محمد مصطفیٰ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) پر سلام بھیجا ہے اور ارشاد

فرمایا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کا نکاح ملاء اعلیٰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے۔

پس آپ ﷺ زمین پر بھی فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کا نکاح (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی: ص 72)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے سیدتنا فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ باری تعالیٰ! میں (اپنی) اس (بیٹی) اور اس کی

اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1021)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی کی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے ملے بغیر کوئی عمل نہ کرنا پھر آپ ﷺ نے پانی منگوایا۔ اس سے وضو کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پانی ڈال کر ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! ان دونوں کے حق میں برکت اور ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان دونوں کے لئے ان کی اولاد میں برکت عطا فرما۔

(سنن نسائی، رقم الحدیث: 258)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت مسور بن محزمہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنائی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا۔ بنی ہشام بن مغیرہ نے اپنی بیٹی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رشتہ کرنے کی مجھ سے اجازت مانگی ہے میں ان کو اجازت نہیں دیتا پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا میری بیٹی! (فاطمہ رضی اللہ عنہا) میری جان کا حصہ ہے اس کی پریشانی مجھے پریشانی کرتی ہے اور اس کی تکلیف مجھے تکلیف دیتی ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2449)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت مسور بن محزمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک! فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میری جان کا حصہ ہے اور میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اسے ناراض کرے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! کسی شخص کے پاس رسول اللہ ﷺ اور دشمن خدا کی بیٹیاں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: 2523)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر ماں کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے فاطمہ الزہراء کی اولاد کے۔ پس میں ہی ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔ (معجم الکبیر، رقم الحدیث: 2632)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

ہر عورت کی اولاد کا نسب اپنے باپ کی طرف سے ہوتا ہے سوائے اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کہ میں ہی ان کا نسب ہوں اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2631)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر ماں کی اولاد کا عصبہ (باپ) ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتی ہے سوائے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے کہ میں ہی ان کا ولی اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4770)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
میرے نسب اور رشتہ کے سوا قیامت کے دن ہر نسب اور رشتہ منقطع ہو جائے گا۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4684)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
قیامت کے دن ہر نسب و تعلق منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب اور تعلق کے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4132)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میرے رشتہ اور نسب کے سوا قیامت کے دن ہر رشتہ اور نسب منقطع ہو جائے گا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11621)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سیدہ فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) سے فرماتے تھے۔ فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

(در السحاب فی مناقب القربۃ واصحابہ: ص: 279)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل و عیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو کر کے سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور انور ﷺ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے (فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4740)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اس بات پر خوشی نہیں کہ اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہو اور تیرے دونوں بیٹے جنت کے تمام جوانوں کے۔ (مجمع الزوائد: جز: 9، ص: 201)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اتر ا تھا۔ اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے حاضر ہو اور مجھے یہ خوشخبری دے۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔ (صحیح بخاری: جز: 3، ص: 1360)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو آگ کا عذاب نہیں دے گا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11685)

حدیث مبارکہ: 20

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنی عصمت و پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی

اولاد کو آگ سے محفوظ فرما دیا ہے۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4726)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری بیٹی کا نام فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 34227)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے درآں حالیکہ آپ ﷺ نے چادر بچھائی ہوئی تھی۔ پس اس پر حضور انور ﷺ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گرہ لگا دی۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عز و جل! تو بھی ان سے راضی ہو جا جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5514)

حدیث مبارکہ: 23

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل و عیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور انور ﷺ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرماتے (فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4213)

حدیث مبارکہ: 24

نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل و عیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور انور ﷺ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے (فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان

ہوں۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 696)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیتے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4105)

حدیث مبارکہ: 26

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ آپ رضی اللہ عنہا کو خوش آمدید کہہ کر کھڑے ہو جاتے اور استقبال فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔

(نسائی: رقم الحدیث: 264)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو آتے ہوئے ملاحظہ فرماتے تو خوش آمدید فرماتے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا کی خاطر کھڑے ہو جاتے۔ ان کو بوسہ دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر لاتے اور ان کو اپنی نشست پر بٹھا لیتے اور جب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہا کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھتیں تو خوش آمدید کہتیں پھر کھڑی ہو جاتیں اور آپ رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیتیں۔ (سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 9236)

حدیث مبارکہ: 28

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور انور ﷺ کھڑے ہو کر آپ رضی اللہ عنہا کا استقبال کرتے، ان کو بوسہ دیتے، خوش آمدید فرماتے اور آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی نشست پر بٹھا لیتے اور جب آپ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی آپ رضی اللہ عنہا کے استقبال کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور آپ رضی اللہ عنہا کے دست اقدس کو بوسہ دیتیں۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4753)

حدیث مبارکہ: 29

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تو نہیں چاہتی کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں، میری اس امت کی تمام عورتوں اور مومنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔ (نسائی: رقم الحدیث: 7078)

حدیث مبارکہ: 30

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ مسلمان عورتوں کی سردار ہو یا میری اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5928)

حدیث مبارکہ: 31

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں اور ان کا چلنا ہو بہو حضور انور ﷺ کے چلنے جیسا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اپنی لخت جگر کو خوش آمدید فرمایا اور اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ پھر چپکے چپکے ان سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں۔ پس میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہیں؟ پھر آپ ﷺ نے ان سے کوئی بات چپکے چپکے کہی تو وہ ہنس پڑیں پس میں نے کہا کہ آج کی طرح میں نے خوشی کو غم کے اتنے نزدیک کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے (حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے) پوچھا آپ ﷺ نے کیا فرمایا تھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے سرگوشی کی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ قرآن کریم کا ایک بار دور کیا کرتے تھے مگر اس سال دوبار کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا آخری وقت آپہنچا ہے اور بے شک میرے گھر والوں میں سے تم ہو جو سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ اس بات نے مجھے رلایا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم تمام جنتی عورتوں کی سردار ہو یا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہو پس اس بات پر میں ہنس پڑی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2450)

حدیث مبارکہ: 32

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آسمان کے ایک فرشتے نے میری زیارت نہیں کی تھی۔ پس اس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کی اجازت لی اور اس نے

مجھے خوش خبری (یا) مجھے خبر دی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میری امت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1006)

حدیث مبارکہ: 33

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

انداز گفتگو میں کوئی بھی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں تھا۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5928)

حدیث مبارکہ: 34

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عادات و اطوار، سیرت و کردار اور نشست و برخاست میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3872)

حدیث مبارکہ: 35

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج جمع تھیں اور کوئی بھی غیر حاضر نہیں تھی اتنے میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں جن کی چال ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مرحبا! میری بیٹی! پھر انہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1620)

حدیث مبارکہ: 36

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھیں اور کوئی بھی ہم میں سے غیر حاضر نہ تھی۔ اتنے میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا وہاں آگئیں۔ پس اللہ عز و جل کی قسم! ان کا چلنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے سے ذرہ بھر مختلف نہ تھا۔ (نسائی: رقم الحدیث: 263)

حدیث مبارکہ: 37

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

قیامت کے دن ایک ندادینے والا پردے کے پیچھے سے آواز دے گا۔ اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ حضرت فاطمہ بنت محمد (ؑ) گزر جائیں۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4728)

حدیث مبارکہ: 38

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

روز قیامت ایک ندادینے والا آواز دے گا۔ اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ فاطمہ بنت محمد (مصطفیٰ ﷺ) گزر جائیں۔

(تاریخ بغداد: جز: 8، ص: 142)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

روز قیامت عرش کی گہرائیوں سے ایک ندادینے والا آواز دے گا اے محشر والو! اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نگاہیں نیچی کر لو

تا کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا جنت کی طرف گزر جائیں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 34211)

حدیث مبارکہ: 40

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا تو کہا جائے گا اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ اللہ عزوجل کے رسول ﷺ کی بیٹی فاطمہ

الزہراء رضی اللہ عنہا گزر جائیں۔ پس وہ دو سبز چادروں میں لپیٹی ہوئی گزر جائیں گی۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 180)

حدیث مبارکہ: 41

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گی کہ اس پر عزت کا جوڑا ہوگا جسے آب حیات سے دھویا گیا ہے۔ تمام مخلوق اسے دیکھ کر حیران رہ جائے گی پھر اس کو جنت کا لباس پہنایا جائے گا جس کا ہر حلہ ہزار حلوں پر مشتمل ہو گا ہر ایک پر سبز خط سے لکھا ہوگا محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی بیٹی کو احسن صورت، اکمل ہیبت، تمام تر کرامت اور وافر عزت کے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔ پس آپ رضی اللہ عنہا کو دہن کی طرح سجا کر ستر ہزاروں کے جھرمٹ میں جنت کی طرف لایا جائے گا۔

(دخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربی: ص: 95)

حدیث مبارکہ: 42

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

روز قیامت عرش کی گہرائیوں سے ایک ندا دینے والا آواز دے گا اے محشر والو! اپنے سروں کو جھکالو اور اپنی نگاہیں نیچی کرلو تاکہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پل صراط سے گزر جائیں پس آپ ﷺ گزر جائیں گی اور آپ ﷺ کے ساتھ حور عین چمکتی بجلیوں کی طرح ستر ہزار خادمائیں ہوں گی۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 34209)

حدیث مبارکہ: 43

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن مجھے براق پر اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو میری سواری عضباء پر بٹھایا جائے گا۔

(تاریخ دمشق: ج: 10، ص: 353)

حدیث مبارکہ: 44

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ روز قیامت اپنی اونٹنی عضباء پر سوار ہو کر گزریں گے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اس براق پر سوار ہوں گا جو انبیاء کرام علیہم السلام میں خصوصی طور پر صرف مجھے عطا ہوگا۔ میری بیٹی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

میری سواری عضباء پر ہوگی۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 32340)

حدیث مبارکہ: 45

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام قیامت کے دن اپنی سواری کے جانوروں پر سوار ہو کر اپنی قوم میں سے ایمان والوں کے ساتھ میدان حشر میں تشریف لائیں گے اور حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر تشریف لائیں گے اور مجھے براق پر لایا جائے گا جس کا قدم اس کی منتہائے نگاہ پر پڑے گا اور میرے آگے فاطمہ ہوگی۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 4727)

حدیث مبارکہ: 46

حضرت ابو یزید مدنی سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں داخل ہونے والوں میں سب سے پہلے میری بیٹی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوگی اور اس امت میں وہ ایسی ہیں جیسے بنی

اسرائیل میں مریم ہیں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 34234)

حدیث مبارکہ: 47

روایت میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والی ہستی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوگی۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال: جز: 4، ص: 351)

حدیث مبارکہ: 48

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو جہل کی بیٹی کا ذکر کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہ (رضی اللہ عنہا)

میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز ان کو ایذا پہنچاتی ہے وہ مجھے ایذا پہنچاتی ہے اور جو چیز انہیں پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی

ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3869)

حدیث مبارکہ: 49

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

میں ان سے جنگ کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 145)

حدیث مبارکہ: 50

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے اٹھنے اور بیٹھنے میں آپ کی سیرت اور آپ کی عادات اور طور طریقوں میں حضرت فاطمہ بنت رسول

اللہ ﷺ سب سے زیادہ آپ ﷺ کے مشابہ تھیں جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ان کی طرف کھڑے ہو

جاتے۔ ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے جب نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے تو حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ پر جھک گئیں اور آپ ﷺ کو بوسہ دیا پھر رونے لگیں پھر آپ ﷺ پر جھک گئیں پھر سر اٹھایا اور ہنسنے لگیں۔ میں نے دل میں کہا۔ میں تو ان کو عقل مند عورت سمجھتی تھی مگر یہ تو (عام) عورتوں کی طرح ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا یہ بتائیں کہ جب آپ رضی اللہ عنہا پہلی بار نبی کریم ﷺ پر جھکی تھیں پھر آپ رضی اللہ عنہا نے سر اٹھایا تو آپ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں اور جب آپ رضی اللہ عنہا دوسری بار نبی کریم ﷺ پر جھکیں اور سر اٹھایا تو آپ رضی اللہ عنہا ہنس رہی تھیں اس چیز پر آپ رضی اللہ عنہا کو کس نے برا سمجھتے کیا تھا۔ انہوں نے کہا میں اب اپنا راز افشاء کرنے والی ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھے یہ خبر دی تھی۔ آپ ﷺ اپنے اس درد میں فوت ہونے والے ہیں تو میں رونے لگی پھر آپ ﷺ نے مجھے یہ خبر دی کہ آپ ﷺ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ ﷺ سے ملوں گی تو پھر میں ہنسنے لگی۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 6953)

حدیث مبارکہ: 51

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے میری والدہ محترمہ نے کہا:

تم کب سے رسول اللہ ﷺ سے ملے تھے؟

میں نے کہا:

میں تو اتنے دنوں سے آپ ﷺ سے نہیں ملا وہ مجھ پر ناراض ہونے لگیں۔

میں نے کہا:

مجھے چھوڑ دیں میں آپ ﷺ کے پاس جاتا ہوں اور اس وقت تک واپس نہیں آؤں گا حتیٰ کہ حضور انور ﷺ آپ کے لئے اور میرے لیے استغفار نہ کریں۔ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ کھڑے ہو کر پھر نماز پڑھنے لگے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ باہر نکلے میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ باہر نکلا۔ پھر کوئی شخص آپ ﷺ سے آکر ملا پھر جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حذیفہ (رضی اللہ عنہ)

میں نے کہا:

لبیک یا رسول اللہ ﷺ!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے ابھی اس آنے والے کو دیکھا تھا۔

میں نے عرض کیا:

جی ہاں! (یا رسول اللہ ﷺ)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ ایک فرشتہ تھا وہ اپنے رب عزوجل سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے آیا تھا اور مجھے یہ بشارت دینے کہ حسین اور حسن رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ بنت محمد (مصطفیٰ ﷺ) جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

(سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 8365)

حدیث مبارکہ: 52

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

تمہارے غضب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے اور تمہاری رضا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 4783)

حدیث مبارکہ: 53

زید بن اسلم اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور کہا: اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم آپ کے والد محترم ﷺ کے بعد لوگوں میں مجھے آپ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔ (مسند فاطمہ: رقم الحدیث: 185)

حدیث مبارکہ: 54

حضرت ابو ثعلبہ خنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ یا کسی سفر سے واپس آتے تو مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھے پھر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے پھر اس کے بعد اپنی ازواج کے پاس جاتے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4790)

حدیث مبارکہ: 55

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جبرائیل علیہ السلام میرے پاس جنت سے بھی دانے لے کر آئے ہیں نے شعب معراج ان دانوں کو کھایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے لپٹی ہوئی تھیں اور مجھے جب بھی جنت کی خوشبو کی خواہش ہوتی تو میں حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کی گردن سونگھتا تھا۔ (متدرک: رقم الحدیث: 4791)

حدیث مبارکہ: 56

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پردے کی اوٹ سے ندا کرے گا اے اہل محشر اپنی نظریں جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد (مصطفیٰ ﷺ) گزر جائیں۔ (جامع الصغیر: رقم الحدیث: 822)

حدیث مبارکہ: 57

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام کو سوار یوں پر اٹھایا جائے گا تا کہ وہ اپنی اپنی امتوں کے مومنوں کے پاس پہنچیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اپنی اونٹنی پر اٹھایا جائے گا اور مجھے براق پر اٹھایا جائے گا اس کا قدم منہما نظر پر ہوگا اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو میرے آگے اٹھایا جائے گا۔ (معجم الصغیر: جز: 2، ص: 126)

حدیث مبارکہ: 58

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2625)

حدیث مبارکہ: 59

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے یعنی اہل بیت میں سے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7258)

حدیث مبارکہ: 60

جمیع بن عمر القیتی سے روایت ہے کہ

میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سب سے زیادہ محبوب تھا۔

انہوں نے کہا:

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا۔

ان سے پوچھا گیا۔

مردوں میں کون تھا۔

انہوں نے کہا:

ان کے خاوند، بے شک میں جانتی ہوں کہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے بہت زیادہ قیام کرنے والے تھے۔

(مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 4857)

حدیث مبارکہ: 61

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

فتح مکہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا پھر ان سے سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں پھر ان سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ وہ فوت ہو جائیں گے تو میں رونے لگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ خبر دی کہ میں مریم بنت عمران کے سوا تمام جنت کی عورتوں کی سردار ہوں تو میں ہنسنے لگی۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 6743)

حدیث مبارکہ: 62

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنے اس مرض میں بلایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تھی پھر ان سے چپکے چپکے کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں پھر ان کو دوبارہ بلا کر کچھ کہا تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

وہ کیا پتہ تھی؟

انہوں نے فرمایا:

پہلی مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتایا کہ اس درد اور مرض میں میری روح قبض کر لی جائے گی تو میں رونے لگی اور دوسری بار یہ بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملوں گی تو میں ہنسنے لگی۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 162)

حدیث مبارکہ: 63

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
 رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:
 میرے گھروالوں میں سے سب سے پہلے تو مجھ سے ملے گی۔ (فضائل الصحابہ: رقم الحدیث: 1345)

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ

☆ عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں بہت متقی صحابی تھے کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔
 حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ شب بدر میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ
 عزوجل! ابوقنادہ (رضی اللہ عنہ) کی اس طرح حفاظت فرما جس طرح اس نے اس رات تیرے نبی کی حفاظت کی ہے۔
 غزوہ احد اور اس کے بعد کے مشاہد میں ان کی شرکت پر اتفاق ہے۔ انہیں فارس رسول اللہ ﷺ کہا جاتا تھا۔ مسلم میں یہ
 حدیث مبارکہ بھی ہے کہ ہمارے بہترین شہسوار ابوقنادہ ہیں اور بہترین تیرانداز سلمہ بن اکوع ہیں۔

علامہ واقدی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے چہرے پر کیا ہوا ہے۔

عرض کیا۔

تیر لگا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ اپنا لعاب لگا دیا۔

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر وہاں زخم کا نشان بھی نہیں رہا۔

حافظ عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ ستر سال کی عمر گزار کر چالیس ہجری میں

وفات پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اور علامہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ

50ھ اور 60ھ کے درمیان وفات ہوئی۔ (الاصابہ: ج: 4، ص: 158)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام حارث ابن ربیع ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیادہ سپاہیوں میں سے ہیں۔ 54 میں مدینہ منورہ میں وفات

پائی۔

بعض نے فرمایا کہ

خلافت حیدری میں کوفہ میں فوت ہوئے، ستر سال کی عمر ہوئی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

(مرآة الناجح: ج: 8، ص: 592)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب رَدِّ السَّلَامِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں سلام کا جواب دینا

یہ باب نماز میں سلام کے جواب دینے کے حکم میں ہے۔

788 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيُرَدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوا کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سلام کا جواب عطا فرماتے تھے۔ پس جب نجاشی سے ہم واپس آئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جواب عطا نہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک نماز میں شغل ہوتا ہے۔

(شرح السنہ: ج: 1، ص: 178، مسند ابی حواری: ج: 1، ص: 463، مسند ابی یعلیٰ: ج: 9، ص: 118، مسند احمد: ج: 7، ص: 417)

789 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ابْنُ حَزْمٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ وَنَأْمُرُ بِحَاجَتِنَا فَقَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَأَخَذَنِي مَا قَدِمَ وَمَا حَدَّثَ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم الصَّلَوةَ قَالَ إِنَّ اللہَ یُحَدِّثُ مِنْ أَمْرِہِ مَا یَشَاءُ وَإِنَّ اللہَ جَلَّ وَعَظَّ
قَدْ أَحَدَّثَ مِنْ أَمْرِہِ أَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِی الصَّلَوةِ فَرَدَّ عَلَی السَّلَامِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں سلام کرتے تھے اور حاجت کی باتیں بھی کیا کرتے تھے۔ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہ عطا فرمایا۔ مجھے آگے والی اور پیچھے والی باتوں نے لے لیا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فراغت پائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے احکام میں سے جو چاہتا ہے بیان فرماتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ نماز میں کلام نہ کریں، بعد میں میرے سلام کا جواب عطا فرمایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۲، ص ۲۶۰، مسند الصحابہ فی الکتب النسخہ: ج ۲۴، ص ۴۶۴)

790 حَدَّثَنَا یَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ نَابِلٍ صَاحِبِ الْعَبَاءِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ صُهَيْبٍ أَنَّهُ قَالَ مَرَرْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ إِشَارَةً قَالَ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ إِشَارَةً بِأَصْبُعِهِ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ قُتَيْبَةَ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا گزر رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے اشارے کے ساتھ جواب عطا فرمایا، فرمایا کہ میں نہیں جانتا مگر انگلی کے اشارے کے ساتھ۔ یہ لفظ حدیث قتیبہ کے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 790)

791 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَرْسَلَنِي نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَاتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى بَعِيرِهِ فَكَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِي بِيَدِهِ هَكَذَا ثُمَّ كَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِي بِيَدِهِ هَكَذَا وَأَنَا أَسْمَعُهُ يَقْرَأُ وَيَوْمِي بِرَأْسِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ مَا فَعَلْتَ فِي الَّذِي أَرْسَلْتُكَ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنَّ أَكَلَمَكَ إِلَّا آتَى كُنْتُ أَصِلِي

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق کی جانب روانہ فرمایا۔ میں واپس آیا تو آپ ﷺ اونٹ پر نماز ادا فرما رہے تھے پس میں نے آپ ﷺ سے کلام کیا تو آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اسی طرح پھر میں نے آپ ﷺ سے کلام کیا تو آپ ﷺ نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا۔ اسی طرح میں آپ ﷺ کی تلاوت کو سن رہا تھا اور آپ ﷺ سراقہ سے اشارہ فرما رہے تھے، فرمایا کہ جب آپ ﷺ نے

فراغت پائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی خاطر میں نے تمہیں روانہ کیا تھا اس کام کا کیا بنا۔ مجھے تم سے کلام کرنے میں کسی چیز نے نہیں روکا مگر یہ کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 258، صحیح مسلم: ج: 3، ص: 474، مسند ابی عوانہ: ج: 1، ص: 465، مسند احمد: ج: 29، ص: 164)

792 حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيْسَى الْخُرَاسَانِيُّ الدَّامِغَانِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قُبَاءَ يُصَلِّي فِيهِ قَالَ فَجَاءَتْهُ الْأَنْصَارُ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي قَالَ فَقُلْتُ لِبَلَالٍ كَيْفَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي قَالَ يَقُولُ هَكَذَا وَبَسَطَ كَفَّهُ وَبَسَطَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ كَفَّهُ وَجَعَلَ بَطْنَهُ أَسْفَلَ وَجَعَلَ ظَهْرَهُ إِلَى فَوْقٍ

نافع نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسجد قباء میں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کی خاطر تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ انصار آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہ نے کیسے ان کے سلام کا جواب عطا فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا اس حال میں کہ انہوں نے اس وقت سلام کیا کہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح جعفر بن عون نے اپنی ہتھیلی کو اکٹھا کیا اس کی سیدھی جانب کو نیچے کر لیا اور اس کی پشت کو اوپر کر لیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 259، مسند الصحابة فی الکتاب النسخ: ج: 17، ص: 145)

793 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا غَرَارَ فِي صَلَوةٍ وَلَا تَسْلِيمٍ قَالَ أَحْمَدُ يَعْنِي فِيمَا أَرَى أَنْ لَا تُسَلِّمَ وَلَا يُسَلِّمَ عَلَيْكَ وَيُغَرِّرُ الرَّجُلُ بِصَلَاتِهِ فَيَنْصَرِفَ وَهُوَ فِيهَا شَاكٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز میں نہ تو دھوکہ اور نہ ہی سلام کرنا۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ تو تم کسی کو سلام کیا کرو اور نہ تمہیں کوئی سلام کرے اور نہ کوئی اپنی نماز میں دھوکہ کرے اس حال میں کہ وہ اس میں شک کرتا ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 260، شرح السنہ: ج: 1، ص: 779، شرح مشکل الآثار: ج: 4، ص: 274)

794 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَرَاهُ رَفَعَهُ قَالَ لَا غِرَارَ فِي تَسْلِيمٍ وَلَا صَلَوةٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ فَضِيلٍ عَلَى لَفْظِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَلَمْ يَرْفَعَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نماز میں نہ تو دھوکہ ہے نہ سلام ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کو ابن فضیل نے ابن مہدی کے الفاظ میں زوایت کیا ہے۔ اور اس کو مرفوع نہیں کیا۔

(مسند الصحابة في الكتب التسعة: جز: 6، ص: 186، سنن البيهقي الكبرى: جز: 2، ص: 261، مستدرک: جز: 1، ص: 396)

تشریح: دو ابجاث

اس باب میں دو ابجاث ہیں۔

بحث اول

نماز میں کلام کرنے کے متعلق مذاہب

تمام علماء اسلام اور آئمہ اربعہ کے نزدیک جان بوجھ کر کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ اس کلام سے نماز کی اصلاح مقصود ہو یا نہ ہو البتہ بھول کر کلام کرنے سے امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (عمدة القاری: جز: 7، ص: 271)

مسئلہ

کلام مفسد نماز ہے عداً ہو یا خطاً یا سہواً سوتے میں ہو یا بیداری میں اپنی خوشی سے کلام کیا یا کسی نے کلام کرنے پر مجبور کیا یا اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ کلام کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے۔
خطا کے معنی یہ ہیں کہ قرأت وغیرہ اذکار نماز کہنا چاہتا تھا۔ غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی اور سہو کے یہ معنی ہیں کہ اسے نماز میں ہونا یاد نہ رہا۔ (در مختار: جز: 2، ص: 447)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متونی 1161ھ لکھتے ہیں:
کلام میں قلیل و کثیر کا فرق نہیں اور یہ بھی فرق نہیں کہ وہ کلام اصلاح نماز کے لئے ہو یا نہیں مثلاً امام کو بیٹھنا تھا کھڑا ہو گیا۔ مقتدی نے بتانے کو کہا بیٹھ جایا ہوں کہا نماز جاتی رہی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 98)

مسئلہ

علامہ علاء الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

قصداً کلام سے اسی وقت نماز فاسد ہوگی جب بقدر تشہد نہ بیٹھ چکا ہو اور بیٹھ چکا ہے تو نماز پوری ہوگئی البتہ مکروہ تحریمی

ہوئی۔ (در مختار: جز: 2، ص: 446)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کلام وہی مفسد ہے جس میں اتنی آواز ہو کہ کم از کم وہ خود سن سکے۔ اگر کوئی مانع نہ ہو اور اگر اتنی آواز بھی نہ ہو بلکہ صرف تصحیح

حروف ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 98)

بحث ثانی

نماز میں سلام کا جواب دینے کے متعلق مذاہب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں سلام کا جواب اشارہ سے دینا مستحب ہے۔

(عمدة القاری: جز: 7، ص: 269)

علامہ ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینے اور مصافحہ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور نماز میں اشارہ کرنا مکروہ ہے۔

(فتح القدیر: جز: 1، ص: 358)

مسئلہ

علامہ علاء الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔ (در مختار: جز: 2، ص: 497)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کو سلام کیا یا عدا ہو یا سہو نماز فاسد ہوگئی اگرچہ بھول کر السلام کہا تھا کہ یاد آیا سلام نہ کرنا چاہئے اور سکوت کیا۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 98)

مسئلہ

علامہ علاء الدین ہکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

زبان سے سلام کا جواب دینا بھی نماز کو فاسد کرتا ہے اور ہاتھ کے اشارے سے دیا تو مکروہ ہوئی۔ سلام کی نیت سے مصافحہ کرنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 450)

☆ قوله فاخذني ما قدم و ما حدث.....

یعنی آپ ﷺ کا میرے سلام کا جواب نہ عطا فرمانے کی وجہ سے میرے دل میں پرانے اور نئے خیالات آنے لگے مطلب یہ کہ میں سوچنے لگا کہ آپ ﷺ فلاں بات کی وجہ سے ناراض ہوں یا فلاں بات کی وجہ سے ناراض ہو گئے ہوں۔

☆ قوله فقلت لبلال كيف رايت رسول الله ﷺ يرد عليهم..... الخ

اشارے کے متعلق دو اقوال ہیں۔

ایک قول تو یہ ہے کہ

یہ اشارہ سلام کا جواب دینے کے متعلق تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ اشارہ سلام سے منع کرنے کے لئے تھا کہ نماز میں سلام نہ کرو جس طرح کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن صهيب رضي الله عنه

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ تیر اندازی میں بہت کمال کے مالک تھے روم کے پہلے واحد اسلام لانے والے تھے۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثير جزري متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر بن جندلیہ بن جزیمہ بن کعب بن سعد بن اسلم۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا اصل وطن موصل کے قریب ایک قریہ تھا جو دجلہ کے کنارے واقع تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا

کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے عامل تھے۔ ابھی ان کی عمر صرف چند سال تھی کہ رومی فوجوں نے ابلہ پر چڑھائی کی اور مال غنیمت

میں ان کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رومیوں میں ہی پرورش پا کر جوان ہوئے۔ بنو کلب نے آپ رضی اللہ عنہ کو خرید کر

مکہ پہنچایا اور ان سے عبد اللہ بن الجعد عان نے خرید کر آپ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو یہ تحقیق کے ارادے سے

آستانہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی اس وقت اسی ارادے سے نبی کریم ﷺ کے پاس جا رہے تھے۔ دونوں ایک ساتھ جا کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والے پہلے رومی تھے۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ

صہیب (رضی اللہ عنہ) روم کا پہلا پھل ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے بہت مظالم برداشت کیے۔ وہ سب سے آخری مہاجر تھے جب ہجرت کرنے لگے تو قریش نے سخت مزاحمت کی اور کہا تم یہاں مفلس بن کر آئے تھے اب یہاں سے اتنا مال و متاع لے کر جانا چاہتے ہو ہم تم کو نہیں جانے دیں گے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنے مال و متاع کے عوض ایمان کا سودا خرید کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابو یحییٰ تمہاری تجارت نفع بخش رہی اور ان کی شان میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ (بقرہ: 207)

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بدلہ میں اپنی جانیں فروخت کر دیتے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ سے نہایت حسن ظن رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت تھی کہ جب تک شوریٰ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ سو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تین دن خلیفہ رہے۔ 38ھ میں بہتر (72) سال کی عمر میں وفات ہوئی اور بقیع کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ (اسد الغابہ: ج 3: ص 30-33)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب میں نے مکہ مکرمہ سے نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے قریش نے کہا! اے صہیب (رضی اللہ عنہ)! جب تم ہمارے پاس آئے تھے تو تمہارے پاس کچھ مال نہ تھا اور اب تم یہ سارا مال لے کر جا رہے ہو۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں ہو سکتا۔

میں نے ان سے کہا:

یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنا سارا مال تم کو دے دوں تو پھر تم مجھے جانے دو گے؟

انہوں نے کہا:

ہاں!

میں نے کہا:

یہ سارا مال لے لو اور مجھے جانے دو۔ جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا:

صہیب (رضی اللہ عنہ) تمہاری تجارت نے نفع پایا۔ (درمنثور: ج: 1، ص: 240)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

عکرمہ سے روایت ہے کہ

یہ آیت (البقرہ: 207) حضرت صہیب بن نسان اور حضرت ابوذر غفاری، جندب بن سکین رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر والوں نے پکڑ لیا تھا۔ وہ ان کی گرفت سے نکل کر بھاگے اور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے پکڑ لیا وہ فدیہ میں ان کو اپنا مال دے کر ہجرت کے لئے چل پڑے۔ راستہ میں منفذ بن عمیر بن جدعان نے ان کو پکڑ لیا وہ اس کو باقی ماندہ مال دے کر نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

(جامع البیان: ج: 2، ص: 186)

امام ابو القاسم علی بن الحسین بن عسا کر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانے لگے تو قریش نے ان کا پیچھا کیا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سواری سے اتر گئے اور اپنی کمان کو سیدھا کر لیا اور کہا: اے قریش کی جماعت تم کو معلوم ہے میں تم سب سے بڑا تیر انداز ہوں اور خدا کی قسم جب تک میرے ترکش میں ایک تیر بھی ہوگا تم مجھ تک نہ پہنچ سکو گے پھر جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہے گی میں تم سے مقابلہ کرتا رہوں گا۔ اب جو چاہو کرو اور اگر تم چاہو تو میں تم کو بتاتا ہوں میرا مال کہاں رکھا ہے بہ شریک تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا:

ہاں۔

سو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے دوبار فرمایا: تمہاری بیع نفع یاب ہوئی اور یہ آیت نازل ہوگئی اور لوگوں میں سے ایک شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے بدلہ میں اپنی جان فروخت کر دیتا ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق: ج: 11، ص: 117)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

حضرت صہیب بن نسان اور حضرت عمار بن یاسر اور ان کی والدہ سہیلہ اور یاسر اور حضرت بلال و خباب رضی اللہ عنہم مکہ معظمہ سے ہجرت کے ارادہ سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے راستہ میں تھے کہ مشرکین نے آن گھیرا۔ حضرت خباب اور حضرت ابوذر

حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے دونوں پاؤں دواؤنٹوں کے پیروں سے باندھ کر ان کو علیحدہ علیحدہ سمتوں میں ہانک دیا جس سے وہ بھی شہید ہو گئیں۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سو برس کے بڑھے تھے اور نہایت تیر انداز انہوں نے اپنا تیر کمان سنبھالا اور فرمانے لگے اے قریش جب تک میرے تیر ختم نہ ہو جائیں تم میرے پاس نہیں آ سکتے۔ ایک ایک تیر سے کئی کئی آدمیوں کو ہلاک کر دوں گا۔ تیروں کے بعد تلوار کی باری ہے تمہاری جماعت کو کھیت کی طرح کاٹ کر رکھ دوں گا۔ میں بڑھا آدمی ہوں میرے چلے جانے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں اور میرے رہنے سے تمہارا کچھ فائدہ نہیں اگر تم مجھے میرے مدنی محبوب ﷺ کے پاس چلا جانے دو تو مکہ مکرمہ میں میرا بہت سامان مدفون ہے میں تمہیں اس کا پتہ بتاتا ہوں تم جا کر سب لے لو۔ کفار اس پر راضی ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کا پتہ بتا دیا اور مدینہ پاک آ گئے۔ مدینہ منورہ آ کر سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ

اے صہیب (رضی اللہ عنہ) تم بڑے نفع کا بیوپار کر کے آئے۔

صہیب نے پوچھا:

کون سا بیوپار۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

اور ارشاد فرمایا کہ

تم وہاں اپنا مال دے کر کفار سے جان چھڑا رہے تھے اور یہاں یہ آیت اتر رہی تھی جس میں تمہاری تجارت کی تعریف ہے معلوم ہوا کہ یہ آیت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آئی۔ (تفسیر نعیمی: ج: 1، ص: 338)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہونے کے لئے آرہے تھے تو قریش کا ایک گروہ آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے اتر پڑے اور اپنے ترکش کے تیر نکال کر بکھیر دیئے۔

پھر ارشاد فرمایا:

اے قریش کے گروہ! تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں، اللہ تعالیٰ کی قسم تم مجھ تک نہیں پہنچ سکو گے حتیٰ کہ میں اپنے ترکش کے سارے تیر مار دوں اور پھر میں مقدور بھرا اپنی تلوار سے لڑوں پھر اس کے بعد تم جو چاہو کرو اگر تم چاہو تو میں تمہیں اپنا مال اور خزانہ جو مکہ مکرمہ میں موجود ہے تمہیں بتا دوں اور تم میرا راستہ چھوڑ دو۔

انہوں نے کہا:

ٹھیک ہے جب آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا: سودا نفع بخش ہے

پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي..... اِنْ (طبقات: ابن سعد: ج: 3، ص: 228)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

یہ آیت کریمہ (البقرہ: 207) حضرت صہیب بن سنان، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت جندب بن السکن رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قریش سے بھاگ آئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے تھے۔ جب وہ ہجرت کر کے آئے تھے تو قریش انہیں الظہر ان کے مقام پر ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھاگ کر آگئے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے مگر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر والوں نے پکڑ لیا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا مال فدیہ دیا تھا۔ جب ہجرت کر کے نکلے تو منفذ بن عمر بن جدعان نے ان کو پکڑ لیا بقیہ مال اس نے لے لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دیا۔ (تفسیر طبری: ج: 2، ص: 387)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب میں نے مکہ مکرمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو قریش نے مجھے کہا اے صہیب رضی اللہ عنہ تو ہمارے پاس آیا تھا تو تیرے پاس کوئی مال نہیں تھا اور اب تو جا رہا ہے تو تیرے پاس مال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس طرح کبھی نہیں ہوگا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے ان سے کہا اگر تم میرا مال لینا چاہتے ہو تو لے لو اور میرا راستہ چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا:

ٹھیک ہے میں نے اپنا مال انہیں دے دیا اور انہوں نے میرا راستہ چھوڑ دیا میں چل پڑا اور مدینہ منورہ پہنچ گیا جب میرے اس سودے کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا: صہیب کو اس سودے میں نفع ہوا۔

(تفسیر ابن کثیر: ج: 1، ص: 619)

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن عسا کر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں چکر لگائے۔ وہ نماز میں آئے پھر واپس چلے گئے۔ ارشاد فرمایا:

ہائے صہیب! میرے لیے صہیب رضی اللہ عنہ نہیں ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے دو یا تین بار حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے پایا ہے اور میں نے اس کی نماز کو توڑنا پسند نہیں کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم نے اچھا کیا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس رات چل پڑے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نکلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام رومان کے پاس گئے۔

ام رومان نے کہا:

تجھے یہاں کیوں دیکھ رہی ہوں تیرے دونوں بھائی چلے گئے ہیں اور تیرے لیے کچھ زادراہ چھوڑ گئے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نکلا حتیٰ کہ میں اپنی بیوی کے پاس گیا اپنی تلوار، اپنا ترکش اور اپنی کمان لی حتیٰ کہ میں مدینہ طیبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بیٹھے ہوئے پایا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے میرے بارے میں اس آیت کے نزول کی خوشخبری سنائی اور پھر میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے کچھ ملامت کا اظہار کیا انہوں نے عذر پیش کیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے نفع کی خوشخبری سنائی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر! تیرا سودا نفع بخش ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: جز: 24، ص: 228)

مزید راقم ہیں۔

حضرت مصعب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رومیوں سے بھاگ کر آئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بہت مال تھا آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں آئے تو عبد اللہ بن جدعان سے آپ رضی اللہ عنہ کا معاہدہ ہوا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو حلف دیا۔ رومیوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نینوی سے پکڑ لیا۔ پھر جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں پہنچ گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو قریش نے کہا:

اس کو اہل اور مال نہیں ملے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مال ان کو دے دیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سودا نفع بخش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ط

آپ ﷺ کے بھائی حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ تھے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج: 24، ص: 230)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو میں نے بھی نکلنے کا ارادہ کیا قریش کے چند نوجوانوں نے مجھے روک لیا۔ پھر میں نکلا تو میرے کچھ سفر طے کرنے کے بعد کچھ لوگ ملے تاکہ وہ مجھے واپس مکہ مکرمہ کی طرف لوٹا دیں۔ میں نے ان کو کہا کہ

دروازہ کی دہلیز کے نیچے زمین کھودو اس کے نیچے سونے کے اوراق مدفون ہیں۔ میں پھر نکلا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں قبا میں پہنچ گیا۔ ابھی آپ قبا سے مدینہ منورہ واپس نہیں آئے تھے۔

جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

اے ابویحییٰ! تیرا سودا نفع بخش ہے پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

(وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ط) (متدرک: رقم الحدیث: 5706)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں چھینکنے والے کو جواب

یہ باب نماز میں چھینکنے والے کو جواب دینے کے حکم کے متعلق ہے۔

795 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى ح وَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى عَنْ حَجَّاجِ الصَّوَّافِ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هَلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاتَّكَلُ أُمِّيَاهُ مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَادِهِمْ فَعَرَفْتُ أَنَّهُمْ

يُصَمِّتُونِي فَقَالَ عُثْمَانُ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُسَكِّتُونِي لَكِنِّي سَكْتُ قَالَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي وَأُمِّي مَا ضَرَبَنِي وَلَا كَهَرَنِي وَلَا سَنَنِي ثُمَّ قَالَ إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةُ لَا يَحِلُّ فِيهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ هَذَا إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا قَوْمٌ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَاءَنَا اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ وَمِنَّا رِجَالٌ يَأْتُونَ الْكُفَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتِيهِمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ فَلَا يَصُدُّهُمْ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخْطُونَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخْطُ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ قَالَ قُلْتُ جَارِيَةٌ لِّي كَانَتْ تَرَعِي غَنِيمَاتٍ قَبْلَ أَحَدٍ وَالْجَوَانِيَّةِ إِذْ أَطْلَعْتُ عَلَيْهَا إِطْلَاعَةً فَإِذَا اللَّذْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْهَا وَأَنَا مِنْ بَنِي آدَمَ اسْفُ كَمَا يَأْسَفُونَ لَكِنِّي صَكَّيْتُهَا صَكَّةً فَعَظَمَ ذَاكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَفَلَا أُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِي بِهَا قَالَ فَجِئْتُ بِهَا فَقَالَ آيَنَ اللَّهُ قَالَتْ فِي السَّمَاءِ قَالَ مَنْ أَنَا قَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ أَعْتِقُهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نماز پڑھی تو لوگوں میں سے ایک شخص کو چھینک آگئی تو میں نے کہا یرحمک اللہ۔ لوگ مجھے آنکھوں سے غصہ سے دیکھنے لگ گئے۔ میں نے کہا میری والدہ مجھے روئے اصل بات کیا ہے تم میری طرف دیکھ رہے ہو۔ انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا میں جان گیا کہ وہ مجھے چپ ہونے کے لئے کہہ رہے ہیں جب میں نے ان کو دیکھا کہ وہ مجھے چپ ہونے کے لئے اس طرح کر رہے ہیں تو میں چپ ہو گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فراغت پائی، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں کہ آپ ﷺ نے نہ تو مجھے مارا اور نہ ہی ڈانسا نہ ہی برا بھلا کہا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نماز میں لوگوں سے کلام کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے اندر تسبیح اور تکبیر اور قرآن مجید کی قرأت کرنا ہوتی ہے یا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم تو وہ لوگ ہیں کہ ہم سے جاہلیت کا عہد زیادہ دور نہیں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام نوازا اور ہم سے بعض لوگ تو کاہنوں کے پاس بھی جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا آپ ان کے پاس نہ جانا۔ میں نے عرض کیا ہم سے کچھ لوگ شگون لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ان کے دلوں نے گھڑ لیا ہے تم کو کچھ نہ منع کرے۔ میں نے عرض کیا ہم میں سے کچھ خطوط کھینچا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے انبیاء (علیہم السلام) میں سے ایک نبی نے خط کھینچا تھا پس جو اس خط کے موافق ہو تو وہ ٹھیک ہے۔ میں نے عرض کیا میرے پاس ایک لونڈی ہے

جو احد اور جوانیہ کی طرف بکریاں چراتی ہے جب میں ان کے پاس گیا تو اطلاع ملی کہ بھیڑیے نے ان میں سے تحقیق بکری اٹھالی ہے میں بنی آدم میں سے ہوں مجھے افسوس ہوا کہ جس طرح دوسروں کو افسوس ہوتا ہے میں نے اس کو مارا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ پر شاق گزری۔ میں نے عرض کیا کہ کیا میں اس کو چھوڑ دوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو میرے پاس لے آؤ تو میں اس کو لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے (اس کو) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کہاں ہے؟ اس نے کہا! آسمان میں، آپ ﷺ نے (پھر) ارشاد فرمایا! میں کون ہوں، اس نے کہا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو آزاد کر دو کیونکہ یہ مومنہ ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 9، ص: 402، شرح السنہ: ج: 1، ص: 179، مسند ابی عوانہ: ج: 1، ص: 466، مسند احمد: ج: 48، ص: 281)

796 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هَلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمْتُ أُمُورًا مِنْ أُمُورِ الْإِسْلَامِ فَكَانَ فِيمَا عَلِمْتُ أَنْ قَالَ لِي إِذَا عَطَسْتَ فَاحْمَدِ اللَّهَ وَإِذَا عَطَسَ الْعَاطِسُ فَحَمِدَ اللَّهَ فَقُلْ يَرْحَمُكَ اللَّهُ قَالَ فَبَيْنَمَا أَنَا قَائِمٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ فَحَمِدَ اللَّهَ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ رَافِعًا بِهَا صَوْتِي فَرَمَانِي النَّاسُ بِأَبْصَارِهِمْ حَتَّى اخْتَمَلَنِي ذَلِكَ فَقُلْتُ مَا لَكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ يَا عَيْنِ شُزْرِ قَالَ فَسَبَّحُوا فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ الْمُتَكَلِّمُ قِيلَ هَذَا الْأَعْرَابِيُّ فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي إِنَّمَا الصَّلَاةُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ جَلٍّ وَعَزٍّ فَإِذَا كُنْتَ فِيهَا فَلْيَكُنْ ذَلِكَ شَأْنَكَ فَمَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَطُّ أَرْفَقَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا تو میں نے امور اسلام کے متعلق کچھ امور سیکھے ان میں سے ایک امر یہ سیکھا کہ جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا اور دوسرے کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے تو تم یہ رحمک اللہ کہنا۔ فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نماز پڑھ رہا تھا کسی شخص کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ کہا تو میں نے بلند آواز سے یہ رحمک اللہ کہا لوگوں نے مجھے غصہ سے دیکھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ مجھے اس سے ناگواری ہوئی میں نے عرض کیا تمہیں کیا ہوا ہے کہ مجھے نکلیوں سے یوں دیکھتے ہو۔ فرمایا کہ انہوں نے تسبیح کی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز مکمل فرما چکے تو آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: باتیں کرنے والا کون تھا۔ کہا گیا کہ یہ اعرابی ہے تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلا کر مجھے ارشاد فرمایا: بے شک نماز قرآن مجید کی قرأت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے واسطے ہے۔ پس جب تم اس میں (نماز) ہو تو تم کو یہی کام کرنا چاہئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کبھی بھی کسی کو نرمی سے سکھانے والا نہ دیکھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۲۴۹، مسند الصحابہ فی الکتاب النسخۃ: ج: ۵، ص: ۲۵۰، ص: ۲۰۷)

تشریح: چھینک کے متعلق چند ابحاث

چھینک کے متعلق چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

بحث اول

چھینک کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متونی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

تشمیت باب تفعیل سے ہے اور تفعیل کا ایک خاصہ ہے سلب ماخذ جلدت البعیر کا معنی ہے میں نے اونٹ کی کھال اتار دی، اسی نہج پر تشمیت کا معنی ہے دشمنوں کی شامت کو زائل کرنا اس لیے چھینک لینے والے کو جواب میں جو دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں ان کو تشمیت کہتے ہیں۔ (عمدة القاری: ج: ۲، ص: ۲۲۵)

بحث ثانی

نماز میں چھینک کے جواب کے متعلق مذاہب

جمہور کے نزدیک نماز میں چھینک کا جواب دینا مفسد صلوٰۃ ہے کیونکہ اس میں مخاطب ہے یرحمک اللہ میں کاف خطاب ہے اور نماز میں خطاب و کلام ناجائز ہے۔ مالکیہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ نہیں۔

بحث ثالث

نماز میں چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا اور اس کے جواب دینے کے متعلق مسائل

نماز میں چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا اور اس کے جواب دینے کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

علامہ ہمام شیخ نظام متونی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

نماز میں چھینک آئے تو سکوت کرے اور الحمد للہ کہہ لیا تو بھی نماز میں حرج نہیں اور اگر اس وقت حمد نہ کی تو فارغ ہو کر

کہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: ۱، ص: ۹۸)

مزید راقم ہیں۔

نماز میں چھینک آئی کسی دوسرے نے یو حَمَكُ اللّٰہ کہا اور اس نے جواب میں کہا ”آمین“ نماز فاسد ہو گئی۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 98)

مزید راقم ہیں۔

کسی کو چھینک آئی اس کے جواب میں نمازی نے یو حَمَكُ اللّٰہ کہا تو نماز فاسد ہو گئی اور خود اسی کو چھینک آئی اور خود کو مخاطب کر کے یو حَمَكُ اللّٰہ کہا تو نماز فاسد نہ ہوئی اور کسی اور کو چھینک آئی تو اس مصلیٰ نے الحمد للہ کہا نماز نہ گئی اور جواب کی نیت سے کہا تو جاتی رہی۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 98)

بحث رابع

چھینک آنے کے اور جواب دینے کے الفاظ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن ابطال اور بعض دوسرے علماء نے ایک جماعت سے یہ نقل کیا ہے کہ چھینک لینے والا صرف الحمد للہ کہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ

الحمد لله على كل حال کہے۔ کیونکہ امام بزار اور امام طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح تعلیم دی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام نسائی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہے کیونکہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جس شخص نے چھینک کے بعد یہ کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ علیٰ کل حال اس شخص کی داڑھ اور کان میں کبھی درد نہیں ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث مبارکہ اگرچہ موقوف ہے لیکن یہ بات قیاس سے نہیں کہی جاسکتی اس لیے یہ حکم مرفوع ہے۔

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

حمد کے ساتھ جس قدر کلمات ثناء کا اضافہ کیا جائے وہ مستحسن ہے کیونکہ طبری نے ایک معتبر سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یرحمک اللہ۔ اور ایک دوسرے شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا ”الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ“ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کو اس شخص پر انیس درجہ فضیلت حاصل ہے۔ (عمدة القاری: ج: 22، ص: 225)

مزید راقم ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے وہ کہے الحمد للہ اور اس کا بھائی یا ساتھی کہے یرحمک اللہ اور جب یہ یرحمک اللہ کہے تو وہ کہے ”یہدیکم اللہ ویصلع بالکم“ اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے اور تمہاری اصلاح کرے۔ علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ

ایک قوم کا مذہب یہی ہے انہوں نے کہا جواب میں صرف یرحمک اللہ کہے اور علامہ طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یوں کہے ”یرحمنا اللہ وایاکم ویغفر اللہ لنا ولکم“ اللہ تعالیٰ تم پر اور ہم پر رحم فرمائے اور ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ (عمدة القاری: ج: 22، ص: 226)

بحث خامس

نماز کے علاوہ چھینک کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امت کا اس پر اجماع ہے کہ چھینک کا جواب دینا مشروع ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ واجب ہے یا نہیں۔

غیر مقلدین اور ابن مریم مالکی نے کہا ہے کہ

جو بھی چھینک لینے والے کو (الحمد للہ کہتے ہوئے) سنے اس پر جواب دینا واجب ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا:

امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ ان کے اصحاب اور دوسرے علماء کرام نے یہ کہا کہ

یہ سنت اور مستحب ہے واجب نہیں ہے اور وہ اس حدیث مبارکہ کو ندب اور ادب پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ رسول

اللہ ﷻ نے ارشاد یہ فرمایا: ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ سات دن میں غسل کرے۔

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا:

چھینک کے بعد الحمد للہ کہنے اور اس کے جواب کی کیفیت میں علماء کرام کا اختلاف ہے اور اس میں آثار مختلف ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ کہے۔

علامہ ابن جریر نے کہا:

اس کو ان تمام کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اس کو الحمد للہ کہیں کا حکم ہے۔

اور جواب کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ

یرحمک اللہ کہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

الحمد للہ یرحمک اللہ کہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یرحمنا اللہ وایاکم کہے۔

اور جواب دینے والے کو پھر چھینک لینے والا کیا کہے اس میں بھی اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یغفر اللہ لنا ولکم کہے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے کہا:

اس کو دونوں کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے۔

اگر کسی شخص کو بار بار چھینکیں آئیں تو امام مالک رحمہ اللہ نے کہا:

تین بار جواب دینے کے بعد خاموش ہو جائے۔ نیز حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ جب چھینک لینے والا الحمد للہ نہ

کہے تو اس کو جواب نہ دیا جائے۔ اس لیے جب کوئی شخص الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب دینا مکروہ ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے کہا:

چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہنے کا اس لیے حکم دیا ہے کہ کیونکہ چھینک کے سبب دماغ سے جو بخارات نکلتے ہیں اس سے انسان کو فرصت حاصل ہوتی ہے تو اس نعمت پر اس کو شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔ (شرح للخواص: ج: ۲، ص: ۴۱۲ تا ۴۱۳)

بحث سادس

چھینک کے متعلق مسائل

چھینک کا جواب دینا واجب ہے مگر بعض مقامات ایسے ہیں جہاں پر جواب دینا منع ہے جس طرح کہ خطبہ کے وقت چھینک کا جواب دینا منع ہے۔ اس بحث میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر: ۱

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

چھینک کا جواب دینا واجب ہے جبکہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے اور اس کا جواب بھی فوراً دینا اور اس طرح جواب دینا کہ وہ سن لے واجب ہے جس طرح سلام کے جواب میں یہاں بھی ہے۔ (در مختار: ج: ۹، ص: ۶۸۳)

مسئلہ نمبر: ۲

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

چھینک کا جواب ایک مرتبہ واجب ہے دوبارہ چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو دوبارہ جواب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: ۵، ص: ۳۲۶)

مسئلہ نمبر: ۳

علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

جب اس نے الحمد للہ کہا تو سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہو گیا اور حمد نہ کرے تو جواب نہیں۔ ایک مجلس میں کئی مرتبہ کسی کو چھینک آئی تو صرف تین بار تک جواب دینا ہے اس کے بعد اس کو اختیار ہے کہ جواب دے یا نہ دے۔

(الہدایہ: ج: ۶، ص: ۳۵۵)

مسئلہ نمبر: ۴

قاضی حسن بن منصور بن محمود اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

خطبہ کے وقت کسی کو چھینک آئی تو سننے والا اس کو جواب نہ دے۔ (فتاویٰ خانہ: ج: ۲، ص: ۳۷۷)

مسئلہ نمبر: 5

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

عورت کو چھینک آئی اگر وہ بوڑھی ہے تو مرد اس کا جواب دے اگر جوان ہے تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔ مرد کو چھینک آئی اور عورت نے جواب دیا اگر جوان ہے تو مرد اس کا جواب اپنے دل میں دے اور بوڑھی ہے تو زور سے جواب دے سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 5، ص: 326)

مسئلہ نمبر: 6

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

کافر کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو جواب میں یتھدیک اللہ کہا جائے۔

(رد المحتار: جز: 9، ص: 684)

مسئلہ نمبر: 7

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

چھینک کا جواب بعض حاضرین نے دے دیا تو سب کی طرف سے ہو گیا اور بہتر یہ ہے کہ سب حاضرین جواب دیں۔

(رد المحتار: جز: 9، ص: 684)

مسئلہ نمبر: 8

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

دیوار کے پیچھے کسی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو سننے والا اس کا جواب دے۔ (رد المحتار: جز: 2، ص: 684)

مسئلہ نمبر: 9

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

چھینک کے وقت سر جھکا لے اور منہ چھپا لے اور آواز کو پست کرے۔ چھینک کی آواز بلند کرنا حماقت ہے۔

(رد المحتار: جز: 9، ص: 684)

مسئلہ نمبر: 10

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

حدیث مبارکہ میں ہے کہ بات کے وقت چھینک آجانا شاہد عدل ہے۔ (رد المحتار: جز: 9، ص: 684)

مسئلہ نمبر: 11

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

چھینکنے والے سے پہلے ہی سننے والے نے الحمد للہ کہا تو ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ یہ شخص دانتوں اور کانوں کے درد اور بد ہضمی سے محفوظ رہے گا اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ کمر کے درد سے محفوظ رہے گا۔ (رد المحتار: ج: 9، ص: 684)

مسئلہ نمبر: 12

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

جس کو چھینک آئے وہ یہ کہے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا الحمد للہ علی کل حال“ اور اس کے جواب میں دوسرا شخص یوں کہے یرحمک اللہ پھر چھینکنے والا یہ کہے ”یغفر اللہ لنا ولکم“ یا یہ کہے ”یہدیکم اللہ ویصلح بالکم“ اس کے سوا دوسری بات نہ کہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 5، ص: 326)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک چھینک لینے والے کو جواب دینا ہے۔

حدیث مبارکہ میں امر کا لفظ بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اس باب کی دوسری احادیث مبارکہ بھی بظاہر چھینک کے جواب کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن المزمین مالکی اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) بھی وجوب کے قائل ہیں اور بعض نے کہا یہ فرض عین ہے اور مذاہب اربعہ کے جمہور علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ جواب دے دیں تو باقی بعض سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور عبد الوہاب اور بعض مالکی علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ مستحب ہے۔

چھینک کا جواب دینے سے حسب ذیل لوگ مستثنیٰ ہیں۔

1- جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب نہیں دیا جائے گا کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب مت

دو۔

2- کافر کو چھینک کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہود چھینک لیتے تاکہ آپ ان کے لئے یرحمک اللہ فرمائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے

”یہدیکم اللہ و یصلح بالکم“

3۔ جس شخص کو زکام ہو اور وہ بار بار چھینکیں لے اس کو بھی جواب نہیں دیا جائے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ایک، دو اور تین بار چھینک کا جواب دو، اس کے بعد بھی اگر چھینک آئے تو اس شخص کو زکام ہے۔

4۔ جو شخص چھینک کے جواب کو مکروہ سمجھتا ہو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے اگر یہ کہا جائے کہ کسی کے مکروہ سمجھنے کی وجہ

سے سنت کو کس طرح ترک کیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چھینک کا جواب اس کے لئے سنت ہے جو اس کو پسند کرتا ہو اور جو

اس کو مکروہ سمجھتا ہو اس کے لئے یہ سنت نہیں ہے۔ یہ قاعدہ سلام اور عیادت میں بھی جاری ہے۔

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ

جس شخص کو سلام کرنے سے ضرر کا خوف ہو یا جس کو چھینک کا جواب دینے سے ضرر کا خدشہ ہو اس کو سلام کرے نہ چھینک

کا جواب دے۔

میں کہتا ہوں کہ

سلاطین مصر کے پاس جو لوگ جاتے تھے وہ ان کو اسی وجہ سے سلام نہیں کرتے تھے۔

5۔ خطبہ کے وقت چھینک کا جواب نہ دیا جائے کیونکہ اس وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

6۔ جماعت کے وقت اور بیت الخلاء میں اگر چھینک آئے تو الحمد للہ کہنے کو مؤخر کر دے پھر اگر بعد میں کوئی اس سے الحمد

للہ سنے تو وہ جواب دے سکتا ہے۔ (عمدة القاری: ج: 22، ص: 226)

بحث سابع

چھینک آنا اللہ تعالیٰ کی نعمت

چھینک آنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کیونکہ جسم کے اندر سے بخارات دماغ کی طرف چڑھتے ہیں جس سے سر کے مسامات بند

ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بعض اوقات سر میں درد ہو جاتا ہے چھینک آنے سے سر کے مسامات کھل جاتے ہیں اور بخارات

نکل جاتے ہیں اور دماغ کو راحت ملتی ہے لہذا بندے کو چاہئے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ الحمد للہ کہے اور اس کے بھائی کو یرحمک اللہ کہنا چاہئے اور

جب وہ یرحمک اللہ کہے تو چھینک والے کو یہدیکم اللہ و یصلح بالکم کہنا چاہئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6224)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کو چھینک آئے یا ڈکار آئے تو وہ کہے ”الحمد علی کل حال من الاحوال“ تو اس سے ستر بیماریوں کو دور

کر دیا جاتا ہے ان میں سب سے کم درجہ کی بیماری جذام ہے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 25542)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو فرشتے کہتے ہیں رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور اگر وہ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتے

کہتے ہیں رَحِمَکَ اللہ۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12284)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سچی بات وہ ہے کہ اس وقت چھینک آجائے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3360)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب کوئی بات کی جائے اور چھینک آجائے تو وہ حق ہے۔ (نوادراصول فی احادیث الرسول ﷺ: ج: 3، ص: 5)

☆ قوله فقلت و انکل امیاء

ثکُل کے معنی ہیں عورت کے بچہ کا مرجانا جس پر افسوس کا ہونا ظاہر ہے اور لفظ ”وا“ یہ ندا کے لئے ہے اور ”امیاء“ میں ام

کی اضافت یا متکلم کی جانب ہو رہی ہے اور الف یہ ندا کے لئے ہے اور ”ہ“ سکتہ کے لئے ہے۔

☆ قوله فلما رایتهم یسکتونی لکنی سکت

یہاں پر جزاء شرط محذوف ہے اور اس جزاء محذوف ہی پر یہ استدراک جس کو لکنی سے بیان کیا جا رہا ہے اور وہ جزاء محذوف

مضیت ہے یعنی جب میں نے ان کو دیکھا کہ مجھے خاموش کرنا چاہ رہے ہیں تو مجھے بڑا غصہ آیا اس لیے کہ ایک تو مجھے غصے سے

کھور رہے ہیں اور مجھ پر زیادتی کر رہے ہیں دوسرا یہ کہ میرے اظہار افسوس پر مجھے خاموش بھی کرنا چاہ رہے ہیں مگر میں خاموش

ہو گیا۔

☆ قوله انا قوم حدیث عهد بجاهلیہ

یعنی ہم لوگ نئے مسلمان ہوئے ہیں ابھی قریب میں جاہلیت اور کفر کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

☆ قوله ان هذه الصلوٰۃ لا یحل فیہا شیء من کلام الناس

اس قول سے احناف کا موقف ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں کلام کرنا مفسد صلوٰۃ ہے۔

جس طرح کہ فرمایا گیا کہ

کلام مفسد نماز ہے عداً ہو یا سہواً، سوتے میں ہو یا بیداری میں اپنی خوشی سے کلام کیا یا کسی نے کلام کرنے پر مجبور کیا یا اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ کلام کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے۔

خطا کے معنی یہ ہیں کہ قرأت وغیرہ اذکار نماز کہنا چاہتا تھا غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی اور سہو کے یہ معنی ہیں کہ

اس کو اپنا نماز میں ہونا یاد نہ رہا۔ (در مختار: ج: 2، ص: 247)

کلام میں قلیل و کثر کا فرق نہیں اور یہ بھی فرق نہیں کہ وہ کلام اصلاح نماز کے لئے ہو یا نہیں۔ مثلاً امام کو بیٹھنا تھا کھڑا ہو

گیا۔ مقتدی نے بتانے کو کہا بیٹھ جایا ہوں کہا نماز جاتی رہی۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 98)

☆ قوله قلت و منا رجال یطیرون

عرض کیا کہ ہم میں سے بعض لوگ بدشگون لیا کرتے ہیں۔

بدشگونی کی تحقیق

بدشگونی کفار کا طریقہ تھا جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ آئے تو یہود نے اس کو بدشگونی کہا۔

اور انہوں نے کہا:

ان کے آنے سے چیزیں مہنگی ہو گئیں اور بارشیں کم ہو گئیں، عرب بدفالی اور بدشگونی کو طائر، تطیر اور طیرہ کہتے تھے۔ وہ

طائر (پرندہ) سے فال نکالتے اور فال نکالنے کے لئے پرندہ کو اڑاتے پھر اگر پرندہ دائیں جانب سے آتا تو اس کو نیک شگون قرار

دیتے اور اگر وہ بائیں جانب سے آتا تو اس کو بدشگون قرار دیتے اس کے بعد مطلقاً بدشگونی کے لئے طائر اور تطیر کا لفظ استعمال

ہونے لگا۔ (تفسیر کبیر: ج: 5، ص: 344)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کسی چیز سے بدفال نہیں نکالتے تھے۔ آپ ﷺ جب کسی عامل کو بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے اگر آپ ﷺ

کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ ﷺ خوش ہوتے اور آپ ﷺ کے چہرے پر بشارت دکھائی دیتی اور اگر آپ ﷺ کو اس کا نام

ناپسند ہوتا تو آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی دکھائی دیتی اور جب آپ ﷺ کسی بستی میں داخل ہوتے تو آپ ﷺ اس کا نام پوچھتے اگر آپ ﷺ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ ﷺ خوش ہوتے اور آپ ﷺ کے چہرے پر بشاشت دکھائی دیتی اور اگر آپ ﷺ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی دکھائی دیتی۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 5799)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا:

بدشگونی شرک ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم میں سے ہر شخص کو بدشگونی عارض ہوتی ہے اور اس کے دل میں اس سے سخت ناپسندیدگی آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ پر توکل

اس کو زائل کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1620)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوئی مرض متعدی ہوتا ہے نہ کوئی بدشگونی ہے اور مجھے کوئی فال پسند ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

فال کیا چیز ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اچھی بات، نیک بات۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 5754)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوئی مرض نہ تو متعدی ہوتا ہے نہ کوئی بدشگونی ہے۔ تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے، گھوڑے میں، عورت میں اور مکان

میں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2225)

حضرت روفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص بدشگونی کی وجہ سے اپنی مہم پر نہیں گیا وہ شرک میں آلودہ ہو گیا۔ (مسند ابی حنیفہ: رقم الحدیث: 3046)

اسماعیل بن امیہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تین چیزیں انسان کو عاجز نہیں کر سکتیں بدفالی، بدگمانی اور حسد۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بدشگونی سے تم کو یہ چیز نجات دے گی کہ تم اس پر عمل نہ کرو اور بدگمانی سے تمہیں یہ چیز نجات دے گی کہ تم اس کے متعلق کسی سے بات نہ کرو اور حسد سے تمہیں یہ چیز نجات دے گی کہ تم اپنے بھائی میں برائی نہ ڈھونڈو۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19504)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

تطیر (بدشگونی) کی اصل وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین طیر (پرندہ) پر اعتماد کرتے تھے جب ان میں سے کوئی شخص کسی کام کے لئے نکلتا تو وہ پرندہ کی طرف دیکھتا اگر وہ پرندہ دائیں طرف اڑتا تو وہ اس سے نیک شگون لیتا اور اپنے کام پر روانہ ہو جاتا اور اگر وہ پرندہ بائیں جانب اڑتا تو وہ اس سے بدشگونی نکالتا اور لوٹ آتا بعض اوقات وہ کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے خود پرندہ کو اڑاتے تھے پھر جس جانب وہ اڑتا تھا تو اس پر اعتماد کر کے اس کے مطابق مہم پر روانہ ہوتے یا نہ ہوتے۔ جب شریعت آگئی تو اس نے ان کو اس طریقہ سے روک دیا چونکہ مشرکین بدفال اور بدشگون پر اعتماد کرتے تھے تو مسلمانوں میں بھی اس کے اثرات آگئے۔ اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزوں سے کوئی شخص خالی نہیں ہوتا۔ بدشگونی، بدگونی اور حسد، پس جب بدشگونی نکلے تو تم واپس نہ ہونا اور جب تم حسد کرو تو اس کو طلب نہ کرنا اور جب تم بدگمانی کرو تو اس کی تحقیق نہ کرنا اور تم اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو۔ اس حدیث مبارکہ کو امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس کو امام بیہقی اور امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس گیا یا جس نے تیر سے فال نکالی یا جو شخص بدشگونی کی وجہ سے سفر سے واپس آ گیا وہ بلند درجات کو نہیں پاسکتا۔ نیز امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدشگونی نکالنا شرک ہے۔ آپ نے اس کو شرک اس لیے قرار دیا کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ شگون اور فال کی وجہ سے کوئی نفع حاصل ہوتا یا کوئی ضرر دور ہوتا ہے گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شگون کو شریک کر لیا لہذا جس نے بدشگونی کی پرواہ نہیں کی اور سفر پر روانہ ہو گیا تو اس پر اس بدشگونی کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی مالکی متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

بدشگونی یہ ہے کہ انسان کوئی بات سنتا ہے یا کوئی چیز دیکھتا ہے اور اس سے اس کو یہ خوف ہوتا ہے کہ جس چیز کو اس نے

حاصل کرنے کا قصد کیا ہے وہ حاصل نہیں ہو سکے گی اور فال اس کی ضد ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کوئی بات سنے یا کوئی چیز دیکھے تو پھر یہ امید رکھے کہ جس چیز کو اس نے حاصل کرنے کا قصد کیا ہے وہ حاصل ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور سب سے اچھی چیز فال ہے۔

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بدشگون نہیں لیتے تھے لیکن آپ ﷺ (نیک) فال نکالتے تھے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے اہل قبیلہ بنی سہم کے ستر افراد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے پہنچے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم کون ہو؟

انہوں نے کہا:

بریدہ (رضی اللہ عنہ)

تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر ارشاد فرمایا:

ہمارا معاملہ ٹھنڈا اور اچھا ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کن لوگوں سے ہو؟

میں نے کہا: اسلم سے۔

آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

ہم سلامتی سے رہیں گے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کس قبیلہ سے ہو؟

میں نے کہا: بنو سہم سے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارا حصہ نکل آیا۔ (الاستیعاب علی ہاشم الاصابہ: ج: 1، ص: 174)

آپ ﷺ فال کو اس لیے پسند فرماتے تھے کہ نیک فال سے انشراح نفس ہو جاتا ہے اور انسان کو جب یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے گی اور اس کی امید برآئے گی اور وہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہ حسن ظن رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ میں بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں اور آپ بدشگونی کو اس لیے ناپسند فرماتے تھے کہ یہ مشرکین کا عمل ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے جیسا کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: بدشگونی شرک ہے اور جو شخص بدشگونی کرے وہ ہم میں سے نہیں سوا اس شخص کے جو

بدشگونی کے باوجود اپنی مہم پر روانہ ہو جائے اور بدشگونی کی بالکل پرواہ نہ کرے البتہ انسان اس پر قادر نہیں ہے کہ اس کے دل میں بدشگونی کا بالکل خیال نہ آئے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بن الحکم نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض لوگ بدشگونی کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جو ان کے دلوں میں کھٹکتی ہے تو وہ اس کے درپے نہ ہوں اور بعض روایات میں ہے اس سے ان کو ضرر نہیں ہوگا لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو بدشگونی جاتی رہتی ہے اسی لیے آپ نے فرمایا جب تم بدشگونی نکالو تو اپنی مہم پر روانہ ہو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ (اکامل ابن ہدی: ج: 4، ص: 1523)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی متوفی 743ھ لکھتے ہیں:

(نیک) فال نکالنے کی رخصت ہے اور تطیر (بدشگونی) منع ہے۔ اگر کوئی انسان کسی چیز کو دیکھے اور وہ اس کو اچھی لگے اور وہ اس کو اپنی حاجت یا مہم پر جانے کے لئے ابھارے تو وہ اس پر عمل کرے اور اگر وہ کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو منحوس شمار کیا جاتا ہو اور وہ اس کو اس کی مہم پر جانے سے منع کرے تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ اپنی مہم پر اور اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے روانہ ہو جائے اور اگر اس نے اس بدشگونی کو قبول کر لیا اور اپنی مہم پر روانہ نہیں ہوا تو یہ طیرہ (بدشگونی) ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن: ج: 8، ص: 313-314)

سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں ہے کہ الطیرۃ (بدشگونی لینا) شرک ہے آپ نے اس کو اس لیے شرک فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین جن چیزوں کو منحوس قرار دیتے تھے ان کو ناکامی اور نامرادی کے حصول میں سبب موثر خیال کرتے تھے اور یہ شرک جلی ہے اور اگر ان چیزوں کو من جملہ اسباب قرار دیا جائے تو پھر یہ شرک خفی ہے۔ (الکاشف عن حقائق السنن: ج: 8، ص: 320)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے تطیر کو اس لیے باطل کہا ہے کہ نفع یا ضرر پہنچانے میں کسی چیز کی تاثیر نہیں ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے کام پر جائے خواہ فال اس کے موافق ہو یا مخالف۔ وہ اپنے رب عزوجل پر توکل کر کے اپنی مہم پر روانہ ہو۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ صفر کے مہینہ کو منحوس قرار دیتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے اس کو باطل فرمایا اور فرمایا لا صفر۔ (شرح السنہ: ج: 6، ص: 267)

علامہ شمس الدین عبدالرؤف المناوی الشافعی متوفی 1021ھ لکھتے ہیں:

اس دن کا منحوس ہونا تطیر (بدشگونی) کی جہت سے نہیں ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمام ایام اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور بعض ایام کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں اور تطیر (بدشگونی) امور دین میں سے نہیں ہے بلکہ یہ فعل جاہلیت سے ہے۔ نجوی کہتے ہیں کہ بدھ کا دن عطار کا دن ہے اور عطار منحوس ستارہ ہے اور ان کا یہ قول دین سے خارج ہے یہ دن قوم عاد کے لیے نامبارک تھا کیونکہ اس دن ان پر عذاب آیا تھا۔ سو اس دن کو منحوس فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے بکثرت توبہ اور استغفار کرنا چاہئے جس طرح نبی کریم ﷺ جب الحجر میں گئے تو آپ نے فرمایا ان معذبین کے پاس روتے ہوئے گزرنا، اول تو یہ حدیث سنداً ضعیف یا موضوع ہے اور یہ ان

احادیث صحیحہ سے تصادم اور تعارض کی صلاحیت نہیں رکھتی جن میں یہ تصریح ہے کہ کسی چیز میں شوم یا نحوست نہیں ہے اور بر تقدیر تسلیم اس کی یہی تاویل ہے کہ یہ دن قوم عاد کے لئے نامبارک ہوا تھا۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ قیامت تک کے لئے یہ دن ہر شخص کے لیے نامبارک ہے۔ علامہ شامی نے دیلمی کی سند ضعیف سے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ جس نے بدھ کے دن ناخن تراشے اس سے دوسوہ اور خوف نکل جاتا ہے اور اس کو امن اور شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور منہاج الکلیمی اور شعب الیہتی میں یہ حدیث ہے کہ بدھ کے دن زوال کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور صاحب ہدایہ نے کتاب تعلیم اور تعلم میں لکھا ہے کہ بدھ کے دن جو کام شروع کیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ علامہ مناوی نے بدھ کی سعادت اور برکت کے متعلق بہت سے اقوال نقل کیے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ

جب سے دنیا بنی ہے ہفتہ کے دنوں میں سے ہر دن میں کوئی نہ کوئی مصیبت اور آفت نازل ہوئی اور ہر دن میں کوئی نہ کوئی نعمت ملی ہے اس لیے کوئی دن بھی منحوس نہیں ہے تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور کسی دن بھی کوئی کام شروع کرنا ممنوع نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے اور جن روایات میں بعض ایام کی نحوست کا ذکر ہے وہ موضوع ہیں یا شاید ضعیف ہیں۔ (فیض القدر: ج: ۱، ص: ۸۶، ۸۷)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متونی 855ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ بدشگونی کی وجہ سے اپنے مطلوبہ کاموں کو کرنے سے رک جاتے تھے۔ شریعت اسلام نے بدشگونی کو باطل کیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ خبر دی کہ کسی نفع کے حصول یا کسی ضرر کے دور کرنے میں شگون کا کوئی اثر نہیں ہے۔

(عمدة القاری: ج: ۲۱، ص: ۲۴۷)

ملا علی قاری حنفی متونی 1014ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بدشگونی لینا شرک ہے۔

کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے ان کو نفع حاصل ہوتا ہے یا ان سے ضرر دور ہوتا ہے اور جب انہوں نے اس کے تقاضے پر عمل کیا تو گویا انہوں نے شرک کیا اور یہ شرک خفی ہے اور اگر کسی شخص نے یہ اعتقاد کیا کہ حصول نفع یا دفع ضرر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز مستقل موثر ہے تو یہ شرک جلی ہے۔ آپ نے اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ وہ یہ اعتقاد کرتے تھے کہ جس چیز سے انہوں نے بدفالی لی ہے وہ مصیبت کے نزول میں موثر سبب ہے اور بالعموم ان اسباب کا لحاظ کرنا شرک خفی ہے خصوصاً جب اس کے ساتھ جہالت اور سوء اعتقاد بھی ہو تو اس کا شرک خفی ہونا اور بھی واضح ہے۔

(مرقات: ج: ۹، ص: ۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متونی 1052ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لا طيرة“ یعنی حصول نفع اور دفع ضرر میں بدشگونی لینے کی کوئی تاثیر اور دخل نہیں ہے اور بدشگونی نہیں لینا چاہئے اور نہ اس کا اعتبار کرنا چاہئے جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ شریعت نے اس کو سبب نہیں بنایا۔

(احمد الممعات: ج: 3، ص: 620)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ہر طیرہ (بدشگونی) میں کوئی خیر نہیں ہے اور نیک فال میں خیر ہوتی ہے، جب کوئی شخص کوئی اچھی بات سن کر اس سے مستقبل میں کوئی بات نکالے تو وہ فال ہے۔ طیرہ اور فال میں فرق یہ ہے کہ فال ایک خبر ہے جو غیب سے حاصل ہوتی ہے اور طیرہ میں کسی پرندے یا جانور کی حرکت ہوتی ہے اور اس میں سے کسی چیز کا بیان نہیں ہوتا ایک اور فرق یہ ہے کہ فال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اور طیرہ میں برا گمان ہوتا ہے اس لیے مکروہ ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ

فال عام ہے خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے اور طیرہ کا استعمال صرف بدشگونی میں ہوتا ہے اور شریعت میں فال خوشی کے لئے ہے اور طیرہ رنج اور افسوس کے لئے ہے۔

علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ نیک اور اچھی بات کو سن کر خوش ہوتے ہیں جیسا کہ وہ صاف پانی اور خوشگوار منظر دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کسی کام سے جاتے تو آپ یہ سننا پسند کرتے تھے کہ کوئی شخص کہے ”یا نجیح یا راشد“ اور اس سے آپ کامیابی کی فال نکالتے۔

اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے اور جب آپ کسی عامل کو بھیجتے تو اس سے اس کا نام پوچھتے۔ اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور اگر آپ کو اس کا نام نا پسند ہوتا تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حلیمی سے روایت کیا ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عرب جب کسی کام کے لئے روانہ ہوتے اس وقت کسی پرندے کو دھکیلا جاتا تو وہ اس سے براشگون لیتے۔ اسی طرح وہ کوئے کی آواز سے اور ہرن کے گزرنے سے بھی براشگون لیتے تھے اور ان چیزوں کو منحوس قرار دیتے تھے اور ان سب کو وہ تطیر کہتے تھے اور عجم میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی کام کے لئے جاتے اور اس وقت کوئی بچہ استاذ کے پاس پڑھنے کے لئے جا رہا ہوتا تو اس کو وہ نحوست سمجھتے اور اگر وہ استاد کے پاس سے آ رہا ہوتا تو اس کو مبارک سمجھتے۔ بدشگونی لینا اس وقت منع ہے جب انسان اس بدشگونی کو موثر جانے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے مدبر ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے لیکن اس کو تجربہ سے معلوم ہے کہ اس کے کام کے وقت اگر فلاں چیز پیش آ جائے تو کام نہیں ہوتا۔ پس اگر ایسے مواقع پر وہ اپنے کام کو ترک کر دے تو یہ مکروہ ہے اور اگر وہ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال

کرے اور شر سے پناہ طلب کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کو کر گزرے پھر خواہ اس کے دل میں یہ خیال آتا رہے کہ اب چونکہ وہ چیز پیش آگئی ہے لہذا کام نہیں ہوگا تو اس سے اس کو ضرر نہیں ہوگا اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس سے مواخذہ ہوگا اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کی نحوست کے اعتقاد کی وجہ سے اس کو وہ متوقع ضرر و پریشانی آجاتا ہے جیسا کہ اکثر جاہلوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے اور یہ دراصل اس کو نحوست کے اعتقاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملتی ہے۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو نیک فال اس لیے پسند تھی کہ بدفالی اور بدشگونی میں بغیر کسی تحقیقی سبب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہے اور نیک فال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے اور مومن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ

نیک فال کی اجازت دینے اور بدشگونی سے منع کرنے کا معنی یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی چیز دیکھے اور اس سے یہ نیک گمان کرے کہ اس کو دیکھنے کی وجہ سے اس کا مقصود حاصل ہو جائے گا تو اس کو وہ کام کر لینا چاہئے اور اگر اس نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس کو دیکھ کر اس کے دل میں خیال آئے کہ اس کو دیکھنے یا اس کے سامنے آنے کی وجہ سے وہ ناکام ہو جائے گا تو اس کو اس بدگمانی کو قبول نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے مقصود کے لئے جانا چاہئے اور اگر اس نے اس چیز کی نحوست کے اعتقاد کو قبول کر لیا اور اپنے مقصود پر جانے سے رک گیا تو یہی وہ بدفالی اور بدشگونی ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری: ج: 11، ص: 376)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا:

الطیرہ (بدشگونی) شرک ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم میں سے ہر شخص بدشگونی کے اعتقاد میں مبتلا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے توکل لے جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3538)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے اس کو شرک اس وجہ سے فرمایا ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ جب بدشگونی کے تقاضے پر عمل کریں گے تو ان کو نفع حاصل ہوگا اور ان سے ضرر دور ہوگا تو گویا انہوں نے اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر لیا اور یہ شرک خفی ہے۔

شارح نے کہا:

یعنی جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بالذات نفع پہنچاتی ہے یا ضرر پہنچاتی ہے تو اس نے شرک جلی کیا۔

علامہ طیبی نے کہا:

اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ ان کا اعتقاد تھا کہ جس چیز کو وہ منحوس سمجھتے ہیں وہ نقصان دینے میں سبب مؤثر ہے اور فی نفسہ اسباب کو مؤثر جاننا شرک خفی ہے تو جب اس کے ساتھ بد عقیدگی اور جہالت بھی شامل ہو جائے تو وہ شرک کیوں نہ ہوگی۔

(مرقات: ج: 8، ص: 349)

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

العیافۃ اور الطرق اور الطیرۃ جبلت سے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19502)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی 743ھ لکھتے ہیں:

العیافۃ کا معنی ہے پرندے کو اڑانے یا بھگانے کی کوشش کرنا تاکہ دیکھا جائے کہ وہ دائیں طرف جاتا ہے یا بائیں طرف اور پھر اس سے نیک یا بد فال نکالی جائے۔

الطرق کا معنی ہے۔ نحوست اور بد شگون کی اعتقاد رکھنا اور جبلت کا معنی ہے جادو اور کہانت کا عمل کرنا یا غیر اللہ کی عبادت کرنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ

الطیرۃ یعنی بد شگون کی کا عمل کرنا غیر اللہ کی عبادت کے قبیل سے ہے یا شرک ہے اور اس کی تائید سنن ابوداؤد کی اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: الطیرۃ شرک ہے۔ (الکاشف عن حقائق السنن: ج: 8، ص: 319)

علامہ الحسن التوریشتی متوفی 661ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ افعال کاہنوں کے افعال سے ہیں۔ (کتاب السیر فی شرح مصابیح السنۃ: ج: 3، ص: 1013)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

نحوست صرف تین چیزوں میں ہے:

1- گھوڑے میں، 2- عورت میں، 3- اور مکان میں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2838)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کا صحیح معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے الطیرۃ کی بالکل نفی فرمادی ہے اور آپ ﷺ کا جوار شاد ہے۔

شوم (نحوست) صرف تین چیزوں میں ہے اس ارشاد میں آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی حکایت کی ہے کیونکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ نحوست ان چیزوں میں ہے اور اس حدیث مبارکہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں بھی نحوست ان تین

چیزوں میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نحوست کی بالکل نفی کرتی تھیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ابو حسان سے روایت کیا ہے کہ بنو عامر کے دو آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نحوست عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر سخت غصہ ہوئیں لگتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا کا ایک ٹکڑا زمین پر گرے گا اور ایک آسمان پر۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بالکل نہیں فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ان چیزوں کو منحوس جانتے ہیں یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی۔ امام ابن عبد البر نے بھی اس روایت کا ذکر فرمایا ہے اس روایت کے آخر میں ہے۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِی الْأَرْضِ وَلَا فِی أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِی كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ط إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ یَسِیْرٌ (الحمد: ۲۲)

”ہر وہ مصیبت جو دنیا میں آتی ہے یا تمہاری جانوں میں اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے یہ کام اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ انسان پر جو مصائب آتے ہیں بیماریاں آتی ہیں اور مقاصد میں ناکامی ہوتی ہے یا سفر میں نامرادی ہوتی ہے ان سب کا تعلق انسان کی تقدیر سے ہے اور ازل میں اللہ تعالیٰ کو ان سب چیزوں کا علم تھا کسی چیز کی نحوست یا بدشگونی کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔ ابو حسان کی اس روایت کی یحییٰ بن معین اور امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور آئمہ حدیث کی ایک جماعت نے بہ شمول امام بخاری سب نے ابو حسان کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ یہ جھوٹ ہے یہ آپ نے تغلیظاً فرمایا ہے اس روایت کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ نحوست تین چیزوں میں ہے یہ آپ نے ابتداء اسلام میں زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے اعتقاد کی خبر دی تھی۔ پھر جب صریح قرآن اور سنت ثابتہ نے نحوست کا رد کر دیا تو اس حدیث سے جو حکم مستنبط ہوتا تھا وہ منسوخ ہو گیا۔ نیز یہ حدیث خبر واحد سے ہے اخبار احاد باب عقائد میں حجت نہیں ہیں اور نحوست کے صحیح ہونے کا تعلق عقیدہ سے ہے۔

اس روایت کا تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر عورت اور ہر گھوڑا اور ہر گھر منحوس ہوتا ہے اس سے مراد بعض عورتیں، بعض گھوڑے اور بعض گھر ہیں اور بعض عورتیں بدخلق، حریص، ناشکری یا بانجھ ہوتی ہیں۔ یہ عورتوں کی نحوست ہے اور بعض گھوڑے سرکش اور اکھڑ ہوتے ہیں وہ اپنی پشت پر کسی کو سوار نہیں ہونے دیتے یہ گھوڑوں کی نحوست ہے اور بعض مکان تنگ

اور غیر ہوادار ہوتے ہیں یا ان مکانوں کے پڑوسی بد اخلاق اور بے دین ہوتے ہیں یہ گھروں کی نحوست ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض عورتوں، بعض گھوڑوں اور بعض مکانوں میں یہ عیوب اور نقائص ہوتے ہیں اور یہی ان کی نحوست ہے۔ اس نحوست سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان چیزوں کو دیکھنے سے انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آجائے گی۔ نیز امام ترمذی نے حضرت حکیم بن معاذیہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث مبارکہ کو بھی روایت کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی نحوست نہیں ہے اور کبھی مکان میں، عورت میں اور گھوڑے میں برکت بھی ہوتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمارے اس جواب کی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے بعض عورتوں کے متعلق نحوست (بمعنی نقص اور عیب) کی خبر دی ہے نہ کہ عورتوں کے بارے میں اس روایت کا چوتھا درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر کسی چیز میں (نحوست) ہوتی تو عورت، گھوڑے اور مکان میں ہوتی۔ اس حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی اور جب ان چیزوں میں نحوست نہیں ہے تو پھر کسی چیز میں نحوست نہیں ہے اور نحوست اور بدشگونی دونوں ایک ہی چیز ہیں اور بدشگونی شرک ہے کیونکہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: بدشگونی شرک ہے۔ رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ نحوست اور بدشگونی واحد ہیں تو اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہو تو گھوڑے، مسکن اور عورت میں ہوگی اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کوئی مرض (فی نفسہ) متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی بدشگونی ہے اگر کسی چیز میں بدشگونی ہو تو عورت، گھوڑے اور مکان میں ہوگی۔

ایک حدیث مبارکہ میں ان تین چیزوں کے لئے نحوست کا ثبوت ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں بدشگونی کا ثبوت ہے پس ضروری ہوا کہ ان دونوں سے مراد واحد ہو۔ (عمدة القاری: ج: 14، ص: 211 تا 213)

حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں اچھی چیز نیک قال ہے اور وہ مسلمان کو کسی کام سے لوٹاتی نہیں ہے پھر جب تم کوئی منحوس چیز دیکھو تو یہ دعا کرو۔

اے اللہ عز و جل! صرف تو ہی اچھائیوں کو لانے والا ہے اور صرف تو ہی برائیوں کو دور کرنے والا ہے۔ گناہ سے پھرنا اور نیکی کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہوگی۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1128)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کہانت کا عمل کیا یا فال کا تیر نکالا یا بدشگونی کی وجہ سے سفر پر نہیں گیا وہ قیامت کے دن جنت کے درجات کو

نہیں دیکھ سکے گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1134)

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے مسلمانوں کو اس جگہ چاہئے کہ اللہم لا طیر الا طیرک ولا خیر الا خیرک ولا الہ غیرک پڑھ لے اور اپنے رب عزوجل پر بھروسہ کر کے اپنے کام کو چلا جائے ہرگز نہ ر کے نہ واپس آئے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز: 9، ص: 129)

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1376ھ لکھتے ہیں:

ابوداؤد نے عروہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر ہوا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فال اچھی چیز ہے اور براشگون ہے کسی مسلمان کو واپس نہ کرے یعنی کہیں جا رہا تھا اور براشگون ہوا تو واپس نہ آئے چلا جائے۔ جب کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جو نا پسند ہے یعنی براشگون پائے تو یہ کہے اللہم لا یاتنی بالחסنات الا انت ولا ی دفع السیئات الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ (بہار شریعت: حصہ: 16، ص: 85)

لکیریں کھینچنا

☆ قوله قلت ومنا رجال یخطون قال کان نبی من الانبیاء یخط فممن وافق خطہ فذاک عرض کیا ہم میں سے بعض لکیریں کھینچتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی لکیریں کھینچتے تھے پس جس کی لکیریں اس کے موافق ہو جائیں اس کا فعل درست ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے معنی میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے موافق ہوئی وہ مباح ہے اور ہمارے پاس اس موافقت کو جاننے کا کوئی علم یقینی نہیں ہے لہذا لکیریں کھینچ کر غیب کی باتیں معلوم کرنا جائز نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے موافق ہوئی تو وہ درست ہے اور موافقت پر معلق کیے بغیر یہ نہیں فرمایا کہ وہ حرام ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس ممانعت میں اس نبی کا فعل بھی داخل ہے جو لکیریں کھینچتے تھے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نبی کے احترام میں صرف ہمارے فعل کا حکم بیان فرمایا۔ سو اس حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ممنوع نہیں ہے اس طرح تمہارا فعل بھی ممنوع نہیں ہو گا بشرطیکہ تمہیں اس کی موافقت کا علم ہو جائے لیکن تمہارے پاس اس کے علم کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں۔

علامہ خطابی نے کہا:

اس حدیث مبارکہ میں لکیریں کھینچ کر علم حاصل کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ اس نبی کے فعل کی کوئی علامت نہیں ہے تو

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا:

مختار یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس فعل کو ہمارے لیے مباح نہیں کیا۔

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن معاوية بن الحكم السلمي رضي الله عنه
حضرت معاوية بن حكم سلمیؓ بہت متقی تھے کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمیؒ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ سلمیٰ ہیں مدینہ منورہ میں بہت آتے جاتے رہتے تھے۔ 117 ایک سوسترہ میں وفات ہوئی۔ آپ ﷺ سے کثیر اور عطا نے روایات لیں۔ (مرآة المناجیح: ج: 8، ص: 601)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ التَّائِمِينَ وَرَاءَ الْإِمَامِ

باب: امام کے پیچھے آمین کہنا

یہ باب امام کے پیچھے آمین کہنے کے حکم میں ہے۔

797 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعُبَيْسِ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ (وَلَا الضَّالِّينَ) قَالَ آمِينَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب **وَلَا الضَّالِّينَ** کی تلاوت فرمائی تو ارشاد فرمایا آمین اور اپنی آواز کو بلند رکھا۔

(مستدرک: ج: 2، ص: 253، معجم الکبیر: ج: 22، ص: 9، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 256، سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 407)

798 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهَيْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَجَهَرَ بِأَمِينٍ وَسَلَّم عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ خَدِّهِ
حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے آمین آواز
کے ساتھ کہی اور سیدھی اور الٹی طرف سلام کیا حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کے رخسار مقدسہ کی سفیدی کو دیکھ لیا۔

(معجم الکبیر: جز: 22، ص: 45، صحیح ابن حبان: جز: 5، ص: 111)

799 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى عَنْ بَشْرِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ عَمِّ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَلَا (غَيْرِ
الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) قَالَ آمِينَ حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کی
تلاوت فرمائی تو ارشاد فرمایا آمین حتیٰ کہ صف اول والوں نے سن لیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 799)

800 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا
الضَّالِّينَ) فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب امام کہے غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّالِّينَ تو کہو آمین کیونکہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہو گیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے
جائیں گے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 55، سنن النسائی: جز: 3، ص: 497، شرح السنہ: جز: 1، ص: 430)

801 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ
الْإِمَامُ فَأَمِنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ
وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ آمِينَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو گئی تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے
جائیں گے۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آمین فرمایا کرتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۲، ص: ۵۵، سنن الترمذی: ج: ۱، ص: ۴۲۲، سنن النسائی: ج: ۳، ص: ۴۹۵، شرح السنہ: ج: ۱، ص: ۱۴۹)

802 حَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ رَاهُوِيَهٗ اَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ بَلَالٍ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا تَسْبِقْنِيْ بِاَمِيْنٍ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے قبل آمین نہ کہیں۔

(مستدرک: ج: ۱، ص: ۳۴۰، معجم الاوسط: ج: ۷، ص: ۱۹۱، مؤطا: ج: ۱، ص: ۱۷۲، صحیح ابن خزيمة: ج: ۱، ص: ۲۸۷)

803 حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ وَمَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْفَرِيَابِيُّ عَنْ صُبَيْحِ بْنِ مُحَرَّرٍ الْحُمْصِيِّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ مُصْبِحٍ الْمَقْرَائِيُّ قَالَ كُنَّا نَجْلِسُ اِلَى اَبِيْ زُهَيْرٍ النَّمِيْرِيِّ وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ فَيَتَحَدَّثُ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ فَاِذَا دَعَا الرَّجُلُ مِّنَّا بِدُعَاءٍ قَالَ اخْتِمُوْهُ بِاَمِيْنٍ فَاِنْ اَمِيْنٌ مِّثْلُ الطَّابِعِ عَلَى الصَّحِيْفَةِ قَالَ اَبُوْ زُهَيْرٍ اُخْبِرْكُمْ عَنْ ذَلِكَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَاتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ قَدْ اَلَحَّ فِي الْمَسْأَلَةِ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَمِعُ مِنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْجَبَ اِنْ خَتَمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ بَايَ شَيْءٍ يَخْتِمُ قَالَ بِاَمِيْنٍ فَاِنَّهُ اِنْ خَتَمَ بِاَمِيْنٍ فَقَدْ اَوْجَبَ فَاَنْصَرَفَ الرَّجُلُ اِلَيْ سَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَى الرَّجُلَ فَقَالَ اخْتِمُ يَا فُلَانُ بِاَمِيْنٍ وَاَبَشِرْ وَهَذَا لَفْظُ مَحْمُوْدٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ الْمَقْرَاءُ قَبِيْلٌ مِّنْ حِمْيَرَ

صبح بن محرز حمصی سے روایت ہے کہ مجھے ابو مصبح مقرائی نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت ابو زہیر نمیری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے رہتے جو کہ صحابی تھے وہ احسن باتیں بیان کیا کرتے تھے جب ہم میں سے کسی نے دعا کی تو ارشاد فرمایا اس کا اختتام آمین پر کیا کرو کیونکہ آمین تحریر پر مہر کی مثل ہے۔ حضرت ابو زہیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کے بارے میں خبر دیتا ہوں کہ ہم رسول اللہ کی معیت میں ایک رات نکلے ہم اس کے پاس پہنچے جو رو رو کر دعا کر رہا تھا تو نبی کریم ﷺ نے ٹھہر کر اس کو سنا۔ پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: واجب ہوگئی کہ ختم کرے۔ قوم میں سے کسی شخص نے عرض کیا کس چیز سے ختم کرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آمین سے۔ پس یہ اگر آمین سے ختم کر لے تو واجب ہوگئی۔ پس وہ آدمی واپس آیا جس نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تھا تو اس نے دعا کرنے والے کے پاس پہنچ کر کہا اے فلاں آمین کے ساتھ ختم کرو اور بشارت حاصل کرو۔ یہ لفظ محمود کا ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا مقبری حمیر میں سے ایک قبیلہ ہے۔

(معجم الکبیر: ج: ۲۲، ص: ۲۹۶، شرح السنہ: ج: ۱، ص: ۳۴۶، مسند الصحابة فی الکتاب السنہ: ج: ۵۰، ص: ۱۹۶، معرۃ الصحابة لابی نعیم الاصبہانی:

ج: ۲۰، ص: ۱۳۰)

تشریح: آمین کا معنی

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ کلمہ ہے جو دعا کے بعد کہا جاتا ہے یہ اسم اور فعل سے مرکب ہے اور اس کا معنی ہے ”اللہم استجب لی“ اے اللہ عزوجل میری دعا کو قبول فرما“ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے حامیوں کے لئے دعا ضرر کی اور فرمایا:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاَشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (یونس: 88)

اے ہمارے رب! ان کے اموال کو تباہ و برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا آمین۔

ایک قول یہ ہے کہ

آمین کا معنی ہے اسی طرح ہوگا۔

زجاج نے کہا ہے کہ

اس میں دو لغتیں ہیں۔ 1- آمین، 2- آمین

ابوالعباس نے کہا ہے کہ

آمین عاصمین کی طرح جمع کا صیغہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حسن سے منقول ہے کہ آمین اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

حضرت مجاہد نے بھی کہا ہے کہ

یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور یہ یا اللہ تعالیٰ کے معنی میں ہے اور اس کے بعد ”استجب“ مقدر ہے۔

ازہری نے کہا:

یہ قول صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آمین رب العالمین کی اپنے بندوں پر مہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی آفات اور بلیات کو آمین سے دور کر دیتا ہے جب کسی لفافے پر مہر لگا دی جائے تو اس مہر کی وجہ سے اس میں فاسد اور ناپسندیدہ چیز داخل نہیں ہو سکتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آمین جنت میں ایک درجہ ہے۔

ابوبکر نے کہا:

اس کا معنی یہ ہے کہ آمین کہنے والے کو جنت میں ایک درجہ ملے گا۔ (لسان العرب: ج: 13، ص: 27)

امام کے پیچھے آمین کہنے کے متعلق مذاہب اربعہ

امام کے پیچھے آمین آہستہ آواز سے کہا جائے گا یا بلند آواز سے اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو حسب ذیل ہے۔

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہیں اور سری نمازوں میں آہستہ آمین کہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ آہستہ آمین کہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ آمین ایک دعا ہے لہذا دعا تشہد کی طرح اس کو بھی آہستہ کہنا مستحب ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین اور آواز بلند کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کی آمین کے وقت آمین کہنے کا حکم دیا ہے تو اگر بلند آواز سے آمین نہ کہی گئی تو یہ اس پر چسپاں نہیں ہوگی اور انہوں نے جو آمین کے دعا ہونے سے آہستہ آمین کہنے پر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے کیونکہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو جہراً پڑھا جاتا ہے اور تشہد کے بعد دعا تشہد کے تابع ہے اور تشہد آہستہ پڑھا جاتا ہے اس لیے اس کو بھی آہستہ پڑھا جائے گا اور آمین قرأت کے تابع ہے لہذا جب جہراً قرأت ہوگی تو آمین بھی جہراً کہی جائے گی۔ (المغنی: ج: 1، ص: 296)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام، مقتدی اور منفرد سب کے لئے سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے اور یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے امام سے پہلے کہے اور نہ امام کے بعد کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب امام وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو آمین کہو۔ امام، منفرد اور مقتدی کے لئے جہراً آمین کہنا مستحب ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ سری نماز میں امام، مقتدی اور منفرد آمین کہیں اور جمہور کے نزدیک اسی طرح جہری نمازوں میں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جہری نمازوں میں امام آمین نہ کہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فہم اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر نہ کہی جائے اور اکثرین کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر کہی جائے۔ (شرح للنووی: ج: 1، ص: 176)

علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس الرملی الشافعی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں:

سورہ فاتحہ یا اس کے قائم مقام کسی دعا کے بعد کچھ وقفہ سے آمین کہنا سنت ہے۔ خواہ وہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں لیکن نماز

میں بہت زیادہ مستحب ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سورہ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز کے ساتھ آمین کہتے اور الف کو کھینچ کر آمین کہتے۔ (نہایۃ الحاج: ج: 1، ص: 489)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ

اس پر اتفاق ہے کہ متفرد، امام اور مقتدی سری نمازوں میں آمین کہیں اور جہری نمازوں میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ آمین کہے۔ امام رحمہ اللہ کے اس میں دو قول ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ

آہستہ آمین کہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ اور محدثین کا قول یہ ہے کہ

بلند آواز سے آمین کہے۔

احادیث مبارکہ میں دونوں امروں پر دلالت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ ابتداء اسلام میں بلند آواز سے آمین کہتے تھے تاکہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ کیسے آمین کہیں۔ اسی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔ جیسے ہمیں آمین کی تعلیم دے رہے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ

معروف یہ ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے۔ اس میں اختلاف ہے کہ سری نماز میں مقتدی آمین کس طرح کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ غور و فکر کر کے آمین کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ آمین نہ کہے کیونکہ آمین کلام ہے اور اس کو اپنے مقام پر کہنا مباح ہے اور جب وہ سوچ کر آمین کہے گا تو اس کو صحیح مقام پر نہیں کہہ سکے گا۔ (اکمال اکمال العلم: ج: 2، ص: 167)

علامہ علی بن عبد اللہ علی الخرشنی متوفی 1101ھ لکھتے ہیں:

وَلَا الضَّالِّينَ کے بعد آہستہ آواز کے ساتھ آمین کہنا مستحب ہے۔ سری نماز میں صرف امام آمین کہے اور جہری نماز میں امام اور مقتدی دونوں پست آواز کے ساتھ آمین کہیں کیونکہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل یہ ہے کہ پست آواز کے ساتھ کی

فقہاء احناف کا مذہب

امام احمد رحمہ اللہ، امام ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ اور امام ابویعلیٰ رحمہ اللہ نے اپنی مسانید میں، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی معجم میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں علقمہ بن وائل سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الْضَّالِّينَ پڑھا تو پھر فرمایا آمین اور آمین آہستہ کہی۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کو امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت نہیں کیا۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلَا الضَّالِّينَ پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ آپ آواز کو کھینچتے یعنی آمین کو مد سے پڑھتے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اسی طرح امام نسائی رحمہ اللہ نے عبد الجبار بن وائل سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہی۔ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تو صف اول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی دیتی۔ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی روایت میں ہے مسجد گونج اٹھتی۔ اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے شیخین کی شرط پر مستدرک میں اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے معارض دوسری روایت ہے جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے علقمہ بن وائل کے والد محترم سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے آپ نے پست آواز سے آمین کہی اگر کہا جائے کہ اس حدیث مبارکہ کی سند میں شعبہ ہے جس نے کئی جگہ خطاء کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شعبہ کی خطاء نکالنا خود خطاء ہے کیونکہ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ

اس میں علقمہ نے زیادتی کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

عالمہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس حدیث مبارکہ میں شعبہ کو ہم ہوا ہے اصل روایت یہ ہے کہ آپ نے مد کے ساتھ آمین کہی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ شعبہ کا وہم نہیں ہے بلکہ سفیان کا وہم ہے جس نے مد کے ساتھ پڑھنے کی روایت کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں سندیں صحیح ہوں۔

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

جہر کے ساتھ آمین کہنے کی اور پست آواز کے ساتھ آمین کہنے کی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو آمین بالجہر کی روایت ہے اس کی سند میں بشر بن رافع ابو الاسباط حارثی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ امام ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے وہ اس حدیث مبارکہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عم زاد عبداللہ سے روایت کرتا ہے اور عبداللہ مجہول الحال ہے اور بشر کے علاوہ کسی اور نے اس حدیث کو عبداللہ سے روایت نہیں کیا۔ اس وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس تقریر سے حاکم کا یہ کہنا ساقط ہو گیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دارقطنی نے جو اس کی تحسین کی ہے وہ بھی ساقط ہو گئی۔ ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاثار میں ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، سُبْحَانَكَ اللّٰهُ، آمین۔ اس حدیث مبارکہ کو امام عبدالرزاق نے بھی اپنی مصنف میں کہا ہے اور اس میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُ کی جگہ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد ہے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الاثار میں ابوالائل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے کوئی بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جہر کے ساتھ کہتا تھا نہ آمین، نیز ہمارے مشائخ نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل خفاء ہے اس لیے آمین کو بھی آہستہ کہنا چاہئے۔ (عمدة القاری: ج: 6، ص: 50، 56)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متونی 593ھ لکھتے ہیں:

جب امام وَلَا الضَّالِّیْنَ کہے تو امام بھی آمین کہے اور مقتدی بھی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

امام آمین نہ کہے کیونکہ حدیث میں ہے ”جب امام وَلَا الضَّالِّیْنَ کہے تو آمین کہو“ اسی حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر دی ہے کہ امام صرف وَلَا الضَّالِّیْنَ کہے اور مقتدی صرف آمین۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے ”کیونکہ آمین امام کہتا ہے“ اور آمین آہستہ کہیں۔ (ہدایہ اولین: ص: 87)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام اور مقتدی پست آواز سے آمین کہیں خواہ سر اہو یا جہر اور جس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو، یہ پست آواز سے آمین کہنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ معلوم اور متعین ہے کہ وَلَا الضَّالِّينَ کے بعد آمین کہی جاتی ہے اس لیے مقتدی کا آمین کہنا، امام سے سننے پر موقوف نہیں ہے کیونکہ سورہ فاتحہ کے اخیر میں آمین کہی جاتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے جب امام وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو آمین کہو۔ (در مختار: ج: 1، ص: 220)

احناف کے موقف پر مزید دلائل

آمین کو آہستہ کہنے پر احناف کے مزید دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر: 1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب قرآن پڑھنے والا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہے اور اس کے پیچھے آمین کہے اور اس کا قول آسمان والوں کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح مسلم: ج: 1، ص: 176)

دلیل نمبر: 2

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ پڑھا پھر کہا آمین اور پست آواز سے کہا

:(جامع ترمذی: ص: 63)

دلیل نمبر: 3

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور آمین کو بلند آواز کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔ (جامع الاحادیث الکبیر: ج: 17، ص: 467)

دلیل نمبر: 4

ابراہیم کہتے ہیں کہ

چار چیزوں کو امام آہستہ کہے 1- سبحانک اللہ، 2- اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، 3- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ 4- اور آمین۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار: ص: 16)

دلیل نمبر: 5

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا الضَّالِّینَ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین اور آمین میں آہستہ آواز رکھی۔ (متدرک: رقم الحدیث: 2913)

دلیل نمبر: 6

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما توبسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھتے تھے نہ آمین۔ (جامع الرضوی صحیح ابی ہاری: ج: 2، ص: 391)

دلیل نمبر: 7

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے 1- بِسْمِ اللّٰہِ، 2- رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، 3- اَعُوْذُ، 4- اور التحیات۔ (طبرانی کبیر: رقم الحدیث: 9304)

دلیل نمبر: 8

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ 1- اَعُوْذُ، 2- بِسْمِ اللّٰہِ، 3- سُبْحَانَكَ اللّٰہُمَّ، 4- اور آمین۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 2596)

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جات

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مستوفی 1340 سے سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کے پیچھے مقتدی لفظ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں سنیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟

الجواب

آمین سب کو آہستہ کہنا چاہئے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا یہی سنت ہے اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہئے آمین ہو خواہ تکبیر، خواہ تسبیح ہو خواہ التحیات و درود، خواہ سبْحُكَ اللّٰہُمَّ وغیرہ اور آہستہ پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اپنے کان تک آواز

آنے کے قابل ہوا اگرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرہ ہے یا اس وقت کوئی شور و غل ہو رہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا اور فرض و واجب و سنت و مستحب جو کچھ تھا وہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گناہ گار ہوا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی۔ پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہوگی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں ایسی آواز آنی چاہئے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں منہ رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اس سے ملا ہوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سنے گا مگر اسے آہستہ ہی کہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج 6، ص 331 تا 332)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

(سوال)

زید کہتا ہے آمین بالجہر کرنا چاہئے کہ احادیث سے ثابت ہے عمر مانع ہے کس کا قول ٹھیک ہے۔

جواب

عمر کا قول ٹھیک ہے آمین دعا ہے اور دعا کے اخفاء کا قرآن عظیم میں حکم ہے اور حدیث مرفوع بھی اسی کا افادہ فرماتی ہے کہ جب امام وَلَا الضَّالِّينَ کہے تم آمین کہو کہ امام بھی کہے گا۔ معلوم ہوا کہ آہستہ کہے گا اصل یہ ہے کہ امام کے فعل کے ساتھ اس کا فعل ہوا اگر وہ آمین بالجہر کہتا مقتدیوں کو معلوم ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ جب وہ آمین کہے تم بھی کہو یہاں یہ نہ فرمایا بلکہ اس کا فعل بتایا کہ جب وہ وَلَا الضَّالِّينَ کہے تم آمین کہو اور اس کی موافقت کہ خفی تھی ظاہر فرمادی کہ وہ بھی کہے گا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج 29، ص 392 تا 393)

☆ قوله قال يا رسول الله ﷺ لا تسبقني بآمين

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھ سے پہلے آمین نہ فرمایا کریں، مطلب ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ قرأت فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہنے میں جلدی نہ فرمایا کریں تھوڑی دیر توقف فرمالیا کریں تاکہ میں فاتحہ کا باقی حصہ پڑھ کر پھر آپ ﷺ کے ساتھ آمین میں شریک ہو جاؤں اور امام کے ساتھ آمین کہنے کی موافقت کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ یہ حدیث مبارکہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں ہے مگر چونکہ اس میں آمین کا ذکر بھی ہے اس لیے امام ابو داؤد رحمہ اللہ اس کو یہاں لائے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

قوله عن بلال رضي الله عنه

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پیارے صحابی اور موزن تھے امیہ بن خلف نے آپ ﷺ پر بہت ظلم کیا تو حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد فرمادیا، نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ شام چلے گئے اور وفات تک شام ہی میں قیام رہا۔ کئی احادیث مبارکہ کو روایت کیا ہے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

بلال بن رباح۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ کریم ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ابو عبد اللہ

اور ایک قول یہ ہے کہ

ابو عمرو۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو پانچ سات یا نو اوقیہ چاندی میں خریدا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزاد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے موزن اور خازن تھے، غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ سابقین اسلام میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا اور وہ اس پر صبر کرتے تھے۔ ابو جہل آپ رضی اللہ عنہ کو دھوپ میں منہ کے بل گرا دیتا تھا آپ رضی اللہ عنہ کے اوپر چکنی رکھ دیتا تھا کہ دھوپ کی شدت سے آپ رضی اللہ عنہ کی چربی پکھلنے لگتی پھر وہ کہتا رب محمد (عز وجل و علیہ السلام) کا انکار کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں احدا حد کہتے تھے۔ ایک دن جب آپ رضی اللہ عنہ کو عذاب دیا جا رہا تھا تو وہاں سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ احدا حد کہہ رہے تھے۔

انہوں نے کہا:

اے بلال (رضی اللہ عنہ) احدا حد کہتے رہو۔ یہ خدا اگر تم اس حال میں مر گئے تو تمہاری قبر میں بناؤں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ آپ رضی اللہ عنہ کو مسلسل عذاب دیتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے معرکہ بدر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے انتقام لینے پر قادر کر دیا اور انہوں نے اس کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خریدا تھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ پر پتھر رکھ کر عذاب دیا جا رہا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں سفر اور حضر میں آپ رضی اللہ عنہ کے موزن تھے اور جس شخص نے اسلام میں سب سے پہلے اذان دی وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام جانے لگے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

آپ ﷺ میرے پاس رہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

اگر آپ ﷺ نے مجھے اپنے نفس کے لئے آزاد کیا تھا تو مجھے روک لیجئے اور اگر آپ ﷺ نے مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد کیا تھا تو میں اللہ عزوجل کی طرف جا رہا ہوں مجھے جانے دیجئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جانے دیا اور آپ ﷺ شام چلے گئے پھر آپ ﷺ وفات تک شام میں رہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بلال (رضی اللہ عنہ)! یہ کیسی بیوفائی ہے تم اب تک ہماری زیارت کے لئے نہیں آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ غم زدہ حالت میں بیدار ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور نبی کریم ﷺ کی قبر پر گئے اور زار و قطار رونے لگے اور قبر سے لپٹنے لگے۔ پھر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو لپٹایا اور ان کو بوسہ دیا۔ انہوں نے کہا:

ہماری خواہش ہے کہ آپ ﷺ اذان دیں پھر وہ مسجد کی چھت پر چڑھے جب انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو مدینہ منورہ لرزنے لگا۔ جب لا الہ الا اللہ کہا تو اس کی لرزش زیادہ ہو گئی جب اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو خواتین اپنے گھروں سے نکل آئیں اور اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں پر گریہ نہیں دیکھا گیا۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ نے کہا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ 20ھ میں دمشق میں فوت ہوئے اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔

(اسد الغابہ: جز: 1، ص 206-209)

امام ابن عساکر وغیرہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام سبکی نے شفا اور علامہ سمودی نے وفا اور امام ابن حجر رحمہ اللہ نے جوہر میں اس کی سند کو جید کہا کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام میں سکونت اختیار فرمائی خواب میں حضور پر نور سید المحبوبین ﷺ کی زیارت سے شرف یاب ہوئے کہ ارشاد فرماتے ہیں ”اے بلال (رضی اللہ عنہ) یہ کیا جفا ہے۔ اے بلال (رضی اللہ عنہ) کیا ابھی تجھے وہ وقت نہ آیا کہ میری زیارت کو حاضر ہو۔“

حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین و ترساں و ہراساں بیدار ہوئے اور فوراً بہ قصد مزار پر انوار جانب مدینہ شہد الرحال فرمایا جب شرف حضور پایا قبر انور کے حضور رونا اور منہ اس خاک پر ملنا شروع کیا۔ دونوں صاحبزادے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ انہیں گلے لگا کر پیار کرنے لگے۔

شہزادوں نے فرمایا:

ہم تمہاری اذان کے مشتاق ہیں یہ سقف مسجد انور پر جہاں زمانہ اقدس میں اذان دیتے تھے گئے جس وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تمام مدینہ منورہ میں لرزہ پڑ گیا۔ جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا مدینہ منورہ کا لرزہ دوبالا ہوا جب اس لفظ پر پہنچے کہ اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ کنواری نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں اور لوگوں میں غل پڑ گیا کہ حضور اقدس ﷺ مزار پر انوار سے باہر تشریف لے آئے۔ انتقال حضور محبوب ذی الجلال ﷺ کے بعد کسی دن مدینہ منورہ کے مرد و زن میں وہ رونانہ پڑا تھا جو اس دن ہوا۔ (شفاء القام: ص: 53)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے آخر میں شام میں رہے آپ رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے روایات لیں۔ 20 بیس میں دمشق میں وفات پائی۔ باب الصغیر میں دفن ہوئے۔ 63 سال عمر ہوئی۔

بعض نے کہا کہ

حلب میں وفات ہے۔ باب اربعین میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے مگر پہلی بات قوی ہے۔

مترجم احمد یار (رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ

فقیر نے دمشق میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کی ہے۔ بی بی سیکینہ کی قبر سے متصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر اپنے مولیٰ امیہ ابن خلف کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کیں۔ امیہ جمعی خود اپنے ہاتھوں سے آپ کو طرح طرح کی ایذا کیں دیتا تھا اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ مردود غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں چھیدا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم میں پہنچا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے سید ہیں انہوں نے ہمارے سید کو آزاد فرمایا۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 521)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّصْفِيقِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں تصفیق کا بیان

یہ باب نماز میں تصفیق کے متعلق ہے۔

804 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تسبیح (یعنی سبحان اللہ) کہنا مردوں کے واسطے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے واسطے ہے۔

(معجم الاوسط: ج 2، ص 62، سنن ابن ماجہ: ج 3، ص 321، سنن الترمذی: ج 2، ص 114، سنن دارقطنی: ج 2، ص 83)

805 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ وَحَاطَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَقَالَ أَتُصَلِّي بِالنَّاسِ فَأَقِيمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلَاةِ فَلَمَّا اكْتَمَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ التَّفَتَّ فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَتَّبِعَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمْ مِنَ التَّصْفِيقِ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ التُّفِتَ إِلَيْهِ وَاللَّيْلُ التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا فِي الْفَرِيضَةِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ قِتَالٌ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُمْ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ بَعْدَ الظُّهْرِ فَقَالَ لِبَلَالٍ إِنْ حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ وَلَمْ يَكُنْ إِلَيْكَ فَمُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ

بِالنَّاسِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ أَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ أَقَامَ ثُمَّ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ فَتَقَدَّمَ قَالَ فِي الْآخِرَةِ إِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ فَلْيُسَبِّحِ الرَّجَالُ وَلْيُصَفِّحِ النِّسَاءُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ عِيْسَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ قَوْلُهُ التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ تَضْرِبُ بِأَصْبُعَيْنِ مِنْ يَمِينِهَا عَلَى كَفِّهَا الْيُسْرَى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف کی جانب تشریف لے گئے تاکہ ان کے مابین صلح کرائی جائے اور نماز کا وقت ہو گیا پس مؤذن آیا اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا لوگوں کو نماز پڑھائیں میں کہہ دوں گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے اسی دوران رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور لوگ نماز کے اندر تھے آپ ﷺ نے لوگوں کو چیرا اور صف اول میں آگئے پس لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں التفات نہیں کرتے تھے پس جب لوگوں نے اکثر تالیاں بجائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے التفات فرمایا پس رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ہی رہو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اس پر کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس طرح کا امر فرمایا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے کی جانب ہوئے حتیٰ کہ صف میں تشریف لے آئے اور رسول اللہ ﷺ نے آگے تشریف لے جا کر نماز پڑھائی۔ پس جب آپ رضی اللہ عنہ نے فراغت پائی تو ارشاد فرمایا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تمہیں کس چیز نے روکا جبکہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابن ابی قحافہ کی مجال نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کو کیا ہوا کہ میں نے تم کو زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا۔ جس کو نماز میں کوئی چیز عارض ہو جائے تو اس کو چاہئے تسبیح کرے کیونکہ جب تسبیح کرو گے تو امام التفات کرے گا اور تالی بجانا صرف عورتوں کے واسطے ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا یہ حکم فرض نماز کے بارے میں ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی عمرو بن عوف میں کوئی تنازع ہو گیا پس نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس ظہر کے بعد صلح کے واسطے تشریف لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: اگر عصر کی نماز کا وقت ہو جائے اور میں نہ تمہارے پاس آسکوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہہ دینا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی پھر اقامت کہی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا تو آپ رضی اللہ عنہ آگے تشریف لے گئے۔ اس کے آخر میں ارشاد فرمایا: جب نماز کے اندر کوئی چیز عارض ہو تو مرد تسبیح کریں اور عورتیں تالی بچائیں۔ محمد بن خالد، ولید نے عیسیٰ بن ایوب سے عورتوں کے بارے میں تالی بجانے کے بارے میں فرمایا عورت سیدھے ہاتھ کی دو انگلیوں کو اپنی الٹی ہتھیلی کے اوپر مارے۔

(معجم الکبیر: ج: 6، ص: 139، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 245، شرح السنہ: ج: 1، ص: 184، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 35)

تشریح: تصفیق کے متعلق مذاہب

اگر نماز میں امام کو کوئی سہولاحق ہو جائے تو اگر پیچھے مرد ہے تو وہ سبحان اللہ کے ذریعے امام کو متنبہ کریں اور اگر مقتدی عورت ہے تو وہ تالی بجائے یہی مذہب جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک لقمہ دینے والا مرد ہو یا عورت دونوں کے واسطے تسبیح مشروع ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث مبارکہ کا مطلب وہ نہیں جو جمہور نے کہا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تسبیح ”سبحان اللہ“ مردانہ فعل ہے اور تصفیق ”تالی بجانا“ عورتوں کا فعل ہے اور جمہور کی دلیل اس حدیث مبارکہ سے ہے ”اذا انا بکم شی فی الصلوة قلیح الرجال ویصفح النساء“ عورتوں کو تالی بجانے کا حکم اس واسطے ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور بلا ضرورت شرعیہ عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بولنا جائز نہیں ہے۔

☆ قوله ثم استأخر ابو بكر حتى استوى فی الصف وتقدم رسول الله ﷺ

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہیں تو آپ رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ آئے تو یہ فعل الادب فوق الامر پر دلالت کرتا ہے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خود ہی کہا کہ ابن ابوقحافہ کی کیا مجال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے آگے ہو کر نماز پڑھائے۔ یہ انتہائی ادب و تعظیم رسول اللہ ﷺ ہے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں اشارہ کرنا

یہ باب نماز میں اشارہ کرنے کے متعلق ہے۔

806 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ شَبُوهٍ الْمَرْوَزِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ فِي الصَّلَاةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں نبی کریم ﷺ اشارہ فرماتے تھے۔

(معجم الاوسط: ج: 2، ص: 42، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 262، سنن دارقطنی: ج: 5، ص: 107، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 42)

807 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ أَبِي غَطَفَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ مَنْ أَشَارَ فِي صَلَاتِهِ إِشَارَةً
تُفْهَمُ عَنْهُ فَلْيَعُدَّ لَهَا يَعْنِي الصَّلَاةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا الْحَدِيثُ وَهُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز میں مردوں کے لئے تسبیح کرنا ہے اور
تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے۔ جس نے نماز میں اشارہ کیا جس کا کوئی مفہوم بھی ہو تو وہ نماز کا اعادہ کرے۔ امام
ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث وہم ہے۔

(سنن دارقطنی: ج: 5، ص: 105)

تشریح:

یہاں پر دو احتمال ہیں ایک احتمال تو یہ ہے کہ اشارہ سے مراد سبابہ کے ساتھ اشارہ ہے جو تشہد میں ہوتا ہے مگر چونکہ تشہد اور
اس کے متعلقات کے بارے میں ابواب آنے والے ہیں لہذا امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی مراد یہ نہیں ہو سکتی دوسرا احتمال ضرورت کی
بناء پر اشارہ کرنا ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

زبان سے سلام کا جواب دینا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور ہاتھ کے اشارے سے دیا تو مکروہ ہوئی۔

(در مختار: ج: 2، ص: 450)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

مصلی سے کوئی چیز مانگی یا کوئی بات پوچھی اس نے سر یا ہاتھ سے ہاں یا نہیں کا اشارہ کیا نماز فاسد نہ ہوئی البتہ مکروہ ہوئی۔

(فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 98)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی شخص گزرنا چاہتا ہے یا سترہ ہے مگر وہ شخص مصلی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا
ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گزرنے سے روکے خواہ سبحان اللہ کہے یا جہر کے ساتھ قرأت کرے یا ہاتھ یا سر یا آنکھ کے
اشارے سے منع کرے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں مثلاً کپڑا پکڑ کر جھکنا یا مارنا بلکہ اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز جاتی رہی۔

(در مختار: ج: 2، ص: 485)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہکلفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

تسبیح و اشارہ دونوں کو بلا ضرورت جمع کرنا مکروہ ہے عورت کے سامنے سے گزرے تو تصفیق سے منع کرے یعنی دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں کی پشت پر مارے اور اگر مرد نے تصفیق کی اور عورت نے تسبیح تو بھی فاسد نہ ہوئی مگر خلاف سنت ہوا۔

(در مختار: ج: 2، ص: 486)

اس باب کے دونوں راویوں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فِي مَسْحِ الْحَصَى فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کنکریوں کو ہٹانا

یہ باب نماز میں کنکریوں کے ہٹانے کے حکم میں ہے۔

808 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ أَبِي الْأَحْوَصِ شَيْخٍ مِّنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا ذَرٍّ يَرْوِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تَوَاجَّهُ فَلَا يَمْسَحُ الْحَصَى

ابوالاحوص جو کہ اہل مدینہ کے شیخ ہیں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے سنا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے واسطے قیام کرے تو رحمت اس کے متوجہ ہوتی ہے تو وہ کنکریوں کو نہ ہٹایا کرے۔

(سنن الترمذی: ج: 2، ص: 130، سنن النسائی: ج: 4، ص: 425، شرح السنہ: ج: 1، ص: 165، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 49)

809 حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ مُعَيْقِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْسَحُ وَأَنْتَ تُصَلِّي فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَأَعْلَا فَوَاحِدَةً تَسْوِيَةً الْحَصَى

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کنکریوں کو نہ ہٹاؤ اس حال میں کہ تم نماز

پڑھ رہے ہوا اگر ہٹانا ضروری ہو تو کنکریوں کو ایک ہی بار ہٹاؤ۔

(معجم الکبیر: ج: 20، ص: 351، سنن البیہقی الصغری: ج: 1، ص: 385)

تشریح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ

1- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، 2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

3- حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ، 4- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

5- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں ایک بار کنکریاں ہٹانے کو رخصت قرار دیتے تھے۔

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ تو واضح اور خشوع و خضوع کے منافی ہونے کی بناء پر اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

آئمہ اربعہ غیر مقلدین کا نظریہ

آئمہ اربعہ ایک بار سے زیادہ کنکریوں کے ہٹانے کے عمل کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور وہابی ایک بار سے زیادہ کنکریوں کے ہٹانے کے عمل کو حرام قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابن حزم ظاہری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

نمازی پر فرض ہے کہ ایک بار سے زیادہ کنکریاں نہ ہٹائے۔ (الحلی: ج: 4، ص: 7)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

کنکریاں ہٹانا مکروہ تحریمی ہے مگر جس وقت کہ پورے طور پر بروجہ سنت سجدہ ادا نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے اور بچنا بہتر ہے اور اگر بغیر ہٹائے واجب ادا نہ ہوتا ہو ہٹانا واجب ہے اگرچہ ایک بار سے زیادہ کی حاجت پڑے۔

(در مختار: ج: 2، ص: 493)

حضرت معقیب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن معقیب رضی اللہ عنہ

حضرت معقیب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے محافظ تھے۔ بیت المال کے عامل تھے بہت زیادہ متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

رقم ہے کہ

حضرت معقیب رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے محافظ تھے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو بیت المال کا عامل مقرر کیا آپ رضی اللہ عنہ کو جذام لاحق ہو گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے اطباء کو جمع کیا

جس سے مرض موقوف ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت معقیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی اریس نامی کنویں میں گر گئی تھی اور انہیں نہ مل سکی اور انگوٹھی کے گم ہونے کے بعد مسلمانوں میں فتنہ واقع ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری ایام خلافت میں فوت ہوئے۔

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں 40ھ میں فوت ہوئے۔ (عمدة القاری: ج: 7، ص: 284)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ دوسی ہیں سعید بن ابی وقاص کے آزاد کردہ غلام ہیں بدر میں شریک ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں اول ہی سے ایمان لائے جب شہ ہجرت کر کے گئے وہاں ہی رہے حتیٰ کہ حضور انور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو بیت المال کا افسر مقرر فرمایا۔ 40ھ چالیس میں وفات پائی۔ (مرآة المناجیح: ج: 8، ص: 599)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُصَلِّي مُخْتَصِرًا

باب: ہاتھ کو کوکھ پر رکھ کر نماز پڑھنا

یہ باب ہاتھ کو کوکھ پر رکھ کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

810 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ يَعْنِي يَضَعُ يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے روکا ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا یعنی کوکھ پر ہاتھ کو رکھنا۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 396، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 287، مسند احمد: ج: 14، ص: 419، مسند الصحابہ: ج: 2، ص: 94)

تشریح:

اس باب کو مکرر لایا گیا ہے جبکہ پہلے باب فی التخصیر بیان کیا گیا اس کی شرح اسی باب میں ملاحظہ فرمائیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَعْتِمِدُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَصَا

باب: نماز میں عصا کا سہارا لینا

یہ باب نماز میں عصا کا سہارا لینے کے حکم میں ہے۔



811 حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْوَاصِیُّ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ شَيْبَانَ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ قَدِمْتُ الرَّقَّةَ فَقَالَ لِي بَعْضُ أَصْحَابِي هَلْ لَكَ فِي رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ غَنِيمَةُ فَلَدَفَعْنَا إِلَى وَابِصَةَ قُلْتُ لِصَاحِبِي لَبَدًا فَتَنَظَّرُ إِلَى ذَلِكَ فَإِذَا عَلَيْهِ قَلَنْسُورَةٌ لَا طِيَّةَ ذَاتُ أَذْنَيْنِ وَهُرْسُ خَزَرٍ أَغْبَرُ وَإِذَا هُوَ مُعْتِمِدٌ عَلَى عَصَا فِي صَلَاتِهِ فَقُلْنَا بَعْدَ أَنْ سَلَّمْنَا فَقَالَ حَدَّثَنِي أُمُّ قَيْسٍ بِنْتُ مُحْصَنٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا آتَى وَحَمَلَ اللَّحْمَ اتَّخَذَ عَمُودًا فِي مَصَلَاةٍ يَعْتِمِدُ عَلَيْهِ

ہلال بن یساف سے روایت ہے کہ میں رقہ (بستی کا نام) آیا میرے کسی دوست نے کہا کیا تجھے نبی کریم ﷺ کے صحابی کی زیارت کی خواہش ہے میں نے کہا (یہ تو) غنیمت ہے لہذا ہم حضرت وایصہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے میں نے دوست کو کہا سب سے پہلے ہم ان کی وضع قطع کی طرف نظر کریں گے تو (ہم نے دیکھا کہ) انہوں نے دوکانوں والی ٹوپی لی ہوئی تھی اور خاک کی رنگ کا کوٹ زیب تن تھا اور نماز کے اندر عصا کا سہارا لیا ہوا تھا سلام کے بعد ہم نے عرض کیا تو ارشاد فرمایا: مجھے حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عمر میں زیادہ ہو گئے اور وزن زیادہ ہو گیا تو آپ ﷺ اپنی نماز میں عصا کا سہارا لیتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 288، شرح السنہ: جز: 1، ص: 180)

تشریح:

بغیر عذر کے دیوار یا عصا کا سہارا لینا مکروہ ہے اور عذر سے ہو تو حرج نہیں بلکہ فرض و واجب و سنت فجر کے قیام میں اس کا سہارا لے کر کھڑا ہونا فرض ہے جبکہ اس کے بغیر قیام نہ ہو سکے۔

علامہ محمد ابراہیم بن حلی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

بغیر عذر دیوار یا عصا پر ٹیک لگانا مکروہ ہے اور عذر سے ہو تو حرج نہیں بلکہ فرض و واجب و سنت فجر کے قیام میں اس پر ٹیک لگا کر کھڑا ہونا فرض ہے جبکہ بغیر اس کے قیام نہ ہو سکے۔ (غنیۃ المستملی: ص: 353)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کلام کرنا

یہ باب نماز میں کلام کرنے کے حکم میں ہے۔

812 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شَبِيلٍ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كَانَ أَحَدُنَا يُكَلِّمُ الرَّجُلَ إِلَى جَنْبِهِ فِي الصَّلَاةِ فَنَزَلَتْ (وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ) فَأَمَرْنَا بِالسُّكُوتِ وَنَهَيْنَا عَنِ الْكَلَامِ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پہلو میں کھڑے شخص سے کلام کر لیتے تھے تو ”قُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ“ کا نزول ہوا تو ہمیں سکوت کرنے کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع فرما دیا گیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 248؛ سنن ترمذی: ج: 2، ص: 173؛ سعید بن منصور: ج: 3، ص: 923؛ صحیح مسلم: ج: 3، ص: 142)

تشریح:

اسلام کے شروع میں نماز میں ضرورت کی وجہ سے کلام کرنا مباح تھا بعد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے نماز میں کلام کو منسوخ فرما دیا۔

اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ نسخ کب واقع ہوا تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حبان اور ابوطیب نے فرمایا کہ

ہجرت سے تین سال پہلے یہ نسخ واقع ہوا۔ (فتح الباری: ج: 3، ص: 73)

کیونکہ یہ نسخ اس وقت ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے تھے جس طرح کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم زمانہ رسالت میں رسول اللہ ﷺ کو حالت نماز میں سلام کر لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے ہاں سے واپس آئے اور آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب نہ دیا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم (پہلے) نماز میں آپ ﷺ کو سلام کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ جواب عنایت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز میں صرف نماز ہی کی جانب مشغولیت ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1103)

اس کے برخلاف جمہور علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد غزوہ بدر سے کچھ پہلے یہ نسخ واقع ہوا ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کی جس آیت مبارکہ (قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ : 238) نے نماز میں سکوت کا حکم دیا ہے وہ بالاتفاق مدنی ہے۔ دوسرا یہ کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جن سے یہ حدیث مبارکہ روایت ہے کہ نماز میں کلام کو حرام کر دیا گیا وہ انصاری صحابی ہیں اور مدینہ منورہ میں مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ تیسرا یہ کہ حدیث مبارکہ میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد نماز سے فارغ ہو گئے۔ حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کہا نماز کم ہو گئی یا آپ ﷺ کو بھول ہو گئی یا رسول اللہ ﷺ! رسول اللہ ﷺ نے پوچھا! کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا! ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعات اور ادا فرمائیں اور سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا۔ (صحیح بخاری: ج: 1، ص: 160)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں کلام مباح تھا اور کلام کرنے والے صحابی حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ زہری کی تصریح کے مطابق غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ (فتح الباری: ج: 3، ص: 96)

اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں بھی نماز میں کلام مباح تھا اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ نسخ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ ہی میں ہوا ہے۔ علامہ ابن حبان اور ابوطیب طبری رحمۃ اللہ علیہما نے جو یہ کہا ہے کہ یہ نسخ اس وقت واقع ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر آئے، یہ صحیح ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ آئے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دو مرتبہ حبشہ گئے۔

علامہ واقدی لکھتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی بار نبوت کے پانچویں سال پندرہ نفوس کے ہمراہ سمندری راستہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے پھر جب وہاں یہ خبر ملی کہ اہل مکہ اسلام لے آئے تو مکہ مکرمہ گئے وہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی تو ان کو بہت افسوس ہوا اور پھر زیادہ افراد کے ساتھ دوبارہ حبشہ ہجرت کر گئے اور دوسری بار وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آ گئے۔

(عمدة القاری: ج: 7، ص: 268)

تمام علماء اسلام اور آئمہ اربعہ کے نزدیک عموماً کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ اس کلام سے نماز کی اصلاح مقصود ہو یا نہ ہو البتہ بھول کر کلام کرنے سے امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے۔ آئمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث ذوالیدین ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کا واقعہ کلام کے منسوخ ہونے سے قبل کا ہے جس طرح کہ گزر چکا ہے۔

اگر کوئی شخص مسئلہ سے ناواقف ہو اور عہد اسلام کے قریب ہو تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں بات کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی جس طرح کہ معاویہ بن حکم کا واقعہ ہے (کہ انہوں نے نماز میں چھینک آنے پر یرحمک اللہ کہا تو لوگوں نے گھور گھور کر

دیکھنا شروع کر دیا۔ انہوں نے کہا کاش یہ مرچکا ہوتا تم مجھے کیوں گھور رہے ہو یہ سن کر انہوں نے پانی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا جب انہوں نے سمجھا کہ یہ تو مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو یہ خاموش ہو گئے پھر نبی کریم ﷺ نے ان کو بلا کر ارشاد فرمایا نماز میں باتیں نہیں کرنا چاہئیں اور نماز لوٹانے کا حکم نہ فرمایا

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ (شرح للنواوی: ج: 1، ص: 203)

احناف کے نزدیک اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز کے اعادہ کا حکم دیا ہو اور ہم تک نہ پہنچا ہو یا یہ پھر خصوصیت پر محمول ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ نے اصلاح نماز کی خاطر کلام میں متضاد اقوال ذکر کئے ہیں۔

پہلے لکھا ہے کہ اگر اصلاح نماز کے لئے نماز میں کلام کیا جائے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ امام اوزاعی اور بعض مالکیہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی۔

(عمدة القاری: ج: 7، ص: 271)

اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اصلاح نماز کے واسطے کلام سے امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (عمدة القاری: ج: 7، ص: 309)

صحیح بات یہ ہے کہ نماز میں عدا کلام کرنے سے بعض مالکیہ کے سوا تمام آئمہ اربعہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ وہ کلام اصلاح نماز کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ (الفقہ علی المذاہب: ج: 1، ص: 298)

مسئلہ

کلام مفسد نماز سے عدا ہو یا خطا یا سہواً، سوتے میں ہو یا بیداری میں، اپنی خوشی سے کلام کیا یا کسی نے کلام کرنے پر مجبور کیا یا اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ کلام کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے خطا کے معنی یہ ہیں کہ قرأت وغیرہ اذکار نماز کہنا چاہتا تھا غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی اور سہو کے یہ معنی ہیں کہ اس کو اپنا نماز میں ہونا یاد نہ رہا۔ (درمختار: ج: 2، ص: 447)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کلام میں قلیل و کثیر کا فرق نہیں اور یہ بھی فرق نہیں کہ وہ کلام اصلاح نماز کے واسطے ہو یا نہیں۔ مثلاً امام کو بیٹھنا تھا کھڑا ہو گیا۔ مقتدی نے بتانے کو کہا بیٹھ جا، یا ہوں کہا نماز جاتی رہی۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 98)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

قصداً کلام سے اسی وقت نماز فاسد ہوگی جب بقدر تشہد نہ بیٹھ چکا ہو اور بیٹھ چکا ہے تو نماز پوری ہوگئی البتہ مکروہ تحریمی

ہوئی۔ (در مختار: جز: 2، ص: 446)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
کلام وہی مفید ہے جس میں اتنی آواز ہو کہ کم از کم وہ خود سن سکے اگر کوئی مانع نہ ہو اور اگر اتنی آواز بھی نہ ہو بلکہ صرف تصحیح
حروف ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 98)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں سورہ منافقون کا نزول ہوا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ایک غزوہ میں تھا میں نے عبد اللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُوا ط (المنافقون: 7)

جو لوگ رسول اللہ کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ وہ ادھر ادھر چلے جائیں۔

اور میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا۔

لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ط (المنافقون: 8)

اب اگر ہم مدینہ واپس جائیں گے تو وہاں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔

میں نے اس بات کا اپنے چچا سے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ بات بتائی۔ آپ نے مجھے

بلایا۔ میں نے آپ کو اس کی خبر دی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے اصحاب کو بلایا۔ انہوں نے قسم کھالی کہ

انہوں نے یہ بات نہیں کہی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور اس کو سچا قرار دیا۔ اس بات کا مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس

سے پہلے کسی بات کا اتنا رنج نہیں ہوا تھا پھر میں گھر میں بیٹھ گیا۔

پس میرے چچا نے مجھ سے کہا:

میرا یہ ارادہ نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ تم کو جھوٹا قرار دیں اور تم پر ناراض ہوں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ (المنافقون: 1)

جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں۔

تب نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا:

اے زید (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا قرار دے دیا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4900)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ اس کی شرح میں راقم ہیں۔

امام نسائی نے از محمد بن کعب از زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے اور اہل مغازی اس پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ بنوالمصطلق تھا۔ اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اس حدیث مبارکہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے چچا سے مراد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو خزرج کے سردار تھے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کے حقیقی چچا نہیں تھے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے حقیقی چچا ثابت بن قیس ہیں وہ صحابی نہیں تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اور ابوالاسود کے مغازی میں عروہ سے روایت ہے کہ یہ واقعہ اوس بن ارقم کو پیش آیا تھا اور انہوں نے اس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا اور ہو سکتا ہے کہ یہ متعدد واقعے ہوں۔ عبداللہ بن ابی سے یہ بات حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی سنی ہو اور حضرت اوس بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی سنی ہو اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کیا تھا اور حضرت اوس بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا ہو۔ البتہ مشہور یہ ہے کہ اس واقعہ کا ذکر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کیا اور ان کو مجازاً اپنا چچا فرمایا۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ اگر قوم کا بڑا کوئی غلط اور بے ہودہ بات کہے تو اس کا مواخذہ نہیں کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بڑے کے پیروکار متنفر ہو جائیں اور ان کے عذر کو قبول کرنا چاہئے اور ان کی قسموں کی تصدیق کرنی چاہئے خواہ قرآن اس کے خلاف ہوں کیونکہ اس سے اس کے پیروکاروں کی تالیف قلب ہوگی اور وہ مانوس رہیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ تک عبداللہ بن ابی کی کہی ہوئی جو بات پہنچائی تھی یہ وہ چغلی نہیں تھی جو اسلام میں ممنوع ہے کیونکہ چغلی کی تعریف یہ ہے کہ ایک فریق کی بات لڑانے اور فساد ڈالنے کے لئے دوسرے تک پہنچانا اور اگر اس بات کے پہنچانے میں کوئی مصلحت ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہاں مصلحت یہ تھی کہ عبداللہ بن ابی کا نفاق مسلمانوں پر آشکارا ہو جائے۔ (فتح الباری: ج: 9، ص: 639-640)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے ہمارے ساتھ کچھ دیہاتی لوگ بھی تھے۔ ہم پانی لینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور دیہاتی ہم پر سبقت کر رہے تھے۔ ایک اعرابی اپنے اصحاب سے پہلے وہاں پہنچ گیا۔ اس نے حوض کو بھر دیا اور اس کے گرد پتھر رکھ دیئے اور ان پر ایک چمڑا بچھا دیا حتیٰ کہ اس کے اصحاب آگئے۔ انصار میں سے ایک شخص اس دیہاتی کے پاس آیا اس نے اپنی اونٹنی کو پانی پلانے کے لئے اس کی لگام ڈھیلی کی لیکن دیہاتی نے اپنا قبضہ

چھوڑنے سے انکار کیا۔ انصاری نے پانی کے پاس سے رکاوٹیں ہٹا دیں۔ اس دیہاتی نے لکڑی اٹھا کر اس انصاری کے سر پر ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا۔ وہ انصاری عبداللہ بن ابی کے ساتھیوں میں سے تھا۔ اس نے اس کے پاس جا کر ماجرا سنایا عبداللہ بن ابی غضب ناک ہوا۔

اور اس نے کہا:

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر اس وقت تک خرچ نہ کرو جب تک کہ وہ ان کے پاس سے منتشر نہ ہو جائیں یعنی وہ دیہاتی جو کھانے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے تھے۔

عبداللہ بن ابی نے کہا:

جب یہ لوگ (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے پاس سے اٹھ جائیں اس وقت ان کے پاس کھانا لانا تاکہ وہ اور ان کے اصحاب کھانا کھائیں۔

پھر عبداللہ بن ابی اپنے اصحاب سے کہنے لگا۔

اب اگر ہم مدینہ منورہ واپس گئے تو تم میں سے عزت والے ذلت والے کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے عبداللہ بن ابی کی بات کو سن لیا اور پھر اپنے چچا کو بتا دی۔ انہوں نے جا کر یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو بلوایا اس نے قسم کھا کر یہ بات کہنے کا انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات کی تصدیق کی اور میری تکذیب کر دی۔

پھر میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا:

میرا ارادہ یہ نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ تم پر ناراض ہوں اور آپ اور مسلمان تمہاری تکذیب کریں اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا رنج نہیں ہوا تھا پس جس وقت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں جا رہا تھا تو افسوس کی وجہ سے میں اپنا سر ہلا رہا تھا۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے کان کو ملا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور مجھے اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ اس کے بدلہ میں دائمی دنیا سے بھی نہ ہوتی۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور پوچھا:

رسول اللہ ﷺ نے تم سے کیا فرمایا تھا؟

میں نے کہا:

آپ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا تھا البتہ آپ ﷺ نے میرے کان کو ملا اور میرے سامنے مسکرائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

تمہیں مبارک ہو پھر مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے اور انہوں نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح پوچھا پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے سورہ منافقون کی تلاوت فرمائی۔ (مسندک: ج: 2، ص: 488 تا 489)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تھے کہ لوگوں پر شدت اور تنگ دستی طاری ہو گئی۔ تو عبد اللہ بن ابی راس المنافقین نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

تم ان پر خرچ نہ کرنا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں تاکہ وہ آپ ﷺ کے ارد گرد سے بکھر جائیں اور اس نے مزید یہ کہا کہ اگر ہم مدینہ طیبہ واپس لوٹ کر گئے تو عزت والے ذلت والوں کو وہاں سے نکال دیں گے چنانچہ میں یہ سن کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اور اس کے بارے میں آپ ﷺ کو اطلاع دی۔ تو آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا بھیجا اور اس کے بارے پوچھا تو اس نے قسم اٹھا کر کہہ دیا کہ اس نے ایسا نہیں کہا۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ زید نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ ان کی یہ بات میرے دل پر انتہائی گراں اور سخت گزری۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ اذا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ میں میری تہدیق فرمادی پھر نبی کریم ﷺ نے ان کو بلایا تاکہ آپ ﷺ ان کے لئے استغفار کریں تو انہوں نے اپنے سر پھیر دیئے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کمالہم خشب مسندۃ در حقیقت وہ بیکار لکڑی کی مانند ہیں۔

ارشاد فرمایا: وہ خوب صورت ترین آدمی تھے۔ (صحیح البخاری: ج: 2، ص: 728)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہمارے ساتھ اعراب میں سے بھی کچھ لوگ تھے۔ ہم بھی پانی کی طرف تیزی سے جاتے تھے لیکن اعرابی ہم سے سبقت لے جاتے تھے۔ پھر ایک اعرابی اپنے ساتھیوں کو آگے لانے لگا حتیٰ کہ اس کے ساتھی آگئے۔ اتنے میں ایک انصاری اعرابی کے پاس آیا اور اس نے اپنی اونٹنی کی مہار ڈھیلی چھوڑ دی تاکہ وہ پانی پی لے لیکن اعرابی نے اس کو پانی دینے سے انکار کر دیا۔ پس اس نے ایک پتھر اکھیڑ دیا اور پانی بہہ گیا جو اعرابی نے ایک لکڑی اٹھائی اور انصاری کے سر پر دے ماری اور اس کو زخمی کر دیا۔ چنانچہ وہ انصاری راس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے پاس آیا اور اس واقعہ کی خبر دی۔ وہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھا ہوا تھا وہ خوب غضب ناک ہوا اور اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس جتنے اعراب ہیں ان پر کچھ نہ خرچ کرو حتیٰ کہ وہ آپ کے آس پاس سے بکھر جائیں۔ وہ کھانے کے وقت آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ تو عبد اللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

جب وہ آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں تب وہ آپ ﷺ کے لئے کھانا لے کر آئیں تاکہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جو پاس ہیں وہ کھالیں۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

جب تم مدینہ منورہ کی طرف لوٹ جاؤ گے تو عزت والے ذلت والوں کو وہاں سے نکال دیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں اپنے چچا کے پیچھے تھا میں نے یہ سب باتیں سن لیں اور ہم عبد اللہ کے ننھیال تھے میں نے اپنے چچا کو ان باتوں سے آگاہ کیا چنانچہ وہ گئے اور نبی کریم ﷺ کو ان کی اطلاع دی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلا بھیجا مگر اس نے قسم کھا کر صاف انکار کر دیا۔

پس آپ ﷺ نے اس کو سچا قرار دے دیا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔ پھر میرا چچا میرے پاس آیا اور اس نے کہا: میں نے تو تیری تکذیب کا ارادہ نہیں کیا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے ناپسند کیا اور مسلمانوں نے تیری تکذیب کی۔ چنانچہ یہ سن کر مجھے ایسی پریشانی اور غم لاحق ہوا جتنا کبھی کسی کو نہیں پہنچا۔ پس اسی اثناء میں کہ میں چل رہا تھا میں نے اپنے سر کو غم سے ہلکا کیا کہ اتنے میں نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے کان کو پکڑ کر ملنے لگے اور آپ ﷺ میرے سامنے مسکرا دیئے اور مجھے خوش نہ کر سکتی اگر اس کے بدلے میرے خلد (پیشگی) یاد نیا ہوتی۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے آملے اور انہوں نے پوچھا نبی کریم ﷺ نے تجھے کیا فرمایا ہے۔ میں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے مجھے کچھ ارشاد نہیں فرمایا مگر یہ کہ آپ ﷺ نے میرے کان کو پکڑ کر ملا اور آپ ﷺ میرے سامنے مسکرا دیئے۔

تو انہوں نے فرمایا:

تیرے لیے یہ بشارت اور خوشخبری ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیات کریمہ تلاوت فرمائیں:

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۝ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَانَتْهُمْ حُشْبٌ مِّنْ سَنَدَةٍ ۖ يَخَسِبُونَ كُلَّ صِدْقَةٍ عَلَيْهِمْ ۖ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۖ قَاتِلْهُمْ اللَّهُ أَلَىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّارُءٌ وَسَهُمْ ۖ وَرَأَيْتَهُمْ يُصَلُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۖ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۖ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا ۖ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ۖ يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۖ (مَنْفِقُونَ: 8-11)

(سنن ترمذی: ج 5، ص 387)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب عبد اللہ بن ابی نے کہا تم ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں حتیٰ کہ وہ بکھر جائیں اور اس نے یہ کہا اگر ہم مدینہ منورہ کی طرف لوٹ کر گئے تو عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے میں نے اس کی یہ بات سن لی اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور اس کا ذکر آپ ﷺ کے سامنے کر دیا تو انصار میں سے کئی لوگوں نے مجھے ملامت کی وہ ان کے پاس آیا اور قسم اٹھانے لگا کہ اس نے اس طرح کی بات نہیں کی۔ چنانچہ میں گھر کی طرف لوٹ آیا اور سو گیا پھر نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کر دی ہے اور تیری تائید فرمائی ہے پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

هُم الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ (مجمع الكبير: ج: 5، ص: 198)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کے ہمراہ وہاں سے گزرے۔

تو عبد اللہ بن ابی نے کہا:

اگر ہم مدینہ منورہ لوٹ کر گئے تو عزت والے وہاں سے ذلت والوں کو نکال دیں گے۔ تو میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو اس بات کی خبر دی۔ پس وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اس کا ذکر کر دیا پھر آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا بھیجا مگر اس نے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر یہ قسم اٹھا دی کہ قسم بخدا! اس نے اس طرح کی کوئی گفتگو نہیں کی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔

تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! بے شک مجھے اس کے بارے بچے زید بن ارقم (رضی اللہ عنہ) نے اطلاع دی ہے۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ اور میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ساتھ لے گئے اور وہاں جا کر کہا اس نے مجھے بتایا ہے تو عبد اللہ بن ابی نے مجھے جھڑک دیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رک گیا اور رونے لگا اور عرض کی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ پر نور نازل فرمایا ہے اس نے ایسا کہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے رخ زیا پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ آخر سورت تک نازل فرمائی۔ (مجمع الروايد: ج: 7، ص: 265)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب عبد اللہ بن ابی نے وہ باتیں کیں تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس سے مطلع کیا۔ پس وہ آیا اور اس نے قسم اٹھائی کہ اس نے کچھ نہیں کہا تو پھر لوگ کہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کذب لے کر آئے اور میں اس خوف سے گھر میں بیٹھ گیا کہ جب لوگ مجھے دیکھیں گے تو کہیں گے یہ وہ ہے جو کذب بیانی کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

هُمْ الَّذِينَ يَقُولُونَ الآية (مجم الكبير: ج: 5، ص: 190)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمرو ہے انصاری خزرجی ہیں۔ آخر کوفہ میں رہے۔ 66 چھیا سٹھ میں وہاں ہی وفات ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب یوں ہے۔

زید ابن ارقم ابن زید ابن قیس ابن نعمان۔

آپ رضی اللہ عنہ ہی کے ذریعہ عبداللہ بن ابی کانفاق ظاہر ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ ہی کی تصدیق میں سورہ منافقون نازل ہوئی۔

مختار ابن عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں 66 میں وفات ہوئی۔ (مرآة المناجیح: ج: 8، ص: 578)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي صَلَوةِ الْقَاعِدِ

باب: بیٹھ کر نماز پڑھنا

یہ باب بیٹھ کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

813 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَّامَةَ بْنِ أَغَيْنَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالٍ يَعْنِي ابْنَ يَسَافٍ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَوةِ فَاتَّيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى رَأْسِي فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قُلْتُ حَدَّثْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّكَ قُلْتَ صَلَوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَوةِ وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا قَالَ أَجَلٌ وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حدیث بیان فرمائی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز کا ثواب نصف ہے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز ادا فرماتے ہوئے پایا۔ میں نے اپنے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ! تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے حدیث بیان فرمائی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان مقدسہ ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا ثواب نصف ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: بات تو یہی ہے لیکن میں تم جیسا نہیں ہوں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: ۷، ص: ۶۲، شرح السنہ: ج: ۱، ص: ۲۳۶، صحیح مسلم: ج: ۴، ص: ۸۳، مسند الصالحیۃ فی الکتب النسخہ: ج: ۳۱، ص: ۳۱۲)

814 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ صَلَاتُهُ قَائِمًا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا وَصَلَاتُهُ قَاعِدًا عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاتِهِ قَائِمًا وَصَلَاتُهُ نَائِمًا عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے بارے میں استفسار کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے سے کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نماز افضل ہے اور بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ہے اور لیٹ کر پڑھنے والے کی نماز کا ثواب بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۸۱۴)

815 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ بِي النَّاصُورُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے ناصور ہو گئی تو میں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ سے پوچھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر یہ استطاعت نہ رکھو تو بیٹھ کر پڑھو۔ اگر یہ استطاعت نہ رکھو تو لیٹ کر پڑھو۔

(مستدرک: ج: ۱، ص: ۴۶۰، سنن ابن ماجہ: ج: ۴، ص: ۸۴، سنن دارقطنی: ج: ۴، ص: ۹۰، مسند احمد: ج: ۴۰، ص: ۲۹۸)

816 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْبَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ جَالِسًا قَطُّ حَتَّى دَخَلَ فِي السِّنِّ فَكَانَ يَجْلِسُ فِيهَا فَيَقْرَأُ حَتَّى إِذَا بَقِيَ أَرْبَعُونَ أَوْ ثَلَاثُونَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا ثُمَّ سَجَدَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رات والی نماز میں رسول اللہ ﷺ کو بیٹھ کر تلاوت فرماتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ جب آپ ﷺ کی عمر زیادہ ہو گئی تو اس میں بیٹھ کر تلاوت فرماتے تھے حتیٰ کہ جب چالیس

یا تیس آیات بقیہ بیچ جاتیں تو قیام فرما کر تلاوت فرماتے پھر سجدہ فرماتے۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 89، صحیح ابن حبان: جز: 6، ص: 360، مسند ابی عوانہ: جز: 1، ص: 531، مسند احمد: جز: 50، ص: 469)

817 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ وَأَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ وَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَائَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُونُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ عَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے اور قرأت اس حال میں فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہوتے جب تلاوت کرتے ہوئے تیس یا چالیس آیات باقی بیچ جاتیں تو قیام فرما لیتے اور قیام کی حالت میں تلاوت فرماتے پھر رکوع فرماتے پھر سجدہ فرماتے پھر رکعت ثانی میں اسی طرح ہی کیا کرتے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس کو علقمہ بن وقاص، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

(سنن ابو داؤد: رقم الحدیث: 817)

818 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ قَالَ سَمِعْتُ بُدَيْلَ بْنَ مَيْسَرَةَ وَأَيُّوبَ يُحَدِّثَانِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا رَكَعَ قَائِمًا وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا رَكَعَ قَاعِدًا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں قیام فرما کر طویل نماز ادا فرماتے اور رات کو بیٹھ کر طویل نماز ادا فرماتے۔ جب نماز ادا فرماتے تو فرمایا کھڑے ہو کر رکوع فرماتے اور جب بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تو بیٹھ کر رکوع فرماتے۔

(مسند رک: جز: 1، ص: 410، سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 90، سنن الترمذی: جز: 2، ص: 122، سنن النسائی: جز: 6، ص: 128)

819 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا كَثْمَةُ بْنُ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّورَةَ فِي رَكْعَةٍ قَالَتْ الْمَفْصَلُ قَالَ قُلْتُ فَكَيْفَ يُصَلِّي قَاعِدًا قَالَتْ حِينَ حَطَمَهُ النَّاسُ

عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعت میں ایک سورت تلاوت فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مفصل سے تلاوت فرماتے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا ایک سورت

پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب لوگوں نے بوڑھا کر دیا تب پڑھتے۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 397، صحیح ابن خزیمہ: ج: 1، ص: 270، مسند الصحابہ فی الکتاب التسعة: ج: 9، ص: 164، معجم ابن عساکر: ج: 1، ص: 67)

تشریح:

جمہور آئمہ کے نزدیک سنن مؤکدہ اور ہر قسم کے نفل قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنے جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلے بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر کھڑا ہو جائے یا پہلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر بیٹھ جائے البتہ صبح کی دو رکعت سنت مؤکدہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اس کو قیام پر قدرت کے باوصف بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح: ص: 241)

فرائض میں اگر قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی کیونکہ فرائض میں قیام فرض ہے۔ اگر کوئی شخص قیام نہیں کر سکتا اور عذر کی وجہ سے سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی اور اگر قیام پر قدرت کے باوجود سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کو آدھا ثواب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے جو بیٹھ کر نفل پڑھے تھے یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اور دوسرے علماء کرام نے لکھا ہے کہ

آپ ﷺ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھیں تو آپ ﷺ کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔

(شرح للنووی: ج: 1، ص: 253)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

فرض دو تر و عیدین و سنت فجر میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا نہ ہوں گی۔ (در مختار: ج: 2، ص: 163)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

قیام و قرأت کا واجب و سنت ہونا بایں معنی ہے کہ اس کے ترک پر ترک واجب و سنت کا حکم دیا جائے گا ورنہ بجالانے میں جتنی دیر تک قیام کیا اور جو کچھ قرأت کی سب فرض ہی ہے فرض کا ثواب ملے گا۔ (در مختار: ج: 2، ص: 163)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر قیام پر قادر ہے مگر سجدہ نہیں کر سکتا تو اس کو بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے پڑھنا مستحب ہے اور کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھنا بھی جائز ہے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 164)

جو شخص سجدہ کرتا تو سکتا ہے مگر سجدہ کرنے سے زخم بہتا ہے جب بھی اس کو بیٹھ کر اشارے سے پڑھنا مستحب ہے اور کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھنا بھی جائز ہے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 164)

جس شخص کو کھڑے ہونے سے قطرہ آتا ہے یا زخم بہتا ہے اور بیٹھنے سے نہیں تو اس کو فرض ہے کہ بیٹھ کر پڑھے اگر اور طور پر اس کی روک نہ کر سکے۔ یونہی کھڑے ہونے سے چوتھائی ستر کھل جائے گا یا قرأت بالکل نہ کر سکے گا تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر کھڑے ہو کر کچھ بھی پڑھ سکتا ہے تو فرض ہے کہ جتنی پر قادر ہو کھڑے ہو کر پڑھے باقی بیٹھ کر۔ (درمختار: ج: 2، ص: 164)

کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قرأت سے مجبور محض ہو جاتا ہے یونہی کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے یا دیر میں اچھا ہوگا یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو بیٹھ کر پڑھے۔

(غنیۃ المستملی: ص: 267)

اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔ (غنیۃ المستملی: ص: 261)

اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگر چہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔
(عنیدہ المستملی: ص: 262)

☆ قوله قال اجل ولكنى لست كاحد منكم

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف ثواب کی حدیث کی تصدیق میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ﷺ خود بھی بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اس طرح نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھ کر اپنے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھ لیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) تمہیں کیا ہوا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے حدیث بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کا ثواب نصف ہے جبکہ آپ ﷺ تو خود بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بات تو یہی ہے مگر میں تم جیسا نہیں ہوں۔ اس حدیث مبارکہ سے ان مخالفین و معاندین و منافقین کا رد ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہماری مثل بشر ہیں اور دلیل میں ”قل انما انا بشر مثلكم“ کی آیت پیش کرتے ہیں۔ مجھے کسی نے کہا مولانا صاحب تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ نبی کریم ﷺ نور ہیں بلکہ نبی کریم ﷺ ہماری طرح کے بشر ہیں دیکھو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قل انما انا بشر مثلكم، لہذا تمہارا دعویٰ غلط ہے۔ مجھے اس کے نسب کا پتہ چل گیا کہ اصل بات کیا ہے میں نے ان سے یہ کہا کہ پہلے تو یہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس آیت میں بشر کہا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا وہ کس طرح؟ اس نے کہا دیکھو ارشاد فرمایا آپ ہی خود فرما دیجئے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں، میں نے کہا دیکھو آپ نے ترجمہ کیا ہے آپ ہی فرما دیجئے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے کب فرمایا ہے کہ میں ہی فرماتا ہوں تم بشر ہو۔ بلکہ یہ ارشاد فرمایا اے محبوب ﷺ میں نہیں کہتا کہ تم بشر ہو بلکہ آپ ﷺ خود فرما دیجئے کہ میں خدا ہوں نہ ہونے میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو خود بشر نہیں کہا بلکہ اپنے حبیب ﷺ کو فرمایا کہ آپ ﷺ خود ہی فرما دیجئے کہ میں خدا نہ ہونے میں تمہاری مثل بشر ہوں تاکہ یہ لوگ اے محبوب ﷺ آپ کو خدا مان کر کافر نہ ہو جائیں اور اپنی دنیا و آخرت بھی تباہ و برباد کر بیٹھیں۔

جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے علم اور قدرت کے چند معجزات دکھائے مثلاً یہ بتایا کہ تم کیا کھا کر آئے اور گھر میں کیا رکھ کر آئے ہو اور چند مردے زندہ کئے اور مٹی سے پرندے بنا کر اڑادیئے تو لوگوں نے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیا اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے تو ماسکان و مایکون کی خبریں دی تھیں اور آپ ﷺ کی توجہ سے درخت میں جان پڑ گئی اور اس نے آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی اور کھجور کا ستون آپ ﷺ کے فراق میں رویا اور مکہ کے ایک پتھر نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ اور گوہ اور ہرنی نے آپ ﷺ کا کلمہ پڑھا۔ اونٹ نے آپ ﷺ سے کلام کیا اس فرط عقیدت میں آپ ﷺ کی امت بھی آپ ﷺ کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہہ دے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنی زبان سے فرما دیجئے کہ میں خدا نہ ہونے میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں بلکہ میں تو فرماتا ہوں کہ ”قد جاء کم من اللہ نور“ تحقیق اے محبوب آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نور فرما دیا تو ایک ادنیٰ سے بندہ کی کس طرح جرأت ہے کہ وہ اس نبی و رسول ﷺ کو اپنی مثل بشر کہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا لولاک اظہرت الربوبیہ، اے محبوب (ﷺ) اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنا رب عزوجل ہونا بھی ظاہر نہ کرتا، اور ارشاد فرمایا: لولاک

خلقت الجن والانس، اے محبوب ﷺ! اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو نہ تو جنوں کو پیدا کرتا نہ انسانوں کو پیدا کرتا، لہذا معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہماری مثل بشر نہیں بلکہ نور ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو ہماری مثل بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کو اپنی مثل بشر کہتے تھے اور وہ بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی کے لئے فرشتہ ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید نے کفار کا قول نقل فرمایا ہے۔

وَأَسْرُوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السَّحَرَ وَأَنْتُمْ تَبْصُرُونَ ۝

(الانبیاء: 3)

اور ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشی کی کہ یہ تو تمہاری ہی مثل بشر ہے کیا تم دیکھنے کے باوجود جادو میں جا رہے ہو۔ امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ان کافروں نے دو وجہوں سے نبی کریم ﷺ کی نبوت میں طعن کیا تھا۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ

آپ ان کی مثل بشر ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

آپ نے جو دلیل پیش کی ہے وہ جادو ہے اور یہ دونوں وجہیں باطل ہیں پہلی وجہ تو اس لیے باطل ہے کہ نبوت کا ثبوت دلائل اور معجزات پر موقوف ہے صورتوں پر موقوف نہیں۔ بالفرض اگر ان کے پاس فرشتہ کو نبی بنا کر بھیجا جاتا تو محض اس کی صورت دیکھ کر تو اس کے نبی ہونے پر یقین نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ اس کی نبوت پر دلائل نہ قائم ہو جاتے اور جب یہ واضح ہو گیا تو اگر بشر اپنی نبوت پر معجزات اور دلائل قائم کر دے تو اس کا نبی ہونا بھی جائز ہے بلکہ واجب ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ بشر کی طرف بشر کو نبی بنا کر مبعوث کیا جائے کیونکہ انسان کے لئے اپنے ہم جنس اور ہم شکل کو نبی ماننا زیادہ قریب ہے کیونکہ ہر شخص اپنی جنس سے مانوس ہوتا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کے معجزات کو جو جادو کہتے تھے یہ بھی باطل ہے کیونکہ آپ کا معجزہ قرآن ہے کیونکہ آپ اس میں کوئی تلبیس اور ملمع کاری نہیں کرتے تھے آپ نے ان سب کو قرآن مجید کی ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج دیا اور وہ عرصہ دراز گزرنے کے بعد بھی اس کی مثل نہیں لاسکے اور اب تک نہیں لاسکے پس اس معجزہ کو جادو کہنا باطل ہے۔ (تفسیر کبیر: جز: 8، ص: 120)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

سیدنا محمد ﷺ کو بشر کہہ کر وہ آپ کے دعویٰ رسالت کی تکذیب کا قصد کرتے تھے کیونکہ ان کا قصد یہ تھا رسول صرف فرشتہ ہی ہو سکتا ہے اور قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کے دیگر معجزات کو وہ جادو کہتے تھے۔

(تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی: جز: 6، ص: 416)

کفار بشر کے رسول اور نبی ہونے کو جو مستبعد سمجھتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے اس کا رد فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ (الانعام: 9)

اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے مرد ہی (کی صورت میں) بناتے اور ہم ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ (اب) کر رہے ہیں۔

انسانوں کے لئے انسان کو رسول بنا کر بھیجنا ان کے لئے زیادہ مفید ہے اور اس سے استفادہ کے لئے زیادہ سہل اور آسان ہے کیونکہ اگر فرشتہ، جن یا کسی اور جنس سے ان کے لئے رسول بھیجا جاتا تو وہ اس کو دیکھ نہ سکتے نہ اس کی بات سن سکتے نہ اس کے اعمال کی اتباع اور اقتداء کر سکتے یہ تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا امتنان اور احسان ہے کہ اس نے انسانوں کے لئے ان کی جنس سے انسان کو رسول بنا کر بھیجا اس لیے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (آل عمران: 164)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔ اور مقام پر ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ (الحجہ: 2)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ (التوبہ: 128)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آگئے۔

اعلیٰ حضرت مسیحیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔

زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ قل انما انا بشر مثلكم اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے۔ کیا کھانا پینا، جماع کرنا، بیٹا ہونا، باپ ہونا، کفو ہونا، سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے۔ اگر کوئی بشریت کی بناء پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مساوات کا دعویٰ کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ لو انی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب

مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر و بین غیر محتاجی دلیل، لہذا صرف ان اجمالی کلمات پر اختصار ہوتا ہے

عمر و کقول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا ہے جو کافر کہا کرتے تھے ”قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا“ کافر بولے! تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی بلکہ ہم جیسے آدمی بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لیے کہ ان کی رسالت سے منکر تھے کہ ”قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا“ وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ“ تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو۔ واقعی جب ان خبیثا کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا ہی سا بشر جانیں۔ زید کو قل انما انا بشر مثلكم سوجھا اور یوحی الی نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا۔ زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا ولہذا ارشاد فرماتا ہے وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبَسُونَ“ اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔ ظاہر ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کو رہا طنوں کا دھوکہ ہے۔ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

ہمسری با اولیا برداشتند انبیاء را ہچو خود پنداشتند

ان کا کھانا پینا، سونا یہ افعال بشری اس لیے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں ”حاشا لست کا حد کم انی ابیت عند ربی بطعمنی و لیسقینی“ ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت و تعلیم امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جسے ان کا سہو و نسیان، حدیث میں ہے ”انسی لا النسی ولكن انسی لیستن بی“ میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو۔

امام اجل محمد عبدی ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ احوال بشری کھانا پینا، سونا، جماع اپنے نفس کریم کے لئے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لئے کہ ان افعال میں حضور انور ﷺ کی اتباع کریں۔ کیا نہیں دیکھتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے تمہاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی۔ یہ نہ فرمایا کہ میں نے انہیں دوست رکھا اور ارشاد فرمایا! تمہاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف ﷺ۔

معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری

آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی تو حضور اقدس ﷺ کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے تو حضور اقدس ﷺ یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لئے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور انور ﷺ کو ان میں سے کسی شے کی حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ انہیں اوصاف جلیلہ و فضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بے چارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔ عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس ﷺ نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت، تعلیم، تواضع و تائیس امت و سد غلو نصرانیت ہے۔ اول دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا۔ پھر فضائل محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے یہاں اس غلو کے سد باب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو کہ میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوں ہاں یوحی الی رسول ہوں، دفع افراط نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیہ کے لئے دوسرا کلمہ، اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا قل سبحن ربی ہل کنت الا بشرا رسولا، تم فرما دو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے اشہد ان محمداً عبده ورسوله، بندے ہیں خدا نہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں، شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے۔ اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے دعویٰ مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلا وجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر و ضلال نہ بکے ہوں پھر کہاں یہ اور کہاں وہ دعویٰ مساوات کہ کفر خالص ہے اور اس کا اولیاء رضی اللہ عنہم کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس ﷺ سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افتراء اور کج فہمی ہے حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیم پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اکابر انبیاء کرام علیہم السلام تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے۔ شیخ الانبیاء خلیل کبریاء علیہ الصلوٰۃ والتناء نے شب معراج حضور اقدس ﷺ کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاء و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا بھذا افضلکم محمد ﷺ۔ ان وجوہ سے محمد ﷺ تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس منہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے وہ حاشا ولی نہ ہوگا شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے امثال و نظائر رحمۃ اللہ علیہ وقت ورود تجلی خاص شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا۔ ینموسیٰ انی انا اللہ رب العلمین، اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا، کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا اللہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔ کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا۔ اسی نے وہاں فرمایا ینموسیٰ انی انا اللہ رب العلمین۔ اسی نے یہاں بھی فرمایا سبحانی ما اعظم شانہ، اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ لوائی ارفع من لواء محمد ﷺ۔ بے شک لواء الہی لواء محمدی سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج: 6، ص: 143 تا 145)

نبی کریم ﷺ کو بشر یا بھائی کہنا حرام اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کافر ہے

نبی کریم ﷺ کو بشر یا بھائی کہنا حرام ہے اور اگر اہانت کی نیت سے کہا تو کافر ہو جائے گا۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا بشر یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں ورنہ بشریت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی کیونکہ وہی ابوالبشر ہیں اور حضور انور ﷺ اس وقت نبی ہیں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام آب و گل میں ہیں۔ خود فرماتے ہیں کنت نبیا و آدم بین الماء والطين۔ اس وقت حضور ﷺ نبی ہیں بشر نہیں سب کچھ صحیح لیکن آپ ﷺ کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور انور ﷺ کو یا محمد یا کہ اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔ اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کافر ہے۔

عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ

جو شخص حضور انور ﷺ کو ہذا الرجل یہ مرد کی اہانت سے کہے تو کافر ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا شفیع المذنبین ﷺ وغیرہ عظمت کے کلمات سے یاد کرنا لازم ہے۔ شعراء جو اشعار میں یا محمد (ﷺ) لکھ دیتے ہیں وہ تنگی موقع کی وجہ سے پڑھنے والے کو لازم ہے کہ ﷺ کہہ لے، اسی طرح جو کہہ دیتے ہیں کہ

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحا تیرا

یہ تیرا انتہائی ناز کا کلمہ ہے جیسے اے آقا! میں تیرے قربان! اے ماں تو کہاں ہے؟ اے اللہ عز و جل تو ہم پر رحم فرما! اس تو اور تیرے کی حیثیت اور ہے۔

1- قرآن کریم فرماتا ہے۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (پارہ: 18، سورہ نور، آیت نمبر: 63)

رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

(پارہ: 26، سورہ 149 الحجرات، آیت نمبر: 2)

اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

ضبطی اعمال کفر کی وجہ سے ہوتی ہے۔

مدارج اول وصل از جملہ رعایت حقوق اولیت میں ہے:

مخوانید اور ابنا مبارک اور چنانکہ می خوانید بعضے از شمار اہلکہ بگوئید یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا تو قیر و تو فتح۔
نبی کریم ﷺ کو نام پاک لے کر نہ بلاؤ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں بلکہ یوں کہو یا رسول اللہ یا نبی اللہ تو قیر و عزت کے ساتھ۔

تفسیر روح البیان زیر آیت لا تجعلوا ہے۔

معنی ہیں کہ حضور انور ﷺ کو پکارنا یا نام لینا ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض لوگ بعض کو نام سے پکارتے ہیں جیسے یا محمد اور یا ابن عبد اللہ وغیرہ لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو جیسے یا نبی اللہ یا رسول اللہ جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: یا ایہا النبی یا ایہا الرسول۔ (تفسیر روح البیان: ج: 6، ص: 240)

ان آیات قرآنیہ اور اقوال مفسرین و محدثین سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا جاوے نداء میں کلام میں ہر ادا میں۔

2- دنیاوی عظمت والوں کو بھی ان کا نام لے کر نہیں پکارا جاتا۔ ماں کو والدہ صاحبہ، باپ کو والد ماجد، بھائی کو بھائی صاحب جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے تو اگرچہ بات تو سچی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔ حضور انور ﷺ خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں ان کو نام سے پکارنا یا بھائی وغیرہ کہنا یقیناً حرام ہے۔ گھر میں بہن، ماں، بیوی، بیٹی سب عورتیں ہیں مگر ان کے نام و کام و احکام جدا گانہ جو ماں کو بیوی یا بیوی کو ماں کہہ کر پکارے وہ بے ایمان ہی ہے اور جو ان سب کو ایک نگاہ سے دیکھے وہ مردود ہے ایسے ہی جو نبی کو امتی یا امتی کو نبی کی طرح سمجھے وہ ملعون ہے۔ دیوبندیوں نے نبی کو امتی کا درجہ دیا یا ان کے پیشوا مولوی اسماعیل نے سید احمد بریلوی کو نبی کے برابر کرسی دی دیکھو صراط المستقیم کا خاتمہ معاذ اللہ۔

3- رب تعالیٰ جس کو کوئی خاص درجہ عطا فرمائے اس کو عام القاب سے پکارنا اس کے ان مراتب عالیہ کا انکار کرنا ہے اگر دنیاوی سلطنت کی طرف سے کسی کو نواب یا خان بہادر کا خطاب ملے تو اس کو آدمی یا آدمی کا بچہ یا بھائی وغیرہ کہنا اور ان القاب کو یاد نہ کرنا جرم ہے کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم حکومت کے عطا کئے ہوئے ان خطابات سے ناراض ہو تو جس ذات عالی کو رب کی طرف سے نبی رسول کا خطاب ملے اس کو ان القاب کے علاوہ بھائی وغیرہ کہنا جرم ہے۔

4- خود پروردگار عالم نے قرآن کریم میں حضور انور ﷺ کو یا محمد یا اخا مومنین کہہ کر نہ پکارا بلکہ یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول، یا ایہا المزمّل، یا ایہا المدثر وغیرہ وغیرہ پیارے القاب سے پکارا حالانکہ وہ رب عزوجل ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ ان کو بشر یا بھائی کہہ کر پکاریں۔

5- قرآن کریم نے کفار مکہ کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ وہ انبیاء کو بشر کہتے تھے۔

قَالُوا مَا أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (پارہ: 22، سورہ: 36، نِسْ، آیت نمبر: 15)

کافر بولے نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر۔

وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا لَخَسِرُونَ O (پارہ: 18، سورہ 36 مومنون، آیت نمبر: 34)

اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم نقصان والے ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی بہت سی آیات ہیں اسی طرح مساوات بتانا یا انبیاء کرام علیہم السلام کی شان گھٹانا طریقہ ابلیس ہے کہ اس نے کہا:

خَلَقْنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ

خدایا تو نے مجھے آگ سے اور ان کو مٹی سے پیدا فرمایا مطلب یہ ہے کہ میں ان سے افضل ہوں اسی طرح اب یہ کہنا کہ ہم میں اور پیغمبروں میں کیا فرق ہے۔ ہم بھی بشر وہ بھی بشر بلکہ ہم زندہ وہ مردے یہ سب ابلیسی کلام ہے۔ (جاء الحق: ص 392 تا 394) افسوس تو یہ ہے کہ منافقین و معاندین و مخالفین کو صرف بشریت نظر آئی نبی کریم ﷺ کی نورانیت نظر نہ آئی جس آیت کو پیش کرتے ہیں اس کا مطلب ہی نہ سمجھا بلکہ فوراً ہی کہہ دیا کرتے ہیں کہ دیکھو اس آیت میں بشر کہا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی شان اقدس کی گستاخی میں ان لوگوں نے تو ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے۔ نبی کریم ﷺ نور ہیں مگر بشریت کے لباس میں اس واسطے تشریف لائے تاکہ اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھائیں اور احکام الہی عز و جل سکھائیں۔ نبی کریم ﷺ کے نور ہونے پر قرآن مجید و احادیث مبارکہ و اقوال علماء کرام شاہد ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ (المائدہ: 15)

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا۔

مفسرین علماء کرام کے اقوال

اس آیت کریمہ کے تحت مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے نور سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ لیا ہے۔ ان علماء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ کا قول

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں جنہوں نے حق کو روشن کیا اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو مٹایا۔ اسی نور کی وجہ سے آپ ﷺ وہ باتیں بیان فرمادیتے تھے جن کو یہودی چھپاتے تھے۔ (جامع البیان: جز: 6، ص: 220)

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(نور) اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہی زجاج کا مختار ہے اس نے کہا نور سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

(الوسیط: ج: 2، ص: 169)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(نور) اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: 3، ص: 78)

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی 375ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے گمراہی سے روشنی اور وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (تفسیر سمرقندی: ج: 1، ص: 424)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ (تفسیر کبیر: ج: 3، ص: 384)

قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 686ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

نور سے مراد سیدنا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ (کشاف: ج: 1، ص: 617)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

جس تفسیر کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معجزات کے سبب سے ظاہر تھے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق کو ظاہر کرنے والے تھے۔ (اور نور وہ ہوتا ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کر دے)

(عناوین القاضی: ج: 3، ص: 226)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد نور عظیم ہے جو تمام انوار کا نور ہے اور وہ نبی مختار ﷺ ہیں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت زجاج رضی اللہ عنہ کا مختار ہے۔

ابو علی جبائی (معتزلی) نے کہا:

نور سے مراد قرآن ہے کیونکہ وہ ہدایت اور یقین کے طریقوں کو منکشف کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے اور زخشری نے اسی تفسیر پر اقتصار کیا ہے اور اس صورت میں نور کتاب مبین کے عطف پر یہ اعتراض ہوگا کہ عطف تغائر کو چاہتا ہے اور جب دونوں سے مراد قرآن ہے تو تغائر کس طرح ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہاں عنوان کا تغائر کافی ہے۔ معطوف علیہ میں قرآن کو نور سے تعبیر کیا ہے اور معطوف میں اس کو کتاب مبین سے تعبیر کیا ہے اور عنوان کے تغائر کو تغائر بالذات کے قائم مقام کیا گیا ہے اور میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد نبی کریم ﷺ ہوں اور یہاں بھی صحت عطف کے لئے عنوان کا تغائر کافی ہوگا اور نبی کریم ﷺ پر نور اور کتاب مبین دونوں کے اطلاق کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ (روح المعانی: جز: 6، ص: 97)

امام جلال الدین محلی رضی اللہ عنہ کا قول

امام جلال الدین محلی رضی اللہ عنہ مستوفی 863ھ لکھتے ہیں: نور سے مراد نور محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ (تفسیر جلالین: ص: 97)

علامہ احمد بن صاوی رضی اللہ عنہ کا قول

علامہ احمد بن صاوی رضی اللہ عنہ مستوفی 1241ھ لکھتے ہیں:

رب تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضور انور ﷺ کو نور اس لیے فرمایا کہ حضور انور ﷺ بصارتوں کو نورانی کرتے ہیں اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور حضور انور ﷺ ہر حس اور معنوی نور کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی حاشیہ جلالین: جز: 1، ص: 258)

علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی رضی اللہ عنہ کا قول

علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی رضی اللہ عنہ مستوفی 741ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نور اس لیے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جس طرح کہ اندھیرے میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔ (تفسیر خازن: جز: 2، ص: 23)

علامہ بیضاوی رضی اللہ عنہ کا قول

علامہ بیضاوی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں نور سے مراد محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں۔ (تفسیر بیضاوی: ج ۲: ص ۳۰۷)

علامہ ابوالبرکات احمد بن نسفی رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی رحمہ اللہ متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اس لیے کہ حضور انور ﷺ سے ہدایت ملتی ہے جیسا کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سورج فرمایا۔ (تفسیر مدارک التنزیل: ج ۱: ص ۲۷۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ لکھتے ہیں:

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا نور یعنی محمد (مصطفیٰ) ﷺ آئے۔ (تویر المقیاس: ص ۷۲)

علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمہ اللہ کا قول

علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد حضور انور ﷺ ہیں۔ (تفسیر روح البیان: ج ۲: ص ۴۴۷)

امام علی بن احمد واحدی رحمہ اللہ کا قول

امام علی بن احمد واحدی رحمہ اللہ متوفی ۴۶۸ھ لکھتے ہیں:

نور سے نبی کریم ﷺ مراد ہیں۔ (الوجہ: ج ۱: ص ۳۱۳)

امام حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ کا قول

امام حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد (سیدنا) محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں۔ (تفسیر بغوی: ج ۲: ص ۲۲)

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

نور سے مراد نبی محمد ﷺ ہیں۔ (زاد المسیر: ج ۲: ص ۳۱۶)

امام عبدالرحمن بن محمد مخلوف ثعالبی رحمہ اللہ کا قول

امام عبدالرحمن بن محمد مخلوف ثعالبی رحمہ اللہ متوفی ۸۷۵ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد محمد (مصطفیٰ ﷺ) ہیں۔ (تفسیر العالی: ج: 1، ص: 453)

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود رضی اللہ عنہ کا قول

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود رضی اللہ عنہ متوفی 951ھ لکھتے ہیں:

اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (تفسیر ابوسعود: ج: 3، ص: 18)

غیر مقلدین کے امام محمد بن علی شوکانی کا قول

محمد بن علی شوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا:

نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ (تفسیر فتح القدیر: ج: 2، ص: 23 تفسیر قرطبی: ج: 6، ص: 118)

نور انیت مصطفیٰ ﷺ کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

نبی کریم ﷺ کے نور ہونے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں یہاں پر چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں جس نے مزید دلائل دیکھنے ہوں وہ فقیر کی کتاب ”قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں فی شان مصطفیٰ ﷺ“ کا مطالعہ کرے یہاں پر ترتیب سے نبی کریم ﷺ کے نور کے ظہور کو بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے جابر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا پھر اس میں ہر خیر کو پیدا فرمایا اور ہر شے کو اس کے بعد پیدا فرمایا اور جب اس نور کو پیدا فرمایا تو اس کو اپنے سامنے مقام قرب میں بارہ ہزار سال قائم کیا پھر اس کی چار قسمیں بنائیں۔ ایک قسم سے عرش اور کرسی کو پیدا فرمایا۔ ایک قسم سے عرش کے حالمین اور کرسی کے خازنوں کو پیدا فرمایا۔ چوتھی کو مقام محبت میں بارہ ہزار سال رکھا پھر اس کو چار حصوں میں کیا۔ ایک قسم سے قلم کو، ایک سے لوح کو اور ایک قسم سے جنت کو پیدا فرمایا۔ پھر چوتھی قسم کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا اور اس کو چار حصے کیا ایک حصے سے فرشتوں کو، ایک سے سورج کو اور ایک حصے سے چاند اور ستاروں کو پیدا فرمایا پھر چوتھے حصے کو مقام رجاء میں بارہ ہزار سال رکھا پھر اس کو چار حصے کیا۔ ایک سے عقل، ایک سے علم وحکمت اور عصمت وتوفیق کو پیدا فرمایا چوتھی جزء کو بارہ ہزار سال مقام حیا میں قائم کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر فرمائی تو اس نور کو پسینہ آگیا اور اس نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے ٹپکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قطرے سے کسی نبی یا رسول کی

روح کو پیدا فرمایا پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی روحوں نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سانسوں سے قیامت تک ہونے والے اولیاء، شہداء، ارباب سعادت اور اصحاب اطاعت کو پیدا فرمایا۔ پس عرش اور کرسی میرے نور سے، فرشتے اور اصحاب روحانیت میرے نور سے، جنت اور اس کی نعمتیں میرے نور سے، ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے، سورج، چاند اور ستارے میرے نور سے، عقل اور توفیق میرے نور سے، رسولوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی روحوں میرے نور سے، شہداء، سعداء اور صالحین میرے نور سے پیدا ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے اور میرے نور یعنی چوتھی جزء کو ہر پردے میں ایک ہزار سال رکھا، یہ عبودیت سیکھنے، صبر صدق اور یقین کے مقامات تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ہر پردے میں ایک ہزار سال غوطہ دیا اور جب اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ان پردوں سے نکالا تو اس کو زمین پر اتار دیا تو جس طرح اندھیری رات میں چراغ سے روشنی ہوتی ہے اسی طرح اس نور سے مشرق سے لے کر مغرب تک کی فضاء منور ہو گئی پھر اللہ تعالیٰ نے زمین سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو وہ آپ علیہ السلام کی پیشانی میں رکھ دیا۔ آپ علیہ السلام سے نور حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا وہ نور طاہر سے طیب کی طرف اور طیب سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی پشت تک پہنچا دیا اور وہاں سے ہماری والدہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے رحم کی طرف منتقل کیا پھر ہمیں اس دنیا میں جلوہ گر کیا۔ پھر ہمیں رسولوں کا سردار، انبیاء کرام (علیہم السلام) کا خاتم تمام جہانوں کے لئے رحمت مجسم اور روشن اعضاء وضو والوں کا قائد بنایا۔ اے جابر (رضی اللہ عنہ) اسی طرح تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ابتداء تھی۔ (الجزء المسفق من المصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 18)

امام زین العابدین اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد مکرم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب عزوجل کے حضور میں ایک نور تھا۔ (سیرت حلبیہ: ج: 1، ص: 47)

محدث اعظم امام قسطلانی رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو الہام فرمایا کہ وہ یہ عرض کریں! اے میرے رب عزوجل! تو نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے آدم (علیہ السلام) اپنا سراٹھاؤ۔ آپ علیہ السلام نے سراٹھایا تو نور محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو عرش کے پردوں میں دیکھا۔ عرض کیا۔

اے میرے رب عزوجل! یہ کیسا نور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ نور تیری اولاد میں سے ایک نبی کا نور ہے۔ اس کا نام آسمانوں میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور زمین میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اگر یہ نہ

ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ ہی آسمان وزمین کو پیدا کرتا۔ (مواہب اللدنیہ: ج: 1، ص: 47)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ فرماتے ہیں۔

بے شک ملائکہ کو حکم دیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیشانی میں تھا۔

(تفسیر کبیر: ج: 6، ص: 525)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ فرماتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروانے میں حقیقتاً اس کی نور کی تعظیم مقصود تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروانے میں حقیقتاً اس نور کی تعظیم مقصود تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں موجود تھا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور حقیقت احمد پر تھا۔

(تفسیر روح البیان: ج: 4، ص: 462)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ان کی پشت میں رکھ دیا تو وہ نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا پھر یہ نور حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گیا جو کہ ان کے وصی تھے اور ان کی اولاد میں سے تیسرے تھے۔ حضرت حواء علیہا السلام ایک بچہ اور ایک بچی اکٹھے پیدا کرتی تھیں صرف حضرت شیث علیہ السلام کو اکیلے پیدا کیا نور محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی تکریم کی وجہ سے۔ پھر نور محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) یکے بعد دیگرے ان کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا پھر ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پھر حضرت آمنہ علیہا السلام کے پاس تشریف لایا۔ (تفسیر روح البیان: ج: 3، ص: 543)

امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کہاں تھے جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ان کی پشت میں تھا جب وہ زمین پر اتارے گئے تو میں ان کی پشت میں تھا اور کشتی میں سوار ہوا اپنے والد حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں اور میں آگ میں پھینکا گیا اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں تھا۔ میرے والدین نے کبھی بھی بدکاری نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ اصلا ب طیبہ میں ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا پاک صاف اور مہذب طریقہ سے جب بھی دو گروہ بنتے تو میں ان میں سے بہتر گروہ میں ہوتا۔ (تفسیر درمنثور: ج: 6، ص: 330)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ ساجدین میں آپ ﷺ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے یعنی ایک نبی سے دوسرے نبی تک آپ ﷺ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اس حال میں کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔ (معجم الکبیر: ج: 11، ص: 362)

علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی 124ھ روایت نقل فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جو حضرت ہاشم کے چہرے میں تھا اس کی شعاعیں نکلا کرتی اور اس کی روشنیاں بکھرا کرتی تھیں جو عالم بھی آپ کی زیارت کرتا وہ آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا کرتا اور جس چیز کے پاس سے بھی گزرتے وہ آپ کو سجدہ کیا کرتی تھی۔ (زرقانی شرح مواہب: ج: 1، ص: 73)

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ روایت نقل فرماتے ہیں:

حضرت عبدالمطلب سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نور رسول اللہ ﷺ ان کی پیشانی میں چمکتا تھا جب قریش قحط میں مبتلا ہوتے تو وہ حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر کوہ ثبیر کی طرف لے جاتے اور ان کے ذریعہ تقرب خداوندی تلاش کرتے اور بارش کے لئے دعائیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نور حبیب ﷺ کی برکت سے کثرت سے بارش عطا فرماتا۔ آگے نقل فرماتے ہیں کہ

یمن کا بادشاہ ابرہہ جب بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لئے آیا تو حضرت عبدالمطلب تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے قریش کو کہا۔ اے گروہ قریش! وہ بیت اللہ کو نہیں گرا سکے گا کیونکہ یہ رب عزوجل کا گھر ہے وہ ہی اس کی حفاظت فرمائے گا پھر جب ابرہہ آیا تو وہ قریش کے اونٹوں کو ہنکا کر لے گیا۔ حضرت عبدالمطلب کوہ ثبیر پر چڑھے تو نور حبیب ﷺ چاند کی شکل میں ان کی پیشانی میں اس قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں چراغ کی طرح خانہ کعبہ پر پڑیں۔ جب حضرت عبدالمطلب نے نور حبیب ﷺ کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ اے گروہ قریش! واپس چلو تمہیں یہ امر کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب بھی یہ نور مجھ میں اس طرح چمکتا ہے تو فتح ہماری ہوتی ہے تمام لوگ متفرق ہو کر واپس آگئے۔ آگے روایت نقل فرماتے ہیں کہ

جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے کر گئے تو ابرہہ نے سائیس کو حکم دیا کہ بڑے سفید ہاتھی کو لائے وہ سفید ہاتھی تھا کہ جس نے کبھی ابرہہ کو سجدہ نہیں کیا تھا حالانکہ باقی سارے ہاتھی اس کو سجدہ کرتے تھے جب ہاتھی کی نظر حضرت عبدالمطلب کے چہرے پر پڑی تو ان کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا جیسے اونٹ بیٹھتا ہے پھر سجدہ کرتا ہوا گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت گویائی عطا فرمائی تو ہاتھی نے کہا سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیشانی میں ہے اے عبدالمطلب۔

(مواہب اللدنیہ: ج: 1، ص: 63)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب عبدالمطلب اپنے لخت جگر کی شادی کے لئے نکلے تو اہل تبالہ کی ایک یہودی کاہنہ پر گزر ہوا اس نے کتب بھی پڑھی

ہوئی تھیں اس کو فاطمہ بنت خشمیہ کہا جاتا تھا اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے رخ زیبا میں ایک نور دیکھا تو اس نے کہا: اے نوجوان! کیا تو ابھی میرے ساتھ جماع کی رغبت رکھتا ہے اور میں تجھے ایک سواونٹ دوں گی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہر حال حرام تو اس کے ارتکاب سے موت اچھی اور حلال ابھی ہے نہیں تو میں اس کے متعلق غور کروں گا پس میرے لیے وہ امر کس طرح ممکن ہے جس کی تو دعوت دیتی ہے پھر والد گرامی کے ساتھ آگے تشریف لے گئے اور حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ رضی اللہ عنہم سے عقد فرمایا اور تین شبانہ روز آپ رضی اللہ عنہما کے پاس گزارے پھر آپ رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک میں اس کا خیال آیا جس کی خشمیہ عورت نے دعوت دی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لائے اس نے کہا: اے نوجوان تو نے میرے بعد کیا کیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی اور اس کے پاس تین دن ٹھہرا رہا تو اس عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں مشکوک عورت نہیں لیکن میں نے تمہارے چہرے میں نور دیکھا تو میری خواہش ہوئی کہ وہ نور مجھ میں تشریف لائے لیکن اللہ تعالیٰ کو جہاں وہ نور رکھنا محبوب ہو اوہیں اس نے رکھا۔ (دلائل النبوة لابی نعیم: جز: 1، ص: 131)

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ روایت نقل فرماتے ہیں:

حضرت کعب الاحبار سے روایت ہے کہ

اس رات (یعنی جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما میں نور حبیب ﷺ تشریف لایا) آسمانوں اور زمین میں ندا کی گئی کہ نور مکنون

رات کو اپنی والدہ کے بطن میں مستقر ہو جائے گا۔ (موہب اللدنیہ: جز: 1، ص: 72)

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے موقع پر میں موجود تھی جب آپ ﷺ کی ولادت قریب ہوئی تو ستارے اتنے قریب ہو گئے کہ میں نے کہا ستارے مجھ پر گر جائیں گے جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو ایسا نور نکلا جس نے کمرے اور گھر کو بھر دیا نور کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ (معجم الکبیر: جز: 1، ص: 147)

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی 255ھ روایت فرماتے ہیں کہ

ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے کہا:

ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کیجئے۔

تو انہوں نے کہا:

اے میرے بیٹے! اگر تم آپ ﷺ کو دیکھتے تو تم طلوع ہونے والے آفتاب کو دیکھتے۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 60)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کا چہرہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور رنگ سب سے زیادہ روشن تھا۔ جو شخص بھی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کے جمال کو بیان کرتا اس کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیتا اور کہتا کہ آپ ﷺ ہماری نظر میں چاند سے زیادہ

Marfat.com

بَابُ كَيْفِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ

باب: تشهد میں کیسے بیٹھے؟

یہ باب تشهد میں بیٹھنے کی کیفیت میں ہے۔

820 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُثَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قُلْتُ لَا تُظَرَّنَ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَادَتَا بِأُذُنَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فَأَفْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فِخْذِهِ الْيُسْرَى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْأَيْمَنَ عَلَى فِخْذِهِ الْيُمْنَى وَقَبَضَ ثُنْتَيْنِ وَخَلَقَ خَلْقَةً وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ هَكَذَا وَخَلَقَ بِشْرُ الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھوں گا کہ آپ ﷺ کیسے نماز ادا فرماتے ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا تو قبلہ کی طرف چہرہ اقدس کر کے تکبیر فرمائی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا حتیٰ کہ کانوں کے محاذی ہو گئے پھر الٹے ہاتھ اقدس کو سیدھے ہاتھ اقدس سے پکڑا جب رکوع کا ارادہ فرمایا تو دونوں ہاتھوں کو اس کی مثل اٹھایا پھر بیٹھنے لگے تو الٹے پاؤں کو بچھا دیا اور الٹے ہاتھ اقدس کو الٹی ران پر رکھ دیا اور الٹی کہنی کو سیدھی ران سے الگ فرما دیا اور دونوں انگلیوں کو بند فرما دیا اور میں نے اسی طرح آپ ﷺ کو دیکھا اور بشر نے انگوٹھے اور درمیان والی انگلی سے حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

(معجم الکبیر: ج: 22، ص: 36، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 104، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 28، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 362)

821 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتُثْنِيَ رِجْلَكَ الْيُسْرَى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سنت نماز یہ ہے کہ سیدھے پاؤں کو کھڑا کیا جائے اور الٹے پاؤں کو بچھایا جائے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 129، سنن النسائی: ج: 4، ص: 375، صحیح البخاری: ج: 3، ص: 323، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ج: 3، ص: 92)

822 حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُولُ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تُضْجَعَ رِجْلُكَ الْيُسْرَى وَتَنْصِبَ الْيُمْنَى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ يَحْيَى بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى أَيْضًا مِنَ السُّنَّةِ كَمَا قَالَ جَرِيرٌ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ أَرَاهُمُ الْجُلُوسَ فِي التَّشَهُّدِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

عبداللہ بن عبد اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ الٹے پاؤں کو بچھائے اور سیدھے کو کھڑا کرے۔

عثمان بن ابی شیبہ، جریر نے یحییٰ نے اپنی اسناد سے اس کی مثل بیان کیا۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا حماد بن زید نے یحییٰ سے بھی سنت کہا ہے جیسا کہ جریر نے کہا ہے۔ قعنبنی نے مالک سے انہوں نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ قاسم بن محمد نے ان کو تشہد میں بیٹھنے کی حدیث کا ذکر کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 129، سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 469، سنن النسائی: ج: 4، ص: 373، صحیح ابن خزمہ: ج: 1، ص: 338)

823 حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى اسْوَدَّ ظَهْرُ قَدَمِهِ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں الٹے پاؤں کو بچھا لیتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی پشت مسود ہوتی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 1، ص: 284)

مذاہب آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم

تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ کے متعلق آئمہ کرام کے مذاہب درج ذیل ہیں۔

مالکیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں تورک سنت ہے یعنی بائیں پیر نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھا جائے۔ (شرح للنووی: ج: 1، ص: 195)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پہلے قعدہ میں تو بغیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں تورک کے ساتھ بیٹھے۔

(شرح للنواوی: جز: 1، ص: 195)

حنبلہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں۔

نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان پاؤں کو بچھا کر بیٹھے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں موڑ کر بچھالے اور اس کے اوپر بیٹھ جائے اور دائیں پیر کو اس طرح نیچے کھڑا کرے کہ اس کی انگلیاں زمین پر قبلہ کی جانب جمی رہیں۔

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ

نبی کریم ﷺ اپنے پاؤں اقدس کو موڑ کر بچھا کے اس پر بیٹھ جاتے اور بالکل سیدھے بیٹھا کرتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی پھر اس کے بعد دوبارہ سجدہ کرتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی نماز کی صفت بیان کی ہے اس میں بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ بائیں پاؤں اقدس کو بچھاتے اور دائیں پاؤں اقدس کو کھڑا فرماتے۔ (المغنی: جز: 1، ص: 308)

احناف کا مذہب

علامہ حسن بن عمار بن علی شربلہالی رحمہ اللہ متوفی 1069ھ سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں۔

بائیں پاؤں کو بچھانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور عورت کا تورک کرنا (یعنی بائیں ٹانگ کو دائیں اور ان کے نیچے سے نکال کر دونوں پاؤں دائیں طرف کو نکال دے) سنت ہے۔ (نور الایضاح: ص: 117)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں۔

دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور داہنا قدم کھڑا رکھنا اور داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا یہ مرد کے لئے ہے اور عورت دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔ (بہار شریعت: جز: 1، ص: 530)

تشہد میں مٹھی بند کر کے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا

قوله و قبض ثنتين وحلق حلقة..... الخ

نبی کریم ﷺ کلمہ شہادت پڑھتے وقت مٹھی کو بند فرماتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ اس کی کیفیت میں آئمہ اربعہ کا اختلاف درج ذیل ہے۔

مذہب اربعہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک انگشت شہادت کے سوا تمام انگلیوں کے ساتھ مٹھی بند کرے اور لبابہ سے اشارہ کرے اسی کو ترپین کا عقد کہتے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک خنصر اور بنصر کو بند اور درمیانی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ ملا کر حلقہ بنائے اور انگشت کی شہادت سے اشارہ کرے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اشہد ان لا الہ الا اللہ میں لا پر انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے تاکہ نفی کے ساتھ رفع اور اثبات کے ساتھ وضع کی مناسبت ہو۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک لفظ اللہ پر انگلی اٹھائے تاکہ قول اور عمل سے توحید ظاہر ہو۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ج: 1، ص: 265)

فقہاء حنبلیہ کی مزید دلیل یہ ہے۔

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں۔

نمازی کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب تشہد کے لئے بیٹھے تو بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھے اس حال میں کہ ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی جانب ہوں اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے خنصر اور بنصر کو بند کر کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے اور انگوٹھے کے قریب انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 313)

فقہاء شافعیہ کی مزید دلیل درج ذیل ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں۔

احادیث صحیحہ کی وجہ سے انگشت شہادت سے تشہد میں لا الہ الا اللہ پڑھتے وقت اشارہ کرنا مستحب ہے اور صرف دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ (شرح للنووی: ج: 1، ص: 416)

فقہاء مالکیہ کی مزید دلیل یہ ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ ابن القاسم مالکی تشہد میں اشارہ کرنے کو مستحب قرار دیتے تھے اور ابن رشد مالکی اس کو سنت قرار دیتے تھے۔ (اکمال الکمال: ج: 2، ص: 278)

احناف کے موقف پر مزید دلیل یہ ہے۔

امام محمد شیبانی رحمہ اللہ متوفی 189ھ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور مٹھی بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہم رسول اللہ ﷺ کے عمل کو اپناتے ہیں اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (موطا امام محمد: 106)
صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں۔

شہادت پر اشارہ کرنا یوں کہ چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو بند کر لے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ باندھے اور لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے اور سب انگلیاں سیدھی کر لے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جس کو ابوداؤد ونسائی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ جب دعا کرتے تو انگلی سے اشارہ کرتے اور حرکت نہ دیتے۔

نیز ترمذی ونسائی و بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک شخص کو دو انگلیوں سے اشارہ کرتے دیکھا تو فرمایا تو حید کر تو حید کر (یعنی ایک انگلی سے اشارہ کر)۔

(بہار شریعت: ج: 1، ص: 530 تا 531)

علامہ حسن بن عمار شرمبلائی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں۔

صحیح قول کے مطابق شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ دے (یعنی انگوٹھے اور دوسری تین انگلیوں سے گھیرا باندھتے ہوئے اشہد ان لا الہ الا اللہ کی لا پر شہادت کی انگلی کھڑی کرے اور الا پر چھوڑ دے۔

(لورالایضاح: ص: 117)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ ذَكَرَ التَّوْرَةَ فِي الرَّابِعَةِ

باب: چوتھی رکعت میں سرین کے اوپر بیٹھنا

یہ باب چوتھی رکعت میں سرین کے اوپر بیٹھنے کے حکم میں ہے۔

824 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ

يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ وَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ سَمِعْتُهُ فِي عَشْرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْمَدُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو بْنُ عَطَاءٍ قَالَ

سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ فِي عَشْرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِنْهُمْ أَبُو قَتَادَةَ قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا
فَاعْرِضْ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَيَرْفَعُ
وَيُثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ
حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ آخِرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ
الْأَيْسَرِ زَادَ أَحْمَدُ قَالُوا صَدَقْتَ هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِمَا الْجُلُوسَ فِي
الثَّانِيَيْنِ كَيْفَ جَلَسَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ
يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيِّ وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِهَذَا الْحَدِيثِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ
الْيُسْرَى فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَجَلَسَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ حَدَّثَنَا
قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الْعَامِرِيِّ قَالَ كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ فَإِذَا قَعَدَ فِي
الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى فَإِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ أَفْضَى بَوْرِكِهِ
الْيُسْرَى إِلَى الْأَرْضِ وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ
حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ أَبُو خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْيَظْجَرِ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَبَّاسٍ أَوْ عِيَّاشٍ بَنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَبُوهُ فَذَكَرَ فِيهِ
قَالَ فَسَجَدَ فَانْتَصَبَ عَلَى كَفِّهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَصُدُورِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ جَالِسٌ فَتَوَرَّكَ وَنَصَبَ
قَدَمَيْهِ الْأُخْرَى ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكَ ثُمَّ عَادَ فَرَكَعَ الرَّكْعَةَ الْآخِرَى
فَكَبَّرَ كَذَلِكَ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتَّى إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَنْهَضَ لِلْقِيَامِ قَامَ بِتَكْبِيرٍ ثُمَّ
رَكَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيْنِ فَلَمَّا سَلَّمَ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَمْ يَذْكُرْ فِي
حَدِيثِهِ مَا ذَكَرَ عَبْدُ الْحَمِيدِ فِي التَّوَرُّكِ وَالرَّفْعِ إِذَا قَامَ مِنْ ثَنَتَيْنِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو أَخْبَرَنِي فُلَيْحٌ أَخْبَرَنِي عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ
وَأَبُو أُسَيْدٍ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ وَلَمْ يَذْكُرْ الرَّفْعَ إِذَا
قَامَ مِنْ ثَنَتَيْنِ وَلَا الْجُلُوسَ قَالَ حَتَّى فَرَّغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ

الْيَمْنَى عَلَى قِبَلَتِهِ

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماعت کیا احمد نے فرمایا کہ مجھے محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے جن کے اندر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔ حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ جاننے والا ہوں، لوگوں نے کہا ذرا بتائیے تو سہی۔ انہوں نے حدیث مبارکہ کو ذکر کر کے فرمایا سجدہ کے دوران دونوں پاؤں اقدس کی انگلیاں کشادہ رکھتے پھر استقرار پکڑتے پھر اللہ اکبر فرماتے اور اٹھ جایا کرتے اور اٹے پاؤں اقدس کو موڑ کر اس کے اوپر بیٹھ جایا کرتے پھر دوسرے سجدے کے اندر بھی ایسے ہی کیا کرتے۔ آگے حدیث مبارکہ ذکر کر کے فرمایا حتیٰ کہ جب وہ سجدہ فرما لیتے جس میں سلام پھیرنا ہوتا ہے تو اٹے پاؤں اقدس کو نکال کر اٹے پہلو پر سرین پر بیٹھ جایا کرتے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے یہ زیادہ کیا ہے کہ لوگوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی ادا فرماتے تھے اور اپنی دونوں احادیث مبارکہ میں بیٹھنے کی کیفیت کو ذکر نہیں کیا۔

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس حدیث کے ساتھ اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں فرمایا۔ ارشاد فرمایا جب دو رکعت کے بعد بیٹھا کرتے تو اپنے اٹے پاؤں اقدس پر بیٹھا کرتے جب آخری رکعت کے بعد بیٹھا کرتے تو اٹے پاؤں اقدس کو نکال کر سرین پر بیٹھا کرتے۔ محمد بن عمرو عامری سے روایت ہے کہ میں کسی مجلس میں تھا اس حدیث کو ذکر کر کے اس میں ارشاد فرمایا جب دو رکعات کے بعد قعدہ فرمایا تو اپنے اٹے پاؤں اقدس کے اوپر بیٹھے اور سیدھے کو کھڑا فرمایا پس جب چوتھی رکعت ہو گئی تو اپنی الٹی سرین مقدسہ کو زمین پر نکال لیا اور دونوں قد میں شریف کو ایک طرف نکالا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت عیاش بن سہل ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس مجلس میں تھے جس میں ان کے والد محترم تھے۔ اس کو ذکر کر کے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا پس اپنی دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں اور پاؤں کے سروں کے اوپر رکھ دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے وقت سرین پر بیٹھے اور دوسرے قدم شریف کو کھڑا فرمایا پھر تکبیر فرمائی پس سجدہ پھر تکبیر فرمائی تو قیام فرمایا اور سرین اقدس پر نہ بیٹھے۔ پھر دوسری رکعت کا ایسے ہی رکوع کر کے تکبیر فرمائی پھر دو رکعات کے بعد بیٹھے حتیٰ کہ جب ارادہ کیا کہ اٹھوں تو تکبیر فرما کر اٹھے۔ پھر آخری دو رکعات ادا فرمائیں پس جب سلام پھیرا تو سیدھی اور الٹی طرف سلام پھیرا۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی اس حدیث مبارکہ میں انہوں نے ذکر نہیں کیا جس کو عبد الحمید نے دو رکعات کے بعد کھڑے ہونے کے دوران سرین پر بیٹھنے اور رفع کا ذکر فرمایا۔ عباس بن سہل نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو حمید اور حضرت ابو سعید اور حضرت سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم

جمع ہوئے تو انہوں نے اسی حدیث مبارکہ کو ذکر فرمایا اور دو رکعات سے کھڑے ہونے کے دوران رفع یدین اور بیٹھنے کا ذکر نہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ حتیٰ کہ فراغت پالی اٹے پاؤں کو بچھالیا اور سیدھے پاؤں کی انگلیوں مبارکہ کو قبلہ کی جانب رکھا۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 3، ص: 355، سنن الکبریٰ: جز: 2، ص: 72، سنن الدارمی: جز: 1، ص: 361، معجم ابن حبان: جز: 5، ص: 182)
دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے سرین پر بیٹھنا تورک ہے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس کے اوپر بیٹھنا افتراش ہے۔

مذہب اربعہ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں افتراش افضل ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں میں تورک افضل ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے تشہد میں افتراش اور دوسرے میں تورک افضل ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہی ہے۔ (المسوط: جز: 1، ص: 24)

علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں۔

البتہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ دونوں طرح بیٹھنا جائز ہے۔ (المغنی: جز: 1، ص: 317)

علامہ حسن بن عمار شرمبالی متوفی 1069ھ سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں۔

دو سجدوں کے درمیان حالت تشہد کی طرح ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا بائیں پاؤں کو بچھانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور عورت کا تورک کرنا (سنت ہے) (نور الایضاح: ص: 117)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ سنتوں کے بیان میں راقم ہیں۔

دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بائیں پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا اور دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا یہ مردوں کے لئے ہے اور عورت دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔ (بہار شریعت: جز: 1، ص: 530)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّشَهُّدِ

باب: تشهد کے متعلق

یہ بات تشهد کے حکم میں ہے۔

825 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنِي شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا إِذَا جَلَسْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ قَبْلَ عِبَادِهِ السَّلَامَ عَلَى فَلَانٍ وَفُلَانٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُولُوا السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ وَلَكِنْ إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذَلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرَ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو بِهِ حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُتَصَرِّفِ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ عَنْ شَرِيكَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا لَا نَذَرِي مَا نَقُولُ إِذَا جَلَسْنَا فِي الصَّلَاةِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَلِمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ شَرِيكَ وَحَدَّثَنَا جَامِعٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي شَدَّادٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بِمِثْلِهِ قَالَ وَكَانَ يُعَلِّمُنَا كَلِمَاتٍ وَلَمْ يَكُنْ يُعَلِّمُنَاهُنَّ كَمَا يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ اللَّهُمَّ اٰلَافَ بَيْنَ قُلُوبِنَا وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَجَبِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِي أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوبِنَا وَأَرْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ مُشِينِينَ بِهَا قَابِلِيهَا وَاتِّمَمْنَا عَلَيْهَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيَّمَرَةَ قَالَ أَخَذَ عَلَقَمَةَ بِيَدِي فَحَدَّثَنِي أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ مَسْعُودٍ أَخَذَ بِيَدِهِ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللَّهِ فَعَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ فَذَكَرَ مِثْلَ دُعَاءِ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ قَضَيْتَ هَذَا فَقَضَيْتَ صَلَاتَكَ إِنْ شِئْتَ أَنْ

تَقُومَ فَقُمْ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نماز کی حالت میں بیٹھے تھے تو ہم نے بندوں پر سلام بھیجنے سے قبل کہہ دیا اللہ تعالیٰ پر سلام ہو فلاں فلاں پر بھی ہو تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: السلام علی اللہ نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے مگر جب تم میں سے کوئی بیٹھے تو کہو التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، کیونکہ تم یوں کہو گے تو زمین و آسمان کے مابین رہنے والے ہر نیک بندے کو پہنچ جایا کرے گا یا زمین و آسمان کے مابین (پھر کہو) اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبده ورسوله پھر تمہیں اختیار ہے کہ جو پسند ہو اسے کرو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ جب نماز میں ہم بیٹھا کریں تو ہم کیا پڑھیں اور رسول اللہ ﷺ تحقیق جانتے تھے۔ آگے اس کی مثل ذکر کیا۔ شریک، جامع ابن ابی شداد، ابوالاکل نے حضرت عبداللہ سے اس کی مثل روایت کر کے فرمایا ہمیں وہ کلمات سکھائے جو تشہد کی طرح سکھانے والے نہ تھے (وہ یہ تھے) اللھم الف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا واهدنا سبل السلام ونجنا من الظلمت الی النور وجنبنا الفواحش ما ظہر منها وما بطن وبارک لنا فی اسماعنا و ابصارنا وقلوبنا وازواجنا و ذریاتنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم واجعلنا شاکرین لنعمتک مثنین بها قابلیہا و اتمہا علینا، قاسم بن خمیرہ نے بیان کیا ہے کہ علقمہ نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر کہا کہ ان کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پکڑ کر ان کو نماز میں تشہد پڑھنا سکھایا۔ آگے اعمش کی حدیث جیسا روایت کیا۔ جب تم نے یہ کہا یا اس کو پورا فرما چکے تو اپنی نماز سے فراغت پالی۔ اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر چاہو تو بیٹھے رہو۔

(سنن الدارمی: ج: 1، ص: 355، سنن النسائی: ج: 5، ص: 104، شرح السنہ: ج: 1، ص: 169، مسند احمد: ج: 8، ص: 427)

826 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ بَشْرِ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا یُحَدِّثُ عَنْ اَبْنِ عُمَرَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فِی التَّشْہِدِ التَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ قَالَ قَالَ اَبْنُ عُمَرَ زِدْتُ فِیْہَا وَبَرَکَاتُہُ السَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ اَبْنُ عُمَرَ زِدْتُ فِیْہَا وَحَدَّہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَّسُوْلُہُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے تشہد کے متعلق روایت کیا ہے کہ التحیات للہ الصلوات الطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس میں یہ زیادہ کیا

ہے و برکاتہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس میں یہ زیادہ کیا و حدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمداً عبده و رسوله (سنن الکبریٰ: ج: 2، ص: 139) (سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 477)

827 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ ح وَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ فَلَمَّا جَلَسَ فِي الْخَيْرِ صَلَاتِهِ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ أَقْرَبَ الصَّلَاةُ بِالْبِرِّ وَالزَّكَاةِ فَلَمَّا انْقَلَبَ أَبُو مُوسَى أَقْبَلَ عَلَى الْقَوْمِ فَقَالَ أَيُّكُمْ الْقَائِلُ كَلِمَةً كَذَا وَكَذَا قَالَ فَارَمُ الْقَوْمِ فَقَالَ أَيُّكُمْ الْقَائِلُ كَلِمَةً كَذَا وَكَذَا فَارَمُ الْقَوْمِ قَالَ فَلَعَلَّكَ يَا حِطَّانُ أَنْتَ قُلْتَهَا قَالَ مَا قُلْتَهَا وَلَقَدْ رَهَبْتُ أَنْ تَبْكَعَنِي بِهَا قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ أَنَا قُلْتَهَا وَمَا أَرَدْتُ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى أَمَا تَعْلَمُونَ كَيْفَ تَقُولُونَ فِي صَلَاتِكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَعَلَّمَنَا وَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا فَقَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَوْمُكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) فَقُولُوا آمِينَ يُحِبُّكُمْ اللَّهُ وَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْلِكَ بِتِلْكَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللَّهُ لَكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْلِكَ بِتِلْكَ فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلٍ أَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ لَمْ يَقُلْ أَحْمَدُ وَبَرَكَاتُهُ وَلَا قَالَ وَأَشْهَدُ قَالَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةَ عَنْ أَبِي غَلَابٍ يُحَدِّثُهُ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ زَادَ فَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا وَقَالَ فِي التَّشْهَدِ بَعْدَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ زَادَ وَحَدَّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَوْلُهُ فَانصِتُوا لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ لَمْ يَجِئْ بِهِ إِلَّا

سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ

حضرت حطان بن عبد اللہ رقاشی سے روایت ہے کہ ہم کو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز کے آخر میں بیٹھے تو ایک شخص نے کہا نماز بھلائی اور پاکیزگی کے واسطے مقرر کی ہے جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز سے فراغت پالی تو لوگوں سے کہا اس طرح کا کلمہ کس نے کہا۔ لگتا ہے اے حطان آپ نے کہے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے تو نہیں کہے اور مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی عکوبت سے ڈر ہے تو ایک آدمی نے عرض کیا میں نے کہے ہیں اور میرا ارادہ سوائے نیکی کے کچھ نہ تھا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں یہ بھی علم نہیں کہ نماز میں کیا کہنا ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سمجھایا، سکھا کر راستے کو واضح فرمایا ہے ہم کو نماز سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کر لیا کرو پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کروائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہا کرے تو تم آمین کہا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو مستجاب فرمائے گا۔ اور جب وہ تکبیر کہا کرے اور رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہا کرو اور رکوع کرو۔ ذہن نشین کر لو امام تم سے قبل رکوع کیا کرے گا اور پہلے ہی اٹھا کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اس کے بدلے ہو جائے گا۔ اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا کرے تو تم اللھم ربنا لك الحمد کہا کرو اللہ تعالیٰ تمہاری عرض کو سن لے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدسہ سے سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا ہے اور جب وہ تکبیر کہا کرے اور سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہا کرو اور سجدہ کیا کرو کیونکہ امام تم سے قبل سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ اس کے بدلے ہو جائے گا جب وہ قعدہ کرے تو تم میں سے ہر ایک کو چاہئے وہ یہ پڑھے ”التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ اشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ امام احمد رحمہ اللہ نے و برکاتہ نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی و اشہد کہا ہے فرمایا ہے وان محمداً۔ حطان بن عبد اللہ رقاشی سے یہی حدیث زیادہ روایت ہے کہ جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ اور تشہد کے بعد کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ زیادہ کیا وحده لا شریک لہ۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا وانصتوا کا محفوظ نہیں ہے سلیمان تیمی کے علاوہ کسی سے نہیں آیا۔

(صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 541، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 141، سنن الدارمی: ج: 1، ص: 363، سنن النسائی: ج: 3، ص: 336)

828 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَطَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ وَكَانَ يَقُولُ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ

وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تشہد قرآن مجید کی طرح، وہ کہتے تھے۔
التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته
السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله۔
(مجم الاوسط: ج: 5، ص: 25، سنن ابن ماجه: ج: 3، ص: 146، سنن الترمذی: ج: 1، ص: 280، سنن ترمذی: ج: 1، ص: 488)

829 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سَفْيَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى
أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدٍ بْنُ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ حَدَّثَنِي حُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ
عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ بَعْدَ أَمْرِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي وَسْطِ الصَّلَاةِ أَوْ حِينَ انْقِضَائِهَا فَاَبْدَلُوا قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَقُولُوا التَّحِيَّاتُ
الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوَاتُ وَالْمُلُكُ لِلَّهِ ثُمَّ سَلِّمُوا عَلَى الْيَمِينِ ثُمَّ سَلِّمُوا عَلَى قَارِئِكُمْ وَعَلَى
النَّفْسِ كَمَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى كُوفِي الْأَصْلِ كَانَ بِدِمَشْقَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ ذَلِكَ
هَذِهِ الصَّحِيفَةُ عَلَى أَنَّ الْحَبْنَ سَمِعَ مِنْ سَمُرَةَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابا بعد! رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم فرمایا کہ جب نماز کے وسط میں
ہوں یا نماز کو پورا کرنے لگیں تو سلام سے قبل کہیں التحیات الطیبات والصلوات والملك لله، پھر سیدھی
طرف سلام پھیر دیں پھر اپنے امام اور اپنے واسطے سلام کریں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا دلالت کرتا ہے یہ صحیفہ
اس بات پر کہ حسن نے سمرہ سے سنا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 829)

یہاں پر دو ابحاث ہیں پہلی تشہد کے حکم میں ہے دوسری الفاظ کے متعلق ہے۔

بحث اول

تشہد کا حکم

تشہد کے بارے میں آئمہ اربعہ کے موقف بیان کیے جاتے ہیں۔

آئمہ اربعہ کا موقف

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں قعدوں کے بعد تشہد پڑھنا واجب ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ بغیر کسی اختلاف

کے تواتر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے تھے۔
اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو۔

نیز آپ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا: التحیات پڑھو۔

فرض اس لیے نہیں کہ آپ ﷺ نے التحیات سہورہ جانے سے سجدہ سہو کر کے نماز ادا کی ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کے بغیر

نماز نہ ہوتی۔ (المغنی: ج: 1، ص: 317)

علامہ ابن قدامہ نے تشہد کی بحث میں تشہد کے واجب ہونے کی تصدیق کی ہے مگر ان کے دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ واجب بمعنی فرض لے رہے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک تشہد فرض ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔

علامہ ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی متوفی 595ھ لکھتے ہیں۔

امام مالک اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے کہ

تشہد واجب نہیں ہے۔ (بدایۃ المجتہد: ج: 1، ص: 93)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جو علامہ ابن رشد نے تشہد کے وجوب کی نفی کی ہے یہ وجوب بھی فرض ہے کیونکہ فرض پر واجب

کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں۔ جس طرح کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک بیان کر دیا ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی تشہد فرض نہ

ہو بلکہ واجب ہو مگر ظاہر یہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہی ہے کیونکہ علامہ عبدالرحمن جریری نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ

مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے اسی طرح علامہ نووی رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔ (شرح تللوای)

جس طرح امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تشہد سنت ہے اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی تشہد سنت ہے۔ مسلک

شافعی کی مستند کتاب مہذب میں لکھا ہے کہ

تشہد سنت ہے۔

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہو تو رکعات کے بعد بیٹھے اور تشہد پڑھے کیونکہ یہ تشہد حضور انور ﷺ سے تواتر کے ساتھ

منقول ہے اور یہ سنت ہے۔ (فتح القدیر: ج: 1، ص: 274)

پہلے اور دوسرے قعدہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے جس طرح کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

علامہ حسن بن عمار شربلائی متوفی 1069ھ واجبات نماز میں لکھتے ہیں۔

پہلے قعدہ میں تشہد کا پڑھنا صحیح قول کے مطابق یہی ہے آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا (واجب ہے) (تورالایضاح: ص: 111)

Marfat.com

”التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته
السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله“
اور تشہد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ ہے جو موطا امام مالک اور مشکوٰۃ المصابیح میں ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

التحيات لله الزاکیات الطيبات الصلوات الله السلام عليك ايها النبي..... الخ

ان تینوں تشہد میں سے احناف اور حنبلیہ کے نزدیک تشہد اول ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تشہد ثانی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تشہد ثالث ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کو کئی وجوہ سے ترجیح حاصل ہے یہ تشہد بیس سے زائد طرق سے روایت ہے اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے جس میں 1- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، 2- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، 3- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، 4- حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا:

وهو اصح حديث (ابن مسعود رضي الله عنهما) في التشهد

اس میں دو واؤ آتے ہیں بخلاف تشہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تشہد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے۔ اس میں کوئی واؤ نہیں ہے۔ حاشیہ ترمذی میں شرح السنۃ سے منقول قصہ نقل ہے کہ ایک اعرابی حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آئے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے اس نے آکر سوال کیا۔ بواو ام بواوین، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جواب دیا بواوین، اس پر اعرابی نے کہا ببارك الله فيك كما برك في لاولا۔ حاضرین کو اس کے متعلق کچھ نہ علم ہو سکا۔ شاگردوں کے پوچھنے پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس آدمی نے مجھ سے تشہد کے متعلق سوال کیا تھا کہ آپ رحمہ اللہ کے نزدیک رائج کون سا تشہد ہے ایک واؤ والا تشہد جو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یا دو واؤ والا تشہد جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے تو میں نے جواب دیا دو واؤ والا تشہد رائج ہے تو اس نے دعا دی کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے درخت زیتون میں برکت فرمائی ایسے ہی آپ رحمہ اللہ کے علم میں برکت فرمائے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سمره بن جندب رضي الله عنه

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ فیوض و برکات حاصل کیں۔ کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے حلیف تھے حافظ قرآن تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے فیوض پائے۔ 59 انسٹھ میں بصرہ وفات پائی۔

(مرآۃ المناجیح: ج: 7، ص: 8، ص: 584)

مثل بیان فرمایا۔

(معجم الاوسط: ج: 3، ص: 215، سنن النسائي: ج: 5، ص: 61، معجم البخاري: ج: 14، ص: 484، مسند الصحابة في الكتب الستة: ج: 49، ص: 347)

(347)

831 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَعِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُجَمِرِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ هُوَ الَّذِي أَرَى النَّبَاءَ بِالصَّلَاةِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ بِشِيرُ بْنُ سَعْدٍ أَمَرَنَا اللَّهُ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَكَيْفَ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَمَنَّيْنَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلَهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُولُوا فَلَا تَكْرَ مَعْنَى حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ زَادَ فِي آخِرِهِ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْخَبَرِ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم کیسے درود پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہا کرو اللہم صل علی محمد و ازواجہ و ذریئہ کما صلیت علی آل ابراہیم و بارک علی محمد و ازواجہ و ذریئہ کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ محمد بن عبد اللہ بن زید اور عبد اللہ بن زید وہ ہیں جن کو نماز کی خواب اذان دکھائی گئی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں قدم رنجہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے ہم کو درود بھیجنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے درود بھیجیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا حتیٰ کہ ہم تمنا کرنے لگے

گئے کہ سوال ہی نہ کرتے پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہا کرو۔ آگے حدیث کعب بن عجرہ کی طرح معنایان فرمایا اور اس کے آخر میں زیادہ کیفی العالمین انک حمید مجید۔ عقبہ بن عمرو نے اس خبر کے ساتھ روایت کیا ہے کہ کہا کرو۔

اللهم صل علی محمد النبی الامی و علی آل محمد۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 150، سنن النسائی: ج: 5، ص: 71، شرح السنہ: ج: 1، ص: 170، شعب الایمان: ج: 2، ص: 189)

832 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ بِسَارٍ الْكَلَابِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو مُطَرِّفٍ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ طَلْحَةَ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ كَرِيزٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ عَنِ الْمُجَمِّرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْأَوْفَى إِذَا صَلَّى عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مکمل ثواب لینا چاہتا ہے تو جس وقت ہم اہل بیت پر درود بھیجنا چاہے تو یوں کہے۔ اللہم صل علی محمد النبی و ازواجہ امہات المومنین و ذریتہ و اہل بیتہ کما صلیت علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 151، شعب الایمان: ج: 2، ص: 189)

چند ابحاث

یہاں پر چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

بحث اوّل

تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متونی 676ھ لکھتے ہیں۔

تشہد اخیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود شریف کے وجوب میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ درود شریف سنت ہے اور اگر کسی نے درود شریف کو ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح ہے اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ درود واجب ہے۔ اگر کسی نے یہ درود ترک کر دیا تو اس کی نماز ہی صحیح نہ ہو گی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے۔ شعبی کا بھی یہی مذہب ہے۔ فقہاء شافعیہ درود کے وجوب پر اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔

یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پڑھوا للہم صل علی محمد..... الخ

اور امر جو ہوتا ہے وہ وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ اس دلیل کے ساتھ یہ حدیث بھی ملانی چاہئے جب ہم آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھیں تو کس طرح صلوٰۃ پڑھیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم پڑھا کروا للہم صل علی محمد و علی آل محمد..... الخ

یہ زیادتی صحیح ہے۔ اس زیادتی کے ساتھ اس حدیث مبارکہ کو امام ابو حاتم بن حبان رحمہ اللہ اور امام حاکم ابو عبد اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

حاکم نے کہا ہے کہ

یہ زیادتی صحیح ہے۔

اور حضرت فضالہ بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا اس نے نماز پڑھی۔ نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی نہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس شخص نے جلدی کی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو بلا کر ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے رب عز و جل کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے اور نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھے اور جو چاہے دعا کرے۔

حاکم نے کہا۔

یہ حدیث مبارکہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی آل کا مصداق کون ہیں۔

ازہری اور دیگر محققین نے کہا۔

اس سے مراد جمیع امت ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ۔

اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ

اس سے مراد نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اور آپ ﷺ کی ذریت ہیں۔ (شرح المنوادی: جز: 1، ص: 175)

علامہ ابوسلیمان محمد بن محمد بن ابراہیم خطاب خطابی شافعی متونی 388ھ لکھتے ہیں۔

سنن ابوداؤد میں ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھیں اور امر و جوہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا امر لازم ہے اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد تم پڑھو اللہم صل علی محمد الخ یہ دوسرا امر ہے جس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (احزاب: 56)

اے ایمان والو! نبی پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔

اور یہ حکم نماز کی طرف راجع ہے کیونکہ اگر یہ حکم غیر نماز کی طرف راجع ہو تو یہ مستحب ہے اور اس حکم کو نماز کی طرف راجع کیا جائے تو پھر یہ فرض ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غیر نماز میں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں امر نماز کی طرف راجع ہے اور آپ ﷺ پر نماز میں درود پڑھنا فرض ہے۔

اور اصحاب رائے نے یہ کہا ہے کہ

تشہد پڑھنا اور نماز میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ (معالم السنن: جز: 1، ص: 455)

احتاف کے نزدیک تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متونی 861ھ لکھتے ہیں۔

نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا:

نماز میں درود شریف کو واجب کہنا امام شافعی رحمہ اللہ کا شاذ قول ہے سلف میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا۔ طبری، قشیری اور فقہاء کرام کی ایک جماعت نے ان پر تشنیع کی ہے اور علامہ خطابی جو شافعی المذہب ہیں انہوں نے بھی اس کی مخالفت کی ہے۔

علامہ خطابی نے فرمایا:

امام شافعی رحمہ اللہ سے پہلے کسی نے نماز میں تشہد کو واجب نہیں کہا۔ (فتح القدیر: جز: 1، ص: 275)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرغینانی حنفی متونی 593ھ لکھتے ہیں۔

نماز میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ فرض ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد سکھانے کے بعد ارشاد فرمایا: جب تم یہ پڑھ لو یا یہ کر لو تو تمہاری نماز پوری ہوگئی اور اگر تم کھڑا ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ۔ علامہ کرنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

نماز کے علاوہ ایک بار نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

جب نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جائے تو آپ ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 94)

بحث ثانی

نماز کے درود میں سیدنا محمد ﷺ کا اضافہ کرنا

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252ھ لکھتے ہیں۔ نماز کے درود میں بھی ”محمد“ سے پہلے سیدنا کہنا افضل ہے۔ علامہ حصکفی حنفی، علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ کی یہی تحقیق ہے کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل بھی ہے اور زیادتی بھی ہے۔ یہ ادب کا تقاضا ہے اور لفظ سیدنا کو ترک کرنے سے بہتر ہے اور جس حدیث مبارکہ میں ہے مجھے سردار نہ کہو وہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ

ہمارے امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر تشہد میں زیادتی یا کمی کی تو یہ مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تشہد میں زیادتی نہیں ہے بلکہ درود میں زیادتی ہے البتہ تشہد میں آپ ﷺ کے نام مبارک سے پہلے سیدنا نہ کہے۔ (رد المحتار: ج: 1، ص: 479)

مسئلہ

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی متونی 1367ھ لکھتے ہیں۔

درود شریف میں حضور سید عالم ﷺ حضور سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ لفظ سیدنا کہنا بہتر ہے۔

(بہار شریعت: ج: 1، ص: 531)

بحث ثالث

نماز میں تشہد کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ پڑھنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم ﷺ کے لئے ایک بار دعا کی اور آپ ﷺ نے ہر نماز میں تشہد کے بعد آپ ﷺ کے لئے دعا کا حکم ارشاد فرمادیا کہ جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی پڑھو اور جب میرے واسطے

برکت کی دعا کرو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی برکت کی دعا کرو۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ

اس دعا میں ہے! اے اللہ عزوجل! سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا محمد ﷺ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے۔ اس دعا میں سیدنا محمد ﷺ مشبہ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مشبہ بہ ہیں اور مشبہ بہ، مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضرت سیدنا محمد ﷺ پر فضیلت لازم آئے گی حالانکہ آپ ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1- یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات مشبہ افضل ہوتا ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے:

مَثَلُ نُورٍ كَمِثْلِكَ (النور: 35)

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال جیسے ایک طاق ہو۔

2- تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم کے مجموعہ سے ہے اور آل ابراہیم میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ

سیدنا محمد ﷺ بھی ہیں۔

3- یہ تشبیہ نفس صلوٰۃ میں ہے اس کی کیفیت سے قطع نظر کے ساتھ جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ (النساء: 163)

ہم نے آپ ﷺ کو ایسی وحی کی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی طرف کی تھی۔

حالانکہ آپ ﷺ پر جو وحی ہے وہ قرآن ہے اور وہ بالاجماع افضل ہے۔

4- اس دعا میں کاف تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ تعلیل کے لئے ہے جس طرح کہ اس میں ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ (البقرہ: 185)

تاکہ تم بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے۔

اور اس دعا کا معنی ہے۔ اے اللہ عزوجل! سیدنا محمد ﷺ پر اور سیدنا محمد ﷺ کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما کیونکہ

تو نے ابراہیم پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ نازل کی ہے۔

بحث رابع

نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے حکم میں مذاہب اربعہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ پوری عمر میں صرف ایک بار نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا

فرض ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ تشہد اخیر میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کے دو قول ہیں۔ ایک قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مثل ہے اور ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کی مثل ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ

جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر متعدد بار کیا جائے تو ایک بار درود پڑھنا واجب ہے اور ہر بار درود پڑھنا مستحب ہے۔ (جلاء الافہام: ص: 220) علامہ علاء الدین ہکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں۔

عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اور ہر جلسہ ذکر میں درود شریف پڑھنا واجب، خواہ خود نام اقدس لے یا دوسرے سے سنے اور اگر ایک مجلس میں سو بار ذکر آئے تو ہر بار درود شریف پڑھنا چاہئے۔ اگر نام اقدس لیا یا سنا اور درود شریف اس وقت نہ پڑھا تو کسی دوسرے وقت میں اس کے بدلے کا پڑھ لے۔ (در مختار: جز: 2، ص: 276)

بحث خامس

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کے فضائل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کے بہت زیادہ فضائل ہیں۔

نماز میں ہو یا غیر نماز میں، دعا سے پہلے ہو یا بعد میں، اذان سے پہلے ہو یا بعد میں جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا جائے تو بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے لکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 484)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 3116)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اور نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، جب میں بیٹھ گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کی۔ پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا پھر میں نے اپنے لیے سوال کیا۔
تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 593)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

چاندنی رات اور روشن دن میں تم مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 243)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے۔

اللهم افتح لی ابواب رحمتک

اور جب مسجد سے نکلے تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے۔

اللهم اجزلی من الشیطان۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 773)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود شریف لکھا جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے

رہیں گے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1856)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے اپنی کتاب میں ﷺ لکھا جب تک وہ کتاب رہے گی تو فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔

(اتحاف السادة المتقين: ج: 5، ص: 50)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 408)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور تم میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے خواہ تم کہیں ہو۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2042)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کچھ لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھیں تو قیامت کے دن ان کی وہ مجلس ان کے لئے باعث ندامت ہوگی اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو معاف فرما دے گا اور اگر وہ چاہے گا تو ان سے مواخذہ فرمائے گا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 690)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مسلمان بھی مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 2041)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری قبر پر درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ وہاں ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچاتا ہے اور وہ درود اس کی دنیا و آخرت کے لئے کافی ہوتا ہے اور میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 1583)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے اوپر ماہ رمضان داخل ہوا اور اس کی مغفرت سے پہلے وہ ختم ہو گیا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے ماں باپ بوڑھے ہوں اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3545)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ

جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔

(متدرک: رقم الحدیث: 2018)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اس کو مجھ پر درود شریف پڑھنا چاہئے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4945)۔

حدیث مبارکہ: 16

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم کوئی چیز رکھ کر بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو ان شاء اللہ تم اس کو یاد کر لو گے۔ (القول البدائع: ص: 326)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے خوش خبری دی کہ آپ ﷺ کا رب عزوجل فرماتا ہے جو شخص آپ ﷺ پر درود بھیجے گا تو میں اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو شخص آپ ﷺ پر سلام پڑھے گا تو میں اس پر سلام پڑھوں گا تو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر کیا۔ (متدرک: رقم الحدیث: 2019)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ (سیدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ پس جب نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتے ہیں اور دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اور جب نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 725)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم مسجد میں گزرو تو نبی کریم ﷺ پر درود پڑھو۔ (جلاء الافہام: ص: 234)

حدیث مبارکہ: 20

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3614)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی حتیٰ کہ تم اپنے نبی کریم ﷺ پر درود

شریف پڑھ لو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 486)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے سنا ایک شخص نماز میں دعا کر رہا تھا اس نے نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 اس شخص نے عجلت کی ہے پھر اس کو یا کسی اور کو بلا کر ارشاد فرمایا:
 جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی ثناء کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر
 اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3477)

حدیث مبارکہ: 23

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر بہت زیادہ درود شریف پڑھتا ہوں میں اپنی دعاؤں میں سے آپ ﷺ
 پر درود شریف کتنا پڑھوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جتنا تم چاہو۔

میں نے عرض کیا۔

میں اپنی دعاؤں میں سے چوتھائی حصہ آپ ﷺ پر درود پڑھوں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جتنا تم چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا۔

کیا نصف حصہ؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جتنا چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا۔

دو تہائی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا۔

میں اپنی تمام دعاؤں میں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھوں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ تمہاری مہم کے لئے کافی ہے اور تمہارا گناہ بخش دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2457)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت عثمان بن ابی حرب باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی حدیث مبارکہ کو بیان کرنے کا ارادہ کرے پھر اس کو بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے کیونکہ مجھ پر درود پڑھنے کی وجہ سے توقع ہے کہ اس کو وہ حدیث یاد آ جائے گی۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 41664)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود شریف پڑھنا کرو کیونکہ میری امت کا درود شریف مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے اور جو میری امت میں سے مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھنے والا ہو گا وہ میرے زیادہ قریب ہو گا۔

(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 250)

حدیث مبارکہ: 26

ابو امامہ بن اہل بن حنیف سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر پڑھے پھر پست آواز سے سورہ فاتحہ پڑھے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے۔ پھر میت کے لئے دعا کرے پھر آہستگی سے سلام پھیر دے۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 6428)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن میں آپ ﷺ کی روح قبض کی گئی اسی دن صبح پھونکا جائے گا اسی دن بے ہوشی ہوگی تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1085)

حدیث مبارکہ: 28

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے صبح کے وقت دس بار مجھ پر درود شریف پڑھا اور شام کو مجھ پر دس بار درود شریف پڑھا وہ قیامت کے دن

میری شفاعت کو پالے گا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 527)

حدیث مبارکہ: 29

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف

پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں پر ہو۔

ہم نے عرض کیا۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(جلاء الافہام: رقم الحدیث: 110)

حدیث مبارکہ: 30

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عمار (رضی اللہ عنہ)! بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی سماعت عطا کی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ

قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا۔ پس میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود شریف پڑھے گا وہ اس کا اور اس کے باپ

کا نام لے کر کہے گا اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) فلاں فلاں شخص نے آپ ﷺ پر درود پڑھا ہے پھر اللہ عز و جل اس کے ہر درود کے

بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (مسند ابن عمر: رقم الحدیث: 3163)

حدیث مبارکہ: 31

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کتاب میں مجھ پر درود لکھا تو جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے اس پر درود شریف پڑھا جاتا رہے گا۔

(جلاء الافہام: ص: 236)

حدیث مبارکہ: 32

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اپنی دعا میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف کو بھی رکھو کیونکہ آپ ﷺ پر درود شریف کو قبول کیا جاتا ہے اور اللہ عز و جل اس سے بہت کریم ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول فرمائے اور بعض کو رد فرمادے۔

(اتحاف السادة المتقين: ج: 5، ص: 41)

حدیث مبارکہ: 33

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی کا کان بجنے لگے تو وہ مجھ پر درود شریف پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو خیر کے ساتھ یاد کرے جو مجھے یاد کرتا ہے۔ (مسند ابی یوسف: رقم الحدیث: 3125)

حدیث مبارکہ: 34

عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے روضہ انور پر کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرما رہے تھے۔ (جلاء الافہام: ص: 230)

حدیث مبارکہ: 35

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود شریف پڑھو۔ کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں

میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میں ہی ہوں پس جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 384)

حدیث مبارکہ: 36

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کو تو ہم نے جان لیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کیسے پڑھا کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم یوں پڑھا کرو:

اللهم صل على محمد و علي آل محمد كما صليت على آل ابراهيم انك حميد مجيد .

اللهم بارك على محمد و علي آل محمد كما باركت على آل ابراهيم انك حميد مجيد

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

كما صليت على ابراهيم و بارك على محمد و آل محمد كما باركت على ابراهيم و آل

ابراهيم۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4798)

حدیث مبارکہ: 37

احمد بن حواری نے کہا ہے کہ میں نے ابوسفیان الدارنی سے یہ سنا ہے کہ

جو اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے سوال کا ارادہ کرے وہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر اپنی حاجت کا سوال

کرے آخر میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود شریف کو قبول کیا جاتا ہے

اور وہ اس سے بہت کریم ہے کہ وہ درمیان کی دعاؤں کو رد کر دے۔ (جلاء الافہام: ص: 217)

حدیث مبارکہ: 38

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے جس شخص کے پاس صدقہ نہ ہو وہ اپنی دعائیں یہ پڑھے۔

اللهم صل على محمد عبدك و رسولك و صل على المومنين و المومنات و المسلمين و

المسلمات .

تو یہ اس کی زکوٰۃ ہو جائے گی۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 1397)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو فرشتہ اس درود شریف کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے پھر ہمارا رب تعالیٰ فرماتا ہے اس بندہ کی قبر پر جا کر اس بندہ کے لیے ایسا استغفار کرو جس سے اس بندہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

(الفردوس بما ثور الخطاب: رقم الحدیث: 6026)

الحمد للہ عز وجل! رضا الہی عز وجل کی نیت سے یہ احادیث مبارکہ نبی کریم ﷺ پر درود و سلام پڑھنے اور فضائل کے متعلق نقل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان احادیث مبارکہ کے صدقے مجھ بدکار و گناہ گار سے راضی ہو جائے اور قیامت کے دن شفاعت شفیع المذہبین ﷺ نصیب فرمائے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق چالیس احادیث مبارکہ پہنچائیں اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت فرماؤں گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1725)

بحث سادس

جن مواقع پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252ھ لکھتے ہیں۔

جب کوئی مانع نہ ہو تو ہر وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے اور فقہاء کرام نے درج ذیل مواقع پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے۔

جمعۃ المبارک کے دن اور جمعۃ المبارک کی شب کو اور ہفتہ، اتوار اور جمعرات کے دن بھی کیونکہ ان تین دنوں کے متعلق بھی احادیث مبارکہ وارد ہیں اور صبح اور شام کو اور مسجد میں اور مسجد میں خروج کے وقت اور رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے وقت اور صفا و مروہ کے پاس اور خطبہ جمعہ میں اور موذن کی اذان کے کلمات کے جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت اور دعا کے اول، اوسط اور آخر میں اور دعا قنوت کے بعد اور تلبیہ کے بعد اور لوگوں کے ساتھ جمع ہونے اور ان سے الگ ہونے کے

وقت اور وضو کے وقت اور کان میں بھنھنا ہٹ کے وقت اور کسی چیز کے بھولنے کے وقت اور وعظ کہنے اور علوم کی اشاعت کے وقت اور حدیث مبارکہ پڑھنے کی ابتداء اور انتہاء کے وقت، سوال اور فتویٰ لکھتے وقت، ہر تصنیف درس اور خطبہ کے وقت، منگنی اور نکاح کے وقت، رسائل میں اور ہر اہم کام میں نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک ذکر کرتے وقت، آپ ﷺ کا اسم مبارک سنتے وقت اور آپ ﷺ کا اسم شریف لکھتے وقت۔ (رد المحتار: ج: 2، ص: 204)

علامہ محمد بن علی بن محمد جھکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں۔

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ہجری 781ھ کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو بار سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔ (در مختار علی رد المحتار: ج: 2، ص: 52)

علامہ شمس الدین سخاوی متوفی 902ھ لکھتے ہیں۔

موذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کر دیا ہے اس کی ابتداء سلطان ناصر الدین یوسف ابن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی۔ اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا تھا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے طاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی صورت یہ تھی السلام علی الامام الظاہر۔ پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے مکروہ ہے بدعت ہے یا جائز ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔

(القول البدیع: ص: 280)

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف با آواز بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جز ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا و تو جروا

الجواب

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہئے یا درود شریف کی آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو، رہا زید کا عمرو پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 5، ص: 385)

تہد اخیر کے علاوہ نماز میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا مکروہ ہے۔ جماع کے وقت، قضا و حاجت کے وقت، خرید و فروخت کی ترویج کے وقت، پھسلنے وقت اور تعجب کے وقت، ذبح کے وقت اور چھینکنے وقت۔ اسی طرح قرآن مجید کے سماع کے وقت یا خطبہ جمعہ سنتے وقت، کیونکہ قرآن مجید کا سننا فرض ہے اور خطبہ جمعہ کا سننا واجب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے کہ

اگر اس نے قرآن مجید کی تلاوت کے دوران آپ ﷺ کا اسم مبارک سنا تو فوراً آپ ﷺ پر درود پڑھنا واجب نہیں ہے اور اگر تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ پر درود شریف پڑھ لیا تو یہ مستحب ہے اور اگر قرآن مجید میں آپ ﷺ کا اسم مبارک آگیا تو اس وقت تلاوت کو روک کر آپ ﷺ کے اسم مبارک پر درود شریف پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید کو مسلسل پڑھتا رہے۔ تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد اگر درود شریف پڑھ لیا تو افضل ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے۔ تشہد اول میں آپ ﷺ کے اسم مبارک پر درود شریف پڑھنا واجب تو کجا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس سے تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر ہو گی۔ آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتے وقت جب آپ ﷺ کا نام لے گا مثلاً کہے گا اللھم صل علی سیدنا محمد تو اس وقت آپ ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ورنہ تسلسل لازم آئے گا کیونکہ اگر اس وقت درود پڑھنا واجب ہو تو وہ پھر آپ ﷺ کا نام لے کر کہے گا اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد اور اس دوسرے درود میں پھر آپ ﷺ کا نام لے گا اور کہے گا اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد تو ہر بار درود میں آپ ﷺ کا نام آتا رہے گا اس لیے یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھنا واجب ہے اس سے وہ نام مبارک مستثنیٰ ہے جو خود درود میں آتا ہے۔

(روا مختار: ج: 2، ص: 205)

بحث الثامن

انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے میں جمہور کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں۔

ہمارے نبی سیدنا محمد (مصطفیٰ ﷺ) پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام پر استعلاً صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر لائق شمار علماء کرام کا اجماع ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا موقف یہ ہے کہ ان پر ابتداء صلوٰۃ نہ بھیجی جائے مثلاً ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے کہا۔

یہ حرام ہے۔

اور اکثر علماء کرام نے یہ کہا کہ

یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

اور بہت سے علماء کرام نے یہ کہا کہ

یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں خلاف اولیٰ ہے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہمیں اہل بدعت کے شعار سے منع کیا گیا ہے اور

مکروہ وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو۔

ہمارے اصحاب نے کہا۔

اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سلف کی زبانوں میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے

جیسے اللہ تعالیٰ کا لفظ اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے پس جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا ہر چند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں اسی

طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ یا علی رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائے گا اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی

ہے۔

اس لیے یہ کہا جائے گا کہ

اللہم صل علی محمد و علی آل محمد و اصحابہ و ازواجہ و ذریتہ و اتباعہ کیونکہ اس کے متعلق

احادیث صحیحہ وارد ہیں اور ہمیں تشہید میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور خارج اور از نماز بھی اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اور جہاں

تک سلام کا تعلق ہے تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ غائب کے حق میں یہ بھی صلوٰۃ کی طرح ہے اور

غیر انبیاء پر افراد اسلام نہیں بھیجا جائے گا پس علی رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائے گا اور اس میں زندہ اور مردہ برابر ہیں اور حاضر کو سلام کے

ساتھ مخاطب کیا جائے گا مثلاً السلام علیک یا السلام علیکم کہا جائے گا۔ (الاذکار: ج: 1، ص: 135، 136)

علامہ شمس الدین ابن قیم جوزی حنبلی متوفی 751ھ لکھتے ہیں۔

دوسرے علماء نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ سلام کا لفظ ہر مومن کے حق میں مشروع ہے خواہ وہ زندہ ہو

یا مردہ، حاضر ہو یا غائب کیونکہ یہ کہنا معروف اور معمول ہے کہ فلاں شخص کو میرا سلام پہنچا دو اور یہ اہل اسلام کی تحیت (تعظیم)

ہے بخلاف صلوٰۃ کے کیونکہ وہ رسول کا حق ہے اس لیے نماز کے تشہید میں پڑھتے ہیں۔

السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اور یوں نہیں پڑھا جاتا۔ الصلوٰۃ علینا و علی عباد اللہ الصالحین

اور اس سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

(جلاء الافہام: ص: 260)

بحث تاسع

انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پرانفراداً صلوٰۃ بھیجنے میں فقہاء کی آراء

علماء شیعہ کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ

بعض متعین اہلسنت نے لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ کی آل پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے اگر کوئی شخص کہے اے اللہ! امیر المؤمنین علی پر صلوٰۃ بھیج یا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر صلوٰۃ بھیج تو یہ ممنوع ہے حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت (التوبہ: 103) سے عام مسلمانوں پر بھی صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے چہ جائیکہ نبی ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے ولی پر صلوٰۃ بھیجنا جائز ہو۔

(تفسیر نمونہ: ج: 8، ص: 121)

فقہاء حنبلیہ کی آراء

علامہ موسیٰ بن احمد ضاحی حنبلی متوفی 960ھ لکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے غیر پر بھی انفراداً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔ (الاقناع مع کشاف القناع: ج: 1، ص: 432)

فقہاء شافعیہ کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر استقلاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(فتح الباری: ج: 3، ص: 362)

فقہاء مالکیہ کی آراء

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(اکمال المعلم بقوائد مسلم: ج: 2، ص: 305)

فقہاء احناف کی آراء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر استقلاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، ان کے اصحاب، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور اکثرین کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے لیکن ان پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے۔ (عمدة القاری: ج: 9، ص: 95)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن كعب بن عجرة رضى الله عنه

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کوفہ میں رہے اور وہیں دین اسلام کی خدمت میں رہے آخر میں مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہیں وفات پائی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ بلوی ہیں کوفہ میں رہے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ پچھتر سال عمر ہوئی 51ھ کیا وہیں وفات پائی۔

(مرآة الناجح: ج: 8، ص: 594)

حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

☆ عن عقبه بن عمرو رضي الله عنه

حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عقبہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) ہے انصاری بدری ہیں دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہوئے۔

اکثر مؤرخین کہتے ہیں کہ

بدر میں شریک نہیں ہوئے آپ رضی اللہ عنہ ایک بار بدر کے کنوئیں پر اترے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو بدری کہا جاتا ہے۔ آخر

میں کوفہ میں رہے خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ میں 42ھ میں وفات پائی۔ (مرآة الناجح: ج: 8، ص: 603)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّشْهِدِ

باب: تشهد کے بعد کیا کہے؟

اس باب میں تشهد کے بعد دعائے مانگنے کی احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

833 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ

عَطِيَّةٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَائِشَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشْهِيدِ الْآخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ أَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ

وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ
 محمد بن ابو عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فراغت حاصل کر لے تو اللہ تعالیٰ سے چار اشیاء کی پناہ طلب
 کرے عذاب جہنم سے، عذاب قبر سے، فتنہ ممات و حیات سے اور مسیح دجال کی شر پسندی سے۔
 (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 833)

834 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ
 بَعْدَ التَّشْهِيدِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ
 مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعد تشہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے۔ اے اللہ عزوجل! میں عذاب جہنم سے
 تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اور عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور فتنہ دجال سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور
 فتنہ حیات و ممات سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(مسند ابی داؤد: ج 2: ص 175)

835 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ الْمُعَلَّمُ عَنْ
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّ مِخْجَنَ بْنَ الْأَدْرِعَ حَدَّثَهُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدْ قَضَى صَلَاتَهُ وَهُوَ يَتَشَهَّدُ وَهُوَ يَقُولُ
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ الْآخِذُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ أَنْ
 تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ قَالَ فَقَالَ قَدْ غُفِرَ لَهُ قَدْ غُفِرَ لَهُ ثَلَاثًا

حضرت مجن بن ادراع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص اپنی نماز کو مکمل
 کرنے کے بعد تشہد پڑھنے کے دوران کہہ رہا تھا۔ اے اللہ عزوجل! میں تیری بارگاہ مقدسہ میں سوال کرتا ہوں،
 اے اللہ عزوجل! تو ہی اکیلا ہے بے نیاز ہے نہ تو کسی کو جتنا اور نہ ہی تجھے کسی نے جتنا اور تیرا کفو کوئی نہیں میرے
 گناہوں کو معاف فرما دے کیونکہ تو ہی معاف فرمانے والا مہربان ہے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا اس
 کی مغفرت فرمادی گئی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 835)

تشہد اخیر میں دعا کے متعلق مذاہب

☆ اذا فرغ احدكم من التشهد الاخر فليعوذ بالله من اربع من عذاب جهنم..... الخ
 رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے چار چیزوں سے پناہ
 طلب کرے۔ عذاب جہنم سے وغیرہ وغیرہ۔ اور اگلی روایت جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس میں آقائے دو
 عالم ﷺ خود یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

اللهم انى اعوذ بك من عذاب جهنم اعوذ بك من عذاب القبر و اعوذ بك من فتنة الدجال و
 اعوذ بك من فتنة المحيا و الممات .

جمہور اس دعا کو تشہد اخیر میں پڑھنے کے وجوب پر قائل ہیں اور جمہور آئمہ کرام صرف سنت کے قائل ہیں۔ جس طرح کہ
 حدیث مبارکہ میں صراحت ہے اور ابن حزم ظاہری اس دعا کے وجوب کے قائل ہیں تشہد اول میں بھی وجوب کے قائل ہیں۔
 حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔
 اور درود ابراہیمی پڑھ چکے اس سے معلوم ہوا کہ نماز نفل ہو یا فرض دعا اس کے آخری قعدے میں ہی مانگی جائے گی ہاں نفل
 میں دونوں درود ابراہیمی قعدوں میں پڑھے جائیں گے۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 2، ص: 101)

دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کرنا

نبی کریم ﷺ نے دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب فرمائی یہ تعلیم امت کے لئے تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ گناہوں سے
 معصوم ہیں اور اس کی تحقیق میں نے اسی جلد میں کر دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کئی مواقع پر اس طرح کی دعائیں کی ہیں جس
 طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی! اے اللہ عزوجل! جبرائیل اور میکائیل (علیہما
 السلام) کے رب عزوجل یا فرمایا اسرائیل (علیہ السلام) کے رب عزوجل میں دوزخ کی گرمی اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا
 ہوں۔ (سنن النسائی: جز: 2، ص: 319)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے۔
 اے اللہ عزوجل! میں قبر کے فتنہ اور دجال کے فتنہ اور زندگی اور موت کے فتنہ اور جہنم کی گرمی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
 (سنن النسائی: جز: 2، ص: 319)

حدیث مبارکہ: 3

یہ حدیث مبارکہ دوزخ سے پناہ طلب کرنے کی ترغیب کے متعلق ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کیا تو جنت دعا کرتی ہے کہ اے اللہ عز و جل اس کو جنت میں داخل کر دے اور جس شخص نے تین بار دوزخ سے پناہ طلب کی تو دوزخ دعا کرتی ہے کہ اے اللہ عز و جل اس کو دوزخ سے پناہ میں رکھ۔

(سنن النسائي: ج: 2، ص: 319)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے۔

اے اللہ عز و جل! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں اچھائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔

(صحیح بخاری: ج: 2، ص: 945)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے یہ دعا تھی۔

اے اللہ عز و جل! ہم تجھ سے رحمت کے موجبات اور پختہ مغفرت کو طلب کرتے ہیں اور ہر گناہ سے سلامتی اور نیکی کی

سہولت طلب کرتے ہیں اور جنت کی کامیابی اور تیری مدد سے دوزخ سے نجات طلب کرتے ہیں۔ (متدرک: ج: 1، ص: 525)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت معاذ بن رفاعہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بنو سلمہ کا ایک شخص تھا جس کا نام سلیم تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! جب ہم سو جاتے ہیں

اس وقت ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آتے ہیں ہم دن بھر کام کاج میں مشغول رہتے ہیں یہ اس وقت آ کر نماز کی

اذان دیتے ہیں پھر ہم کو لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ)! تم فتنہ ڈالنے والے نہ بنو یا تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تحفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔

پھر آپ ﷺ نے سلیم سے پوچھا۔

تمہیں کتنا قرآن مجید یاد ہے؟

اس نے عرض کیا۔

میں اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

اس نے کہا۔

بہ خدا آپ کی دعا اور معاذ کی دعا بہت حسین ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری اور معاذ کی دعا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور دوزخ سے اس کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(مسند احمد: 7: 5، ص: 74)

کیا عبادت عذاب کے خوف سے کرنی چاہئے

عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دنیا اور آخرت میں اس کا کوئی عوض طلب نہ کرے بلکہ اخلاص یہ ہے کہ عمل میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصد سے کارادہ ہو اور یہی صدیقین کا اخلاص ہے۔

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے بدن بہت لاغر اور چہرے کمزور ہو گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر کثرت عبادت کے آثار دیکھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔

تم اللہ تعالیٰ سے کس چیز کی طلب کرتے ہو۔

انہوں نے کہا۔

ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ تم کو عذاب سے نجات نہ دے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ اور لوگوں کے پاس سے گزرے اور ان پر بھی اسی طرح عبادت کے آثار دیکھے۔

ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا۔

ہم اللہ تعالیٰ کی جنت اور اس کی رحمت کو طلب کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ تم کو جنت اور اپنی رحمت عطا نہ کرے۔
تیسری قوم کے پاس سے گزرے ان پر عبادت کے آثار بہت زیادہ تھے۔
ان سے سوال کیا تم کس لیے عبادت کرتے ہو۔

انہوں نے کہا۔

اس لیے کہ وہ ہمارا معبود ہے اور ہم اس کے بندے ہیں ہم کسی چیز کی رغبت سے عبادت کرتے ہیں نہ کسی چیز کے خوف سے عبادت کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

تم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہو اور تم سچے عبادت گزار ہو۔ تم ان آیات کی ترغیب میں غور کرو پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کا ذکر کیا اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اس کے عذاب کے خوف سے عبادت کرتے ہیں پھر رحمت کا ذکر فرمایا اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو ثواب کی طلب میں اس کی عبادت کرتے ہیں۔
پھر آخر میں ارشاد فرمایا کہ

تم ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف جمع کیے جاؤ گے اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اس کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا رب عزوجل، مالک اور معبود ہے اور یہ عابدوں کا سب سے بلند مقام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا شرف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۝ (الانبياء: 19)

اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں۔
اور متقین کا شرف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدٍ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (القر: 54، 55)

بے شک متقین اور دریاؤں میں ہوں گے سچی عزت کے بلند مقام میں بڑی قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

چونکہ ان لوگوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عبادت اور اس کی ملاقات کے شوق میں ریاضت کی اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جمع کیے جائیں گے۔ (تفسیر کبیر: ج: 3، ص: 78)

امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں۔

عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دنیا اور آخرت میں اس کا کوئی عوض طلب نہ کرے۔ یہ رویم کا قول ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں نفس کا حصہ ایک آفت ہے اور جو شخص جنت کی نعمتوں اور لذتوں سے حصہ لینے کے لئے عبادت کرتا ہے اس کی عبادت میں اخلاص نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عمل سے صرف اللہ عزوجل کی ذات کا ارادہ کیا جائے

اور یہ صدیقین کا اخلاص ہے اور یہی اخلاص مطلق ہے اور جو شخص جنت کی امید اور دوزخ کے خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے وہ اپنے پیٹ اور فرج کے حصہ کی طلب میں عبادت کر رہا ہے اور صاحبان عقل کے نزدیک تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مطلوب ہے مگر انسان کی ہر حرکت کسی غرض کے لئے ہوتی ہے اور تمام اغراض سے بری ہونا تو اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ بے غرض عبادت کرتا ہے وہ کافر ہے اور قاضی ابوبکر باقلانی نے اس شخص کی تکفیر کا فیصلہ کیا جو تمام حظوظ اور اغراض سے بری ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کہا یہ صفات الوہیت سے ہے۔ قاضی ابوبکر کا فیصلہ برحق ہے لیکن ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ عام لوگ جن حظوظ اور اغراض کی وجہ سے عمل کرتے ہیں وہ ان سے بری ہیں یعنی وہ فقط جنت کی لذتوں کے حصول کے لئے عبادت نہیں کرتے ان لوگوں کا حظ اور ان کی غرض اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس سے مناجات اور اس کے دیدار کی لذت حاصل کرنا ہے۔ عام لوگ اس لذت کا تصور نہیں کر سکتے بلکہ وہ اس پر حیران ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو عبادت، مناجات اور دیدار کے بدلہ میں جنت کی نعمتیں دی جائیں تو وہ ان کو حقیر جانیں گے اور ان کی طرف التفات نہیں کریں گے سوان کا حرکت کرنا اور عبادت کرنا بھی ایک حظ اور غرض کے لئے لیکن ان کا حظ فقط ان کا معبود ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔

(احیاء العلوم: جز: 5، ص 290 تا 291)

دوزخ کی گرمی کا عالم

دوزخ کی گرمی اور تپش بہت زیادہ سخت ہوگی انسان جس آگ کو جلاتے ہیں وہ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بنو آدم جس آگ کو جلاتے ہیں وہ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3265)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک ہزار سال تک دوزخ کی آگ کو بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید

ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا وہ سیاہ ہوگئی پس وہ سیاہ تاریک ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4320)

دوزخ کے دروازے اور عذاب یافتگان

دوزخ کے سات دروازے ہیں اور اس سے گناہ گاروں کو داخل کیا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَأَنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ۖ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ۝ (الحجر: 43، 44)
اور بے شک ان سب کے وعدہ کی جگہ دوزخ ہے اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ کے لئے ان گراہوں میں سے تقسیم کیا ہوا حصہ ہے۔

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادريس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

وہ سات دروازے یہ ہیں۔

1- جہنم، 2- السعیر

3- لظی، 4- الحطمة

5- سقر، 6- النجم

7- الہاویہ اور یہ سب سے نچلا طبقہ ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ان کے اعمال کے اعتبار سے ان کی منازل ہیں۔
اعمش نے کہا۔

دوزخ کے ابواب یہ ہیں۔

1- الحطمة، 2- الہاویہ

3- لظی، 4- سقر

5- النجم، 6- السعیر

7- اور جہنم۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک دروازہ یہود کے لئے ہے۔

ایک دروازہ نصاریٰ کے لئے ہے۔

ایک دروازہ صائبین کے لئے ہے۔

ایک دروازہ مجوس کے لئے ہے۔

ایک دروازہ مشرکین کے لئے ہے جو کفار عرب ہیں۔

اور ایک دروازہ منافقین کے لئے ہے۔

اور ایک دروازہ اہل توحید کے لئے ہے اور اہل توحید کے لئے جو نجات کی توقع ہے وہ توقع دوسروں کے لئے بالکل نہیں

ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

بعض اہل دوزخ ایسے ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ پہنچے گی اور بعض کے کمر بند تک آگ پہنچے گی اور بعض کی ہنسی تک آگ پہنچے گی۔ ان کے اعمال کے اعتبار سے ان کی منازل ہوں گی یہ اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ۝

ہر دروازہ کے اوپر آگ کے ستر ہزار شامیانے ہیں اور ہر شامیانے میں ستر ہزار خیمے ہیں اور ہر خیمے میں آگ کے ستر ہزار تنور ہیں اور ہر تنور میں ستر ہزار آگ کی کھڑکیاں ہیں اور ہر کھڑکی میں آگ کی ستر ہزار چٹانیں ہیں اور ہر چٹان کے اوپر آگ کے ستر ہزار پتھر ہیں اور ہر پتھر کے اوپر آگ کے ستر ہزار بچھو ہیں اور ہر بچھو کی آگ کی ستر ہزار دھیں ہیں اور ہر دم میں ستر ہزار ہڈیاں ہیں اور ہر ہڈی میں ستر ہزار کے ڈنک ہیں اور ستر ہزار آگ بھڑکانے والے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص سب سے پہلے دوزخ میں داخل ہوگا وہ دروازے پر چار لاکھ جہنم کے پہرہ دار دیکھے گا۔ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے ان کے کھلے ہوئے مونہوں سے داڑھیں دکھائی دے رہی ہوں گی۔ ان کے دلوں سے رحمت نکال لی گئی ہوگی۔ ان میں سے کسی کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی رحم نہیں ہوگا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: جز: 6، ص: 2266)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں۔

جہنم کے دروازے ایک دوسرے کے اوپر تہہ بہ تہہ ہیں۔ آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے اوپر رکھ کر بتایا۔

(جامع البیان: رقم الحدیث: 16014)

دوزخ کا مقام

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں۔

ابن کمال نے یہ کہا ہے کہ

جنت کی جگہ ارض محشر سے بہت دور ہے اس لیے فرمایا اس کو متقین کے قریب کر دیا گیا اور دوزخ کی جگہ ارض محشر کے قریب ہے اس لیے فرمایا اس کو ظالمین کے قریب کیا گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ مشہور قول پر مبنی ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور دوزخ زمین میں ہے اور قیامت کے دن جب زمین کو پھیلا یا جائے گا تو

اس کی گولائی کو ختم کر کے اس کو پھیلا دیا جائے گا کیونکہ قرب اور بعد کا معاملہ اسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور یہ امر واضح رہے کہ جنت کا آسمان میں ہونا ان امور میں سے ہے جن پر اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے اور اس میں ان کا کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں ہے لیکن دوزخ کے نیچے ہونے میں توقف ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اتمام الداریہ میں کہا ہے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور دوزخ کے متعلق ہم توقف کرتے ہیں، دوزخ کس جگہ پر ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس باب میں مجھے کوئی ایسی حدیث مبارکہ نہیں ملی جس پر مجھے اعتماد ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ

دوزخ زمین کے نیچے ہے۔ (روح المعانی: ج: 19، ص: 152)

دوزخ کی ہولناکیاں

دوزخ وہ جگہ ہے جہاں گناہ گاروں کو عذاب ہوگا اور اس کی کیفیت یہ ہوگی جس قدر زیادہ گناہ گار ہوگا اسے اس درجہ میں ڈالا جائے گا دوزخ میں بندے کے لئے کوئی خیر نہیں ہوگی وہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت اور دوزخ میں بحث ہوئی۔

دوزخ نے کہا۔

مجھے متکبر اور جابر لوگ دیئے گئے ہیں۔

جنت نے کہا۔

میرے لیے کیا ہے مجھ میں تو کمزور، ردی اور پس ماندہ لوگ داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا:

تم میری رحمت ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس پر رحم کرنا چاہوں گا تمہارے ساتھ اس پر رحم کروں گا۔

اور دوزخ سے ارشاد فرمایا:

تم میرا عذاب ہو، میں اپنے بندے میں سے جس کو عذاب دینا چاہوں گا تمہارے ساتھ اس کو عذاب دوں گا اور تم میں

سے ہر ایک کے لئے بھرنا اور پر کرنا ہے۔ رہی دوزخ تو وہ اس وقت پر نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا پیر نہیں رکھ دے گا۔

پھر وہ کہے گی۔

بس! بس! بس! اس وقت بھر جائے گی اور اس کا بعض حصہ دوسرے بعض حصہ سے مل جائے گا پس اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مخلوق پیدا کرے گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4850)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: جاؤ جنت کی طرف دیکھو وہ گئے اور انہوں نے جنت کی طرف دیکھا اور جنتیوں کے لئے اس میں جو نعمتیں رکھی ہیں ان کو دیکھا پھر وہ آئے۔

اور انہوں نے کہا۔

اے میرے رب عز وجل! تیری عزت اور جلال کی قسم! جو شخص بھی جنت کے متعلق سنے گا وہ اس میں ضرور داخل ہوگا پھر جنت کے اوپر مصائب اور مشقتیں ڈال دی گئیں۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام)! اب جاؤ اور جنت کی طرف دیکھو انہوں نے جا کر جنت کو دیکھا پھر آئے۔

اور کہا۔

اے میرے رب عز وجل! تیری عزت اور جلال کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اب تو اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا فرمایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام)! جاؤ دوزخ کی طرف دیکھو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور انہوں نے دوزخ کو دیکھا۔

پھر آ کر کہا۔

اے میرے رب عز وجل! تیری عزت کی قسم! دوزخ کو سن کر تو کوئی شخص بھی اس میں داخل نہیں ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر شہوتیں ڈال دیں۔

پھر ارشاد فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام)! جاؤ دوزخ کی طرف دیکھو وہ گئے۔

اور انہوں نے دوزخ کو دیکھ کر کہا۔

اے میرے رب عز وجل! تیری عزت کی قسم! اب تو کوئی شخص بھی اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2560)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کا ستر واں حصہ ہے۔ (سنن داری: رقم الحدیث: 2847)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک دہکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہو گئی

پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہو گئی پس وہ سیاہ اندھیری ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2590)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دوزخ میں صرف شقی داخل ہوگا۔

آپ ﷺ سے سوال کیا گیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! شقی کون ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی اطاعت نہیں کی اور اس کی کسی معصیت کو ترک نہیں کیا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4298)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک دوزخ والوں میں سے سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں اور دو تسمے پہنائے جائیں

گے اس سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح چولہے پر رکھی ہوئی دیگچی کھولتی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6561)

دوزخ کی آگ اور پانی

دوزخ کی آگ شدید ہوگی اور پانی پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو کہ دوزخیوں کے چہرے کو جلادے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهُ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۚ

(الکہف: 29)

اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں

کو جلادے گا وہ کیسا برا مشروب ہے اور وہ دوزخ کیسی بری آرام کی جگہ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

هَذَا فَلْيَذُقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَاقٌ ۝ (ص: 57)

یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے اس کو چکھیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝ (محمد: 15)

ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی انتڑیاں کاٹ دے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

تَصْلَى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقَى مِنْ عَيْنِ انِّيَّةٍ ۝ (الغاشیہ: 4، 5)

وہ دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ ان کو نہایت گرم چشمے کا پانی پلایا جائے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطَرَانٍ وَتَغْشَى وُجُوهُهُمْ النَّارُ ۝ (ابراہیم: 50)

ان کا لباس گندھک کا ہوگا اور آگ نے ان کے چہروں کو ڈھانپا ہوا ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تَالْمُهْلِ (الکہف: 29) کی تفسیر میں فرمایا:

وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جب دوزخی اس کو پینے کے لئے اپنے چہرے کی طرف لے جائے گا تو اس کے چہرے

کی کھال جھڑ جائے گی۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 25810)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گرم پانی ان کے سروں کے اوپر سے انڈیلا جائے گا حتیٰ کہ وہ ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا حتیٰ کہ ان کے پیٹ میں جو

کچھ ہے اس کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ ان کے پیروں تک میں گھس کر پگھلا دے گا پھر ان کو پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 8582)

دوزخیوں کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا

دوزخیوں کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيُسْقَى مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ ۝ (ابراہیم: 16)

اور اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ابراہیم: 16 کی تفسیر میں فرمایا:

وہ پانی اس کے منہ کے قریب لایا جائے گا سو وہ اس کو ناپسند کرے گا جب وہ اس کے زیادہ قریب کیا جائے گا تو اس کا چہرہ جل جائے گا اور اس کے سر کی کھال گر جائے گی اور جب وہ اس کو پیے گا تو وہ پانی اس کی انتڑیاں کاٹ دے گا حتیٰ کہ اس کی انتڑیاں اس کی سرین سے نکل جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝ (محمد: 15)

ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی انتڑیاں کاٹ دے گا۔

وَأَن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهُ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ (الکہف: 29)

اور اگر وہ (پیاں کی وجہ سے) فریاد کریں تو اس پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو پگھلتے ہوئے تانبے کی

طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا سو وہ کیسا برا پینا ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2583)

دوزخی پر موت نہیں آئے گی

دوزخی پر موت تو آئے گی مگر وہ مرے گا نہیں بار بار عذاب دیا جاتا رہے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۚ (ابراہیم: 17)

اور اس کو ہر جگہ سے موت گھیرے گی اور وہ مرے گا نہیں۔

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ نے لکھا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تین قول ہیں۔

1- عطائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس کے جسم کے ہر بال سے موت اس کو گھیر لے گی۔

سفیان ثوری نے کہا۔

اس کی ہر رگ سے اس کو موت گھیر لے گی۔

ابن جریج نے کہا۔

اس کی روح اس کے زرخہ پر پہنچ کر رک جائے گی اور اس کے منہ سے نہیں نکلے گی حتیٰ کہ وہ مرجائے اور نہ واپس جائے گی تاکہ اس کو راحت ملے۔

2- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت ہے کہ

موت اس کو ہر جہت سے گھیر لے گی اوپر سے، نیچے سے، دائیں سے، بائیں سے، آگے سے اور پیچھے سے۔

3- اخفش نے کہا۔

دوزخ میں کافر پر جو مصائب اور بلائیں آئیں گی ان کو موت سے تعبیر فرمایا ہے۔ (زاد المسیر: ج: 4، ص: 354)

ابراہیم لقیہی نے کہا۔

ان کے جسم کے روئیں روئیں میں موت سرایت کر جائے گی کیونکہ ان کو جسم میں ہر جگہ شدید تکلیف ہو رہی ہوگی۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کے ہر ہر عضو میں کسی نہ کسی قسم کا عذاب پہنچ رہا ہوگا۔ اگر ایک لمحہ میں اس پر ستر مرتبہ بھی موت آ جاتی تو یہ اس پر آسان ہوتا اس کو سانپ بھنھوڑ رہے ہوں گے۔ بچھو ڈنگ لگا رہے ہوں گے۔ آگ جلا کر سیاہ کر رہی ہوگی۔ پیروں میں بیڑیاں ہوں گی۔ گلے میں طوق ہوگا، زنجیروں سے جکڑا ہوا ہوگا، کھانے کے لئے زقوم کا درخت، پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی اور ان گنت قسم کے عذاب ہوں گے۔ جب کافر دوزخ میں پانی مانگے گا تو دیکھ کر ہی اس کو موت نظر آئے گی، جب وہ پانی اس کے قریب ہوگا اور اس کی تپش سے وہ جلنے لگے گا تو اس کو پھر موت نظر آئے گی اور جب وہ اس پانی کو پئے گا جس سے اس کا منہ جل جائے گا، انتڑیاں کٹ جائیں گی تو یہ اس کو ایک اور موت معلوم ہوگی اس لیے فرمایا اس کو ہر جانب سے موت گھیر لے گی وہ مرے گا نہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ اس کے جسم میں طرح طرح کے درد پیدا کر دے گا جن میں سے ہر درد میں اس کو موت کا مزہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ۚ (فاطر: 36)

کافروں کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مرجائیں اور نہ ان کے عذاب کو کم کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اہل جنت سے کہا جائے گا ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے اور اہل دوزخ سے کہا جائے گا اے دوزخ والو! ہمیشہ رہنا ہے

موت نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6545)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا حتیٰ کہ

اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان میں رکھ دیا جائے گا پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا اے جنت والو!

موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! موت نہیں ہے۔ پھر جنت والوں کی خوشی بہت بڑھ جائے گی اور دوزخ والوں کا غم بہت

زیادہ ہو جائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2850)

دوزخ ایک عذاب کا مقام ہے اور خطرناک مقام ہے جہاں پر گناہ گاروں کو عذاب دیا جائے گا اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اس سے پناہ طلب کرنے کی ترغیب دلائی ہے لہذا آج عمل کا میدان ہے کل حساب کا۔ حساب کے دن عمل پوچھے جائیں گے تو ضروری ہے کہ آج اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کیا جائے تاکہ دنیا و آخرت بہتر ہو۔

عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا

☆ قوله فلتعوذ بالله من اربع من عذاب جهنم و من عذاب القبر..... الخ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی تشہد سے فارغ ہو جائے تو چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے جہنم کے عذاب سے، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح الدجال کی شہ پندی سے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ گناہ گار کو عذاب قبر ہوتا ہے اسی لیے تو آقائے دو عالم ﷺ نے اس سے پناہ طلب کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

عذاب قبر کا ثبوت

عذاب قبر ثابت ہے اور یہ گناہ گار کو ملے گا۔

کثیر احادیث مبارکہ اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کھجوروں کے باغ میں تھے وہ باغ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ آپ ﷺ قضاء حاجت کے لئے گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے وہ آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ ﷺ کے پہلو پہ پہلو نہیں چل رہے تھے پھر نبی کریم ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک کنارے ہو گئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں کچھ نہیں سن رہا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے پھر اس قبر والے کے متعلق تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے۔

حدیث مبارکہ: 2

حضرت سعد رضی اللہ عنہ پانچ کلمات پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ان کلمات کو نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے۔

- 1- اے اللہ عزوجل! میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
- 2- اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
- 3- اے اللہ عزوجل! میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
- 4- اے اللہ عزوجل! میں دنیا کے فتنہ یعنی فتنہ دجال سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔
- 5- اے اللہ عزوجل! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2365)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مردوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا حتیٰ کہ جانور بھی ان کی آوازوں کو سنیں گے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 10459)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ یہ دعا کرتے تھے۔

اے اللہ عزوجل! میں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6367)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑ دو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2868)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کی جوتیوں کی آواز سنتا

ہے اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کے متعلق کیا کہا کرتے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے دیکھو اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے جنت کے ٹھکانے سے تبدیل کر دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ اپنے ٹھکانوں کو دیکھے گا اور رہا کا فریا منافع تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس سے کہا جائے گا تم نے نہ کچھ جانا نہ کہا پھر اس کے دوکانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن و انس کے علاوہ سب اس کی چیخ کو سنتے ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1338)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

یہود کی بوڑھی عورتوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں وہ کہنے لگیں کہ قبر والوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے میں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی تصدیق کرنے کو اچھا نہیں جانا وہ چلی گئیں اور نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔

میں نے آپ ﷺ سے کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! اور دو بوڑھی عورتوں کے آنے اور عذاب قبر کی خبر دینے کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان دونوں نے سچ کہا۔ قبر والوں کو اتنا عذاب دیا جائے گا کہ اس کو تمام جانور سنیں گے پھر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ جب بھی نماز پڑھتے تو عذاب قبر سے پناہ طلب کرتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1049)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کافر پر (قبر میں) دو سانپ بھیجے جائیں گے ایک اس کے سر کی جانب اور دوسرا اس کے پیروں کی جانب وہ اس کو کاٹتے رہیں گے جب وہ اس کو کاٹ چکیں گے تو پھر دوبارہ کاٹیں گے قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 25189)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب انسان اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے تو اگر وہ مومن ہو تو اس کے نیک اعمال اس کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ نماز اور روزہ وغیرہ پھر فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے تو نماز اس کو لوٹا دیتی ہے۔ پھر وہ روزہ کی طرف سے آتا ہے تو روزہ اس کو لوٹا دیتا ہے۔ پھر فرشتہ اس کو پکار کر کہتا ہے بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ جاتا ہے پھر وہ فرشتہ کہتا ہے کہ تم اس شخص یعنی نبی کریم ﷺ کے متعلق کیا کہتے تھے وہ کہے گا! کون! فرشتہ کہے گا! (سیدنا) محمد (ﷺ)! وہ کہے گا! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں اسی عقیدہ پر زندہ رہا اسی پر مر اور اسی عقیدہ پر اٹھایا جاؤں گا اور اگر وہ انسان کا فریاد فاجر ہو تو جب فرشتہ اس کے پاس آئے گا تو اس کے پاس کوئی ایسا نیک عمل نہیں ہوگا جو اس کو لوٹا سکے وہ فرشتہ اس کو بٹھا کر اس سے سوال کرے گا کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے۔ وہ کہے گا۔ کس شخص کے بارے میں۔ فرشتہ کہے گا! (سیدنا) محمد (ﷺ) کے متعلق۔ وہ کافر کہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا۔ میں ان کے متعلق وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ پھر فرشتہ کہے گا۔ تم اسی عقیدہ پر زندہ رہے اسی پر مرے اور اسی پر اٹھائے جاؤ گے۔ پھر اس کی قبر پر ایک جانور مسلط کیا جائے گا جس کے پاس ڈول کی طرح ایک آگ کا کوڑا ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس کو اس کوڑے سے مارے گا اور اس کافر کی آواز کوئی نہیں سنے گا جس کو اس پر ترس آئے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 281)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں اس وقت بنو نجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تھی۔ اس میں ان لوگوں کی قبریں تھیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے ان پر عذاب دیئے جانے کی آوازیں سنیں تو آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ عذاب قبر سے پناہ طلب کرو۔ میں نے پوچھا۔

یا رسول اللہ ﷺ! کیا ان کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں! اس عذاب کو وحشی جانور سن رہے ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 268)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے ہیں اور بھنبھوڑتے رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہوگی۔ اگر ان میں سے ایک سانپ زمین میں پھونک مارے تو زمین سبز نہیں اگائے گی۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3121)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن کی قبر میں ضرور سرسبز باغ ہوتا ہے اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کردی جاتی ہے اور اس کی قبر کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور کر دیا جاتا ہے کیا تم کو علم ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى ۝ (طہ: 124)

اور جو میری یاد سے اعراض کرے گا اس زندگی تنگی میں گزرے گی اور اس کو ہم قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ تنگی میں زندگی گزارنے سے کیا مراد ہے؟

مسلمانوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو علم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس سے مراد کافر کا عذاب قبر ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اس کے اوپر ننانوے تنین مسلط کیے جائیں گے تمہیں معلوم ہے تنین کیا چیز ہے۔ وہ ستر سانپ ہیں ہر سانپ کے سات سر ہیں وہ اس کو قیامت تک کاٹتے اور ڈنک مارتے رہیں گے۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 6644)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ کہیں گے کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے۔ پس وہ شخص کہے گا۔ جو وہ زندگی میں کہتا تھا وہ کہے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ فرشتے کہیں گے کہ ہم کو معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کردی جائے گی پھر اس کی قبر منور کردی جائے گی۔ پھر اس سے کہا جائے گا سو جاؤ۔ وہ کہے گا! میں اپنے گھر جا کر گھر والوں کو اس کی خبر دوں۔ فرشتے کہیں گے۔ تم اس دہن کی طرح سو جاؤ جس کو وہی شخص بیدار کرتا ہے

جو اس کو گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا اور اگر وہ منافق ہو تو وہ کہے گا۔ میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا۔ مجھے کچھ علم نہیں۔ فرشتے کہیں گے۔ ہمیں معلوم تھا تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا۔ اس کو دباؤ۔ زمین اس کو دبائے گی تو اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1071)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے سنا کہ نبی کریم ﷺ عذاب قبر سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6364)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہانی سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نہیں روتے اور قبر کو یاد کرتے ہیں تو اس قدر روتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل قبر ہے اگر انسان کو اس منزل سے نجات مل جائے تو اس کے بعد کی منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں، اور اگر اس منزل میں نجات نہ ہو تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہوتی ہیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میں نے قبر سے زیادہ ڈراؤنا اور وحشت ناک منظر اور کوئی نہیں دیکھا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2309)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (ابراہیم: 27) عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس سے پوچھا جائے گا تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا۔ میرا رب اللہ عزوجل اور میرے نبی مکرم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2871)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے ہم قبر تک پہنچے جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ ﷺ زمین کو کرید رہے تھے آپ ﷺ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر دو یا تین بار ارشاد فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا جب اس سے یہ کہا جائے گا۔ اے شخص تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ہناد نے کہا۔

اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھادیں گے اور اس سے کہیں گے۔

تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا! میرا رب اللہ عز و جل ہے۔ پھر وہ کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ کہیں گے وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا۔ وہ کہے گا، وہ رسول اللہ ﷺ۔ پھر وہ کہیں گے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا۔ میں نے کتاب پڑھی۔ میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (ابراہیم: 27)

پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منہجائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی۔ پھر آپ ﷺ نے کافر کی موت کا ذکر فرمایا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے کہیں گے۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ کہیں گے۔ یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا۔ وہ کہے گا افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا۔ اس نے جھوٹ بولا۔ اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرام ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر جگ کر دی جائے گی حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کر دیا جائے گا اس

کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا جس کو جن وانس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 18733)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں) جب بندہ مومن کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے امیرا رب اللہ عزوجل ہے پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ ہیں، فرشتے پوچھیں گے تمہیں ان کے رسول ہونے کا علم کیسے ہوا؟ وہ کہے گا میں نے کتاب اللہ کو پڑھا اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف کھڑکی کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آئے گی اور منعہائے بصر تک اس کی قبر کو وسیع کر دیا جائے گا پھر اس کے پاس ایک حسین و جمیل شخص آئے گا جس کا لباس بہت خوب صورت ہوگا اور اس کی خوشبو بہت پاکیزہ ہوگی اور وہ کہے گا تم جس سے خوش ہو تم کو وہ مبارک ہو۔ یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ مومن کہے گا؟ تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا میں تمہارا نیک عمل ہوں پس وہ شخص کہے گا اے میرے رب عزوجل قیامت کو قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اور کافر کی روح کو بھی اس کے جسم میں لوٹایا جائے گا اور اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے پوچھیں گے۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے پوچھیں گے۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا! افسوس! میں نہیں جانتا۔ وہ پھر پوچھیں گے۔ وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا۔ وہ کہے گا! افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا۔ یہ جھوٹا ہے اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور دوزخ کی طرف کھڑکی کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور گرم ہوائیں آئیں گی اور اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی اور اس کے پاس ایک بہت بد صورت شخص آئے گا جس کے کپڑے بہت خراب ہوں گے۔ اس سے سخت بدبو آرہی ہوگی وہ اس سے کہے گا۔ تمہیں وہ چیز مبارک ہو جو تم کو غم ناک کرے گی۔ یہ تمہارا وہ دن ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا۔ وہ کافر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ آنے والا کہے گا میں تمہارا خبیث عمل ہوں۔ وہ کافر کہے گا اے میرے رب! قیامت قائم نہ

کرنا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 395)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ اپنے خچر پر سوار ہو کر بنونجار کے باغ میں جا رہے تھے ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک جگہ خچر نے
ٹھوکر کھائی۔ قریب تھا کہ وہ آپ ﷺ کو گرا دیتا وہاں پر پانچ یا چھ یا چار قبریں تھیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟

ایک شخص نے عرض کیا۔

میں پہچانتا ہوں۔

آپ ﷺ نے پوچھا۔

یہ لوگ کب مرے تھے؟

اس نے عرض کیا۔

یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس امت کو اپنی قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تم
کو عذاب قبر سنواتا جس کو میں سن رہا ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

ہم نے عرض کیا۔

ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

ہم نے عرض کیا۔

ہم عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

ہم نے عرض کیا۔

ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

ہم نے عرض کیا۔

ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2867)

حدیث مبارکہ: 20

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کے باغات میں سے کسی باغ میں سے گزرے۔ آپ ﷺ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بہت دشوار کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیوں نہیں! ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک شاخ منگا کر اس کے دو ٹکڑے کیے۔ پھر آپ ﷺ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 216)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سخت گرم دن میں نبی کریم ﷺ بقیع الغرقہ کے پاس سے گزرے اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے ان کی جوتیوں کی آہٹ سنی تو آپ ﷺ ٹھہر گئے حتیٰ کہ لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تا کہ آپ ﷺ کے دل میں تکبر کا کوئی ذرہ نہ آئے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

یہاں پر دو آدمیوں کی قبریں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔

تم نے آج کن لوگوں کو دفن کیا ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔

یا نبی اللہ۔ فلاں فلاں ہیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا۔

ان کو اس وقت ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔

یا رسول اللہ ﷺ! کس وجہ سے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان میں سے ایک شخص چغلی کھاتا تھا اور دوسرا شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شاخ کے

دو ٹکڑے کر کے ان کو ان قبروں پر گاڑ دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تا کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔

یا نبی اللہ ﷺ! ان کو کب سے عذاب دیا جا رہا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ غیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اگر تمہارے دلوں میں وحشت نہ ہوتی تو میں تمہیں وہ آوازیں سنا دیتا

جن کو میں سن رہا ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8769)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص بنو نجار کے محلہ میں گیا وہاں اس نے بنو نجار کے کچھ لوگوں کی آوازیں سنیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے

اور ان کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ گھبرائے ہوئے باہر آئے اور آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 14152)

علماء کرام کے اقوال سے عذاب قبر کا ثبوت

علماء کرام کے اقوال سے ثابت ہے کہ گناہ گار شخص کو عذاب دیا جاتا ہے اور انہوں نے روافض اور معتزلہ کا رد کیا ہے۔ ان علماء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی رحمہ اللہ متوفی 828ھ لکھتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے۔ اس کے برخلاف خوارج، جمہور معتزلہ، بعض مرجعہ (اور بعض روافض) عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں۔ اہل حق کے نزدیک بعینہ جسم کو عذاب ہوتا ہے یا جسم کے کسی جزو میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے۔ محمد بن جریر اور عبد اللہ بن کرام اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ میت کو عذاب دینے کے لیے روح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ رائے فاسد ہے کیونکہ درد کا احساس صرف زندہ کے لئے متصور ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ! یہ میت کا جسم اسی طرح بغیر کسی تغیر کے پڑا ہوتا ہے اور اس کے عذاب دیئے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی خواب میں دیکھ رہا ہے کہ اس کو مار پڑ رہی ہے اور وہ خواب میں درد اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے ہوئے بیدار شخص کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے۔ اسی طرح ایک بیدار آدمی کسی خیال کی وجہ سے لذت یا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ لذت یا تکلیف کے کس عالم میں ہے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کے پاس وحی آتی تھی آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے تھے اور حاضرین کو اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا تھا۔

علامہ ابی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

منکرین عذاب قبر کی دلیل یہ ہے کہ میت سے سوال کرنا اور اس کو عذاب دیا جانا عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قتل کیا گیا یا سولی پر چڑھ گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں اور ہم اس پر سوال و جواب یا عذاب دیئے جانے کے کوئی آثار نہیں دیکھتے اسی طرح جس شخص کو پرندے یا درندے کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو شخص جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو ان کے متعلق سوال اور عذاب کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے۔

ابن البلقانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تھے اور حاضرین اس کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے اسی طرح جو شخص درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جز میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خرق عادت ہے اور تمام امور اخروی ایسے ہی ہیں۔

(اکمال اکمال العلم: جز: 9: ص: 318)

علامہ کمال الدین بن ہمام رحمہ اللہ کا قول

علامہ کمال الدین بن ہمام رحمہ اللہ متوفی 861ھ لکھتے ہیں۔

بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے (قبر میں) روح لوٹانے میں تردد کیا ہے۔
انہوں نے کہا۔

حیات کے لئے روح لازم نہیں ہے یہ صرف امر عادی ہے۔ بعض احناف میں سے جو معاد جسمانی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جسم میں روح رکھی جاتی ہے وہ لذت اور الم کا ادراک کرتی ہے۔
اور جن کا قول یہ ہے کہ

جب بدن مٹی ہو جاتا ہے تو روح اس مٹی کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے اور روح اور مٹی دونوں کو الم ہوتا ہے۔
اس قول میں یہ احتمال ہے کہ

روح ایک جسم (لطیف) ہے اور بدن سے مجرد ہے اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ بعض احناف مثلاً امام ترمذی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ روح (جسم سے) مجرد ہے لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے۔
نبی کریم ﷺ سے یہ پوچھا گیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! قبر میں گوشت کو روح کے بغیر کس طرح درد پہنچایا جائے گا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس طرح تمہارے دانت میں درد ہوتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ اسی طرح موت کے بعد جب روح جسم کے ساتھ متصل ہوگی تو اس میں درد ہوگا اگرچہ اس میں روح نہیں ہوگی اور اس حدیث مبارکہ کے موضوع ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں اور یہ مخفی نہ رہے کہ مٹی سے مراد جسم کے باریک اجزاء ہیں اور ان میں سے بعض اجزاء کے ساتھ بھی روح کا اتصال لذت اور الم کے ادراک کے لئے کافی ہے۔ (السائر مع السامرہ: ص: 243)

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ قونوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

کفار کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ متصل ہوتی ہیں ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور ان کے جسموں کو الم ہوتا ہے جیسے سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے اور مومنین کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔ (شرح المسار جامع السامره: ص: 243)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھالیں یا وہ جل کر راکھ ہو جائے اور اس کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں جس کو عذاب ہونا ہے ہر حال میں عذاب ہوگا اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔

(شرح الصدور: ص: 76)

علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

انسان کے جسم کا جز اصلی وہ جز ہے جو اس کے جسم میں اول عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور اس کے بدن کی فرہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جز مشترک رہتا ہے اس کی حیات سے سارے بدن کی حیات ہوتی ہے اور جب انسان مر جائے تو خواہ اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے یا اس کو درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جز اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس کے جز کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آ جاتی ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے پھر اس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس امر میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے اس لیے وہ بدن کے تمام اجزاء کو ان پوری تفصیل کے ساتھ جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون سا جز کس جگہ واقع ہے اور کون سا جز اس کے بدن کا جز اصلی ہے اور کون سا جز زائد ہے اور وہ جز اصلی اس کے مکمل بدن میں ہو یا کائنات میں کہیں اکیلا ہو۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو اس کے جز کے ساتھ متعلق کرنے پر قادر ہے بلکہ اگر ایک انسان کے بدن کے تمام اجزاء مشارق اور مغارب میں منتشر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس انسان کی روح کو ان تمام اجزاء کے ساتھ متعلق کرنے پر قادر ہے۔ (مرقاۃ: جز: 1، ص: 203)

زندگی اور موت کی آزمائش سے پناہ طلب کرنا

☆ قوله ومن فتنة المحيا والممات

زندگی میں آزمائش یہ ہے کہ مال اور اولاد کی محبت، نفس کی خواہشات اور غیظ و غضب کی وجہ سے عبادات کا ترک یا گناہ کا ارتکاب نہ کر ڈالے۔ انسان مال کی محبت میں اور دنیا کو طلب کرنے اور دنیا کو دین پر ترجیح دینے میں بہت شدید اور قوی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو طلب کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6436)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس کو مسجد میں پھیلا دو اور نبی کریم ﷺ کے پاس جو اموال آتے تھے ان میں یہ مال سب سے زیادہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نماز پڑھانے گئے اور اس مال کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ نماز پڑھانے کے بعد آپ ﷺ اس مال کے پاس بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ جس شخص کو بھی دیکھتے اس کو اس مال سے عطا فرماتے۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے۔ پھر انہوں نے کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے مال عطا کیجئے کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقل کا فدیہ بھی دیا تھا۔

آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

آپ اس میں سے مال لے لیں۔ انہوں نے اپنے کپڑے میں مال ڈالنا شروع کیا اور اس مال کی چوٹی بنا دی اور اس کو اٹھانہ سکے۔

انہوں نے کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! کسی کو حکم دیں کہ وہ اس مال کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! آپ خود ہی اٹھائیں۔

انہوں نے کہا: اچھا تو پھر آپ ﷺ اٹھا کر رکھ دیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس گٹھڑی سے مال کم کیا لیکن پھر اس کی چوٹی بن گئی۔

انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کسی کو حکم دیں کہ وہ اس مال کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں!

انہوں نے کہا۔

پھر آپ ﷺ خود اٹھا کر رکھ دیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نہیں! آپ خود اٹھائیں۔ انہوں نے اس میں سے مال کم کیا پھر اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا پھر چلے گئے پھر رسول اللہ ﷺ کی نظر ان کا تعاقب کرتی رہی حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی حرص پر تعجب ہو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے اس وقت اٹھے جب وہاں پر ایک درہم بھی باقی نہیں رہا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 421)

اولاد بھی انسان کے لئے آزمائش ہے اگر اولاد کی محبت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت سے مانع ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ (التوبہ: 24)

آپ فرمادیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم نافذ کر دے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو منزل مقصود پر نہیں پہنچاتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ (المنافقون: 9)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جس نے ایسا کیا تو وہی درحقیقت نقصان اٹھانے والے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا اولاد کی آزمائش کے متعلق یہ ارشاد ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے سرخ قمیصیں پہنی ہوئی تھیں وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے۔ ان کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا دیا۔

اور پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سچ ارشاد فرمایا ہے تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔ (الانفال: 28) میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا تو پھر میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنے خطاب کو منقطع کیا اور ان بچوں کو اٹھا لیا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3781)

اولاد کی محبت میں انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ انسان کی آزمائش ہے۔

☆ موت کی آزمائش یہ ہے کہ مرتے وقت ایمان پر مستقیم رہے۔

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں۔

امام ثوری رحمہ اللہ مرض وفات میں رو رہے تھے کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا اگر مجھے یقین ہوتا کہ میرا ایمان پر خاتمہ ہوگا تو میں کبھی نہ روتا۔ ایک شیخ پر موت کے وقت غشی طاری ہو گئی۔ انہوں نے بتایا کہ غشی کے عالم میں انہوں نے دو جماعتیں دیکھیں۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف جو جماعت بائیں طرف وہ شرک کی طرف راغب کرتی تھی اور جو دائیں طرف تھی وہ ایمان باللہ کی دعوت دیتی تھی۔ بائیں جانب والے گروہ نے توحید کے خلاف شبہات پیش کیے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلم علم کی وجہ سے جو مجھے عطا کیا تھا ان شبہات کے جوابات کی توفیق دی اور اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ انسان کا علم اس کو دنیا اور آخرت میں نفع دیتا ہے۔ (اکمال اکمال العلم: ج 2: ص 282)

مسح دجال کے شر سے پناہ طلب کرنا

☆ قوله ومن شر المسیح الدجال

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں مسح دجال کے شر سے پناہ طلب کرے۔

مسح کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور دجال کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں مسح بمعنی ماح مراد ہے کیونکہ آپ علیہ السلام بیمار کے اوپر ہاتھ پھیر دیتے تھے تو وہ شفا یاب ہو جاتا اور دجال کے حق میں مسح بمعنی مسح بولا جاتا ہے کیونکہ وہ مسح العین یعنی کاننا ہوگا۔

دجال کہنے کی وجوہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں۔

دجال کا لفظ دجل سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے چھپانا اور ڈھانپ لینا، کذاب کو بھی دجال اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حق کو باطل کے سبب سے چھپا دیتا ہے۔

علامہ ثعلب نے کہا۔

دجال ملمع کار کو کہتے ہیں کیونکہ جس تلوار پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو اس کو سیف مدجل کہتے ہیں۔

علامہ ابن درید نے کہا۔

کیونکہ دجال کے حق کو باطل کے سبب چھپائے گا اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ روئے زمین کا سفر کرے گا اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

کیونکہ وہ سفر کے ذریعے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لے گا اس لیے اس کو دجال کہا جائے گا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

دجال کی وجہ تسمیہ میں دس اقوال ہیں۔ (فتح الباری: جز: 13، ص: 91)

دجال کی شرانگیزی

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی خبروں سے یہ معلوم ہو گیا کہ دجال کے ہاتھوں پر بہت سی تلہسات کا ظہور ہوگا اور بہت امور کو وہ مشابہ کر دے گا اور ملمع کاری کرے گا جن سے ارباب عقول کی عقلیں دھوکہ کھا جائیں گی۔ شیاطین اس کے لئے جعلی جنت اور دوزخ مہیا کر دیں گے اور وہ دعوے کے مطابق لوگوں کو زندہ کرے گا اور مارے گا۔ بعض لوگوں کو وہ سبزہ کی فراوانی اور پیداوار میں اضافہ سے اور بعض کو خشک سالی اور قحط سے گمراہ کرے گا اور اس کے بہت بڑے جادوگر ہونے میں کوئی خفاء نہیں ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک اس حدیث کی صرف یہ تاویل ہے کہ وہ لوگوں کی سماعت اور بصارت کو مسخر کرے گا اور ان کے دماغوں میں یہ خیال پیدا کرے گا کہ صبح کی روشنی اور شام کے اندھیرے کے بغیر زمانہ ایک حالت پر ٹھہر گیا ہے اور وہ یہ گمان کریں گے کہ سورج کی روشنی دور نہیں ہو رہی اور رات کی سیاہی نہیں پھیل رہی اور دن اور رات کے آجانے کی علامتیں مخفی ہو گئی ہیں سو وہ زمانہ کے اس قدر طول سے حیران ہوں گے۔ اس لیے ان احوال کے لئے آپ ﷺ نے امت کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر نماز کو اندازے اور حساب سے پڑھیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان سے دجال کے اس سحر اور تلہس کو دور کر دے۔ (مرقات: جز: 10، ص: 195)

حضرت نو اس بن سمان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا اور اس کے ذکر میں آپ ﷺ نے آواز پست بھی کی اور بلند بھی حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے واپس ہوئے اور پھر حاضر ہوئے۔

آپ ﷺ نے ہمارے چہروں کو وحشت زدہ دیکھ کر پوچھا۔

تمہیں کیا ہو گیا؟

ہم نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اور اس کی حقارت اور ہولناکی کو بیان کیا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ

کھجوروں کے جھنڈ میں ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

دجال سے زیادہ مجھے ایک اور چیز کا تم پر خدشہ ہے اگر دجال کا ظہور میرے سامنے ہوا تو تمہارے بجائے میں اس کے خلاف حجت پیش کروں گا اور اگر دجال کا ظہور اس وقت ہوا جب میں تم میں نہیں ہوں گا تو ہر شخص خود اس کے مقابلہ میں حجت پیش کرے گا اور میری طرف سے ہر مسلمان کا اللہ تعالیٰ محافظ ہے۔ دجال گھنگھریالے بالوں والا جوان ہوگا اس کی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی (کانا ہوگا) گویا کہ میں اس کو عزی بن قطن کے غلام کے مشابہ پاتا ہوں تم میں سے جو شخص اس کو دیکھے وہ سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ عزوجل کے بندو! ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کا زمین میں قیام کتنی مدت کے لئے ہوگا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

چالیس دن تک، ایک دن ایک سال کی طرح ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کی طرح ہوگا اور ایک دن ایک جمعہ کی طرح ہوگا اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! یہ بتلائیے جو دن ایک سال کی طرح ہوگا اس میں ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نہیں لیکن تم اندازہ سے نماز کے اوقات مقرر کر لینا۔ ہم نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ وہ زمین میں کس قدر تیز رفتاری سے چلے گا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس تیز رفتاری سے ہوا بادلوں کو چلاتی ہے پھر وہ لوگوں کے پاس جا کر ان کو اپنی دعوت دے گا وہ اس کی تکذیب کریں گے اور اس پر رد کریں گے جب وہ وہاں سے واپس ہوگا تو ان لوگوں کے اموال اس کے ساتھ چل پڑیں گے اور صبح کو وہ لوگ خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ پھر وہ دوسرے لوگوں کے پاس جائے گا اور ان کو دعوت دے گا وہ اس کی دعوت قبول کر لیں گے اور اس کی تصدیق کریں گے وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو بارش ہونے لگے گی زمین کو درخت اگانے کا حکم دے گا تو وہ درخت اگائے گی، شام کو ان کے مویشی اپنی چراگا ہوں سے اس طرح لوٹیں گے کہ ان کے کوہان لمبے، کولہے چوڑے اور پھیلے ہوئے اور تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوں گے۔

پھر وہ ایک ویران زمین سے کہے گا کہ

اپنے خزانے نکالو اور جب وہ لوٹے گا تو زمین کے خزانے اس کے پیچھے شہد کی مکھیوں کے سرداروں کی طرح (بہ کثرت) چل رہے ہوں گے پھر وہ ایک جوان شخص کو بلائے گا جو بھرپور جوان ہوگا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا پھر اس کو بلائے گا تو وہ خوشی سے ہنستا ہوا اس کے پاس آئے گا وہ اسی حال میں ہوگا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی منارہ پر اس حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حلے پہنے ہوئے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے جب آپ علیہ السلام سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ علیہ السلام سر اوپر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے۔ جس کا فریاد آپ علیہ السلام کے سانس کی بو پہنچے گی وہ مرجائے گا اور آپ علیہ السلام کے سانس کی بو حدنگاہ تک پہنچے گی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ اس کو لد کے دروازے پر پا کر قتل کر دیں گے پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا کہ میرے بندوں کو پہاڑ طور کی طرف جمع کرو کیونکہ میں وہاں اپنی ایک ایسی مخلوق اتاروں گا جس سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ یا جوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ لوگ پہلے بحیرہ طبرہ سے گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے پھر یہاں سے ان کے آخری لوگ گزریں گے اور کہیں گے کہ شاید کبھی یہاں پانی تھا۔ پھر وہ چلتے چلتے بیت المقدس کے پہاڑ تک پہنچیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو اب قتل کر لیا چلو اب آسمان والوں کو قتل کریں وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے خون آلودہ تیر واپس بھیج دے گا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا محاصرہ کیا جائے گا حتیٰ کہ (بھوک کی وجہ سے) ان کے نزدیک بیل کا سرتھارے سودیناروں سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (یا جوج ماجوج) کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا حتیٰ کہ وہ سب یک لخت مر جائیں گے۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ اتریں گے تو ان کی بدبو اور ان کی چربی اور ان کے خون سے ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں پائیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ لمبی گردن والے اونٹوں کی مثل پرندے بھیجے گا جو ان کو اٹھا کر پہاڑ کے غار میں پہنچا دیں گے مسلمان ان کے تیر و ترکش سات سال تک چلائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا جو ہر گھر اور ہر خیمہ تک پہنچے گی اور تمام زمین کو دھو کر شیشہ کی طرح صاف شفاف کر دے گی۔

پھر زمین سے کہا جائے گا۔

اپنے پھل باہر نکال اور اپنی برکتیں لوٹا سو اس دن ایک جماعت ایک انار کھائے گی اور اس کے چھلکے کے سائے میں بیٹھے گی۔ دودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ پوری جماعت کے لئے کافی ہوگا۔ ایک گائے کے دودھ سے ایک قبیلہ سیر ہو جائے گا اور ایک بکری کا دودھ ایک چھوٹے قبیلہ کے لئے کافی ہوگا وہ اس حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کی روح کو قبض کر لے گی پھر (برے) لوگ رہ جائیں گے وہ عورتوں سے اس طرح کھلا جماع کریں گے جس طرح گدھے کرتے ہیں ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ (سنن ترمذی: 2247)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

یہ سوال مشہور ہے کہ دجال کا شر اور اس کا فتنہ بہت بڑا ہے اور ہر نبی نے اس سے اپنی امت کو ڈرایا پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید میں دجال کا ذکر نہیں ہے اس سوال کے چند جوابات ہیں۔

1- قرآن مجید میں مذکور آیت میں دجال کا ذکر ہے۔

يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اٰيْمَانِهَا خَيْرًا ط (العام: 158)

جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی ایسے شخص کو اب ایمان لانے کا فائدہ نہ ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے حالت ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔

ان مخصوص نشانیوں میں دجال بھی داخل ہے کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے فائدہ نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔ دجال دابة الارض اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

2- قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں دجال کی طرف اشارہ ہے۔

وَ اِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ؕ (نساء: 159)

اور اہل کتاب میں سے ہر شخص مسیح کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔

وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلْاَسَافَةِ (زخرف: 61)

اور بے شک وہ ضرور قیامت کی نشانی ہیں۔

اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اس لیے ایک ضد کو ذکر کرنے پر اکتفا کر لی گئی۔ اور دجال کا لقب مسیح بھی ہوگا لیکن دجال مسیح ضلالت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح ہدایت ہیں۔

3- قرآن مجید میں دجال کا ذکر تحقیر کی بناء پر ترک کر دیا گیا لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ یا جوج اور ماجوج کا ذکر قرآن

مجید میں کیا گیا ہے۔

امام بلقینی نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ

قرآن مجید میں ان مفسدین کا ذکر کیا گیا ہے جو گزر چکے ہیں تاکہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کی جائے اور آنے والے مفسدین کا قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا لیکن اس جواب پر بھی یا جوج اور ماجوج سے معارضہ ہوتا ہے۔

4- علامہ بغوی نے یہ کہا ہے کہ

دجال کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (مومن: 57)

یقیناً آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا ہے لیکن اکثر نہیں جانتے۔

اس آیت میں الناس سے مراد دجال ہے اور یہ کل کا اطلاق جز پر ہے۔ یہ اطلاق اگر کسی قرینہ سے ثابت ہو تو یہ بہت اچھا جواب ہے۔ (فتح الباری: جز: 13، ص: 92)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

دجال کی بحث میں جن امور کا جاننا ضروری ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

1- آیا ابن صیاد دجال تھا یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔

2- کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دجال موجود تھا یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت تمیم ذاری رضی اللہ عنہ کی جو روایت بیان کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ دجال عہد رسالت میں بھی موجود تھا اور بعض جزائر میں مقید تھا۔

3- دجال کا خروج کب ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت نو اس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اس وقت دجال کا ظہور ہوگا۔

4- دجال کے خروج کا سبب کیا ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ کسی چیز پر غضب میں آنے کی وجہ سے اس کا خروج ہوگا۔

5- دجال کا خروج کس جگہ سے ہوگا؟

تو اس پر اتفاق ہے کہ اس کا خروج مشرق کی جانب سے ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

اس کا خروج خراسان سے ہوگا۔ اس روایت کو امام احمد رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت کیا ہے کہ اس کا خروج اصفہان سے ہوگا۔

6- دجال کی صفات کیا ہیں؟ تو اس باب کی احادیث مبارکہ میں ہے وہ کانا ہوگا اور اس کی کانی آنکھ انگور کی طرح پھولی

ہوئی ہوگی اس کی آنکھوں کے درمیان ”ک، ف، ز“ لکھا ہوگا۔ اس کے ساتھ آگ اور پانی کے دریا ہوں گے۔ وہ ایک آدمی کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا وغیرہ وغیرہ۔

7- وہ کس چیز کا دعویٰ کرے گا؟

جب اس کا خروج ہوگا تو پہلے مرحلہ میں وہ ایمان اور صلاح کا دعویٰ کرے گا پھر نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کے بعد الوہیت

کا دعویٰ کرے گا جیسا کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن معتمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دجال میں کوئی خفاء نہیں ہے وہ مشرق کی طرف سے نمودار ہوگا اور دین کی تبلیغ کرے گا اس کی اتباع کی جائے گی اور اس کو

غلبہ حاصل ہوگا وہ اسی طرح تبلیغ کرتا ہوا کوفہ پہنچے گا اور اس کی پیروی کی جائے گی اور وہ لوگوں کو برا بیچنے کرے گا پھر وہ نبوت کا

دعویٰ کرے گا تب عقل والے اس سے خبردار ہو کر اس سے الگ ہو جائیں گے وہ کچھ عرصہ اس دعویٰ پر برقرار رہے گا پھر کہے گا

میں خدا ہوں پھر اس کی آنکھ ڈھانپ دی جائے گی اور اس کا کان کاٹ دیا جائے گا اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دیا

جائے گا اور وہ کسی مسلمان پر مخفی نہیں رہے گا اور مخلوق میں سے جس کے دل میں بھی رائی کے برابر ایمان ہوگا وہ اس سے علیحدہ ہو

جائے گا۔ (فتح الباری: جز: 13، ص: 91)

حضرت حُجْن بن ادرع رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ

حضرت حُجْن بن ادرع رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور پرانے مومن ہیں آپ رضی اللہ عنہ سلمیٰ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ

مقدسہ سے بہت زیادہ فیوض و برکات حاصل کیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ سلمیٰ ہیں پرانے مومن ہیں دراز عمر پائی۔ امارت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخر میں وفات ہوئی۔

(مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 600)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابِ اخْفَاءِ التَّشَهُّدِ

باب: تشہد کا آہستہ پڑھنا

یہ باب تشہد کو آہستہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

836 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُخْفِيَ التَّشَهُّدُ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تشہد کو آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

(متدرک: ج: 1، ص: 400، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 146، سنن الترمذی: ج: 1، ص: 490، صحیح ابن خزیمہ: ج: 2، ص: 349)

تشریح:

تشہد کو آہستہ پڑھنا سنت ہے یہ مسئلہ اجماعی ہے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک باب باندھا ہے جس کا نام ہے باب ماجاء انه يخفي التشهد

☆ قوله عن عبد الله رضي الله عنه

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے حالات پیچھے بیان کر دیئے گئے لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابِ الْإِشَارَةِ فِي التَّشَهُّدِ

باب: تشہد میں اشارہ کرنا

یہ باب تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنے کے حکم میں ہے۔

837 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُسْلِمٍ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُعَاوِيِّ

Marfat.com

بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ عَجَلَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ لَا يُجَاوِزُ بَصَرُهُ إِشَارَتَهُ وَحَدِيثُ حَجَّاجٍ أَيْ

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنی انگی مقدسہ سے اشارہ فرماتے تھے اور اس کو حرکت نہیں دیتے تھے۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے اضافہ کر کے فرمایا ہے کہ مجھے عامر نے اپنے والد محترم کے ذریعے سے خبر دی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ایسے ہی دیکھا ہے اور نبی کریم ﷺ اپنے لٹے ہاتھ کو الٹی ران پر رکھتے۔ عامر بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے والد محترم سے روایت کر کے فرمایا کہ آپ کی نظر اشارہ سے آگے تجاوز نہ کرتی تھی۔ اور حدیث حجاج اتم ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 131)

840 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ قِدَامَةَ مِنْ بَنِي بَجِيلَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ نَمِيرٍ الْخُزَاعِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصِعًا ذِرَاعَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُمْنَى رَافِعًا اصْبَعَهُ السَّبَابَةَ قَدْ حَنَاهَا شَيْئًا

مالک بن نمیر خزاعی نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے سیدھے ہاتھ کو اپنی سیدھی ران پر رکھا ہوا تھا سبابہ والی انگلی اٹھا کر رکھی ہوئی تھی جس کو نیچے کر کے رکھا ہوا تھا۔

(سنن النسائي: ج: 5، ص: 35، صحيح ابن حبان: ج: 5، ص: 273، صحيح ابن خزيمة: ج: 1، ص: 354)

تشریح:

تشہد میں اشارہ بالسبابہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کی روایت سے ثابت ہے۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اشارہ بالسبابہ کے ثبوت میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام انہوں نے ”تذئین العبادۃ فی تحقیق الاشارة“ رکھا ہے۔ اصل میں یہ رسالہ خلاصہ کیدانی کے رد میں تحریر فرمایا گیا ہے کیونکہ کیدانی نے اپنے اس رسالے میں اشارہ بالسبابہ کو حرام کہا ہے جس کی علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے تردید فرمائی ہے انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ بعض مکان ماوراء النہر اور اہل خراسان و عراق و روم و بلاد ہند جنہوں نے اس سنت کو ترک کیا ہے یہ قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ تحقیق کے بھی خلاف اور اپنے مسلک بلکہ ائمہ اربعہ کے مسلک کے بھی خلاف ہے۔

اشارہ کے متعلق مذاہب اربعہ

اشارہ کے وقت احناف کے نزدیک نفی کے وقت انگلی کو اٹھائے یعنی لا الہ پر اور لا اللہ پر اس کو رکھ دے اور شافعیہ کے

نزدیک الا اللہ کے وقت اشارہ کرے اور پھر اخیر تک سبابہ کو اٹھائے رکھے۔ حبلیہ کے نزدیک جب بھی تشهد میں لفظ آئے تو اس پر اشارہ کرے اور مالکیہ کے نزدیک اشارہ بالسابہ تشهد کے شروع سے آخر تشهد تک اور اس کے بعد بھی سلام تک کرے۔

مسئلہ

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

شہادت پر اشارہ کرنا یوں کہ چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو بند کر لے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ باندھے اور لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے اور سب انگلیاں سیدھی کر لے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جس کو امام ابو داؤد و نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو انگلی سے اشارہ کرتے اور حرکت نہ دیتے نیز ترمذی و نسائی و بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ایک شخص کو دو انگلیوں سے اشارہ کرتے دیکھا تو ارشاد فرمایا تو حید کر تو حید کر (یعنی ایک انگلی سے اشارہ کر)

(بہار شریعت: ج: 1، ص: 530 تا 531)

قوله: وانا اعبت بالحصى في الصلوة

علی بن عبدالرحمن معاوی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھا کہ میں نماز میں کنکریاں ہٹا رہا تھا جب انہوں نے فراغت پالی نماز سے تو انہوں نے مجھے منع فرمایا۔

نماز میں کنکریاں ہٹانے کے متعلق یہ ہے کہ

1- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ، 2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

3- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، 4- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

5- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں ایک بار کنکریاں ہٹانے کو رخصت قرار دیتے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ تو اضع اور خشوع اور خضوع کے منافی ہونے کی بناء پر اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ آئمہ اربعہ ایک بار سے زیادہ اس عمل کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ اور غیر مقلدین ایک بار سے زیادہ اس عمل کو حرام قرار دیتے ہیں۔

علامہ علی بن احمد بن حزم متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

نمازی پر فرض ہے کہ ایک بار سے زیادہ کنکریاں نہ ہٹائے۔ (الحلی: ج: 4، ص: 7)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

قوله عن عبد الله بن زبير رضي الله عنهما

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

والدہ محترمہ آپ ﷺ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ نے تبرکاً کھجور چبا کر آپ ﷺ کے منہ میں ڈالیں۔ آپ ﷺ جاں نثار صحابی تھے۔ جنگ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ کی حفاظت کے لئے لڑے اور کوئی آنچ نہ آنے دی۔ آپ ﷺ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا نام و نسبت یہ ہے۔

عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی اسدی۔

ابوبکر اور ابو خبیب آپ ﷺ کی کنیت ہے۔

1ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ آپ ﷺ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت مقدسہ میں حاضر ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تبرکاً کھجور چبا کر اس نو مولود کے منہ میں ڈالی۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ کی حفاظت میں بڑی جاٹاری سے لڑے لیکن صفین کی خانہ جنگی میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی البتہ یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ 60ھ میں جب یزید ولی عہد ہوا تو اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مکہ مکرمہ میں رہے اور یزید کے بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود اس کی بیعت نہیں کی۔ یزید کے وفد کے واپس جانے کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے تہامہ اور اہل حجاز کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ کے علاوہ باقی تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی۔ بیعت لینے کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کے عمال کو نکال دیا اور یہاں سے بنو امیہ کی حکومت اٹھ گئی۔ یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا کہ پہلے اہل مدینہ کی تادیب کی جائے اور پھر مکہ مکرمہ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا مقابلہ کیا جائے۔ واقعہ حرہ اور اہل مدینہ منورہ کو قتل و غارت کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا لیکن مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے اس کو قضاء الہی نے آلیا۔ حصین بن نمیر اس کا جانشین ہوا اور وہ مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا۔ ابھی یہ لڑائی جاری تھی کہ ربیع الاول 64ھ میں یزید مر گیا اور حصین شام واپس چلا گیا۔ ذوالقعدہ میں عبدالملک بن مروان نے حجاج کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا اس وقت حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما حرم میں پناہ گزین تھے کئی مہینوں تک یہ جنگ جاری رہی۔ بالآخر جمادی الثانی 73ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے۔ حجاج نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد آپ ﷺ کی نعش سولی پر لٹکادی۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر حضرت ابن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان جو ان بن ہو گئی تھی وہ یوں

لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کسی کو بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا آپ اپنا کام کیجئے ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ بالآخر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا۔

تم بیعت کرو ورنہ میں تمہیں زندہ جلا دوں گا۔ پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے درودیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دارالندوہ میں چلے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ

کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے اور کہا۔ میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوظیفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں اور کہا ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

نہیں! اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔ (اسد الغابہ: ج 3: ص 194)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو بکر ہے اسدی قرشی ہیں۔ حضور انور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے نانا جناب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو بکر عطا فرمائی اور انہیں کا نام عبداللہ رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام میں مہاجرین میں پہلے بچہ ہیں جو پیدا ہوئے ایک ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کان میں اذان دی مقام قبائلی بی بی اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شکم شریف سے پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ انہیں حضور انور ﷺ کی خدمت میں لائیں۔ حضور انور ﷺ نے چھوہارے سے تھسک کی آپ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں سب سے پہلے حضور انور ﷺ کا لعاب پہنچا پھر حضور انور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعا برکت دی آپ رضی اللہ عنہ کے سر اور چہرہ پر کوئی بال نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ نماز، روزے کے عادی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، والدہ بنت صدیق، نانا خون صدیق، دادی بی بی صفیہ حضور انور ﷺ کی پھوپھی، خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں حضور انور ﷺ کے ہاتھ مقدس پر چونٹھ میں بیعت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حجاج ابن یوسف نے مکہ معظمہ میں 17 سترہ جمادی آخرہ 73 تہتر منگل کے دن سولی دے کر ہلاک کیا۔ 64 چونٹھ میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔ حجاز، یمن، عراق،

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

یہ باب نماز میں ہاتھ ٹیکنے کی کراہیت کے حکم میں ہے۔

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کی نماز بتاتے جن پر غضب ہوا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 289، مسند الصحابہ فی الکتاب السبعہ: ج: 17، ص: 150)

843 حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ وَهَذَا لَفْظُهُ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَتَكَبَّرُ عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى وَهُوَ قَاعِدٌ فِي الصَّلَاةِ قَالَ هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ سَاقِطًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ لَهُ لَا تَجْلِسْ هَكَذَا فَإِنَّ هَكَذَا يَجْلِسُ الَّذِينَ يُعَذَّبُونَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو الٹے ہاتھ پر ٹیک لگاتے ہوئے دیکھا اور وہ نماز کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہارون بن زید کہتے ہیں کہ الٹے پہلو پر ساقط ہونے والا پھر دونوں متفق ہو گئے تو فرمایا کہ یوں نہ بیٹھیں کیونکہ اس طرح وہ بیٹھا کرتے ہیں جن کو عذاب دیا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 843)

تشریح:

اعتماد علی الید سے مراد یا تو عند النہوض ہے یعنی جب سجدہ سے فراغت پا کر کھڑا ہونے لگے۔ یا اعتماد علی الید سے مراد قعدہ میں ہاتھ بجائے ران پر رکھنے کے زمین پر ٹیکنا اور یہاں یہی مراد ہے۔

☆ قوله عن ابن عمر رضي الله عنهما

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ فِي تَخْفِيفِ الْقُعُودِ

باب: پہلے قعدہ میں تخفیف کرنا

یہ باب پہلے قعدہ میں تخفیف کرنے کے حکم میں ہے۔

844 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ ابِرَاهِيمَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّصْفِ قَالَ قُلْنَا حَتَّى يَقُومَ قَالَ حَتَّى يَقُومَ

ابو عبیدہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ پہلی دو رکعات میں یوں بیٹھا کرتے جس طرح کہ

(مستدرک: ج: 1، ص: 402، معجم الاوسط: ج: 5، ص: 201، سنن الترمذی: ج: 2، ص: 109، سنن النسائی: ج: 4، ص: 401)

☆ قوله كان في الركعتين الاوليين كانه على الرضف

رکعتیں اولین سے مراد قعدہ اولیٰ ہے اور مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قعدہ اولیٰ کو مختصر کرتے تھے اور یوں جلدی سے قیام فرما لیتے تھے جس طرح کہ گویا گرم پتھر ہیں جن پر زیادہ دیر نہیں بیٹھا جاتا۔ یعنی صرف تشہد پڑھ کر قیام فرمالیا کرتے تھے۔ درود ابراہیم اور دعائے پڑھا کرتے تھے۔ یہی جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور قول جدید یہ ہے کہ قعدہ اولیٰ میں بھی درود پڑھنا مستحب ہے مگر صرف محمد پر سوائے آل محمد کے یعنی اللھم صل علی محمد۔

☆ قوله قلنا حتى يقوم قال حتى يقوم

اس عبارت کی تشریح سنن ترمذی کی روایت سے ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

قال شعبة ثم حرك سعد شفتيه بشيء فاقول حتى يقوم فيقول حتى يقوم .

☆ قوله عن ابو عبيده رضى الله عنه

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ فِي السَّلَامِ

باب: سلام پھیرنا

یہ باب سلام پھیرنے کے حکم میں ہے۔

845 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح وَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ح وَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ وَ زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِيسِيُّ ح وَ حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنتَصِرِ أَخْبَرَنَا إِسْحَقُ يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ عَنْ شَرِيكَ ح وَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ

وَالْأَسْوَدُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ سُفْيَانَ وَحَدِيثِ إِسْرَائِيلَ لَمْ يُفَسِّرْهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ وَيَحْيَى بْنُ أَدَمَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ وَعَلَقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ شُعْبَةُ كَانَ يُنْكِرُ هَذَا الْحَدِيثَ حَدِيثَ أَبِي إِسْحَقَ أَنْ يَكُونَ مَرْفُوعًا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سیدھی اور الٹی طرف سلام پھیرتے تھے۔ حتیٰ کہ بغل شریف کی سفیدی دکھائی دیا کرتی۔ (یوں فرماتے) السلام علیکم ورحمة اللہ السلام علیکم ورحمة اللہ۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ لفظ حدیث سفیان کے ہیں اور حدیث اسرائیل اس کی تفسیر نہیں ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو زہیر، ابواسحاق اور یحییٰ بن آدم، اسرائیل، ابواسحاق، عبدالرحمن بن اسود، اسود اور علقمہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعبہ نے ابواسحاق سے اس کا مرفوع ہونے کا انکار کیا ہے۔

(معجم الاوسط: ج: 6، ص: 178، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 164، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 176، سنن دارقطنی: ج: 3، ص: 498)

846 حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَدَمَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ قَيْسٍ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ وَعَنْ شِمَالِهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ

علقمہ بن وائل نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے سیدھی طرف السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ سے سلام پھیرا اور الٹی طرف السلام علیکم ورحمة اللہ سے سلام پھیرا۔

(سنن دارقطنی: ج: 1، ص: 356، شرح السنہ: ج: 1، ص: 173، مسند الصحابة فی الکتاب النسخة: ج: 42، ص: 29)

847 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكْرِيَّا وَوَكَيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْقِبْطِيَّةِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ أَحَدُنَا أَشَارَ بِيَدِهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ وَمِنْ عَنْ يَسَارِهِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ مَا بَالُ أَحَدِكُمْ

يَوْمِي بِيَدِهِ كَانَتْهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٍ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدُكُمْ أَوْ لَا يَكْفِي أَحَدُكُمْ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا وَأَشَارَ بِأَصْبُعِهِ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ وَمِنْ عَنْ شِمَالِهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ مِسْعَرٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ أَمَا يَكْفِي أَحَدُكُمْ أَوْ أَحَدَهُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخْذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمَ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ وَمِنْ عَنْ شِمَالِهِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ہم نے نماز پڑھی تو ہم میں سے کسی نے سلام پھیرنے کے دوران اپنی سیدھی جانب والے اور اپنی الٹی جانب والے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ جب نماز ادا فرمائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں اس کا کیا حال ہے جو شریر گھوڑے کے دم کی مانند ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے۔ کیا تمہیں ہاتھ سے اشارہ کرنا کفایت نہیں کرتا کہ وہ اپنی سیدھی طرف والے اور الٹی طرف والے بھائی کو سلام کرے۔ ابو نعیم نے مسعر سے اپنی اسناد سے معناروایت کر کے فرمایا تم میں سے کسی کے لئے یا ان کے لئے کفایت نہیں کرتا کہ ہاتھ کو اپنی ران پر رکھے پھر اپنی سیدھی اور الٹی طرف والے بھائی کو سلام کرے۔

(معجم الکبیر: ج: 2، ص: 205، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 172)

848 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيمِ الطَّائِي عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ رَافِعُوا أَيْدِيَهُمْ قَالَ زُهَيْرٌ أَرَاهُ قَالَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَانَتْهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٍ أُسْكِنُوا فِي الصَّلَاةِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا اور لوگوں نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا ہوا تھا۔ فرمایا کہ زہیر فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں نماز میں۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے ہاتھوں کو کیسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ یوں اٹھے ہوئے ہیں جس طرح شریر گھوڑوں کی دیں ہوں نماز میں سکون سے رہو۔

(معجم الکبیر: ج: 2، ص: 202، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 280، سنن النسائی: ج: 4، ص: 416، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 197)

تشریح: مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں جانب

سلام پھیرا جائے۔ (المغنی: ج: 1، ص: 323)

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے السلام ورحمة اللہ۔

علامہ ابن القاسم مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ۔

امام صرف سامنے کی طرف منہ کر کے کہے السلام علیکم ورحمة اللہ اور منفرد اور مقتدی دائیں بائیں جانب منہ کر کے دوبار سلام پھیریں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 278)

☆ قوله ابو داؤد و رواه زهير عن ابی اسحق و يحيى بن آدم عن اسرائيل عن ابیه پہلی پانچ اسناد یوں تھیں کہ ان میں ابو اسحاق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ کے درمیان صرف ایک ہی واسطہ ابو الاحوص کا تھا اور چھٹی سند میں جو اسرائیل کی ہے اس میں واسطہ تو ایک ہی ہے مگر ابو الاحوص کے ساتھ ساتھ اسود بھی شامل ہیں اور جس کو زہیر نے روایت کیا ہے اور جس کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ بیان فرما رہے ہیں ان میں ابو اسحاق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ کے درمیان دو واسطے ہیں 1- ایک تو عبدالرحمن بن الاسود کا، 2- اور دوسرا اسود کا۔ تو گویا دو فرق ہوئے ایک تو یہ کہ گزشتہ اسانید میں ابو اسحاق اور صحابی کے درمیان صرف ایک واسطہ تھا اور زہیر اور یحییٰ بن آدم کی روایت میں دو واسطے ہیں اور دوسرا جو فرق ہے وہ صرف تعین واسطہ کا ہے کہ وہاں واسطہ ابو الاحوص کا تھا اور یہاں بجائے اس کے عبدالرحمن بن الاسود اور اسود کا ہے۔

☆ قوله قال ابو داؤد شعبة كان ينكر هذا الحديث حديث ابی اسحق

شعبہ کا اس حدیث سے انکاری ہونا یہ ہوگا کہ اس کی سند میں اختلاف و اضطراب ہے کیونکہ ابو اسحاق اس کو کبھی تو ابو الاحوص سے روایت کرتے ہیں اور کبھی عبدالرحمن بن الاسود سے روایت کرتے ہیں اور کبھی علقمہ سے روایت کرتے ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے ورنہ تو شعبہ کی رائے نہ کرتے یا نقل کرنے کے بعد اس کی تردید کرتے مگر امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہذا حدیث حسن صحیح تو پتہ چلا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کو شعبہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت ان سب طرق سے محفوظ اور ثابت ہو۔

مسئلہ

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

السلام علیکم ورحمة اللہ دوبار کہنا پہلے داہنی طرف پھر بائیں طرف (سنت ہے) (بہار شریعت: ج: 1، ص: 535)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

علیکم السلام کہنا مکروہ ہے یونہی آخر میں وبرکاتہ ملا نا بھی نہ چاہئے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 293)

Marfat.com

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام دائیں سلام میں خطاب سے ان مقتدیوں کی نیت کرے جو دائیں طرف ہیں اور بائیں سے بائیں طرف والوں کی، مگر عورت کی نیت نہ کرے اگرچہ شریک جماعت ہو نیز دونوں سلاموں میں کرانا کاتبین اور ان ملائکہ کی نیت کرے جن کو اللہ عزوجل نے حفاظت کے لئے مقرر کیا اور نیت میں کوئی عدد معین نہ کرے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 294)

مسئلہ

علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد ترمذی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں:

مقتدی بھی ہر طرف کے سلام میں اس طرف والے مقتدیوں اور ان ملائکہ کی نیت کرے۔ نیز جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی بھی نیت کرے اور امام اس کے محاذی ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے اور منفرد صرف ان فرشتوں ہی کی نیت کرے۔ (تنویر الابصار: ج: 2، ص: 299)

مسئلہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام دائیں بائیں کو انحراف کرے اور دائیں طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی منہ کر کے بیٹھ سکتا ہے جبکہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو اگرچہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ: ج: 6، ص: 204)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

قوله عن جابر بن سمره رضى الله عنه

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رضی اللہ عنہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ عامری ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی۔ 74 چوتھریں وفات ہے۔ ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔ (مرآة المناجیح: ج: 8، ص: 525)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم



بَابُ الرَّدِّ عَلَى الْإِمَامِ

باب: امام کے سلام کا جواب دینا

یہ باب امام کے سلام کا جواب دینے کے متعلق ہے۔

849 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ أَبُو الْجَمَاهِرِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَرُدَّ عَلَى الْإِمَامِ وَأَنْ نَتَحَابَّ وَأَنْ يُسَلِّمَ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ امام کے سلام کا جواب دو اور ہم ایک دوسرے سے محبت کریں اور آپس میں سلام کریں۔

(مسندک: جز: 1، ص: 403، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 181، شرح السنہ: جز: 1، ص: 173، صحیح ابن خزیمة: جز: 3، ص: 104)

تشریح:

قوله ان نرد على الامام..... الخ

رد علی الامام کا مطلب یہ ہے کہ جب مقتدی نماز میں السلام علیکم کہے تو کم کے خطاب میں امام کو بھی شامل کرے، اور ایک دوسرے کو سلام کرنا چاہے نماز ہو یا خارج نماز، نماز میں سلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مقتدی جب السلام علیکم کہے تو جس طرح اس میں امام کے سلام کی نیت کرے اسی طرح نماز میں شریک ہونے والے مقتدیوں کی نیت بھی کرے اس کے ساتھ ساتھ ملائکہ عظام کی بھی نیت کرے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مقتدی بھی ہر طرف کے سلام میں اس طرف والے مقتدیوں اور ان ملائکہ کی نیت کرے۔ نیز جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی بھی نیت کرے اور امام اس کے محاذی ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے اور منفرد صرف ان فرشتوں ہی کی نیت کرے۔ (درمختار: جز: 2، ص: 299)

سلام کرنا

قوله وان يسلم بعضنا على بعض

ایک دوسرے کو سلام کرنا چاہے نماز میں ہو یا خارج نماز، نماز میں سلام کرنے کا حکم تو بیان کر دیا ہے اب خارج نماز میں سلام کرنے کے متعلق احادیث مبارکہ اور اقوال علماء درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک مسلمان پر اپنے بھائی کے لیے پانچ چیزیں واجب ہیں۔

1- سلام کا جواب دینا، 2- چھینک لینے والے کو الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، 3- دعوت کو قبول

کرنا، 4- مریض کی عیادت کرنا، 5- اور جنازہ کے ساتھ جانا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6332)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سوار، پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے اور قلیل، کثیر کو سلام کریں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2160)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہود اور انصاری کو تم سلام میں پہل نہ کرو اور جب تم میں سے کوئی شخص اس کو راستے میں ملے تو اس کو تنگ راستے پر

چلنے کے لئے مجبور کرے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2167)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد کے پاس سے گزرے وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے

ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2640)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی جماعت گزرے تو ان کے لئے یہ کافی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کرے اور جو لوگ بیٹھے ہوئے ہوں ان کے لئے یہ کافی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کا جواب دے۔ (مشکوٰۃ: رقم الحدیث: 4948)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کا لڑکوں کے پاس سے گزر رہا تو آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6247)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب اہل کتاب تم کو سلام کریں تو تم کہو وعلیکم۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6358)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا فرمایا ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا، جب پیدا کیا یہ فرمایا کہ ان فرشتوں کے پاس جاؤ اور سلام کرو اور سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں جو کچھ وہ تحیت کریں وہی تمہاری اور تمہاری ذریت کی تحیت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے پاس جا کر السلام علیکم کہا۔ انہوں نے جواب میں کہا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جواب میں ملائکہ نے ورحمۃ اللہ زیادہ کیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص جنت میں جائے گا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا اور ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد لوگوں کی خلقت کم ہوتی گئی حتیٰ کہ اب (اب تو چھوٹے قد والے انسان ہوتے ہیں)

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6227)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا کہ
اسلام کی کون سی چیز سب سے اچھی ہے۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانتے ہو اور نہیں پہچانتے سب کو سلام کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 12)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک مومن کے دوسرے مومن پر چھ حق ہیں۔

- 1- جب وہ بیمار ہو تو عیادت کرے، 2- جب مر جائے تو اس کے جنازے میں جائے، 3- جب وہ بلائے تو اجابت کرے یعنی حاضر ہو، 4- جب اس سے ملے تو سلام کرے، 5- جب چھینکے تو جواب دے، 6- اور حاضر و غائب اس کی خیر خواہی کرے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 1935)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں معروف کے ساتھ۔

- 1- جب اس سے ملے تو سلام کرے، 2- جب وہ بلائے اجابت کرے، 3- جب چھینکے یہ جواب دے، 4- جب بیمار ہو عیادت کرے، 5- جب وہ مر جائے اس کے جنازے کے ساتھ جائے، 6- جو چیز اپنے لیے پسند کرے اس کے لئے پسند کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2745)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں تم نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو کیا تمہیں

ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 93)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص پہلے سلام کرتا ہے وہ تکبر سے بری ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 8786)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بیٹے جب گھر والوں کے پاس جاؤ تو ان کو سلام کرو تم پر تمہارے گھر والوں پر اس کی برکت ہوگی۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2707)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص پہلے سلام کرے وہ رحمت الہی کا زیادہ مستحق ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 5197)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص اپنے بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے پھر ان دونوں کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملاقات ہو تو پھر سلام کرے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 5200)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سلام بات چیت کرنے سے پہلے ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2707)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سلام کو کلام سے پہلے ہونا چاہئے اور کسی کو کھانے کے لئے نہ بلاؤ جب تک وہ سلام نہ کر لے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2708)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سوال سے پہلے سلام ہے جو شخص سلام سے پہلے سوال کرے اس کو جواب نہ دو۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 25287)

حدیث مبارکہ: 20

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہود و نصاریٰ کو ابتداءً سلام نہ کرو اور جب تم ان سے راستہ میں ملو تو ان کو تنگ راستہ کی طرف مضطر کرو۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 13)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

راستوں کے بیٹھنے میں بھلائی نہیں ہے مگر اس کے لئے جو راستہ بتائے اور سلام کا جواب دے اور نظر نیچی رکھے اور

بو جھلانے پر مدد کرے۔ (شرح السنۃ: رقم الحدیث: 3232)

حدیث مبارکہ: 22

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ہمارے غیر کے ساتھ تشبہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ تشبہ نہ کرو۔ یہودیوں کا سلام

انگلیوں کے اشارے سے ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارے سے ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2704)

حدیث مبارکہ: 23

حضرت ابو جریؓ سے روایت ہے کہ
میں نے حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ کہا۔
علیک السلام یا رسول اللہ ﷺ۔ میں نے دوبار کہا۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
علیک السلام نہ کہو علیک السلام مردہ کی تحیت ہے السلام علیک کہا کرو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2730)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
سوار پیدل کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6232)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔
لوگوں نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں راستہ میں بیٹھنے سے چارہ نہیں ہم وہاں آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب تم نہیں مانتے اور بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستہ کا حق ادا کرو۔
لوگوں نے عرض کیا۔
راستہ کا حق کیا ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
نظر نیچی رکھنا اور اذیت کو دور کرنا اور سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کا حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2161)

حدیث مبارکہ: 26

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور السلام علیکم کہا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو جواب دیا وہ بیٹھ گیا۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔ پھر دوسرا آیا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا وہ بیٹھ گیا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس کے لئے بیس۔ پھر تیسرا شخص آیا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اس کو جواب دیا اور یہ بھی بیٹھ گیا۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس کے لئے تیس نیکیاں ہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 5195)

جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے

حافظ یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو سلام کرنے میں سلف اور خلف کا اختلاف ہے۔
بعض نے کہا۔

جب عورتیں محرم نہ ہوں تو مردان کو سلام نہ کریں یہ احناف کا قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب عورتوں سے اذان اور اقامت اور نماز میں بلند آواز سے پڑھنا ساقط ہو گیا تو ان سے سلام کا جواب دینا بھی ساقط ہو گیا لہذا ان کو سلام نہ کیا جائے۔
دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ

بوڑھی عورتوں کو سلام کیا جائے اور جوان عورتوں کو فتنہ کے خوف سے سلام نہ کیا جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔
علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر مسلمان کو ذمی سے کوئی کام ہو تو وہ اس کو سلام کر لیں ورنہ ان کو سلام کرنا مکروہ ہے جس طرح مسلمان کا ذمی سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کریں تو ان کو جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر جواب میں صرف اتنا کہے وعلیکم۔ کسی ذمی کو تعظیماً سلام کرنا کفر ہے۔ مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح جمعہ کے خطبہ کے وقت جو سلام کرے اس کے سلام کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔ جب انسان کسی کے گھر جائے تو پہلے اجازت طلب کرے۔ پھر سلام کرے پھر کلام کرے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پر اضافہ نہ کرے سلام کا فوراً جواب دے۔ فاسق کو سلام کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ فاسق معلن ہو ورنہ نہیں۔ اسی طرح جو شخص سلام کا جواب دینے سے حقیقتاً عاجز ہو مثلاً کھانا کھا رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے یا جو شخص سلام کا جواب دینے سے شرعاً عاجز ہو مثلاً نماز پڑھ رہا ہو یا قرآن مجید

پڑھ رہا ہوا ان کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کسی نے سلام کیا تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے۔

(در مختار علی ہاشم رد المحتار: جز: 5، ص: 264 تا 267)

نیز علاء الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ان لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ جو نماز پڑھ رہا ہو، قرآن مجید پڑھ رہا ہو، حدیث بیان کر رہا ہو، خطبہ دے رہا ہو، خطبہ سن رہا ہو، فقہ کا تکرار کر رہا ہو، مقدمہ کا فیصلہ کر رہا ہو، کسی فقہی مسئلہ میں بحث کر رہا ہو، اذان دے رہا ہو، اقامت کہہ رہا ہو، دینی کتب کا درس دے رہا ہو۔ جو ان اجنبی عورتوں کو سلام کرنا زیادہ مکروہ ہے۔ جو شطرنج کھیل رہا ہو یا جو فسق میں ان کے مشابہ ہو (ہر وہ شخص جو کسی گناہ میں مشغول ہو مثلاً جو اکیل رہا ہو، شراب پی رہا ہو، لوگوں کی غیبت کر رہا ہو، کبوتر اڑا رہا ہو، گانا گار رہا ہو، مذاق کرنے والے بوڑھے کو سلام نہ کرے، نہ جھوٹ بولنے والے کو نہ لغو باتیں کرنے والے کو نہ گالیاں دینے والے کو نہ اس کو جو اجنبی عورتوں کو دیکھتا ہو۔ شامی)

جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کر رہا ہو، کافر کو اور جو شخص برہنہ ہو اور جو پیشاب پاخانہ میں مشغول ہو اور جو کھانا کھا رہا ہو یعنی اس کے منہ میں لقمہ ہو جو شخص استاد سے سبق پڑھ رہا ہو، جو شخص تسبیح پڑھ رہا ہو یا تلبیہ پڑھ رہا ہو یا اونگھ رہا ہو یا نیند میں ہو یا نشہ میں ہو یا مجنون ہو ان تمام لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ان حالتوں میں سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے۔ (در مختار مع رد المحتار: جز: 1، ص: 414 تا 415)

☆ قوله عن سمرة رضى الله عنه

یہ حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے اور انصار کے حلیف تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رضی اللہ عنہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے حلیف تھے، حافظ قرآن تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے فیوض پائے۔ 59 انسٹھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (مرآة المناجیح: جز: 8، ص: 584)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم



بَابُ التَّكْبِيرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

باب: بعد نماز تکبیر کہنا

یہ باب نماز کے بعد تکبیر کہنے کے متعلق ہے۔



850 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو عَنْ أَبِي مَعْبِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ يُعْلَمُ انْقِضَاءُ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز مکمل کا پتہ تکبیر سے ہوتا تھا۔

(معجم الکبیر: ج: 2، ص: 186، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 184، سنن النسائی: ج: 5، ص: 137، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 610)

851 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبُلْخِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا مَعْبِدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفَعَ الصَّوْتِ لِلدُّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ وَأَسْمَعُهُ

ابو معبد مولیٰ ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں فرض نماز سے فراغت پا کر بلند آواز سے ذکر کرتا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نماز سے فراغت پانے کا علم سننے کے وقت پاتا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 851)

تشریح:

قوله عن ابن عباس قال كان يعلم انقضاء صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير .
یعنی فرض نماز کے بعد نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے سلام کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہا کرتے تھے جس سے ہم سمجھ جاتے کہ اب مسجد میں نماز کا اختتام ہوا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں نماز کے بعد ذکر بالجہر طریق معروف تھا حالانکہ اس وقت بھی نماز میں مسبوقین ہوتے تھے اس حدیث مبارکہ کی ناسخ کوئی حدیث مبارکہ نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے۔ (فتح الباری: ج: 2، ص: 325)

حافظ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے بعض متقدمین نے جماعت کے بعد با آواز بلند تکبیر کہنے اور ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔ (عمدة القاری: ج: 6، ص: 126)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد وغیرہ میں مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قرأت یا نماز میں خلل ہو۔ (ردالمحتار: ج: 1، ص: 618)

یہی علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

بعض احادیث مبارکہ سے ذکر بالجہر کی تائید ہوتی ہے اور بعض سے ذکر خفی کی ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ اشخاص اور احوال کے اختلاف پر محمول ہیں اور جس حدیث مبارکہ میں ہے کہ سب سے بہتر ذکر خفی ہے وہ اس کے معارض نہیں ہے کیونکہ خفی اس وقت بہتر ہے جب جہر سے ریا کا خدشہ ہو یا کسی کی نیند یا عبادت میں خلل کا اندیشہ ہو اور جب یہ موانع نہ ہوں تو بعض علماء نے کہا ہے کہ جہر افضل ہے کیونکہ اس کا نفع سننے والوں تک پہنچتا ہے اور اس کے قلب کو بیدار کرتا ہے اس کو غور و فکر کا موقع ملتا ہے اس کی نیند دور ہوتی ہے اور اس کی فرحت زیادہ ہوتی ہے۔ (ردالمحتار: ج: 1، ص: 444)

ذکر اللہ چاہے نماز کے بعد ہو یا کسی وقت ہو فضائل سے خالی نہیں جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے:

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابن آدم کا کوئی کلام اس کے لئے مفید نہیں ہے سوائے نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔

(الجامع الصحیح: رقم الحدیث: 2412)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اس شخص کو دوزخ سے نکال دو جس نے ایک دن بھی میرا ذکر کیا ہو یا کسی ایک مقام پر مجھ سے ڈرا

ہو۔ (الجامع الصحیح: رقم الحدیث: 2594)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھ پر اسلام کے احکام بہت زیادہ ہیں۔ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جس سے

میں چٹ جاؤں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔ (الجامع الصحیح: رقم الحدیث: 3375)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس کا درجہ سب سے زیادہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مرد و عورت بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوں۔

میں نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! نمازی فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر کوئی شخص اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کرے اور وہ زخمی ہو کر خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ

کا ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ ہے۔ (الجامع الصحیح: رقم الحدیث: 3376)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام انس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ! مجھے وصیت کیجئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

گناہوں کو ترک کر دو یہ سب سے اچھی ہجرت ہے۔ فرائض کی حفاظت کرو یہ سب سے افضل جہاد ہے اور بہ کثرت اللہ

تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ تم جو کام بھی کرو گی اس میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6731)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمہارا سب سے بہتر عمل ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور تمہارے

سب سے بلند درجہ کا باعث ہو اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کی خیرات سے افضل ہو اور جب کل تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو

تم ان کی گردنیں مارو یا وہ تمہاری گردنیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور خبر دیجئے (یا رسول اللہ ﷺ)!
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3790)

☆ قوله ابا معبد مولى ابن عباس رضى الله عنهما

ابو معبد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام تھے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہتے تھے ان سے کثیر احادیث مبارکہ

روایت ہیں۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ حَذْفِ التَّسْلِيمِ

باب: سلام کا اختصار

یہ باب سلام کو اختصار کرنے کے متعلق ہے۔

852 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْفَرِّيَابِيُّ حَدَّثَنَا
الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ قُرَّةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَذَفَ السَّلَامُ سُنَّةٌ قَالَ عِيسَى لَهَايِي ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ
رَفْعِ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَبَا عُمَيْرٍ عِيسَى بْنَ يُونُسَ الْفَاخُورِيَّ الرَّمْلِيَّ قَالَ
لَمَّا رَجَعَ الْفَرِّيَابِيُّ مِنْ مَكَّةَ تَرَكَ رَفْعَ هَذَا الْحَدِيثِ وَقَالَ لَهَا أَيْ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ رَفْعِهِ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سلام کا اختصار سنت ہے۔

(مشترک: جز: 1، ص: 355، سنن ابی الکبریٰ: جز: 2، ص: 180، سنن الترمذی: جز: 2، ص: 2، صحیح ابن خزیمہ: جز: 1، ص: 362)

تشریح:

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث مبارکہ کے بعد فرماتے ہیں کہ

قال ابن المبارك يعني ان لا تمده مدا و روى عن ابراهيم النخعي انه قال التكبير جزم

والسلام جزم -

☆ قوله حذف السلام سنة

یہاں پر دو طرح سے معنیٰ مراد لیے گئے ہیں 1- ایک تو یہ ہے حذف الحركة عن لفظ الجلالة یعنی سلام کے اخیر میں جو لفظ اللہ ہے ورحمة اللہ میں اس کی حرکت کو حذف کر کے ساکن پڑھنا، 2- دوسرا یہ ہے کہ الاسراع وترك لمداو الالحالة یعنی نماز کا سلام جلدی سے کہہ کر فارغ ہو جانا زیادہ ٹھہر کر اور تجوید سے نہ پڑھنا۔ اس میں حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ اگر امام اس لفظ کو خوب تجوید کے ساتھ کھینچ کر کہیں تو ممکن ہے کوئی مقتدی امام سے پہلے سلام کر کے فارغ ہو جائے تو اس میں تقدم علی الامام فی السلام لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مقتدی کو امام سے پہلے سلام پھیرنا جائز نہیں مگر بضرورت مثلاً خوف حدث ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ آفتاب طلوع کر آئے گا یا جمعہ یا عیدین میں وقت ختم ہو جائے گا۔ (ردالمحتار: ج: 2: ص: 293)

☆ قوله عن ابى هريرة رضى الله عنه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ إِذَا أَحْدَثَ فِي صَلَاتِهِ يَسْتَقْبِلُ

باب: جب نماز میں حدث لاحق ہو جائے تو چلا جائے

یہ باب نماز میں حدیث لاحق ہونے کی صورت مسجد سے چلے جانے کے متعلق ہے۔

853 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عِيْسَى بْنِ حِطَّانَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدْ صَلَاتَهُ

حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی نماز کی حالت ہوا کا خروج ہو تو اسے چاہئے کہ وضو کرے اور دوبارہ نماز پڑھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 1، ص: 34، سنن دارقطنی: ج: 2، ص: 134، شرح السنہ: ج: ۴، ص: 185، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 8)

تشریح:

اس مسئلہ کے متعلق اختلاف و دلائل پہلی جلد میں بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیجئے۔

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن علي بن طلق رضي الله عنه

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ حنفی یمامی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حنفی یمامی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے سلم ابن سلام نے روایات لیں۔ (مرآة المناجیح: ج: 8، ص: 561)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْمَكْتُوبَةُ

باب: کسی کا اس جگہ نوافل پڑھنا جس جگہ اس نے فرض پڑھے ہوں

یہ باب فرض کی جگہ نوافل پڑھنے کے حکم کے متعلق ہے۔

854 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَعَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ لَيْثٍ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْعِزُّ
أَحَدُكُمْ قَالَ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ أَوْ عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ زَادَ فِي
حَدِيثِ حَمَّادٍ فِي الصَّلَاةِ يَعْنِي فِي السُّبْحَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے۔ عبد الوارث نے بیان کیا ہے کہ مقدم یا موخر ہو جائے یا سیدھی یا الٹی طرف ہو جائے۔ حماد کی حدیث مبارکہ میں اضافہ ہے کہ یعنی نفل نماز کے اندر۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 352، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 190، شرح السنہ: ج: 1، ص: 174، مسند احمد: ج: 19، ص: 175)

855 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ خَلِيفَةَ عَنِ
الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ صَلَّى بِنَا إِمَامٍ لَنَا يُكْنَى أَبَا رَمْثَةَ فَقَالَ صَلَّيْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ أَوْ مِثْلَ
هَذِهِ الصَّلَاةِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ يَقُومَانِ فِي الصَّفِّ

الْمُقَدَّم عَنْ يَمِينِهِ وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ فَصَلَّى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتَّى رَأَيْنَا بَيَاضَ خَدَّيْهِ ثُمَّ انْفَتَلَ كَأَنفِتَالِ أَبِي رَمْثَةَ يَعْنِي نَفْسَهُ فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِي أَدْرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ يَشْفَعُ فَوَثَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ فَأَخَذَ بِمَنْكِبِهِ فَهَزَّهٗ ثُمَّ قَالَ اجْلِسْ فَإِنَّهُ لَمْ يَهْلِكْ أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلَوَاتِهِمْ فَصَلَّ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ فَقَالَ أَصَابَ اللَّهُ بِكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَقَدْ قِيلَ أَبُو أُمَيَّةَ مَكَانَ أَبِي رَمْثَةَ

ارزق بن قیس سے روایت ہے کہ ہمیں امام صاحب نے نماز پڑھائی جن کی کنیت ابو رمثہ ہے پس فرمایا کہ میں نے اس نماز کو یا اس نماز کی مثل نبی کریم ﷺ کی معیت میں پڑھی۔ ارشاد فرمایا کہ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما صف اول میں سیدھی طرف کھڑے تھے اور ایک شخص نماز کی تکبیر اولیٰ میں حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد سیدھی طرف سلام پھیرا حتیٰ کہ ہم نے رخسار مقدسہ کی سفیدی کو دیکھا پھر یوں مڑ گئے جس طرح ابو رمثہ مڑ گئے پس جو آدمی تکبیر اولیٰ میں حاضر ہوا تھا وہ قیام کر کے دوبارہ پڑھنے لگ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف تشریف لے گئے پس ان کو کندھوں سے پکڑ کر ہلانے لگے پھر ارشاد فرمایا کہ بیٹھو کیونکہ اہل کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں کہ ان کی نمازوں کے مابین فصل نہیں ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے نظر مقدسہ اٹھائی پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن خطاب! تجھے درست بات کی توفیق ہو۔

(متدرک: ج: 1، ص: 403، معجم الاوسط: ج: 2، ص: 316، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 190)، (مسند الصحابہ فی الکتاب النسخہ: ج: 45، ص: 205)

تشریح:

☆ قوله ايعجز احدكم ان يتقدم او يتاخر الخ

کیا تم سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ کر آگے یا پیچھے یادائیں بائیں ہٹ کر نوافل یا سنتیں پڑھا کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ جہاں فرض ہوں وہاں نوافل یا سنتیں نہ پڑھے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سنتیں وہیں نہ پڑھے بلکہ دائیں آگے پیچھے ہٹ کر پڑھے یا گھر جا کر پڑھے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 302)

☆ قوله صلى بنا امام لنا يكتفى ابا رمثه الخ

یہ حدیث کے نام میں اختلاف ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

ان کا نام رفاعہ بن یثربی

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

ان کا نام عمار بن یثربی ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

ان کا نام حیان بن وہیب ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

جندب ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

خشاش ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ نے التہذیب میں یہ نام اسی طرح لکھے ہیں مگر سنن ابوداؤد کے نسخوں میں ابورمہ

ہے۔

حضرت ارزق بن قیس رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ارزق بن قيس رحمة الله عليه

حضرت ارزق بن قیس رضی اللہ عنہ تابعی ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت ساری احادیث مبارکہ لیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رضی اللہ عنہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حارثی ہیں تابعی ہیں بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ (مرآة المناجیح: جز: 8، ص: 517)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ السَّهْوِ فِي السَّجْدَتَيْنِ

باب: سجدہ سہو کے متعلق

یہاں پر سجدتین سے مزاد رکعتین ہے یعنی اگر کوئی شخص دو رکعت پڑھنا بھول جائے اور بجائے چار کے دو پر ہی سلام پھیرے تو اس کا کیا حکم ہے۔ یہ باب اسی بارے میں ہے۔

856 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتِي الْعِشِيِّ الظُّهْرِ أَوْ الْعَصْرِ قَالَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدِّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَيْهِمَا إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى يُعْرِفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ ثُمَّ خَرَجَ سَرْعَانَ النَّاسِ وَهُمْ يَقُولُونَ قُصِرَتِ الصَّلَاةُ قُصِرَتِ الصَّلَاةُ وَفِي النَّاسِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ فَقَامَ رَجُلٌ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَمِّيهِ ذَا الْيَدَيْنِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْسَيْتَ أَمْ قُصِرَتِ الصَّلَاةُ قَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصِرِ الصَّلَاةُ قَالَ بَلْ نَسَيْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْقَوْمِ فَقَالَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَأَوْمَأُوا أَيْ نَعَمْ فَرَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَقَامِهِ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ الْبَاقِيَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ وَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ وَكَبَّرَ قَالَ فَقِيلَ لِمُحَمَّدٍ سَلَّمَ فِي السَّهْوِ فَقَالَ لَمْ أَحْفَظْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلَكِنْ بُنِيتُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ بِإِسْنَادِهِ وَحَدِيثُ حَمَّادٍ أَتَمُّ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ بِنَا وَلَمْ يَقُلْ فَأَوْمَأُوا قَالَ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ قَالَ ثُمَّ رَفَعَ وَلَمْ يَقُلْ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ وَتَمَّ حَدِيثُهُ لَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فَأَوْمَأُوا إِلَّا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكُلُّ مَنْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ لَمْ يَقُلْ فَكَبَّرَ وَلَا ذَكَرَ رَجَعَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنَى ابْنَ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَمَّادٍ كُلِّهِ إِلَى الْآخِرِ قَوْلُهُ بُنِيتُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ قُلْتُ فَالتَّشَهُدُ قَالَ لَمْ أَسْمَعْ فِي التَّشَهُدِ وَاحِبٌ إِلَى أَنْ يَتَشَهَّدَ وَلَمْ يَذْكُرْ كَانَ يُسَمِّيهِ ذَا الْيَدَيْنِ وَلَا ذَكَرَ فَأَوْمَأُوا وَلَا ذَكَرَ الْغَضَبَ وَحَدِيثُ حَمَّادٍ عَنْ أَيُّوبَ أَتَمُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ وَهْشَامٍ وَيَحْيَى بْنُ عَتِيْقٍ وَابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قِصَّةِ ذِي الْيَدَيْنِ أَنَّهُ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَقَالَ هِشَامُ يَعْنَى ابْنُ حَسَّانَ كَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ أَيْضًا حَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ وَحُمَيْدٌ

وَيُونُسُ وَعَاصِمُ الْأَحْوَلُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ مَا ذَكَرَ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ أَنَّهُ كَبَّرُ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَرَوَى حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عِيَّاشٍ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ هِشَامٍ لَمْ يَذْكُرَا عَنْهُ هَذَا الَّذِي ذَكَرَهُ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّهُ كَبَّرُ ثُمَّ كَبَّرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَلَمْ يَسْجُدْ سَجْدَتِي السَّهْوِ حَتَّى يَقْنَهُ اللَّهُ ذَلِكَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ وَلَمْ يَسْجُدِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تُسْجَدَانِ إِذَا شَكَّ حَتَّى لَقَاهُ النَّاسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي بِهَذَا الْخَبَرِ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَارِثِ بْنُ هِشَامٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَعِمْرَانُ ابْنُ أَبِي أَنَسٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَالْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ جَمِيعًا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ سَجَدَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيهِ وَلَمْ يَسْجُدْ سَجْدَتِي السَّهْوِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی، فرمایا کہ ہمیں آپ ﷺ نے دو رکعات پڑھا کر سلام پھیر دیا پھر ایک لکڑی کی جانب تشریف لے گئے جو کہ مسجد کے بالکل سامنے تھی تو آپ ﷺ نے اس پر اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو ایک دوسرے پر رکھ دیا۔ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر غضب کی حالت تھی۔ پھر جلدی سے جانے والے لوگ نکل گئے اور وہ یوں کہنے لگے کہ نماز قصر ہو گئی ہے اور لوگوں میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے جنہوں نے بات کرنے کا خوف کھا رکھا تھا۔ ایک شخص نے قیام کیا جس کو رسول اللہ ﷺ ذوالیدین فرماتے تھے اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو بھول لاحق ہو گئی یا نماز کم کر دی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ تو نماز کم ہو گئی ہے اور نہ ہی میں بھولا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ بلکہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذوالیدین نے سچ کہا ہے، لوگوں نے اشارہ سے جی ہاں کہا، رسول اللہ ﷺ اپنے

مقام پر تشریف لے آئے تو بقیہ دو رکعات ادا فرمائیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر فرمائی اور سجدہ کیا سابقہ سجدوں جیسا یا ان سے بھی لمبا۔ پھر پلٹ آئے پھر اٹھے اور تکبیر فرمائی اور پہلے سجدوں کی مانند سجدہ کیا ان سے بھی لمبا۔ پھر اٹھے اور تکبیر فرمائی۔ راوی فرماتے ہیں کہ محمد سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یاد نہیں رہا لیکن مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر سلام پھیرا۔ ایوب نے محمد سے اپنی اسناد کے روایت کیا اور حدیث حماد اتم ہے۔ انہوں نے فرمایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم کو پڑھائی اور نہ ہی اشارے کے بارے میں کچھ کہا۔ فرمایا کہ لوگوں نے کہا۔ جی ہاں۔ فرماتے ہیں کہ پھر اٹھے اور اس طرح نہیں کہا کہ اور تکبیر فرمائی پھر تکبیر فرمائی اور دیگر سجدوں جیسا سجدہ کیا یا ان سے لمبا پھر اٹھے اور آگے حدیث پوری کی انہوں نے مابعد کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اشارہ کا مگر حماد بن زید نے، امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا جس نے بھی اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا انہوں نے نہیں کہا تکبیر فرمائی اور نہ لوٹنے کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی آگے حماد کی تمام حدیث معنا آخر اس قول تک کہ مجھے خبر دی گئی کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر سلام پھیرا۔ میں نے عرض کیا پس تشہد۔ فرماتے ہیں کہ تشہد کے بارے میں، میں نے نہیں سنا اور میں پسند کرتا ہوں تشہد کو پڑھنا اور ذوالیدین کہنے کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی لوگوں کے اشارہ کرنے کا ذکر فرمایا اور نہ غضب کا ذکر فرمایا اور حماد کی حدیث ایوب سے اتم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قصہ ذوالیدین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر فرمائی اور سجدہ فرمایا۔ ہشام یعنی ابن حسان فرماتے ہیں کہ پھر تکبیر فرمائی اور سجدہ فرمایا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ کو حبیب بن شہید، حمید، یونس، عاصم احول، محمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی ذکر نہیں کیا جو حماد بن زید نے ہشام سے روایت کیا ہے کہ تکبیر فرمائی پھر تکبیر فرمائی اور سجدہ فرمایا۔ حماد بن سلمہ اور ابو بکر بن عیاش نے اس حدیث مبارکہ کو ہشام سے روایت کیا ہے اور ان سے اس کا ذکر نہیں کیا جس کا ذکر حماد بن زید نے کیا کہ تکبیر فرمائی پھر تکبیر فرمائی۔ عبید اللہ بن عبد اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس قصہ کو روایت کر کے فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے سہو کے نہیں کیے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین نہ دلا دیا۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ ابو بکر بن سلیمان بن ابوشمہ نے خبر دی ہے کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر دو سجدے نہیں فرمائے جو کہ کرتے ہیں جب شک ہو تو سب لوگوں نے بتایا ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی خبر سعید بن مسیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے دی ہے۔ فرمایا کہ مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور ابو بکر بن حارث بن ہشام اور عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کو یحییٰ بن کثیر اور عمران بن ابی انس نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے انہوں نے اس قصہ کو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے دو سجدوں کا ذکر نہیں کیا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو زبیدی، زہری، ابو بکر بن سلیمان بن ابو حمزہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے اس میں ارشاد فرمایا کہ دو سجدے سہو کے نہیں کیے۔

(معجم الاوسط: ج: 3، ص: 76، سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 70، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 346، سنن الدارقطنی: ج: 4، ص: 33)

857 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبرَاهِيمَ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَقِيلَ لَهُ نَقَصْتَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی تو آپ ﷺ نے دو رکعات کے بعد سلام پھیر دیا۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ نماز کم ہو گئی ہے؟ تو آپ ﷺ نے دو رکعات اور پڑھا دیں پھر دو سجدے کیے۔

(مسند الصحابہ فی الکتاب النسخ: ج: 1، ص: 273)

858 حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذئبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْصَرَفَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ صَلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَقْصَرْتَ الصَّلَاةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْ نَسِيتَ قَالَ كُلُّ ذَلِكَ لَمْ أَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ فَعَلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ أَنْصَرَفَ وَلَمْ يَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ دَاوُدُ بْنُ الْحَصَنِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ التَّسْلِيمِ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ الْهَفَافِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرض نماز میں دو رکعات کے بعد پھر گئے ایک شخص نے

آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز کو کم کر دیا گیا ہے یا آپ ﷺ کو بھول ہو گئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان تمام میں سے میں نے کچھ نہیں کیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اس طرح کیا ہے۔ پس آپ ﷺ نے آخری دو رکعات ادا فرمائیں پھر لوٹ گئے اور دو سجدے سہو کے نہیں کیے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کو داؤد بن حصین، ابوسفیان مولیٰ ابی احمد، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کر کے فرمایا کہ پھر دو سجدے کیے اس حال میں کہ سلام کے بعد بیٹھے ہوئے۔ ضمضم بن جوس ہفانی نے اس قصہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے فرمایا کہ پھر سلام کے بعد دو سجدوں کو کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہم نے نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے دو رکعات کے بعد سلام پھیر دیا۔ آگے حدیث ابن سیرین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے فرمایا پھر سلام پھیرا پھر سجدہ دو سجدے سہو کے کیے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 858)

859 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح وَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُسْلِمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّاءُ حَدَّثَنَا أَبُو قَلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ مِنَ الْعَصْرِ ثُمَّ دَخَلَ قَالَ عَنْ مُسْلِمَةَ الْحُجْرَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخُرْبَاقُ كَانَ طَوِيلَ الْيَدَيْنِ فَقَالَ لَهُ أَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَخَرَجَ مُغْضَبًا يَجُرُّ رِدَائَهُ فَقَالَ أَصَدَقَ قَالُوا نَعَمْ فَصَلَّى تِلْكَ الرَّكَعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْهَا ثُمَّ سَلَّمَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین رکعات عصر کے بعد سلام پھیر دیا پھر اندر تشریف لے گئے۔ فرماتے ہیں کہ مسلمہ حجریہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا جسے خرباق کہتے تھے اور وہ طویل ہاتھوں والا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز کم ہو گئی ہے تو غضب کی حالت میں اپنی چادر مبارک کو گھسیٹ کر تشریف لائے پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! (یا رسول اللہ ﷺ) تو آپ ﷺ نے ایک رکعت کو پڑھا دیا پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے فرمائے پھر سلام پھیرا۔

(معجم الکبیر: ج: 4، ص: 219، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 335، سنن النسائی: ج: 5، ص: 10، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 379)

تشریح: سجدہ سہو کے متعلق اختلاف آئمہ

احناف کے نزدیک اگر کسی سے کوئی واجب ترک ہو گیا ہو تو سلام کے بعد سجدہ سہو کرے اور شافعیہ کے نزدیک سلام سے پہلے سجدہ سہو کر لے۔ مالکیہ کے نزدیک نماز میں کسی فعل کی کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور کسی فعل کی زیادتی ہو تو بعد میں سجدہ کرے۔ حنبلیہ کے نزدیک جن صورتوں میں نبی کریم ﷺ نے سلام سے پہلے سجدہ کیا وہاں پہلے ہی سجدہ کرے اور جن صورتوں میں بعد میں سجدہ کیا ان میں بعد میں سجدہ کرے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ

ان صورتوں کے سوا سجدہ نہ کرے جن میں آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور وہ پانچ صورتیں ہیں۔

- 1- پہلی صورت تو یہ ہے کہ دو رکعت کے بعد بلا قعدہ کھڑے ہو گئے جیسا کہ ابن الجینہ رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ دو رکعت نماز پڑھا کر بغیر قعدہ کیے کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے نماز مکمل فرمائی اور ہم سلام کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور بیٹھے ہوئے سلام سے پہلے دو سجدے کیے۔
- 2- دوسری صورت یہ ہے کہ دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جس طرح کہ ذوالیدین کی روایت ہے۔
- 3- تیسری صورت یہ ہے کہ تین رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا جس طرح کہ حضرت عمران بن حصین رحمہ اللہ کی روایت ہے۔
- 4- چوتھی صورت یہ ہے کہ پانچ رکعات پڑھا دیں جس طرح کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ کی روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھائیں، عرض کیا گیا کہ کیا نماز بڑھ گئی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا ہوا ہے؟ عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ نے پانچ رکعات پڑھا دی ہیں۔ پس آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔
- 5- پانچویں صورت یہ ہے کہ شک کی صورت میں سجدہ کیا جس طرح کہ حضرت ابوسعید خدری رحمہ اللہ کی روایت ہے۔

(عمدة القاری: جز: 7، ص: 304)

نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرے یا پہلے؟

تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سجدہ سہو کے لئے تشہد کے قائل ہی نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں آپ ﷺ نے سجدہ سہو کا حکم فرمایا ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ امر واجب کے لئے آتا ہے۔ (عمدة القاری: جز: 7، ص: 304)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی تلافی کے لئے سجدہ سہو واجب ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات کے بعد دہنی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشهد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 655)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لیے کافی ہیں مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 125)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
قصد واجب ترک کیا تو سجدہ سہو سے وہ نقصان دفع نہ ہوگا بلکہ اعادہ واجب ہے یونہی اگر سہو واجب ترک ہوا اور سجدہ سہو نہ کیا جب بھی اعادہ واجب ہے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 655)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
فرض و نفل دونوں کا ایک حکم ہے یعنی نوافل میں بھی واجب ترک ہونے سے سجدہ سہو واجب ہے۔
(فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 126)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
نفل کی دو رکعات پڑھیں اور ان میں سہو ہوا پھر اسی پر بنا کر کے دو رکعات اور پڑھیں تو سجدہ سہو کرے اور فرض میں سہو ہوا تھا اور اس پر قصد نفل کی بنا کی تو سجدہ سہو نہیں بلکہ فرض کا اعادہ کرے اور اگر اس فرض کے ساتھ سہو نفل ملایا ہو مثلاً چار رکعات پر قعدہ کر کے کھڑا ہو گیا اور پانچویں کا سجدہ کر لیا تو ایک رکعت اور ملائے کہ یہ دو نفل ہو جائیں اور ان میں سجدہ سہو کرے۔
(ردالمحتار: ج: 2، ص: 654)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
سجدہ سہو کے بعد بھی التحیات پڑھنا واجب ہے التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں درود شریف بھی پڑھے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 125)

مسئلہ

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

ظہر کی نماز پڑھتا تھا اور یہ خیال کر کے چار پوری ہو گئیں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو چار پوری کر لے اور سجدہ سہو کرے۔

(در مختار: ج: 2، ص: 674)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہقولہ محمد رحمۃ اللہ علیہ

یہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی۔ فن حدیث و تعبیر خواب کے امام تھے۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متونی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام محمد ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دو برس پہلے پیدا ہوئے۔ تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی۔ فن حدیث و تعبیر خواب کے امام تھے۔ ایک بار جوزا تارے کو ثریا سے آگے بڑھا ہوا پایا تو فرمایا میری موت قریب ہے مگر پہلے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وفات پائیں گے پھر میں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سو 100 دن پہلے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 136)

ایک اور مقام پر رقم ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو بکر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات لیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد، عالم فقیہ، زاہد، محدث تھے۔ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ مختلف علوم میں مشہور ہیں۔ موروں عجلی کہتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے زیادہ کوئی فقیہ عابد نہ دیکھا۔ خلف ابن ہشام کہتے ہیں کہ

رب تعالیٰ نے ابن سیرین کو خشوع خضوع، خوش خلقی عطا فرمائی تھی لوگ جب انہیں دیکھتے تھے خدا یاد آ جاتا تھا۔

اشعت کہتے ہیں کہ

محمد ابن سیرین سے جب کوئی شرعی مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کا چہرہ فق ہو جاتا تھا۔

مہدی کہتے ہیں کہ

ہم ابن سیرین کے پاس بیٹھے تھے مختلف تذکرے کرتے تھے مگر جب موت کا ذکر آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ فق ہو جاتا اور ہم سے اجنبی ہو جاتے گویا پہلا والا حال تھا ہی نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 77 ستر سال ہوئی۔ 110 ایک سو دس میں وفات

ہوئی۔ مترجم نے قبر انور کی زیارت کی ہے بصرہ کے قریب ہی ہے۔ حضرت خواجہ حسن بھری اور حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہما ایک ہی حجرہ میں آرام فرما ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خواب کے امام مانے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعبیر نامہ مشہور ہے۔

(مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 605)

حضرت عبداللہ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ

قوله ابن شہاب

آپ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور تابعین کے دوسرے طبقے میں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث مبارکہ کوفہ میں مشہور ہیں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالحرب ہے خولانی ہیں۔ تابعین کے دوسرے طبقے میں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث مبارکہ کوفہ میں مشہور ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 542)

بَابِ إِذَا صَلَّى خَمْسًا

باب: جب پانچ رکعات پڑھ لیں

یہ باب بھول کر پانچ رکعات پڑھنے سے نماز کے حکم میں ہے۔

860 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَمُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ الْمَعْنَى قَالَ حَفْصٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ السَّحَكَمِ عَنْ أَبِرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ لَهُ أَرِيدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ صَلَّيْتُ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا ہوا ہے؟ عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعات ادا فرمائی ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد دو سجدے فرمائے۔

(سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 57، سنن ابیہتی الکبریٰ: ج: 2، ص: 341، سنن النسائی: ج: 5، ص: 3، سنن الترمذی: ج: 2، ص: 153)

861 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبِرَاهِيمُ فَلَا أَدْرِي زَادَ أَمْ نَقَصَ فَلَمَّا

سَلَّمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَدَتْ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَتَنَى رَجُلَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَسَجَدَ بِهِمْ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا انْقَلَبَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ لَوْ حَدَّثَتْ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ أَنْبَأْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَقَالَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيَتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَسَلِّمْ ثُمَّ لِيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بِهِذَا قَالَ فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَحَوَّلْ فَسَجَدْ سَجْدَتَيْنِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ حُصَيْنٌ نَحْوَ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ زیادہ ادا فرمائیں یا کم۔ جب سلام پھیرا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز میں کچھ نئی بات ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کیا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ ﷺ نے اس طرح نماز ادا فرمائی ہے تو آپ ﷺ اپنے پاؤں اقدس کو جھکا کر قبلہ کی طرف ہوئے تو دو سجدے کیے۔ پھر سلام پھیرا۔ پس جب فراغت پالی تو آپ ﷺ نے اپنا مقدس چہرہ ہماری طرف کیا پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر نماز میں کچھ ہو جائے تو مجھے خبر دے دیا کرو کیونکہ میں بھی بشر ہوں بھول جاتا ہوں جس طرح کہ تم بھولتے ہو پس جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلادیا کرو اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو شک ہو تو تفکر کیا کرے صحیح بات کیا ہے تو اس پر نماز کو مکمل کرے پھر سلام پھیر دے پھر دو سجدے کر لیا کرے۔ علقمہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی بھول جائے تو سجدے کر لیا کرے۔ پھر آپ ﷺ پھر گئے پس دو سجدے فرمائے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو حصین اعمش کی مانند روایت کیا ہے۔

(مسند احمد: ج: 7، ص: 455، مسند الصحابة في الكتب الستة: ج: 25، ص: 26)

862 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ح وَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَ هَذَا حَدِيثُ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا فَلَمَّا انْقَلَبَ تَوَشَّوْشَ الْقَوْمُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ زِيدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ لَا قَالُوا فَإِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَانْقَلَبَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ

علقہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے پانچ رکعات پڑھا دیں پس جب آپ ﷺ نے فراغت پالی تو لوگوں نے ایک دوسرے کو تشویش میں ڈال دیا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا نماز زیادہ ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں تو۔ انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ نے تو آج پانچ رکعات ادا فرمائی ہیں۔ پس آپ ﷺ پھرے تو سجدے فرمائے پھر سلام پھیرا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بشر ہوں بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو۔

(صحیح مسلم: ج: 2، ص: 85، مسند ابی عوانہ: ج: 1، ص: 519، مسند الصحابہ فی الکتاب السنۃ: ج: 25، ص: 27)

863 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ سُؤَيْدَ بْنَ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمًا فَسَلَّمَ وَقَدْ بَقِيَتْ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةٌ فَأَذْرَكَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَسَيْتَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةٌ فَرَجَعَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَأَمَرَ بِأَلَا فَاقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ رَكْعَةً فَأَخْبَرْتُ بِذَلِكَ النَّاسَ فَقَالُوا لِي اتَّعَرَّفَ الرَّجُلُ قُلْتُ لَا إِلَّا أَنْ أَرَاهُ فَمَرَّ بِي فَقُلْتُ هَذَا هُوَ فَقَالُوا هَذَا طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدٍ اللَّهِ

حضرت معاویہ بن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا جبکہ نماز سے ایک رکعت رہتی تھی ایک آدمی نے آپ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ﷺ کو نماز سے ایک رکعت بھول ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ دوبارہ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا تو آپ ﷺ نے اقامت کہی پس آپ ﷺ نے لوگوں کو ایک رکعت پڑھا دی۔ میں نے لوگوں کو یہ خبر دی تو وہ کہنے لگے کہ کیا تمہیں اس شخص کا پتہ ہے میں نے کہا! نہیں سوائے اس کے کہ میں اس کو پہچان لوں گا لہذا میرے پاس سے اس کا گزر رہا تو میں نے کہا یہی ہے۔ لوگ کہنے لگے یہ تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 359، سنن النسائی: ج: 3، ص: 43، مسند احمد: ج: 55، ص: 243، مسند الصحابہ فی الکتاب السنۃ: ج: 50، ص: 222)

تشریح: اختلاف آئمہ اربعہ!

جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک چوتھی رکعت پر قعدہ کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں نماز صحیح ہو جائے گی سجدہ سہو کر لینا کفایت کرے گا مگر احناف کے نزدیک چوتھی رکعت پر بیٹھنے کی صورت میں تو نماز صحیح ہو جائے گی سجدہ سہو کر لینا کفایت کرے گا اور اگر بغیر قعدہ کے کوئی شخص کھڑا ہو جائے تو اگر سجدہ میں جانے سے قبل یا آجائے تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے نماز درست ہو جائے گی اور اگر سجدہ میں چلا گیا تو احناف کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ شیخین نے یہ فرمایا ہے کہ اس کا فرض باطل

ہوگا اگر یہ شخص ایک رکعت اور ملا لے تو چھ رکعات اس کے نوافل ہو جائیں گے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً باطل ہو جائے گی۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر بقدر تشہد قعدہ اخیرہ کر چکا ہے اور کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے اور اگر قیام ہی کی حالت میں سلام پھیر دیا تو بھی نماز ہو جائے گی مگر سنت ترک ہوئی اور اس صورت میں اگر امام کھڑا ہو گیا تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دیں بلکہ بیٹھے ہوئے انتظار کریں اگر لوٹ آیا ساتھ ہو لیں اور نہ لوٹا اور سجدہ کر لیا تو مقتدی سلام پھیر دیں اور امام ایک رکعت اور ملائے کہ یہ دو نفل ہو جائیں اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے اور یہ دو رکعتیں سنت ظہر یا عشاء کے قائم مقام نہ ہوں گی اور اگر ان دو رکعات میں کسی نے امام کی اقتداء کی یعنی اب شامل ہوا تو یہ مقتدی بھی چھ پڑھے اور اگر اس نے توڑ دی تو دو رکعت کی قضا پڑھے اور اگر امام چوتھی پر نہ بیٹھا تھا تو یہ مقتدی چھ رکعت کی قضا پڑھے اور اگر امام نے ان رکعات کو فاسد کر دیا تو اس پر مطلقاً قضا نہیں۔ (در مختار: جز: 2، ص: 669)

قوله صلى رسول الله عليه وسلم الظهر خمسا فقل له ازيد في الصلوة..... الخ
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں راقم ہیں۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز کلام کرنے سے فاسد نہ ہوتی تھی چونکہ اس سوال و جواب کے باوجود نماز باقی تھی لہذا سجدہ سہو کر لیا اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ سلم سے مراد وہی نماز کا سلام ہے جو نماز تمام کرنے کی نیت سے کیا گیا تھا۔ خیال رہے کہ اگر کسی نمازی کو سلام کے بعد اپنی بھول یاد آئے تو فوراً سجدہ سہو میں گر جائے اور پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے پہلا سلام سہو کا ہو جائے گا دوسرا نماز کا۔

(مرآۃ المناجیح: جز: 2، ص: 135)

☆ اس باب کے تمام راویوں کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابِ إِذَا شَكَّ فِي الثَّانِي وَالْثَلَاثِ مَنْ قَالَ يُلْقَى الشَّكَّ

باب: جب دوسری اور تیسری رکعت میں شک ہو جائے جس نے شک کو دور کرنے کے لئے کہا

رکعات میں شک ہونے پر نمازی کیا کرے اس بارے میں باب ہے۔

864 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نَالُخَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُلْقِ الشَّكَّ وَلْيَنْ عَلَى الْيَقِينِ فَإِذَا اسْتَيْقَنَ التَّمَامَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَإِنْ كَانَتْ صَلَاتُهُ تَامَّةً كَانَتِ الرَّكْعَةُ نَافِلَةً وَالسَّجْدَتَانِ وَإِنْ كَانَتْ نَاقِصَةً كَانَتِ الرَّكْعَةُ تَمَامًا لِصَلَاتِهِ وَكَانَتِ السَّجْدَتَانِ مُرْغَمَتَي الشَّيْطَانِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نَالُخَدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ أَبِي خَالِدٍ أَشْبَعُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کے اندر شک ہو تو شک کو دور کرنے کے واسطے کسی ایک بات پر یقین کر لے جب یقین مکمل ہو جائے تو دو سجدے کر لے اگر نماز مکمل ہو گئی تھی تو یہ والی رکعت نفلی بن جائے گی اور دو سجدے اور اگر نماز کم تھی تو یہ والی رکعت اس کی نماز کو مکمل کر دے گی اور دونوں سجدے شیطان کو خوار کرنے کے واسطے ہوئے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا اس کو ہشام بن سعد اور محمد بن مطرف، عطاء بن یسار اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور حدیث ابی خالد اشبع ہے۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 468، سنن الکبریٰ: ج: 2، ص: 333، سنن دارقطنی: ج: 4، ص: 54، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 387)

865 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَى سَجْدَتَيِ السَّهْوِ الْمُرْغَمَتَيْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہو کے دونوں سجدوں کا نام شیطان کو خوار کرنے والے رکھا۔ (المستدرک: ج: 1، ص: 393، صحیح ابن حبان: ج: 6، ص: 380، صحیح ابن خزیمہ: ج: 2، ص: 134)

866 حَدَّثَنَا الْقُعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيُصَلِّ رَكْعَةً وَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيمِ فَإِنْ كَانَتِ الرَّكْعَةُ الَّتِي صَلَّى خَامِسَةً شَفَعَهَا بِهَاتَيْنِ وَإِنْ كَانَتْ رَابِعَةً فَالْسَّجْدَتَانِ تَرْغِيمٌ لِلشَّيْطَانِ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِي عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِإِسْنَادِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَإِنْ اسْتَيْقَنَ أَنْ قَدْ صَلَّى ثَلَاثًا فَلْيَقُمْ فَلْيَتِمَّ رَكْعَةً
بِسُجُودِهَا ثُمَّ يَجْلِسْ فَيَتَشَهَّدُ فَإِذَا فَرَغَ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ يُسَلِّمَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ
جَالِسٌ ثُمَّ لِيُسَلِّمَ ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَى مَالِكٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكٍ
وَحَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ وَدَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ وَهَشَامِ بْنِ سَعْدٍ إِلَّا أَنَّ هِشَامًا بَلَغَ بِهِ أَبَا سَعِيدٍ
الْخُدْرِيَّ

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں شک لاحق ہو جائے جو یہ نہ جانتا ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو اسے چاہئے کہ ایک رکعت مزید پڑھ لے اور دو سجدے کر لے جبکہ وہ بیٹھا ہوا ہو جس رکعت کو پڑھ لیا وہ پانچویں ہے تو دونوں سجدوں کو دو گنا بنا ڈالیں گے اور اگر چوتھی ہے تو دونوں سجدوں کو شیطان کو خوار کر دیں گے۔ زید بن اسلم نے مالک کی اسناد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کے اندر شک لاحق ہو جائے اگر تو اس کو یقین ہو جائے کہ انہوں نے تین ہی پڑھی ہیں تو ایک رکعت کو سجدوں کے ساتھ اور پڑھ لے پھر بیٹھ کر تشہد پڑھ لے پس جب فراغت پالے سلام کے علاوہ کچھ بھی نہ بچے تو دو سجدے کر لے کہ وہ بیٹھا ہوا ہو پھر سلام پھیر دے پھر مالک کی مانند معناروایت کیا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو اسی طرح ابن وہب نے مالک اور حفص بن میسرہ اور داؤد بن قیس اور ہشام بن سعد سے روایت کیا ہے مگر اس کو ہشام نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تک پہنچایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۲: ص ۳۳۱، سنن دارقطنی: ج ۱: ص ۱، ۳۷۵، شرح السنہ: ج ۱: ص ۱۸۵)، (مسند الصحابہ فی الکتاب السنۃ: ج ۲: ص ۲۱، ص ۳۷۴)

تشریح: اختلاف آئمہ کرام

اگر کسی کو نماز کی حالت میں عدد رکعت میں شک واقع ہو جائے تو اس کو کیا کرنا چاہئے اس بارے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔

- 1- ایک صورت تو یہ ہے کہ سرے سے ہی نماز پڑھی جائے گی۔
- 2- دوسری صورت یہ ہے کہ کم کے یقین ہونے پر بنا کرے۔
- 3- تیسری صورت یہ ہے کہ ظن غالب پر بنا کرے اس کو تحری کہتے ہیں جس کو نماز اس طرح کا شک کثرت سے پیش نہ آتا بلکہ اتفاقاً کبھی لاحق ہو جاتا ہو تو اس کے لئے حکم کہ وہ از سر نو نماز پڑھے اور جس کو شک پیش آتا رہتا ہے اس کے لئے تحری کا حکم ہے تحری کرنے کے بعد جس طرف بھی ذہن زیادہ ہو جائے اسی کو اختیار کرے اور اگر سوچنے کے باوجود کسی ایک طرف کو غلبہ نہ ہو تو پھر بناء کم پر ہے۔ مثال کے طور پر کسی کو شک ہوا تھا کہ اس کی تین رکعات ہوئیں یا چار تو اگر سوچنے سے کسی ایک طرف ذہن

مطمئن ہو جائے تو اسی کو اختیار کر لے ورنہ جو کم متعین ہو گیا یعنی تین رکعات تو پھر اسی کو اختیار کرے لہذا ایک رکعت مزید ملا لے۔ امام شافعی کے نزدیک بناء کم پر ہے اور روایات میں جس تحری کا ذکر آیا ہے اس کے متعلق آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ تحری کے معنی ہیں ارادہ کرنا یعنی جو بات درست ہے اسی کو اختیار کرنا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ درست چیز کم پر ہی یقین ہونا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر نمازی کو کثرت سے شک و شبہ لاحق ہو تا رہتا ہے تو اس کے لئے تحری کا حکم ہے اگر اس کو کثرت سے شک و شبہ پیش نہیں آتا تو بناء یقین پر کرے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا مشہور مذہب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ امام اور منفرد کے درمیان فرق ہے امام کے لئے تحری اور ظن غالب پر عمل کرنا ہے اور منفرد کے لئے بناء کم پر ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں روایات ہیں 1- ایک تو تحری مطلقاً، 2- دوسری بناء کم پر مطلقاً۔

مسئلہ

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کو شمار رکعت میں شک ہو مثلاً تین لوٹیں یا چار اور بلوغ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے تو سلام پھیر کر یا کوئی عمل منافی نماز کر کے توڑ دے یا غالب گمان کے بموجب پڑھ لے مگر بہر صورت اس نماز کو سرے سے پڑھے محض توڑنے کی نیت کافی نہیں اور اگر یہ شک پہلی بار نہیں بلکہ پیشتر بھی ہو چکا ہے تو اگر ظن غالب کی طرف ہو تو اس پر عمل کرے ورنہ کم کی طرف کو اختیار کرے یعنی تین اور چار میں شک ہو تو تین قرار دے۔ دو اور تین میں شک ہو تو دو۔ وعلیٰ ہذا القیاس اور تیسری چوتھی دونوں میں قعدہ کرے کہ تیسری رکعت کا چوتھی ہونا محتمل ہے اور چوتھی میں قعدہ کے بعد سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے اور گمان غالب کی صورت میں سجدہ سہو نہیں مگر جبکہ سوچنے میں بقدر ایک رکن کے وقفہ کیا ہو تو سجدہ سہو واجب ہو گیا۔ (ہدایہ اولین: ص: 76)

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ

☆ قوله عن عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عطاء بن یسار تابعی بزرگ ہیں اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ کثیر احادیث مبارکہ آپ ﷺ سے منقول ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کی کنیت ابو محمد ہے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مدینہ منورہ کے مشہور تابعی ہیں۔ چوراسی سال عمر ہوئی 97 ستانویں میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 547)

حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ

☆ قوله عن زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابواسامہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں مدنی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں۔ 136 ایک سو چھتیس میں وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 580)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يُتِمُّ عَلَى أَكْبَرِ ظَنِّهِ

باب: جس نے کہا ظن غالب پر عمل کرے

یہ باب نماز کی رکعات میں ظن غالب پر عمل کرنے کے متعلق ہے۔

867 حَدَّثَنَا النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كُنْتَ فِي صَلَاةٍ فَشَكَّكَتَ فِي ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعٍ وَأَكْبَرُ ظَنِّكَ عَلَى أَرْبَعٍ تَشْهَدُ ثُمَّ سَجَدْتَ سَجْدَتَيْنِ وَأَنْتَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ تُسَلِّمَ ثُمَّ تَشْهَدُ أَيْضًا ثُمَّ تُسَلِّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ خُصِيفٍ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَوَافَقَ عَبْدَ الْوَاحِدِ أَيْضًا سُفْيَانُ وَشَرِيكَ وَاسْرَائِيلُ وَاخْتَلَفُوا فِي الْكَلَامِ فِي مَتْنِ الْحَدِيثِ وَلَمْ يُسْنِدُوهُ

ابو عبیدہ بن عبد اللہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نماز میں تم کو شک لاحق ہو جائے کہ تین رکعات پڑھی یا چار اور تمہارا ظن غالب چار کی جانب ہو تو تشہد پڑھو پھر دو سجدے کرو بیٹھے ہوئے پھر بھی تشہد پڑھے پھر سلام پھیر دے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کو عبد الواحد نے خصیف سے روایت کیا ہے اور مرفوع نہ کیا۔ اور عبد الواحد کے سفیان، شریک اور اسرائیل موافق ہوئے اور انہوں نے متن حدیث میں اختلاف کیا اور اس کو مسند نہیں کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 336، سنن دارقطنی: ج: 4، ص: 77، مسند احمد: ج: 7، ص: 403، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج: 3، ص: 446)

868 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِيُّ حَدَّثَنَا

يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا عِيَاضُ ح وَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ابَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هَلَالِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نَالْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَمْ يَذَرِ زَادَ أَمْ نَقَصَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَإِذَا آتَاهُ الشَّيْطَانُ فَقَالَ إِنَّكَ قَدْ أَحَدْتُمْ فَلْيَقُلْ كَذَبْتَ إِلَّا مَا وَجَدَ رِيحًا بَانْفِهِ أَوْ صَوْتًا بِأُذُنِهِ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ ابْنِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَ قَالَ مَعْمَرُ وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عِيَاضُ بْنُ هَلَالٍ وَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ عِيَاضُ بْنُ أَبِي زُهَيْرٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو زیادتی یا کمی یاد نہ رہے تو اسے چاہئے کہ بیٹھے ہوئے دو سجدے کر لیا کرے پس جب اس کے پاس شیطان آ کر یہ کہے کہ تمہیں تو حدت لاحق ہو گیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ کہے تم جھوٹ بولتے ہو مگر بدبو اپنے ناک سے سونگھے یا اپنے کان سے آواز سنے۔ یہ لفظ حدیث ابان کے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معمر اور علی بن مبارک نے عیاض بن ہلال فرمایا ہے اور اوزاعی نے فرمایا کہ وہ عیاض بن ابی زہیر ہے۔

(متدرک: ج: 1، ص: 227، مسند ابویعلیٰ: ج: 2، ص: 376، مسند احمد: ج: 22، ص: 205، مسند الصحابة فی الکتاب النسخہ: ج: 21، ص: 385)

869 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَهُ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَذَرِيكُمْ صَلًى فَإِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَ كَذَا رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَ مَعْمَرُ وَ اللَّيْثُ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ زَادَ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيمِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيُّ بِإِسْنَادِهِ وَ مَعْنَاهُ قَالَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ لِيُسَلِّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی جب نماز کے واسطے قیام کرے تو شیطان اس کے پاس آ جاتا ہے اور اس کو بھلا دیتا ہے حتیٰ کہ اس کو پتہ نہیں لگتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھ لی ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو یہ امر لاحق ہو جائے تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو ابن عیینہ، معمر اور لیث نے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ محمد بن مسلم

نے اس حدیث مبارکہ کو اپنی اسناد سے روایت کر کے یہ اضافہ کیا کہ وہ سلام سے قبل بیٹھا ہوا ہو۔ محمد بن مسلم زہری نے اپنی اسناد سے اس کو معنایاً روایت کر کے فرمایا کہ سلام سے قبل دو سجدے کیا کرے پھر اس کو چاہئے کہ سلام پھیرے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 330، سنن النسائی: جز: 4، ص: 500، شرح السنہ: جز: 1، ص: 185، صحیح البخاری: جز: 4، ص: 448)

تشریح:

نماز میں جس طرف ظن غالب اسی کو اختیار کرے۔
ظن غالب کے متعلق پچھلے باب میں مسئلہ ذکر کر دیا گیا ہے اور اس سے ملتے جلتے مسائل درج ذیل ہیں۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
تشہد کے بعد یہ شک ہوا کہ تین ہوئیں یا چار اور ایک رکن کی مقدار خاموش رہا اور سوچتا رہا پھر یقین ہوا کہ چار ہو گئیں تو سجدہ سہو واجب ہے اور اگر ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد ایسا ہوا تو کچھ نہیں اور اس کو حدیث ہو اور وضو کرنے گیا تھا کہ شک واقع ہوا اور سوچنے میں وضو سے کچھ دیر تک رکا رہا تو سجدہ سہو واجب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 128)

مسئلہ

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی 681ھ لکھتے ہیں:
نماز پوری کرنے کے بعد شک ہوا تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر نماز کے بعد یقین ہے کہ کوئی فرض رہ گیا مگر اس میں شک ہے کہ وہ کیا کرے تو پھر سے پڑھنا فرض ہے۔ (فتح القدیر: جز: 1، ص: 452)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
شک کی تمام صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے اور غلبہ ظن میں نہیں مگر جبکہ سوچنے میں ایک رکن کا وقفہ ہو گیا تو واجب ہو گیا۔ (در مختار: جز: 2، ص: 678)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:
با وضو ہونے یا مسح نہ کرنے کا یقین ہوا اور اسی حالت میں ایک رکن ادا کر لیا تو سرے سے نماز پڑھے اگرچہ پھر یقین ہوا کہ وضو تھا اور مسح کیا تھا۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 131)

☆ قوله قال ابو داؤد رواه عبد الواحد عن خصيف الخ

اس حدیث مبارکہ کو مرفوعاً نقل کرنے میں خصیف کے شاگردوں میں محمد بن سلمہ منفرد ہیں چنانچہ عبد الواحد نے اس حدیث مبارکہ کو موقوفاً روایت کیا اور سفیان وغیرہ نے اس میں عبد الواحد کی موافقت کی ہے اگرچہ الفاظ متن کے نقل کرنے میں سفیان اور شریک وغیرہ آپس میں مختلف ہیں مگر موقوفاً نقل کرنے میں سب متفق ہیں۔

حضرت محمد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ

☆ قوله عن محمد بن مسلم رحمة الله عليه

حضرت محمد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ حکیم ابن حزام کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو زبیر ہے۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد ابن مسلم ہے مکی ہیں حکیم ابن حزم کے آزاد کردہ ہیں۔ 125 میں وفات ہے۔

(مرآة الناجح: ج: 8، ص: 581)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو زبیر ہے۔ (مرآة الناجح: ج: 8، ص: 606)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ قَالَ بَعْدَ التَّسْلِيمِ

باب: جس نے سلام کے بعد کہا

اس باب میں سلام کے بعد دو سجدے کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

870 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسَافِعٍ أَنَّ مُصْعَبَ بْنَ شَيْبَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَةً بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جسے اپنی نماز کے اندر شک لاحق ہو تو اسے چاہئے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کر لے۔

(سنن النسائي: ج: 4، ص: 496، مسند احمد: ج: 4، ص: 300، مسند الصحابة في الكتب التسعة: ج: 47، ص: 315)

تشریح:

جس کا نماز میں کوئی واجب ترک ہو گیا ہو تو سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کر لے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لیے تو کافی ہیں مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 653)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

☆ قوله عبد الله بن جعفر رضي الله عنه

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت دس سال سے بھی کم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور اپنے چچا محترم حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی البہاشمی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام اسماء بنت عمیس خثعمیہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم نے ارض حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی یہ وہیں پیدا ہوئے۔ سرزمین حبشہ میں یہ اسلام کے پہلے مولود تھے۔ اپنے والد محترم کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ یہ محمد بن ابی بکر صدیق اور یحییٰ بن علی بن ابی طالب کے اخیانی بھائی تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ اپنی والدہ محترمہ اسماء اور اپنے چچا محترم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث مبارکہ کی ہیں۔ حبشہ کی واپسی کے کچھ ہی دنوں بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی صغر سنی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عبد اللہ خلقاً اور خلقاً مجھ سے مشابہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال سے بھی کم تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 80ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اموی گورنر ابان بن عثمان نے اپنے ہاتھوں سے غسل دے کر کفن پہنایا

اور جنازے کو کندھا دیا۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص: 135)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں۔ حبشہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہے۔ حبشہ میں آپ رضی اللہ عنہ اسلام میں پہلے ہیں جو پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نوے سال عمر پائی۔ ۱۸۰ اسی میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ بڑے سخی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب بحر الجود تھا۔ بڑے خوش طبع اور حلیم تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ

اسلام میں ان جیسا سخی نہیں پیدا ہوا۔ (مرآۃ المناجیح: ج: ۸، ص: ۵۶۴)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَامَ مِنْ ثَنَتَيْنِ وَلَمْ يَتَشَهَّدْ

باب: جو دو رکعات کے بعد کھڑا ہو جائے اور تشہد نہ پڑھے

یہ باب بغیر تشہد پڑھے دو رکعات کے بعد کھڑا ہونے کے حکم میں ہے۔

871 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ بَحِينَةَ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ وَانْتَضَرْنَا التَّسْلِيمَ كَبَّرَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيمِ ثُمَّ سَلَّمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا أَبِي وَبَقِيَّةٌ قَالَا حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِمَعْنَى إِسْنَادِهِ وَحَدِيثِهِ زَادَ وَكَانَ مِنَّا الْمُتَشَهِّدُ فِي قِيَامِهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذَلِكَ سَجَدَهُمَا ابْنُ الزُّبَيْرِ قَامَ مِنْ ثَنَتَيْنِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ وَهُوَ قَوْلُ الزُّهْرِيِّ

حضرت عبداللہ بن بخینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دو رکعات پڑھائیں پھر قیام فرمایا تو بیٹھے نہیں لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ قیام کر لیا۔ پس جب نماز مکمل فرمائی اور سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو تکبیر فرما کر سلام سے پہلے دو سجدے فرمائے اور آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔ شعیب نے زہری سے اپنی اسناد سے معنای روایت کیا ہے اور اپنی حدیث میں اضافہ کیا کہ ہم اپنے قیام میں تشہد پڑھتے تھے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے ہی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے سلام سے قبل دو سجدے کیے حالانکہ آپ نے دو رکعات کے بعد قیام فرمالیا تھا۔ اور یہ قول زہری ہے۔

(سنن البیہقی الصغری: ج: ۱، ص: ۵۱۲، مسند الصالحین فی الکتاب النسخ: ج: ۴۷، ص: ۴۵۲)

تشریح:

اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ بھول جائے تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہو تو لوٹ آئے اس پر سجدہ سہو واجب نہیں اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے آخر میں سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر لوٹا تھا تو اب سجدہ سہو کرے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متونی 1088 ھ لکھتے ہیں:

فرض میں قعدہ اولیٰ بھول گیا تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہو لوٹ آئے اور سجدہ سہو نہیں اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اور آخر میں سجدہ سہو کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر لوٹا تو سجدہ سہو کرے اور صحیح مذہب میں نماز ہو جائے گی مگر گناہ گنارہوا لہذا حکم ہے کہ اگر لوٹے تو فوراً کھڑا ہو جائے۔ (در مختار: جز: 2، ص: 663)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متونی 1088 ھ لکھتے ہیں:

قعدہ اخیرہ بھول گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرے اور اگر قعدہ اخیرہ میں بیٹھا تھا مگر بقدر تشہد نہ ہوا تھا کہ کھڑا ہو گیا تو لوٹ آئے اور وہ جو پہلے کچھ دیر تک بیٹھا تھا محسوب ہوگا یعنی لوٹنے کے بعد جتنی دیر تک بیٹھا یہ اور پہلے کا قعدہ دونوں مل کر اگر بقدر تشہد ہو گئے فرض ادا ہو گیا مگر سجدہ سہو اسی صورت میں بھی واجب ہے اور اگر اس رکعت کا سجدہ کر لیا تو سجدہ سے سراٹھاتے ہی وہ فرض نفل ہو گیا لہذا اگر چاہے تو علاوہ مغرب کے اور نمازوں میں ایک رکعت اور ملا لے کہ شفع پورا ہو جائے گا اور طاق رکعت نہ رہے اگر چہ وہ نماز فجر یا عصر ہو مغرب میں اور نہ ملائے کہ چار پوری ہو گئیں۔

(در مختار: جز: 2، ص: 664)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متونی 1088 ھ لکھتے ہیں:

نفل کا ہر قعدہ قعدہ اخیرہ ہے یعنی فرض ہے اگر قعدہ نہ کیا اور بھول کر کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کر لے لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرے اور واجب نماز مثلاً وتر فرض کے حکم میں ہے لہذا وتر کا قعدہ اولیٰ بھول جائے تو وہی حکم ہے جو فرض کے قعدہ اولیٰ بھول جانے کا ہے۔ (در مختار: جز: 2، ص: 661)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252 ھ لکھتے ہیں:

چوتھی پر قعدہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کسی فرض پڑھنے والے نے اس کی اقتداء کی تو اقتداء صحیح نہیں اگر چہ لوٹ آیا اور قعدہ نہ کیا

تھا تو جب تک پانچویں کا سجدہ نہ کیا اقتداء کر سکتا ہے کہ ابھی تک فرض ہی میں ہے۔ (ردالمحتار: ج: ۲، ص: ۶۷۰)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اگر مقتدی بھول کر کھڑا ہو گیا تو ضرور ہے کہ لوٹ آئے تاکہ امام کی مخالفت نہ ہو۔ (درمختار: ج: ۲، ص: ۶۶۳)

☆ قوله عن عبد الله بن بحينه رضى الله عنه

حضرت عبد اللہ بن بھینہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ بہت زیادہ متقی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ

روایت ہیں۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ نَسِيَ أَنْ يَتَشَهَّدَ وَهُوَ جَالِسٌ

باب: جو تشهد میں بیٹھنا بھول جائے

اس باب میں جب امام تشهد سے بھول کر سیدھا کھڑا ہو جائے تو کیا کرے کے بارے میں حکم ہے۔

872 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ يَعْنِي الْجُعْفَى قَالَ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُبَيْلٍ الْأَحْمَسِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ الْإِمَامُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَإِنْ ذَكَرَ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوِيَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ فَإِنْ اسْتَوَى قَائِمًا فَلَا يَجْلِسْ وَيَسْجُدُ سَجْدَتِي السَّهْوِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَيْسَ فِي كِتَابِي عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفَى إِلَّا هَذَا الْحَدِيثُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام دو رکعات کے بعد قیام کر لے تو اگر سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آ جائے تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ بیٹھے اور دو رکعت سہو کے کر لے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری کتاب میں نہیں عن جابر جعفی مگر یہ حدیث۔

(مسند الصحابة في الكتب الستة: ج: ۳۷، ص: ۲۹۲؛ مصنف عبد الرزاق: ج: ۲، ص: ۳۱۰)

873 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا الْمُغِيرَةَ بْنُ شُعْبَةَ فَتَهَضَّ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْنَا سُبْحَانَ اللَّهِ قَالَ

(سنن البيهقي الكبير ١: جز: 2، ص: 338، مسند الصحابة في الكتب التسعة: جز: 37، ص: 299)

Marfat.com

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر بھولنے والے کے واسطے دو سجدے سلام پھیرنے کے بعد ہیں اور سوائے عمر و کے ان کے والد محترم کا کسی نے ذکر نہ کیا۔ (معجم الکبیر: ج: 2، ص: 92، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 337، مسند احمد: ج: 45، ص: 397، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 2، ص: 33)

تشریح:

اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ بھول گیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اور آخر میں سجدہ سہو کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر لوٹا تو سجدہ سہو کرے۔ صحیح مذہب میں اس کی نماز ہو جائے گی مگر گناہ گار ہوا لہذا حکم ہے کہ اگر لوٹے تو فوراً کھڑا ہو جائے۔

مسئلہ

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

فرض میں قعدہ اولیٰ بھول گیا تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہوا لوٹ آئے اور سجدہ سہو نہیں اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اور آخر میں سجدہ سہو کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر لوٹا تو سجدہ سہو کرے اور صحیح مذہب میں نماز ہو جائے گی مگر گناہ گار ہوا لہذا حکم ہے کہ اگر لوٹے تو فوراً کھڑا ہو جائے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 661)

مذہب اربعہ

امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اگر کوئی شخص دو رکعت کے بعد کھڑا ہو جائے تو سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے اگر اس کو یاد آ جائے کہ بیٹھنا تھا تو اسے چاہئے کہ وہ بیٹھ جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو شخص قعدہ اولیٰ کو چھوڑ کر کھڑا ہونے لگے تو جب تک ہاتھ زمین پر ہیں تو یاد آنے پر لوٹ آئے اور اگر ہاتھ زمین سے اٹھ گئے ہیں تو پھر نہ لوٹے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول مجھے نہیں مل سکا۔

☆ قوله قال ابو داود و ليس في كتابي عن جابر الجعفي الا هذا الحديث

جابر جعفی کی توثیق و تضعیف میں اختلاف ہے۔

شعبہ اور سفیان نے اس کی توثیق کی ہے اور یحییٰ بن معین اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تکذیب کی ہے اور فرمایا کہ میں نے جابر جعفی کو کاذب دیکھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ رافضی تھا بلکہ عبد اللہ بن سبا کے اصحاب میں سے سبائی تھا اور سا کی جو فطرت تھی وہ تقیہ والی تھی اسی وجہ سے بعض محدثین کو اس کے متعلق سہو ہو گیا اور انہوں نے اس کی توثیق کر دی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

قوله عن المغيرة بن شعبة رضى الله عنه

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ غزوہ خندق کے سال ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث

مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ثقفی ہیں خندق کے سال ایمان لائے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے آخر میں کوفہ میں رہے۔ ستر سال عمر ہوئی 50 پچاس میں وفات ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے حاکم رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار کوفہ میں ہے مشہور صحابی ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 599)

حضرت ثوبان رحمۃ اللہ علیہ

☆ قوله عن ثوبان رضى الله عنه

حضرت ثوبان رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد فرما دیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سفرو حضر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ثوبان ابن بجر د ہیں کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک سفر و حضر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ پھر شام کی بستی رملہ میں قیام رہا وہاں سے حمص چلے گئے۔ 54 چوں میں وہاں ہی وفات پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت لوگوں نے احادیث مبارکہ لیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 524)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل ووصلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ سَجْدَتِي السَّهْوِ فِيهِمَا تَشَهُدٌ وَتَسْلِيمٌ

باب: سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرے

یہ باب سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرنے کے حکم میں ہے۔

875 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي أَشْعَثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ خَالِدِ يَعْنِي الْحَدَّاءَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فَسَجَدَ فَسَجَدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ

حضرت عمران بن حصین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہو گیا پس

دوسجدے فرمائے پھر تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 470، معجم الاوسط: ج: 2، ص: 360، سنن الکبریٰ: ج: 2، ص: 355، سنن ترمذی: ج: 2، ص: 157)

تشریح:

اگر نماز میں کوئی واجب بھول سے ترک ہو گیا ہو تو سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی تلافی کے لئے سجدہ سہو واجب ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات کے بعد وہی طرف سلام پھیر کر دوسجدے کرے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔ (در مختار: ج: 2، ص: 655)

☆ قوله عن عمران بن حصين رضى الله عنه

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کا شمار فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ بصرہ کے اندر کوئی صحابی آپ رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو فرشتے بھی سلام کرتے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی مدظلہ استونی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو نجید ہے خزاعی ہیں کعبی ہیں خیبر کے سال ایمان لائے۔ تا وفات بصرہ میں رہے۔ 52 باون میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علم سکھانے کے لئے بصرہ بھیجا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ

بصرہ میں کوئی صحابی آپ رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 538)

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ انْصِرَافِ النِّسَاءِ قَبْلَ الرِّجَالِ مِنَ الصَّلَاةِ

باب: نماز کے بعد عورتوں کا مردوں سے قبل چلے جانا

یہ باب نماز کے بعد عورتوں کا مردوں سے قبل چلے جانے کے حکم میں ہے۔



876 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ مَكَتَ قَلِيلًا وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ ذَلِكَ كَيْمَا يَنْفُذُ النِّسَاءُ قَبْلَ الرِّجَالِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرتے تو کچھ دیر ٹھہر جاتے اور لوگ جان لیتے کہ یہ عورتوں کو مردوں سے قبل چلے جانے کے لئے ہے۔

(معجم الکبیر: ج: 23، ص: 355، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 183، مسند احمد: ج: 54، ص: 88، مسند اصحابہ فی الکتاب النسخۃ: ج: 37، ص:)

(338)

تشریح:

نبی کریم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں چونکہ عورتیں مسجد میں آ کر آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتی تھیں اسی لیے آپ ﷺ سلام کے بعد کچھ دیر ٹھہر جاتے تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے چلی جائیں۔ عورتوں کا مسجد میں آ کر نماز پڑھنے کا یہ سلسلہ نبی کریم ﷺ کے دور مقدس میں تھا پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور اقدس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو جماعت کی حاضری سے منع فرما دیا تھا۔ اس کی تحقیق پہلے کر دی گئی ہے۔ لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

☆ قوله عن ام سلمة رضى الله عنها

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ونسب یہ ہے۔

ہند بنت ابی امیہ بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم القرشیہ المخزومیہ۔

آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور ام المؤمنین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن

ربیعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح سے پہلے ابوسلمہ بن عبد الاسد بن مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور

آپ ﷺ کے خاوند نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی صحابیہ ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کی طرف سفر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے 3ھ میں غزوہ بدر کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یزید بن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی ایام میں فوت ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک یہ بھی ہے کہ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ (اسد الغابہ: 7: 5، ص: 560)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جس مسلمان کو وہ مصیبت پہنچے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کی اور وہ یہ دعا کرے ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ عز و جل! مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد مجھے اس سے اچھی چیز عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 918)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں سوچتی تھی کہ میرے لیے ابو سلمہ سے اچھا کون ہوگا؟ مجھے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا میں نے انکار کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے کہا۔ مرحبا! اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو میرا شوہر بنا دیا۔ میں نے اپنے بچوں کا عذر پیش کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے مستغنی کر دے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 918)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند معتمد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی ازواج میں سے سب سے پہلے حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی یہ حکمت تھی کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ

اے اللہ عز و جل! مجھے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرما۔ آپ ﷺ کے ساتھ نکاح سے آپ رضی اللہ عنہا کی دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہوا نیز بچوں والی بیوہ عورت سے نکاح کرنا اور اس کے بچوں کی پرورش کرنا آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کا اسوہ قرار پایا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

1- سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

2- پھر حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

3- پھر حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

4- پھر حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

- 5- پھر حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔
- 6- پھر حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یہ غزوۃ المریضہ میں قید ہو کر آئی تھیں۔
- 7- پھر حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔
- 8- پھر حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔
- 9- پھر حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ بنو قریظہ سے تھیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

- بنو نضیر سے تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو قید کیا پھر آپ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے چھ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔
- 10- پھر حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، صحابیات رضی اللہ عنہن میں آپ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی کا نام رملہ نہیں ہے۔

- 11- پھر حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ سات ہجری میں غزوہ خیبر میں گرفتار ہوئی تھیں۔

- نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے منتخب کر لیا اور آپ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔
- 12- پھر ذوالقعدہ سات ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام سرف میں حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

- 13- حضرت فاطمہ بنت الضحاک رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح کیا۔

- 14- حضرت اسماء بنت النعمان رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح کیا۔

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد اور ان کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ ﷺ کی نو ازواج تھیں اور کل گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں اور دو باندیاں تھیں۔ باقی وہ ازواج جن سے آپ ﷺ نے نکاح کیا اور ان کی رخصتی بھی ہوئی یا جن سے صرف نکاح ہوا ان کی تعداد اٹھائیس ہے۔

- 1- حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

- 2- حضرت الکلابیہ رضی اللہ عنہا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے نام میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا کا نام عمرہ بنت زید ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا کا نام العالیہ بنت ظبیان ہے۔

زہری نے کہا۔

نبی کریم ﷺ نے العالیہ بنت ظبیان سے نکاح کیا اور رخصتی بھی ہوئی پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

رخصتی نہیں ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہی فاطمہ بنت الضحاک ہیں۔

زہری نے کہا۔

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا رخصتی کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ طلب کی تو آپ ﷺ نے ان کو طلاق

دے دی۔

3- حضرت اسماء بنت النعمان

ان سے نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا اور ان کو بلایا تو انہوں نے کہا آپ ﷺ خود آئیں تو آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے

دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

انہوں نے ہی آپ ﷺ سے پناہ طلب کی تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ بنت قیس ہیں جو الاشعث بن قیس کی بہن ہیں۔ ان کے بھائی نے ان کا آپ سے نکاح کیا تھا پھر وہ حضرموت چلے گئے

اور ان کو بھی ساتھ لے گئے اور وہاں ان کو نبی کریم ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنی بہن کو ان کے شہر واپس بھیج دیا اور خود اسلام سے مرتد ہو گئے اور ان کی بہن بھی مرتد ہو گئیں۔

4- ملیکہ بنت کعب اللیشی

ایک قول یہ ہے کہ

انہوں نے ہی آپ ﷺ سے پناہ طلب کی تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے ان سے عمل تزوج کیا تھا پھر یہ آپ ﷺ کے پاس ہی فوت ہو گئیں۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

5- حضرت اسماء بنت الصلت

ایک قول یہ ہے کہ

ان کا نام سبا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا تھا اور یہ رخصتی سے پہلے فوت ہو گئی تھیں۔

6- حضرت ام شریک ازدیہ

ان کا نام عزیہ ہے نبی کریم ﷺ نے دخول سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی اور یہی وہ تھیں جنہوں نے اپنا نفس نبی کریم ﷺ کو ہبہ کیا تھا یہ نیک خاتون تھیں۔

7- خولہ بنت ہذیل

ان سے نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا پھر آپ ﷺ کے پاس پہنچنے سے قبل ان کی وفات ہو گئی۔

8- شراق بنت خالد

دھیہ بکلی کی بہن ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے ان کی وفات ہو گئی۔

9- لیلیٰ بنت الخطیم

رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا یہ غیرت والی تھیں انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ﷺ نکاح فسخ کر دیں تو آپ ﷺ نے نکاح فسخ کر دیا۔

10- حضرت عمرہ بنت معاویہ الکندیہ

اس سے پہلے یہ آپ ﷺ تک پہنچیں نبی کریم ﷺ کی وفات ہو گئی۔

11- حضرت الجند عیہ بنت جندب

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور عمل تزویج نہیں کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کے ساتھ عقد نہیں ہوا تھا۔

12- حضرت الغفاریہ

ایک قول یہ ہے کہ

یہی السناہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا پھر ان کے پہلو میں سفید داغ دیکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے گھر چلی جاؤ۔

13- حضرت ہند بنت یزید

ان سے بھی دخول نہیں کیا۔

14- حضرت صفیہ بنت بشامہ

آپ ﷺ نے ان کو قید کیا تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو اختیار دیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر تم چاہو تو میں تم سے نکاح کر لوں انہوں نے اجازت دے دی آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔

15- حضرت ام ہانی

ان کا نام فاختہ بنت ابی طالب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا انہوں نے کہا میں بچوں والی عورت ہوں اور عذر پیش کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا عذر قبول کر لیا۔

16- حضرت ضباعہ بنت عامر

نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر آپ کو یہ خبر پہنچی کہ یہ بوڑھی ہیں تو آپ ﷺ نے ارادہ ترک کر دیا۔

17- حمزہ بنت عمن المزنی

نبی کریم ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا ان کے والد نے کہا ان میں کوئی عیب ہے حالانکہ ان میں کوئی عیب بھی نہ تھا۔ پھر جب ان کے والد ان کے پاس گئے تو ان کو برص ہو گیا تھا۔

18- حضرت سودہ قریشہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ بھی بچوں والی تھیں آپ ﷺ نے ان کو ترک کر دیا۔

19- حضرت امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب

ان کو نبی کریم ﷺ پر پیش کیا گیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔

20- حضرت عذہ بنت ابی سفیان بن حرب

ان کو ان کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ پر پیش کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا چونکہ ان کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں۔

21- حضرت کلبیہ

ان کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے اتنی لمبی عورت کوئی نہیں دیکھی تو آپ ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا۔

22- عرب کی ایک عورت تھی جس کا نام نہیں ذکر کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا۔

23- حضرت امیمہ بنت شراحیل

ان کا ذکر صحیح بخاری میں ہے۔

24- حضرت درہ بنت ابی سلمہ

ان کو آپ ﷺ پر پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔

25- حضرت حبیبہ بنت اہل الانصاریہ

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا تھا پھر ترک کر دیا۔

26- حضرت فاطمہ بنت شریح

ابوعبید نے ان کا آپ ﷺ کی ازواج میں ذکر کیا ہے۔

27- العالیہ بنت ظبیان

رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا یہ آپ ﷺ کے پاس کچھ عرصہ رہیں پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

(عمدة القاری: ج: 3، ص: 320 تا 321)

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ نے اٹھائیس ازواج کے ذکر کرنے کا فرمایا تھا مگر ستائیس کو ذکر فرمایا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ مستوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں۔ 4 چار میں جب ابوسلمہ کا انتقال ہو گیا تو حضور انور ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ اسی سال شوال کے مہینہ میں نکاح ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہما کی عمر مبارک چوراسی سال ہوئی۔ 59 انسٹھ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے آپ کی بیٹی زینب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما وغیرہما نے روایات لیں۔

(مرآة الناجح: ج: 8، ص: 552)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ كَيْفِ الْإِنْصِرَافِ مِنَ الصَّلَاةِ

باب: نماز سے کس طرح پھرے

یہ باب نماز سے کسی جہت سے پھرنے کے متعلق ہے۔

877 حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَمَاقِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ

رَجُلٍ مِنْ طَيْيٍّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ شَقِيهِ

قبیصہ بن ہلب طیبی کے ایک شخص نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ

اس نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں نماز پڑھی تو آپ ﷺ دونوں طرفوں سے پھرا کرتے تھے۔

(معجم الکبیر: ج: 22، ص: 163، صحیح ابن حبان: ج: 5، ص: 339، مسند احمد: ج: 44، ص: 459، مسند الصحابة فی الكتب الثمسة: ج: 50، ص:)

(399)

878 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ نَصِيبًا لِلشَّيْطَانِ مِنْ صَلَاتِهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مَا يَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِهِ قَالَ عُمَارَةُ أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ بَعْدُ فَرَأَيْتُ مَنَازِلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَسَارِهِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کوئی شخص شیطان کے واسطے اپنی نماز کے اندر کوئی حصہ مقرر نہ کرے کہ ہمیشہ سیدھی طرف سے پھرے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو اکثر الٹی طرف سے واپس ہوتے دیکھا ہے۔ عمارہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے نبی کریم ﷺ کا کاشانہ طیبہ الٹی طرف دیکھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 295، مسند ابویعلیٰ: ج: 9، ص: 105، مسند الصحابة فی الکتاب التسعة: ج: 25، ص: 47)

تشریح:

امام نماز سے فراغت پا کر اٹھ کر دائیں جانب کو جائے یا بائیں جانب کو اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ حضور ﷺ اکثر نماز سے فراغت پا کر بائیں طرف کو لوٹتے تھے اور راوی خود فرما رہے ہیں کہ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کا شانہ طیبہ بھی بائیں طرف میں تھا اس وجہ سے آپ ﷺ اسی جانب کو لوٹتے تھے۔

☆ قوله عن عبد الله رضى الله عنه

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب صَلَوةِ الرَّجُلِ التَّطَوُّعِ فِي بَيْتِهِ

باب: اپنے گھر میں کسی شخص کا نوافل پڑھنا

یہ باب اپنے گھر میں نوافل پڑھنے کے حکم میں ہے۔

879 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا هَا قُبُورًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنی نمازوں میں سے اپنے گھروں میں بھی کچھ پڑھ لیا کرو اور ان کو قبور نہ بناؤ۔

(مسند رک: ج: 1، ص: 457، سنن ابن ماجہ: ج: 4، ص: 285، سنن ابی یوسف: ج: 2، ص: 189، سنن الترمذی: ج: 2، ص: 250)

880 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بَلَالٍ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَوةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي مَسْجِدِي هَذَا إِلَّا
الْمَكْتُوبَةَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کا اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے مگر فرض نماز کے۔

(معجم الاوسط: ج: 4، ص: 273، معجم الصغیر: ج: 1، ص: 328، شرح السنہ: ج: 1، ص: 239، مسند الصحابة فی الکتاب التسعة: ج: 37، ص: 123)

تشریح:

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ کے فرمان ”اپنی کچھ نمازیں گھر میں پڑھ لیا کرو“ سے یہ معنی نکلتا ہے کہ بعض فرض نمازیں گھر میں پڑھنی چاہئیں تاکہ گھر کے جو افراد مثلاً غلام، عورتیں اور بیمار لوگ نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جاسکتے وہ بھی تمہارے ساتھ گھر میں باجماعت نماز پڑھ لیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً ارشاد فرمایا ہے کہ فرائض کے علاوہ بہترین نماز گھر میں نماز ہے۔ (صحیح بخاری: ج: 1، ص: 101)

سنن مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور دیگر نوافل کا گھر میں پڑھنا مسنون و مستحسن اور افضل ہے کیونکہ اس میں ریاکاری کا کوئی خوف نہیں ہوتا اور گھر میں بھی برکت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوں گے شیطان دور بھاگ جائے گا، قبرستان نہیں رہے گا کیونکہ جب گھر میں نماز پڑھی جائے گی تو وہ گھر رحمت والا بن جائے گا اور بندے کی دنیا و آخرت سنورتی رہے گی۔

مذہب اربعہ

سنن مؤکدہ اور نوافل میں اصل اور سنت یہی ہے کہ گھر میں پڑھے جائیں جمہور کا موقف یہی ہے مگر امام مالک رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ دن کی سنت مؤکدہ مسجد میں پڑھی جائیں اور رات کی گھر میں پڑھی جائیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 37)

مسئلہ

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے مگر تراویح اور تحیۃ المسجد اور واپسی سفر کے دو نفل کہ ان کو مسجد میں پڑھنا بہتر ہے اور احرام کی دو رکعتیں کہ میقات کے نزدیک کوئی مسجد ہو تو اس میں پڑھنا بہتر ہے اور طواف کی دو رکعتیں کہ مقام ابراہیم کے پاس

پڑھیں اور معتکف کے نوافل اور سورج گہن کی نماز کہ مسجد میں پڑھے اور اگر یہ خیال ہو کہ گھر جا کر کاموں کی مشغولی کے سبب نوافل فوت ہو جائیں گے یا گھر میں جی نہ لگے گا اور خشوع کم ہو جائے گا تو مسجد ہی میں پڑھے۔ (ردالمحتار: ج: ۲، ص: ۵۶۲)

نوافل کے چند مسائل

یہاں پر نوافل کے متعلق چند مسائل پر بحث کرنا مناسب ہے۔

پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ نوافل کی جماعت کا کیا حکم ہے؟

اس کے متعلق علماء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متونی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

مختصر قدوری میں یہ لکھا ہے کہ

نوافل کی جماعت جائز نہیں ہے۔

اس سے مراد جواز کی نفی نہیں ہے بلکہ فقہاء کرام نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے کیونکہ

خلاصۃ الفتاویٰ میں قدوری نے نقل کیا ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ نہیں ہے اور اس کی تائید حلیہ میں مذکور ہے کہ امام

طحاوی رحمہ اللہ نے منصور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کورات میں دفن کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: میں نے وتر نہیں پڑھے پھر وہ کھڑے ہو گئے اور ہم نے ان کے پیچھے صف باندھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں تین

رکعت وتر کی نماز پڑھائی اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔

پھر صاحب ”الحلیہ“ نے کہا کہ

ظاہر یہ ہے کہ نوافل کی جماعت غیر مستحب ہے۔ اگر یہ جماعت کبھی کبھی ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وتر کی جماعت

کرائی تھی تو یہ مباح غیر مکروہ ہے اور اگر دائماً ہو تو پھر یہ بدعت مکروہ ہے کیونکہ یہ منقول کے خلاف ہے اور مختصر قدوری میں جو اس

کو ناجائز یعنی مکروہ لکھا ہے وہ دوام پر محمول ہے اور دیگر کتابوں میں جو اس کے خلاف لکھا ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب

نوافل کی جماعت احیاناً (کبھی کبھی) ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ

صاحب ”الحلیہ“ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ البدائع میں مذکور ہے کہ تراویح کے سوا نوافل کی جماعت کی جائے تو پھر یہ

مکروہ ہے اور علامہ خیر الدین ربلی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ کراہت کی علت دوام ہے اور ”نہایہ“ میں مذکور ہے

کہ وتر من وجہ نفل ہیں کیونکہ وتر کی ہر رکعت میں قرأت واجب ہے اور وتر بغیر اذان اور اقامت کے ادا کئے جاتے ہیں اور نفل

جماعت کے ساتھ غیر مستحب ہیں کیونکہ رمضان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وتر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھے۔ اس عبارت

میں یہ تصریح ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ تزیہنی ہے۔ (ردالمحتار: ج: ۱، ص: ۴۷۶)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری متوفی 542ھ لکھتے ہیں:

اگر امام کے سوا تین نمازی ہوں تو نوافل کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں ہے اور چار میں مشائخ کا اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ: ج: 1، ص: 154)

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہی ہے چار کی نسبت کتب حنفیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہہ جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ گناہ حرام جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 3، ص: 485)

مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابرین سے جماعت نوافل بالنداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کیے جائیں گے۔ علماء امت و حکماء ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 3، ص: 500)

علامہ نور اللہ نعیمی متوفی 1403ھ لکھتے ہیں:

کبھی کبھی نوافل کی جماعت کرنا مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے۔ (فتاویٰ نوریہ: ج: 1، ص: 272)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نوافل کی کتنی رکعات ہیں؟

اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

حنبلہ کا موقف

علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رکعت نفل جائز نہیں رات کے نوافل دو رکعت سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں کیونکہ سنن ابو داؤد میں ہے کہ رات کو نماز دو دو رکعت پڑھو اور دن کو دو دو رکعت نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات نفل بھی پڑھے تو جائز ہے۔ اگر دن اور رات میں چھ نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے تو یہ فعل مکروہ لیکن نماز ہو جائے گی۔ (المغنی: ج: 1، ص: 431)

مالکیہ کا موقف

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفل صرف دو دو رکعت ہی پڑھے جاسکتے ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 365)

شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رکعت نفل پڑھنا بھی جائز ہے مگر آن کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن اور رات میں دو دو

رکعت نفل پڑھے جائیں۔ (شرح المہذب: ج: ۴، ص: ۵۶)

حنبلیہ کا موقف

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے۔ دن اور رات میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رات اور دن میں دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے اور بعض مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

علامہ علاء الدین ہکشی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

دن کے نفل میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ اور رات میں آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات ہو چار چار رکعت پر سلام پھیرے۔ (در مختار: ج: ۲، ص: ۵۵۰)

نوافل پڑھنا فضائل سے خالی نہیں بعض لوگ فرض و سنت پڑھتے ہیں اور نوافل چھوڑ دیتے ہیں۔ نوافل کی قدر اس وقت ہو گی جب کوئی نیکی نہ ہو سکے گی سوائے ندامت کے کہ کاش یہ نوافل پڑھ لیے ہوتے۔

نوافل پڑھنے کے فضائل احادیث مبارکہ کی روشنی میں کثیر ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور کر دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے مجھ سے ایک عظیم چیز کا سوال کیا ہے۔ بے شک یہ اسی پر آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ اس کو آسان کر دے۔ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو نیکی کے ابواب کی رہ نمائی نہ کروں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے اور انسان کا آدھی رات کو نماز پڑھنا بھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدہ: ۱۶) (سنن الترمذی: رقم الحدیث: ۲۶۱۶)

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے اس کو میں نے لڑائی کا اعلان دے دیا اور میرا بندہ کسی شے سے اس قدر تقرب حاصل

نہیں کرنا جتنا فرض سے ہوتا ہے اور نوافل کے ذریعے سے ہمیشہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو محبوب بنا لیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اس کو دوں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دوں گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6502)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

قوله عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی اور کاتب ہیں۔ ہجرت سے لے کر آپ ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے تک کاتب ہی رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت بڑے فقیہ ہیں۔ علم میراث کے بھی امام ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا اس جماعت کے آپ رضی اللہ عنہ امیر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصاری ہیں۔ حضور انور ﷺ کے کاتب ہیں۔ ہجرت کے بعد سے وفات پاک تک کاتب رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ ہیں۔ علم میراث کے امام ہیں۔ قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے امیر ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی جماعت کے ساتھ خلافت صدیقی میں قرآن مجید کو جمع کیا اور عہد عثمانی میں اسے مصاحف میں نقل فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بڑی مخلوق نے احادیث روایت کیں۔ پچاس سال عمر پائی 45 پینتالیس میں وفات شریف ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 578)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ صَلَّى لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ ثُمَّ عَلِمَ

باب: جس نے قبلہ رخ کے علاوہ نماز پڑھی پھر پتہ چلا

نمازی کو قبلہ رخ کے علاوہ نماز پڑھتے پڑھتے پتہ چلا کہ اس نے تو اپنا رخ قبلہ کے علاوہ کیا ہوا ہے اب کیا کرے؟ تو یہ باب اس کے حکم کے متعلق ہے۔

881 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ وَحُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ كَانُوا يُصَلُّونَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ) فَمَرَّ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سَلَمَةَ فَنَادَاهُمْ وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ إِلَّا أَنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ حَوَّلْتُ إِلَى الْكَعْبَةِ مَرَّتَيْنِ فَمَالُوا كَمَا هُمْ رُكُوعٌ إِلَى الْكَعْبَةِ تَفْرِيعَ أَبْوَابِ الْجُمُعَةِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے پس جب اس آیت کا نزول ہوا ”قُولِ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ط“ تو بنی سلمہ سے ایک آدمی کا گزر ہوا تو انہوں نے ان کو نداء کی اور وہ نماز فجر کے رکوع کی حالت میں تھے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے قبلہ کعبہ کی طرف تھوٹل ہو گیا ہے اس نے دوبار کہا۔ فرمایا کہ انہوں نے رکوع کی حالت ہی میں کعبہ کی طرف خود کو پھیر دیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 2، ص: 11، صحیح مسلم: ج: 3، ص: 120، مسند ابی عوانہ: ج: 1، ص: 416، مسند ابی یعلیٰ: ج: 6، ص: 442)

تشریح: چند ابحاث

اس باب میں چند مسائل پر ابحاث کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث

مذہب اربعہ

اگر کسی شخص کو اندھیرے یا لاعلمی کی وجہ سے کعبہ کی سمت کا پتہ نہ ہو تو وہ غور و فکر کرے اور جس جانب اس کا ظن غالب ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھے اگر بعد میں یہ پتہ چلے کہ اس نے غلط سمت کی طرف نماز پڑھی تو اس پر اعادہ نہیں ہے اگر نماز کی ہر رکعت میں اس کی رائے بدل جائے تو اپنی رائے کے مطابق ہر رکعت میں پھرتا رہے اگرچہ چاروں طرف گھومنے کی نوبت بھی آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز درست ہو جائے گی یہ احناف کا مسلک ہے اور یہی قول حنبلیہ کا بھی ہے اور مالکیہ کے نزدیک اعادہ فی الوقت ہے لا بعد الوقت۔ اور شافعیہ کے اس میں دو اقوال ہیں۔ امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں اقوال میں اظہر قول وجوب اعادہ کا ہے اور دوسرا قول عدم اعادہ کا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اصح قول شافعیہ کا عدم وجوب والا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک ہی قول وجوب اعادہ کا لکھا ہے۔

دوسری بحث

مسائل کے متعلق

یہاں پر دوسری بحث مسائل کے بارے میں ہے کہ اگر کسی شخص کو اندھیرے یا لاعلمی کی وجہ سے کعبہ کی سمت کا پتہ نہ چلے تو وہ کیا کرے؟ اور اگر وہاں کوئی موجود ہے اور اس نے قبلہ کا رخ پوچھے بغیر نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟ اسی طرح تحری کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کے کیا احکام ہیں؟ اس طرح کے دیگر مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ: 1

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص کو کسی جگہ قبلہ کی شناخت نہ ہو، نہ کوئی ایسا مسلمان ہے جو بتا دے نہ وہاں مسجدیں محرابیں ہیں نہ چاند، سورج، ستارے نکلے ہوں یا ہوں مگر اس کو اتنا علم نہیں کہ ان سے معلوم کر سکے تو ایسے شخص کے لئے حکم ہے کہ تحریر کرے (سوچ و بچار کرے کہ قبلہ کس طرف ہے) اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔ (درمختار: جز: 2، ص: 143)

مسئلہ: 2

علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد ترمذی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں:

تحریر کر کے نماز پڑھی بعد کو معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی تو نماز ہو گئی اس کے اعادہ کی حاجت نہیں ہے۔

(تنویر الابصار: جز: 2، ص: 143)

مسئلہ: 3

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ایسا شخص اگر بغیر تحریر کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے نماز نہ ہوئی اگرچہ واقع میں قبلہ ہی کی طرف منہ کیا ہو۔ ہاں اگر قبلہ کی طرف منہ ہونا بعد نماز یقین کے ساتھ معلوم ہوا ہو گئی اور اگر بعد نماز اس کا جہت قبلہ ہونا گمان ہو یقین نہ ہو یا اثنائے نماز میں اسی کا قبلہ ہونا معلوم ہوا اگرچہ یقین کے ساتھ تو نماز نہ ہوئی۔ (درمختار: جز: 2، ص: 147)

مسئلہ: 4

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر سوچا اور دل میں کسی طرف قبلہ ہونا ثابت ہوا مگر اس کے خلاف دوسری طرف اس نے منہ کیا نماز نہ ہوئی اگرچہ واقع میں وہی قبلہ تھا جدھر منہ کیا اگرچہ بعد کو یقین کے ساتھ اسی کا قبلہ ہونا معلوم ہو۔ (درمختار: جز: 2، ص: 147)

مسئلہ: 5

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی جاننے والا موجود ہے اس سے اس نے پوچھا نہیں خود غور کر کے کسی طرف کو پڑھ لی تو اگر قبلہ ہی کی طرف منہ تھا تو نماز ہو گئی ورنہ نہیں۔ (رد المحتار: جز: 2، ص: 143)

مسئلہ: 6

علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری متوفی 705ھ لکھتے ہیں:

جاننے والے سے پوچھا اس نے نہیں بتایا اس نے تحریر کر کے نماز پڑھ لی۔ اب بعد نماز اس نے بتایا نماز ہو گئی اعادہ کی حاجت نہیں۔ (مدیۃ المصلی: ص: 192)

مسئلہ: 7

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252ھ لکھتے ہیں:

اگر مسجدیں اور محرابیں وہاں ہیں مگر ان کا اعتبار نہ کیا بلکہ اپنی رائے سے ایک طرف کو متوجہ ہو لیا یا تارے وغیرہ موجود ہیں اور اس کو علم ہے کہ ان کے ذریعہ سے معلوم کر لے اور نہ کیا بلکہ سوچ کر پڑھ لی دونوں صورت میں نہ ہوئی اگر خلاف جہت کی طرف پڑھی۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 143)

مسئلہ: 8

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252ھ لکھتے ہیں:

ناپینا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہا تھا کوئی پینا آیا اس نے اس کو سیدھا کر کے اس کی اقتداء کی تو اگر وہاں کوئی شخص ایسا تھا جس سے قبلہ کا حال ناپینا دریافت کر سکتا تھا مگر نہ پوچھا دونوں کی نمازیں نہ ہوئیں اور اگر کوئی ایسا نہ تھا تو ناپینا کی ہوگئی اور مقتدی کی نہ ہوئی۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 144)

مسئلہ: 9

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متونی 1252ھ لکھتے ہیں:

تحریر کر کے غیر قبلہ کو نماز پڑھ رہا تھا بعد کو اسے اپنی رائے کی غلطی معلوم ہوئی اور قبلہ کی طرف پھر گیا تو جس دوسرے شخص کو اس کی پہلی حالت معلوم ہوا اگر یہ بھی اسی قسم کا ہے کہ اس نے بھی پہلے وہی تحریر کی تھی اور اب اس کو بھی غلطی معلوم ہوئی تو اس کی اقتداء کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار: ج: 2، ص: 144)

مسئلہ: 10

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر پہلے ایک طرف کورائے ہوئی اور نماز شروع کی پھر دوسری طرف کورائے پلٹی، پلٹ گیا پھر تیسری یا چوتھی بار وہی رائے ہوئی جو پہلی مرتبہ تھی تو اسی طرف پھر جائے سرے سے پڑھنے کی حاجت نہیں۔

(درمختار: ج: 2، ص: 146)

مسئلہ: 11

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متونی 1088ھ لکھتے ہیں:

تحریر کر کے ایک رکعت پڑھی دوسری میں رائے بدل گئی اب یاد آیا کہ پہلی رکعت کا ایک سجدہ رہ گیا تھا تو سرے سے نماز پڑھے۔ (درمختار: ج: 2، ص: 146)

مسئلہ: 12

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اندھیری رات ہے۔ چند اشخاص نے جماعت سے تخری کر کے مختلف جہتوں میں نماز پڑھی مگر اثنائے نماز میں یہ معلوم نہ ہوا کہ اس کی جہت امام کی جہت کے خلاف ہے۔ نہ مقتدی امام سے آگے ہے نماز ہو گئی اور اگر بعد نماز معلوم ہوا کہ امام کے خلاف اس کی جہت تھی کچھ حرج نہیں اور اگر امام کے آگے ہونا معلوم ہو نماز میں یا بعد کو تو نماز نہ ہوئی۔

(درمختار: جز: 2، ص: 147)

مسئلہ: 13

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر امام و مقتدی ایک ہی جہت کو تخری کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور امام نے نماز پوری کر لی اور سلام پھیر دیا اب مسبوق والے حق کی رائے بدل گئی تو مسبوق گھوم جائے اور لاحق سرے سے پڑھے۔ (درمختار: جز: 2، ص: 144)

مسئلہ: 14

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر امام تخری کر کے ٹھیک جہت میں پہلے ہی سے پڑھ رہا تھا تو اگرچہ مقتدی تخری کرنے والوں میں نہ ہو تو اس کی اقتداء کر سکتا ہے۔ (درمختار: جز: 2، ص: 144)

مسئلہ: 15

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص تخری کر کے ایک طرف پڑھ رہا ہے تو دوسرے کو اس کا اتباع جائز نہیں بلکہ اس کو بھی تخری کا حکم ہے اگر اس کا اتباع کیا۔ تخری نہ کی اس کی نماز نہ ہوئی۔ (ردالمحتار: جز: 2، ص: 143)

مسئلہ: 16

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر تخری کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور اثنائے نماز میں اگرچہ سجدہ سہو میں رائے بدل گئی یا غلطی معلوم ہوئی تو فرض ہے کہ فوراً گھوم جائے اور پہلے جو پڑھ چکا ہے اس میں خرابی نہ آئے گی اسی طرح اگر چاروں رکعتیں چار جہات میں پڑھیں تو جائز ہے اور اگر فوراً نہ پھرا حتیٰ کہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کا وقفہ ہوا نماز نہ ہوئی۔

(درمختار: جز: 2، ص: 143)

تیسری بحث

نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ سے روایت ہے کہ
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے تھے اور آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کعبہ کی طرف پھیر دے تو یہ آیت نازل ہوئی ”بے شک ہم آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔“ (جامع البیان: ج: 3، ص: 13)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر یہ خبر دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کر دے گا اور یہ نہیں بیان کیا تھا کہ سمت کس طرف پھیرے گا اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ یہ محبوب تھا کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے اس لیے رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار فرما رہے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی (بے شک ہم آپ کے چہرہ کو آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں) (جامع البیان: ج: 2، ص: 14)

علامہ علاء الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس پر بعینہ کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو اس پر اس کی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ (در مختار: ج: 1، ص: 287)

چوتھی بحث

نبی کریم ﷺ کا ابتدائی قبلہ

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر ابتداء نماز فرض ہوئی تو آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے یا خانہ کعبہ کی طرف۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ

مکہ مکرمہ میں اور مدینہ منورہ کے ابتدائی سترہ ماہ میں آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

تاہم آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ معظمہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی۔

دوسروں نے یہ کہا ہے کہ

جب آپ ﷺ پر ابتداء نماز فرض ہوئی تو کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔

حافظ ابو عمرو ابن عبدالبر نے کہا۔

میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں آئے تو آپ ﷺ نے یہود کی تالیف قلب کے لئے ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تاکہ دین اسلام کو قبول کرنے کے لئے ان میں زیادہ داعیہ ہو۔ اور جب آپ ﷺ ان کے قبول اسلام سے مایوس ہو گئے تو آپ ﷺ نے یہ چاہا کہ آپ ﷺ کو پھر کعبہ معظمہ کی طرف پھیر دیا جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ

کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرنے میں اہل عرب کے قبول اسلام کا زیادہ داعیہ تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے یہود کی مخالفت کی بناء پر اس طرح کیا۔

تاہم اگر یہ مان لیا جائے کہ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کا قبلہ کعبہ تھا تو پھر دوبارہ قبلہ کا منسوخ ہونا لازم آئے گا اس لیے محققین کا یہ نظریہ ہے کہ آپ ﷺ ابتداء مکہ مکرمہ میں بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ ابتداء مدینہ منورہ میں آئے تو اپنے نانایا ماموں کے گھر ٹھہرے اور آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ ﷺ کو پسند تھا کہ آپ ﷺ کا قبلہ بیت اللہ ہو جائے اور آپ ﷺ نے اس کی طرف منہ کر کے جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک جماعت نے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں ایک شخص ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا وہ اس وقت رکوع میں تھے۔

اس نے کہا۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے وہ لوگ نماز کی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ یہود اور دیگر اہل کتاب کو یہ پسند تھا کہ آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز

پڑھتے رہیں جب آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف منہ کر لیا تو ان کو یہ ناگوار ہوا۔ (صحیح البخاری: ج: 1، ص: 11)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اس مسجد کے نمازیوں کو خبر واحد سے یہ علم ہو گیا کہ قبلہ بدل گیا ہے۔ اب ان کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس نماز کو توڑ کر نبی کریم ﷺ کے پاس جاتے اور تحویل قبلہ کی تحقیق کرتے اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس خبر پر اعتماد کر کے نماز میں قبلہ بدل لیتے۔ انہوں نے اجتہاد سے دوسری ضرورت پر عمل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے اور اپنے اجتہاد سے نماز میں قبلہ کی سمت بدلنا جائز ہے بلکہ اگر ہر رکعت میں اس پر قبلہ مشتبہ ہو تو وہ اپنے اجتہاد سے ہر رکعت میں سمت بدل لے۔

(عمدة القاری: ج: 1، ص: 248)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد بیت اللہ کی طرف جو نماز سب سے پہلے پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی۔

اور امام مالک رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یہ حکم بنو سلمہ کی مسجد میں نازل ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ ظہر کی نماز میں تھے اور دو رکعت پڑھ چکے تھے۔ پھر نماز ہی میں آپ ﷺ نے قبلہ بدل لیا اور باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھیں اور اس مسجد کا نام القبلتین رکھا گیا۔ چونکہ بیت اللہ اور بیت المقدس ایک دوسرے کے مقابل ہیں اس لیے نماز میں مرد گھوم کر عورتوں کی جگہ آگئے اور عورتیں گھوم کر مردوں کی جگہ چلی گئیں۔

ابو حاتم البستی نے بیان کیا ہے کہ

مسلمانوں نے سترہ ماہ اور تین دن بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں کیونکہ آپ ﷺ بارہ ربیع الاول کو مدینہ منورہ آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منگل کے دن نصف شعبان کو کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔

بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی کیفیت میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

1- حضرت حسن، حضرت عکرمہ اور حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا:

آپ ﷺ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف منہ کیا تھا۔

2- علامہ طبری رحمہ اللہ نے فرمایا:

آپ ﷺ کو بیت المقدس اور بیت اللہ میں سے کسی ایک کی طرف رخ انور کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے

یہود کے ایمان لانے کی خواہش کی وجہ سے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو اختیار کر لیا۔

3- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے حکم سے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو اختیار کیا تھا کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

”جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔“ اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: 2، ص: 148 تا 150)

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں کس قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ

مکہ مکرمہ میں کعبہ معظمہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن محققین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ شیخ دوبار ہوا ہو کعبہ معظمہ کو منسوخ کر کے بیت المقدس پھر اس کو منسوخ کر کے دوبارہ کعبہ کو قبلہ بنایا ہو۔

اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ

آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ معظمہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی۔ (عمدة القاری: ج: 1، ص: 240)

پانچویں بحث

تحويل قبلہ کی تاریخ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ہجرت کے (16) سولہ یا (17) سترہ ماہ بعد کعبہ معظمہ کی تحويل 15 رجب المرجب 2ھ کو ہوئی۔

(عمدة القاری: ج: 1، ص: 245)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

جمعہ کے ابواب کی تفریع

اب تک جتنے مسائل چل رہے تھے وہ پانچوں نمازوں کے متعلق تھے اب یہاں سے امام ابو داؤد رحمہ اللہ مخصوص نمازوں یعنی جمعۃ المبارک، استسقاء، نماز کسوف اور نماز عیدین کا بیان شروع فرما رہے ہیں۔ اور یہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے۔

جمعہ کہنے کی وجوہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

پھر دوسری بار آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔

نہیں!

پھر آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی بار ارشاد فرمایا:

یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم (علیہ السلام) کو جمع کیا گیا۔ اس دن جو مسلمان بھی وضو کر کے مسجد میں جائے پھر اس وقت تک خاموش بیٹھا رہے حتیٰ کہ امام اپنی نماز پڑھ لے تو یہ عمل اس جمعہ اور اس کے بعد جمعہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ یہ شرطیکہ اس نے خون ریزی سے اجتناب کیا ہو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 23729)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

ابو سلمہ نے کہا۔

پہلے جمعہ کے دن کو العروۃ کہا جاتا تھا اور سب سے پہلے جس نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا وہ کعب بن لوی ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

سب سے پہلے انصار نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

امام ابن سیرین نے کہا۔

نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے اور جمعہ کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

انہوں نے کہا۔

یہود کا بھی ایک دن ہے جس میں وہ عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ہر سات دنوں میں ان کا ایک مقدس دن ہے اور وہ السبت ہے اور نصاریٰ کے لئے بھی اس کی مثل ایک دن ہے اور وہ اتوار کا دن ہے۔ پس آؤ! ہم بھی ہفتہ میں ایک دن معین کریں جن میں ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس دن خصوصی نماز پڑھیں۔

پھر انہوں نے کہا۔

یہود نے السبت (ہفتہ) کا دن معین کیا ہے اور نصاریٰ نے اتوار کا دن معین کیا ہے پھر ہم یوم العروبة کا دن معین کرتے ہیں پھر وہ سب حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان کو وعظ کیا۔ پھر جس دن وہ جمع ہوتے تھے اس دن کا نام انہوں نے یوم الجمعہ رکھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج: 18، ص: 88)

علامہ محمد بن قسیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اپنی صحیح میں یہ حدیث مبارکہ ذکر کی ہے کہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن فوت ہوئے اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن قیامت قائم ہوگی اسی دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر درود شریف کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہوں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے جسم کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں یہ ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ

اس دن کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس دن تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار کیا گیا اسی دن صور ہوگا اسی دن حشر ہوگا اسی دن حساب ہوگا اس کے آخر میں تین ساعات ہیں جن میں سے ایک ساعت وہ ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے قبول ہو جاتی ہے۔

(زاد المعاد: ج: 2، ص: 98)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

جس دن کو زمانہ جاہلیت میں عروبہ کہا جاتا تھا وہی دن زمانہ اسلام میں جمعہ قرار پایا ہے اس دن کو جمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دن عبادت کے لیے بہت زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں جس طرح بہت زیادہ لعنت کرنے والے شخص کو لعنت میں ”لعنہ“ کہا جاتا ہے۔

علامہ ثعلب نے فرمایا ہے کہ

جس شخص نے سب سے پہلے اس دن کو جمعہ کا نام دیا وہ رسول اللہ ﷺ کے جدامجد کعب بن لوی تھے۔ اس سے پہلے اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔

علامہ سیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ

ہر چند کہ کعب بن لوی نے سب سے پہلے عروبہ کو جمعہ کا نام دیا لیکن عروبہ کا یہ نام زمانہ اسلام میں مشہور ہوا ہے۔ علامہ سیلی لکھتے ہیں کہ

کعب بن لوی اسی دن لوگوں کو جمع کرتے اور ان کے سامنے تقریر کرتے جس میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں خبر دیتے اور یہ بتلاتے کہ آپ ان کی اولاد میں سے مبعوث ہوں گے اور انہیں آپ کی اتباع اور آپ پر ایمان لانے کی نصیحت کرتے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں پڑھا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جمعہ کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم کو جمع کیا۔

علامہ ثعلب نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ

اس دن قریش دارالندوہ میں جمع ہوتے تھے اس لیے یہ دن جمعہ کہلایا بہر حال اکثر علماء کا نظریہ یہی ہے کہ اس دن کو زمانہ

اسلام میں جمعہ کہا گیا۔ (لسان العرب: ج: 8، ص: 59)

بَابُ فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن اور جمعرات کی فضیلت

یہ باب جمعہ کے دن اور جمعرات کی فضیلت کے متعلق ہے۔

882 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُهْبِطَ وَفِيهِ تَبَّ عَلَيْهِ وَفِيهِ مَاتَ

وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ مُسِيخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِينَ تُصْبِحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللَّهَ حَاجَةً إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهَا قَالَ كَعْبٌ ذَلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ فَقُلْتُ بَلْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ قَالَ فَقَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرَةَ فَقَالَ صَدَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ثُمَّ لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ فَحَدَّثَنِي بِمَجْلِسِي مَعَ كَعْبٍ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ قَدْ عَلِمْتُ آيَةَ سَاعَةٍ هِيَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ فَأَخْبِرْنِي بِهَا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ هِيَ الْآخِرُ سَاعَةٍ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ كَيْفَ هِيَ الْآخِرُ سَاعَةٍ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي وَتِلْكَ السَّاعَةُ لَا يُصَلِّي فِيهَا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ حَتَّى يُصَلِّيَ قَالَ فَقُلْتُ بَلَى قَالَ هُوَ ذَاكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن ایام کے اندر سورج نکلتا ہے ان میں بہتر جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی گئی اسی کے اندر ہی اتارا گیا اسی کے اندر ہی آپ علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی گئی اسی کے اندر ہی دنیا سے پردہ فرمایا اور اسی کے اندر ہی حشر بپا ہوگا اور روح والا اس طرح نہیں مگر جمعہ کے دن صبح کے وقت سورج نکلتے ہی چند ساعت کان لگائے رکھتا ہے مگر جنوں اور انسانوں کے اس میں ایک گھڑی وہ ہے جس کو نہیں پاتا بندہ مسلمان نماز کی حالت میں پاتا وہ اللہ تعالیٰ سے کسی حاجت کا سوال کرتا ہے مگر اس کو عطا کر دیا جاتا ہے۔ کعب فرماتے ہیں کہ یہ گھڑی سال کے اندر ایک دن ہی ہوتی ہے تو میں نے کہا ہر جمعہ کو ہوا کرتی ہے کعب نے توریت کو پڑھا تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھیک ہی فرمایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے انہیں کہا جو اپنی کعب سے ملاقات مجلس کے اندر ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس گھڑی کو میں جانتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو کہا اس کے متعلق مجھے بھی خبر عطا فرما دیجئے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ جمعہ کے دن آخری گھڑی ہے میں نے کہا وہ جمعہ کے دن آخری گھڑی کیسے ہو سکتی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نہیں پاتا اسے بندہ مسلمان نماز کی حالت میں۔ اور اس گھڑی میں نماز کو نہیں پڑھا جاتا پس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ جو نماز کا منتظر ہے تو وہ نماز میں ہے حتیٰ کہ نماز پڑھے تو میں نے کہا! کیوں نہیں فرمایا وہ یہی ہے۔

883 حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنَعَانِيِّ عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبُضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثَرُوا عَلَى مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تُعَرِّضُ صَلَاتَنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ يَقُولُونَ يَلَيْتَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن وصال فرمایا اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن قیامت برپا ہوگی اسی دن مجھ پر کثرت سے درود مبارکہ پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر درود شریف کس طرح پیش کیا جائے گا جبکہ آپ ﷺ کا وصال ہو چکا ہوگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام فرمادیا ہے۔

(مستدرک: ج: 1، ص: 413، معجم الاوسط: ج: 5، ص: 97، سنن ابن ماجہ: ج: 3، ص: 386، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 248)

تشریح: جمعہ کا دن سید الايام

☆ قوله خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة

جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے ان میں بہتر جمعہ کا دن ہے۔

جمعہ کا دن سید الايام ہے جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں جمعہ کے دن کو سید الايام کہا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کا دن سید الايام ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی دن وہ جنت

سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 2971)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رمضان سید الشہود ہے اور جمعہ سید الايام ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 900)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

تنہا جمعہ یوم عرفہ سے افضل ہے پس ثابت ہوا کہ جمعہ سید الايام ہے جیسا کہ زبان زد خلافت ہے۔

(المخط الاذفرخی الحج الاکبر مع المسلك المتقسط: ص: 483)

مسلمانوں کی جمعرات اور جمعہ کے دن مغفرت اور دو گنا ثواب

جمعرات اور جمعہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں مسلمانوں کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ جس طرح کہ

احادیث مبارکہ میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن ہر مسلمان کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4814)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کے چوبیس گھنٹوں کی ہر ساعت میں چھ سو گناہ گار دوزخ کی آگ سے آزاد ہوتے ہیں ان

میں سے ہر گناہ گار پر دوزخ واجب ہوتی ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 3484)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یوم موعود قیامت کا دن ہے اور یوم مشہود یوم عرفہ ہے اور شاہد یوم الجمعہ ہے۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سورج کسی ایسے دن پر طلوع ہوا نہ غروب ہوا جو جمعہ کے دن سے افضل ہو اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے اس میں جس خیر کی بھی دعا کرے اس کو قبول فرماتا ہے اور جس چیز سے بھی پناہ طلب کرے اس کو اس سے پناہ میں رکھتا ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3350)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جمعہ کے دن نیکیوں کو دو گنا کر دیا جاتا ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7891)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری 1014ھ لکھتے ہیں:

بعض احادیث مبارکہ میں ستر گنا اضافہ کا بھی ذکر ہے اور امام احمد بن زنجویہ نے فضائل اعمال میں مسیب بن رافع سے روایت کیا ہے کہ اس کو باقی ایام کی بہ نسبت دس گنا زاد اجر دیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ ستر گنا اضافہ بلکہ سو گنا اضافہ کو بھی شامل ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کو شامل ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر گنا زاد ہوتا ہے۔ (الخط الافرخی المج الاکبر مع المسک المتقط: ص: 484)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری امت کی عیدوں میں جمعہ کی عید سے بڑھ کر کوئی عید نہیں ہے جمعہ کے دن ایک رکعت نماز پڑھنا باقی دنوں میں ہزار رکعات سے افضل ہے اور جمعہ کے دن ایک تسبیح پڑھنا باقی دنوں میں ہزار تسبیحات پڑھنے سے افضل ہے۔

(الفردوس بما ثور الخطاب: رقم الحدیث: 5166)

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، نزول توبہ و وصال جمعۃ المبارک کے دن ہوئی

قوله فيه خلق وفيه اھبط وفيه تيب عليه وفيه مات .

اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی میں اتارے گئے اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اسی میں وفات ہوئی۔

یہ الفاظ سنن ابوداؤد کے ہیں اسی طرح اس سے ملتے جلتے الفاظ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں بھی ہیں۔

جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بہترین جس میں سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن آپ علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا اور اسی دن آپ علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن آپ علیہ السلام کی روح قبض کی گئی اور اسی دن قیامت ہوگی۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 1430)

اور سنن ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت ابولبابہ بن عبدالممنذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور باقی دنوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی عظمت عید الاضحیٰ اور عید الفطر سے بھی بڑھ کر ہے اس دن پانچ خصلتیں پائی جاتی ہیں۔

- 1- اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔
- 2- اور اسی دن ان کو وفات دی۔
- 3- اور اسی دن میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی سوال کرے وہ اس کو عطا فرمادیتا ہے جب تک کہ وہ کسی حرام چیز کا سوال نہیں کرتا۔
- 4- اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔
- 5- کوئی مقرب فرشتہ، آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ اور سمندر ایسا نہیں جو جمعہ کے دن سے نہ ڈرتا ہو۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1084)

مصنف ابن شیبہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کا دن سیدالایام ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5507)

جمعہ کے دن قیامت کا برپا ہونا

☆ قوله وفيه تقوم الساعة

اسی میں قیامت قائم ہوگی یعنی جمعہ کے دن کو قیامت قائم ہوگی۔ جمعہ کے دن قیامت برپا ہونے کے متعلق امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن النسائی میں اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے سنن ابن ماجہ میں روایات نقل کی ہیں۔ جن کو میں ابھی نقل کر آیا ہوں۔

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنا

قوله فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة على الخ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس دن (یعنی جمعہ کے دن) مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اسی روایت کو امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے سنن ابن ماجہ میں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان میں اور امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں اور امام احمد رحمہ اللہ نے مسند احمد میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے علاوہ جمعۃ المبارک کے دن درود شریف پڑھنے کے متعلق اور بھی احادیث مبارکہ ہیں جس طرح کہ

امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے اور جو میری امت میں سے مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا وہ میرے زیادہ قریب ہوگا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: جز: 3، ص: 249)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں پر ہو۔

ہم نے استفسار کیا۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(جلاء الافہام: رقم الحدیث: 110)

حیات مصطفیٰ کریم ﷺ

☆ قوله قال قالوا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارميت

قال يقولون بليت فقال ان الله عز وجل حرم على الارض اجساد الانبياء .

جب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس وقت ہمارا درود شریف پڑھنا کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپ ﷺ وصال پا چکے ہوں گے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے ان گستاخوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ نبی مر کر مٹی ہو گیا ہے۔ ہم اس عقیدہ سے بار بار توبہ کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے جو قرآن مجید و احادیث مبارکہ و خلف و سلف کے اقوال سے ثابت ہے۔

قرآن مجید سے دلائل

نبی کریم ﷺ حیات ہیں اس پر قرآن مجید کی کثیر آیات مبارکہ شاہد ہیں مگر تشفی کے لئے چند آیات مبارکہ پیش کی جاتی

ہیں۔

آیت مبارکہ: 1

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (الانفال: 33)

اور اے محبوب! اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے جبکہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس کے نبی اس قوم میں موجود ہوں وہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے درمیان سے نکال لاتا ہے پھر ان پر عذاب نازل فرماتا ہے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اقوال میں سے اولیٰ یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے جبکہ آپ ﷺ ان میں موجود ہوں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان کے درمیان سے باہر لے آئے کیونکہ وہ کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک ان میں ان کا نبی موجود ہو۔ (جامع البیان: ج: 9، ص: 315)

پچھلی قوموں میں سے جو بھی گناہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان پر فوراً عذاب نازل فرما دیتا تھا مگر قربان جائے اس مقدس و حیات نبی ﷺ پر پچھلی قوموں کے گناہ اس امت میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ پھر بھی ان پر عذاب نازل نہیں فرماتا بلکہ فرما دیا اے محبوب اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آپ ﷺ ان میں تشریف فرما ہوں اور میں ان پر عذاب نازل فرما دوں۔
پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں۔آیت مبارکہ: 2

قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا (احزاب: 45)

اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بھیجا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ مطہرہ منورہ میں تشریف فرما ہیں اور حیات ہیں اور تمام کائنات آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہے جس کو آپ ﷺ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

آیت مبارکہ: 3

قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (التوبہ: 128)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

اس آیت کریمہ میں جَاءَكُمْ سے قیامت تک کے تمام مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو نبی کریم ﷺ بھی ہر جگہ تشریف فرما ہیں۔ دوسرا یہ کہ فرمایا گیا مِّنْ أَنْفُسِكُمْ تمہاری نفسوں میں سے ہیں یعنی آپ ﷺ کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رو نگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔ تیسرا یہ کہ فرمایا گیا عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ جس سے پتہ چلا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور انور ﷺ کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر نہ ہو تو پھر تکلیف کیسی؟

آیت مبارکہ: 4

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا (النساء: 64)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگنا قیامت تک کے لئے ہے۔ جَاءُوكَ میں حاضر ہونا دو طرح کا ہے ایک تو یہ ہے کہ نفس نفیس مدینہ طیبہ جا کر سنہری جالیوں کے روبرو کھڑے ہو کر شفاعت مانگنا۔ دوسرا یہ کہ جہاں بھی ہوں چاہے مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں آقائے دو عالم ﷺ تمہارے پاس موجود ہیں بس شفاعت کی بھیک مانگ لیں آپ ﷺ تمہاری سنتے ہیں اور شفاعت بھی فرماتے ہیں۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ کے پاس آ کر استغفار کریں اور رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کریں کہ آپ ﷺ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔

مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ

ان میں الشیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتھی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ: میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ الْاٰیةَ“۔ میں آپ ﷺ کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں آپ ﷺ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں۔ پھر اس نے دو شعر پڑھے۔

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں
جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے
میری جان اس روضہ انور پر فدا ہو جس میں آپ ﷺ ساکن ہیں
اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

پھر وہ اعرابی چلا گیا۔

عتھی بیان کرتے ہیں کہ

مجھ پر نیند غالب آگئی۔ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عتھی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج: ۲، ص: ۳۲۹)

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اس لیے تو اس اعرابی کی عرض سن کر شفاعت فرما کر مغفرت کا پروانہ دلوا

دیا۔

خود دیوبندیوں کے وڈیروں نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ پر قول بیان کیے ہیں۔

مفتی محمد شفیع متونی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت کریمہ اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے عتھی کی حکایت لکھی ہے۔ (معارف القرآن: ج: ۲، ص: ۴۶۰)

معروف دیوبندی عالم شیخ محمد سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں:

عتھی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مؤرخین نے اس کا ذکر کیا

ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیم و جدیداً اس کو نقل کیا ہے۔
اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ

مواہب میں بہ سند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عسا کر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا“ اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب عزوجل کے حضور میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے۔ اور اس محمد بن حرب کی وفات 228ھ میں ہوئی ہے۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں۔ پس حجت ہو گیا۔ (نثر الطیب: ص: 254)

اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر کہتے ہیں۔
کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرنا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں۔ (آب حیات: ص: 40)

اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں:

پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن: ج: 10، ص: 330)
ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے۔

بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ

یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے۔ (شفاء النقام: ص: 128)

اور خیر القرون میں یہ کارروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(تسکین الصدور: ص: 365، 366)

آیت مبارکہ: 5

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (الانبیاء: 107)

اور ہم نے تمہیں سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے واسطے سے رحمت کا عموم قیامت تک کے لئے ہے۔ کفار کے لئے یوں رحمت کہ آپ ﷺ کے واسطے ان پر عذاب نازل نہیں کیا جاتا اور مسلمانوں کے لئے یوں رحمت کہ کئی دن میں کئی گناہ کرتے ہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو رزق عطا فرماتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو صرف اس سبب سے بھیجا ہے کہ آپ ﷺ تمام جہانوں پر رحم کریں یا ہم نے آپ ﷺ کو صرف اس حال میں بھیجا ہے کہ آپ ﷺ تمام جہانوں پر رحم کرنے والے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ تمام جہانوں میں کفار بھی شامل ہیں کیونکہ آپ ﷺ کو جو دین دے کر بھیجا ہے اسی میں دنیا و آخرت کی سعادت اور مصلحت ہے یہ اور بات ہے کہ کافروں میں آپ ﷺ سے استفادہ کی صلاحیت نہ تھی تو انہوں نے اپنے حصہ کی رحمت کو ضائع کر دیا جیسے کوئی پیاسا شخص دریا کے کنارے کھڑا ہو اور پانی کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے یا کوئی شخص دھوپ میں آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو تو اس سے دریا کی فیاضی اور سورج کے روشنی پہنچانے میں کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور ان کا ہے جنہوں نے پانی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا یا روشنی کے باوجود آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ﷺ تمام ممکنات پر ان کی صلاحیت کے اعتبار سے فیض الہی کے لئے واسطہ ہیں اسی لیے آپ ﷺ کا نور اول المخلوقات ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اے جابر (رضی اللہ عنہ) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اور ابن القیم نے مفتاح السعادة میں لکھا ہے کہ

اگر نبی نہ ہوتے تو جہاں میں کوئی چیز کسی کو نفع نہ دیتی نہ کوئی نیک عمل ہوتا۔ نہ روزی حاصل کرنے کا کوئی جائز طریقہ ہوتا اور نہ کسی حکومت کا قیام ہوتا اور تمام لوگ جانوروں اور درندوں کی طرح ہوتے۔ ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور ایک دوسرے سے چھین کر کھا جاتے۔ سو دنیا میں جو بھی خیر اور نیکی ہے وہ آثار نبوت سے ہے اور جو شر اور برائی ہے وہ آثار نبوت کے مٹ جانے یا چھپ جانے کی وجہ سے ہے۔ پس یہ عالم ایک جسم ہے اور نبوت اس کی روح ہے اور جب زمین پر نبوت کے آثار میں سے کوئی اثر باقی نہیں رہے گا تو آسمان پھٹ جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، چاند تاریک ہو جائے گا، پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ کر روٹی کے گالوں کی طرح منتشر کر دیا جائے گا، زمین میں زلزلہ آجائے گا اور جو لوگ زمین کے اوپر ہیں وہ سب ہلاک ہو جائیں گے پس اس جہان کا قیام آثار نبوت کی وجہ سے ہے اور جب نبوت کا کوئی اثر نہیں رہے گا تو یہ جہاں بھی نہیں رہے گا۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ

العالمین سے مراد صرف مومنین ہیں۔ میرے نزدیک یہ لوگ اس حق پر مطلع نہیں ہو سکے جس کی اتباع واجب ہے اور حقائق پر مطلع ہو کر ان لوگوں کا رد کرنا بہت آسان ہے اور میرا یہ نظریہ ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ العالمین کے ہر فرد کے لئے رحمت ہیں خواہ وہ فرشتوں کا عالم ہو یا انسانوں کا عالم ہو یا جنات کا عالم ہو اور انسانوں میں بھی آپ ﷺ مومنوں اور کافروں سب کے لئے رحمت ہیں اسی طرح جنات میں بھی سب کے لئے رحمت ہیں البتہ رحمت کا فیضان ہر فرد پر اس کی صلاحیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ (روح المعانی: ج: ۱۷، ص: ۱۵۵)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

کوئی ہو جن ہو یا انس، مومن ہو یا کافر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

حضور انور ﷺ کا رحمت ہونا عام ہے۔ ایمان والے کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا ہو۔ مومن کے لئے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ ﷺ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ ﷺ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور حسف و مسخ اور استیصال (قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا) کے عذاب اٹھا دیئے گئے۔

تفسیر روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں اکابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقہ، تامہ، کاملہ، عامہ، سالمہ، جامعہ، محیطہ، بہ جمیع مقیدات، رحمت غیبیہ و شہادت علمیہ و وعدیہ و وجودیہ و شہودیہ و سابقہ و لاحقہ وغیرہ ذالک تمام جہانوں کے لئے۔۔۔ عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالموں کے لئے رحمت لازم ہے کہ وہ تمام جہانوں سے افضل ہو۔

(کنز الایمان: ص: ۵۳۱)

آپ ﷺ کی رحمت سے یہ جہان قائم ہے ورنہ اس امت کو کثرت سے گناہوں کی وجہ سے کب سے تباہ و برباد کر دیا گیا ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ اور اے محبوب اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں کہ میں ان کو عذاب دے دوں۔ پتہ چلا کہ آپ ﷺ حیات ہیں اور آپ ﷺ کی رحمت سے جہاں میں رونقیں ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
بنفس ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

ہو نہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

عقل غیاب و جستجو عشق حضور واضطراب
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
وہی قرآن وہی فرقاں وہی یسین وہی طہ

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
شوکت سحر و سلیم تیرے جلال کی نمود
وہ دانائے سب ختم الرسل مولائے کل جس نے
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

آیت مبارکہ: 6

قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا فِیْكُمْ رَسُولَ اللَّهِ (الحجرات: 6)

جان لو کہ تم سب میں رسول اللہ تشریف فرما ہیں۔

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اور اپنی امت کو جس طرح اپنی ظاہری حیات میں ملاحظہ فرماتے تھے اسی طرح دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔

آیت مبارکہ: 7

قرآن مجید میں ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ (الاحزاب: 6)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ آپ ﷺ ان کے تمام احوال سے آگاہ ہیں تو پتہ چلا کہ آپ ﷺ حیات ہیں۔

قرآن مجید کی کثیر آیات مبارکہ ایسی ہیں کہ جن میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ثابت ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ کوئی ایمان کی نظر سے دیکھے اور اس میں غور و فکر کرے۔ اور اگر ایمان ہی نہیں تو پھر بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

احادیث مبارکہ سے دلائل

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا

درویش شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ہمارا درویش شریف پڑھنا کیسے پیش کیا جائیگا حالانکہ آپ ﷺ تو وصال فرما چکے ہوں گے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1085)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات مجھ پر سو بار درویش شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری فرماتا ہے ستر آخرت کی حاجتیں اور تمیں دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میرے وصال کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 2242)

حدیث مبارکہ: 3

سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ

ایام حرہ میں نبی کریم ﷺ کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتہ چلتا تھا جو نبی کریم ﷺ کے روضہ انور سے آتی تھی۔

(سنن الدارمی: رقم الحدیث: 94)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے روضہ میں حیات ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 3425)

حدیث مبارکہ: 5

ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ

ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا۔

کیا تمہیں یہ علم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا بھی کوئی اپنی قبور میں نماز پڑھتا ہے؟

انہوں نے کہا۔

نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث: 2567)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعد ان کے روضوں میں نہیں چھوڑا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور پھونکا جائے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 32230)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابوالقاسم (ﷺ) کی جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے درآں حالیکہ وہ امام عادل ہوں گے وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں یا محمد (ﷺ) تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

(مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 6584)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا)

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے وہ میری قبر پر کھڑا ہوا ہے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری: رقم الحدیث: 8902)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے میرے روضہ انور کے پاس درود شریف پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود شریف پڑھا

وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1583)

اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ دور سے خود نہیں سنتے کیونکہ یہ بھی حدیث مبارکہ ہے کہ کوئی شخص کہیں سے بھی درود شریف پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے اور فرشتہ کا درود شریف آپ ﷺ کے یاد درود شریف کے اعزاز و اکرام کے لئے جس طرح کہ فرشتے اللہ تعالیٰ پاس اعمال پہنچاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اقوال بھی سنتا ہے مگر فرشتوں کی ڈیوٹی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال پہنچائیں اسی طرح نبی کریم ﷺ امتی کے احوال کو دیکھتے ہیں اور ان کے اقوال کو بھی سنتے ہیں۔

اقوال علماء کرام سے دلائل

کثیر اقوال علماء سے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ثابت ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا قول

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

یہ احادیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ پر بھی اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران: 169)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی دی جاتی ہے۔

اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء کرام علیہم جو ان سے افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہوگا جس میں وصف شہادت نہ ہو لہذا شہداء کی حیات کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اگر میں نو بار یہ قسم کھاؤں کہ نبی کریم ﷺ کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ ﷺ کو قتل نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔

(جامع المسانید والسنن: رقم الحدیث: 611)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جس بیماری میں نبی کریم ﷺ وفات پا گئے تھے اس میں آپ ﷺ فرما رہے تھے اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اس زہر کی وجہ سے اب میری رگ حیات کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ (جامع المسانید والسنن: رقم الحدیث: 1503)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن میں روح کو لوٹا دیتا ہے اور پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار سلام کیا جاتا ہے تو گویا بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے اور بار بار داخل کی جاتی ہے اور یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شدید تکلیف کا موجب ہے اور روح کا نکالنا موت کے معنی میں ہے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار موت آتی ہے اور یہ ان احادیث مبارکہ کے خلاف ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مستمر ثابت ہے جن کو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں اس اشکال کے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حسب ذیل جوابات منکشف کیے ہیں۔

1- ”الارد اللہ علی روحی“ جملہ حالیہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق اس سے پہلے ”قد“ کا لفظ محذوف ہے۔

جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:

حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ (النساء: 90)

اس سے پہلے بھی لفظ ”قد“ محذوف ہے اور اس کا معنی ہے یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تم سے لڑنے کے لئے بھی ان کے دل تنگ ہوں۔ اسی طرح اس حدیث مبارکہ کا بھی معنی ہے۔ جو شخص بھی مجھے سلام کرتا ہے وہ اس حال میں سلام کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ روح لوٹا چکا ہوتا ہے اور اب یہاں پر ”رد اللہ“ کا جملہ ماضی کے معنی میں ہے کیونکہ اشکال اس وقت ہوتا جب ”رد اللہ“ حال یا استقبال کے معنی میں ہوتا اور اس سے بار بار روح کا لوٹنا لازم آتا۔ اس سے ایک تو لازم آتا کہ جسم سے بار بار روح کے نکلنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار درد ہوتا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے خلاف ہے۔ نیز یہ حیات شہداء کے خلاف ہے۔ کیونکہ شہداء کی حیات مستمر ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مستمر ہو۔ اور تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ معنی قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ صرف دو بار موت اور دو بار حیات ہے اور اس صورت میں بہ کثرت موتیں اور حیاتیں لازم آئیں گی اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ معنی ان احادیث مبارکہ صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ مستمر ثابت ہے اور جو معنی قرآن مجید اور احادیث مبارکہ متواترہ کے خلاف ہو اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

2- اس حدیث مبارکہ میں لفظ ”رد“ ”صیرورة“ کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے:

قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ (الاعراف: 89)

عدنا کا لفظ عود سے بنا ہے اور عود کا معنی ہے لوٹنا، اگر یہاں عود اپنے معنی میں ہو تو اس کا معنی ہوگا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے فرمایا۔ اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اور کفار کے دین

میں لوٹ جانا اس کو مستلزم ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے بھی ان کے دین میں تھے اور یہ معنی باطل ہے اس لیے اس آیت کریمہ میں ”عدنا“ کا لفظ ”صرنا“ کے معنی میں ہے یعنی اگر ہم تمہارے دین میں ہو جائیں تو پھر ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اسی طرح اس حدیث مبارکہ کا معنی ہے جب کوئی شخص مجھے سلام کرتا ہے تو اس وقت میری روح مجھ میں ہوتی ہے۔

3- روح کو لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح کو سلام کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ احوال برزخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے رب عزوجل کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں تو آپ ﷺ کو سلام کرنے والے کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

4- روح کو لوٹانا آپ ﷺ کی حیات کے دوام اور استمرار سے کنایہ ہے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سے کوئی نہ کوئی شخص آپ ﷺ کو سلام عرض کر رہا ہوتا ہے تو آپ ﷺ ہر وقت کسی نہ کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں تو ہر وقت آپ ﷺ کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

5- رد روح سے مراد یہ ہے کہ سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے نطق کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔
6- رد روح سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ ﷺ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غیر معمولی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ ﷺ اس کے سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔
7- رد روح سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ عالم ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس کے جواب کی طرف فارغ کر دیتا ہے۔

8- روح سے خوشی اور فرحت مراد ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ (الواقعة: 89)

یعنی جو شخص مقرب ہو اس کے لئے راحت اور خوشی ہے اسی طرح اس حدیث مبارکہ کا معنی ہے۔ جب کوئی شخص آپ ﷺ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی فرحت اور راحت کو تازہ کر دیتا ہے۔

9- رد روح سے مراد ہے۔ صلوٰۃ کے ثواب کو آپ ﷺ کی طرف لوٹانا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور انعامات کو آپ ﷺ پر لوٹاتا رہتا ہے۔

10- امام راغب نے ”رد“ کا ایک معنی تفویض بھی لکھا ہے۔ اس صورت میں حدیث مبارکہ کا معنی یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سلام کے جواب کو آپ ﷺ کی طرف مفوض کر دیا ہے یعنی اس کی طرف رحمت کے لوٹانے کو، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: جو شخص مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰات بھیجتا ہے یعنی اس پر دس رحمتیں بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف مفوض کر دیا ہے اور آپ ﷺ کی اس پر رحمت یہ ہے کہ آپ ﷺ اس کی شفاعت فرمائیں۔

11- روح سے مراد وہ رحمت ہے جو نبی کریم ﷺ کے دل میں آپ ﷺ کی امت کے لئے ہے یعنی آپ ﷺ کو

آپ ﷺ کی اس رحمت کی طرف متوجہ فرمادیتا ہے۔

12- رد روح سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ اعمال برزخ میں مشغول ہوتے ہیں۔ مثلاً اعمال امت کا ملاحظہ فرماتے ہیں۔ ان کے نیک اعمال پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور ان کے برے اعمال پر استغفار فرماتے ہیں۔ ان سے مصائب دور ہونے کی دعا کرتے ہیں۔ اطراف زمین میں برکت پہنچانے کے لئے آمد و رفت جاری رکھتے ہیں اور امت کے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں پر تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ تمام امور اشغال برزخ سے ہیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان اشغال برزخ سے ہٹا کر سلام کے جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

13- روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روضہ انور پر مقرر کر دیا ہے جو امت کا سلام آپ ﷺ تک پہنچاتا ہے۔

14- ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو ابتداء میں یہی بتایا گیا ہو کہ جواب کے وقت آپ ﷺ کی روح جسد میں لوٹائی جائے گی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے درجات میں ترقی فرمائی اور آپ ﷺ پر وحی فرمائی کہ آپ ﷺ کو حیات ہمیشہ حاصل رہے گی۔ (انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء: ص 16۲8)

علامہ سید محمد آلوسی حنفی رحمہ اللہ کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کالمین نے آپ ﷺ کی زیارت کی ہے اور آپ ﷺ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے۔

شیخ سراج الدین بن السلقن نے طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ

میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟

میں نے کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! میں عجمی شخص ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح کلام کروں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنا منہ کھولو۔ میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ ﷺ نے اس میں سات بار لعاب دہن ڈالا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ رب عز و جل کے دین کی دعوت دو۔ پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں

کے سامنے بیٹھ گیا۔ میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے۔

آپ نے مجھ سے فرمایا:

اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟
میں نے کہا۔

اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا۔
آپ نے فرمایا:

اپنا منہ کھولو تو میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ بار لعاب دہن ڈالا۔
میں نے کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے سات بار کیوں نہیں ڈالا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے۔ پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔
نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ

شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہرملکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سترہ بار زیارت کی۔

ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے خلیفہ! میری زیارت کے لئے بے قرار نہ ہوا کرو کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے۔
اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے لطائف المہین میں لکھا ہے کہ

ایک شخص نے شیخ ابوالعباس مری سے کہا۔

اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے۔

انہوں نے کہا۔

میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔

اور شیخ مری نے کہا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا۔ اس قول

کی مثل بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

بہ کثرت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نیند میں زیارت کی اور اس کے بعد بیداری میں زیارت کی اور انہوں نے اس حدیث مبارکہ کی تصدیق کی اور جن چیزوں کے متعلق وہ متشوش تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو وہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جس سے ان کی تشویش اور پریشانی دور ہو گئی۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی روایت کے سلسلہ میں تمام احادیث مبارکہ، آثار اور نقول ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ ﷺ اطراف ارض میں جب چاہیں جہاں چاہیں تصرف کرتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں اور عالم ملکوت میں آپ ﷺ اسی ہیئت کے ساتھ ہیں جس ہیئت میں آپ ﷺ وصال سے پہلے تھے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ ﷺ آنکھوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے غائب ہیں حالانکہ وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعزاز اور اکرام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیتا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کو اس ہیئت پر دیکھتا ہے اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جسم مثالی کی تخصیص کا کوئی باعث نہیں ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق یہی موقف ہے۔

انہوں نے کہا۔

انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور وفات کے بعد ان کی روہیں لوٹادی گئیں اور ان کو قبروں سے نکلنے اور تمام علوی اور سفلی ملکوت میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی۔ اپنے اس موقف پر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بہ کثرت احادیث مبارکہ سے استشہاد کیا ہے۔

بعض ازاں یہ ہیں۔

1- امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم کبیر میں اور امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر نبی فوت ہونے کے بعد صرف چالیس دن اپنی قبر میں رہتا ہے۔

2- امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی نبی فوت ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ قبر میں نہیں رہتا۔

3- امام الحرمین نے نہایہ میں اور علامہ رافعی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے رب عزوجل کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد بھی قبر میں رکھے۔

امام الحرمین نے کہا۔

یہ بھی مروی ہے کہ دودن سے زیادہ قبر میں رکھے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں نہیں ہوتے عالم ملکوت میں ہوتے ہیں۔ جن احادیث مبارکہ سے علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے علامہ ابن جوزی نے ان کو موضوع قرار دیا ہے۔ نیز احادیث صحیحہ صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں ہوتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں روئے زمین میں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زیارت بصر سے اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم دوسری متعارف چیزوں کو دیکھتے ہیں یہ ایک برزخی اور امر وجدانی ہے اس کو مکمل طور پر وہی جان سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ مند کیا ہے اور چونکہ یہ رؤیت رؤیت بصری کے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے اس لیے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھا ہے جس طرح وہ متعارف چیزیں دیکھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے یہ رؤیت قلبی ہے جو رؤیت بصری سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ جو شخص نبی کریم ﷺ کی زیارت کرتا ہے یا تو وہ آپ ﷺ کی روح کو دیکھتا ہے جو صورت مرئیہ میں ظاہر ہوتی ہے اور اس روح کا تعلق آپ ﷺ کے جسم اطہر کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ ﷺ کی قبر انور میں موجود ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت وحیہ کلبی علیہ السلام کی صورت میں یا کسی اور صورت میں آتے تھے جس کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی روح مقدس متعلق ہوتی ہے اور جسم مثالی کے تعدد سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کے بہت سے اجسام مثالیہ ہوں اور ان اجسام مثالیہ میں سے ہر جسم کے ساتھ آپ ﷺ کی روح کریم متعلق ہو۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ

جیسے انسان کی ایک روح اس کے بدن کے ہر عضو کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ ہماری اس تقریر سے شیخ ابوالعباس طنجی کے اس قول کی توجیہ ہوتی ہے کہ آسمان، زمین، عرش اور کرسی سب جگہ رسول اللہ ﷺ نظر آ رہے تھے اور یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے نبی کریم ﷺ کو ایک معین وقت میں مختلف مقامات پر دیکھا۔ پھر قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں اذان اور اقامت پڑھتے ہیں جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی مثل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے نہ اس کا ادراک کر سکتا ہے اور اگر بالفرض تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی قبریں منکشف ہو جائیں تو عام لوگ قبروں میں انبیاء کرام علیہم

السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح باقی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی ورنہ احادیث مبارکہ میں تعارض لازم آئے گا کیونکہ احادیث مبارکہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

اور مسند ابویعلیٰ میں حدیث مرفوع ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔ (روح المعانی: ج: 22، ص: 51 تا 55)

شیخ انور کشمیری کا قول

شیخ انور کشمیری متوفی 1352ھ لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی کریم ﷺ کی بائیس بار بیداری میں زیارت کی اور نبی کریم ﷺ سے بعض احادیث مبارکہ کے متعلق سوال کیا اور نبی کریم ﷺ کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا۔

امام شعرانی رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ

انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی۔ پھر امام شعرانی رحمہ اللہ نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا ان میں سے ایک خفی تھا۔

اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا۔

بیداری میں آپ ﷺ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔ (فیض الباری: ج: 1، ص: 204)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ میں بیان کرتے ہیں کہ

انہیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور سادات صوفیہ کے نزدیک عالم اجسام اور ارواح کے درمیان ایک عالم مثال بھی ثابت ہے جو عالم اجسام سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کو مختلف صورتوں میں متمثل ہونا اسی عالم مثال پر مبنی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بشری سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے اور اسی وجہ سے یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے ساتھ موجود ہوں اور

حضرت سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔ (جذب القلوب: ص: 153)

اور اپنے رسالہ ہزدم مسمیٰ بہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ سید الرسل میں فرماتے ہیں۔

اس اختلاف و مذاہب کے باوجود جو علمائے امت میں ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور انور ﷺ حقیقی زندگی سے بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے باقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبگار اور حاضرین بارگاہ کو فیض رساں اور مربی۔ (مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار: ص: 155)

مزید راقم ہیں۔

حضور انور ﷺ کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب اور جلال اور تعظیم اور ہیبت و حیاء سے رہو اور جانو کہ حضور انور ﷺ دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کو کیونکہ حضور انور ﷺ صفات الہی سے موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

(مدارج النبوة: جز: 2، ص: 621)

مزید راقم ہیں کہ

اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ روضہ انور میں تو درست ہے روضہ انور سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔ (مدارج النبوة: جز: 2، ص: 450)

مزید راقم ہیں:

بعض عارفین نے کہا ہے کہ

التحیات میں یہ خطاب اسی لیے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کئے ہیں۔ پس حضور انور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہئے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہو جاوے۔ (امعة الممعات: جز: 3، ص: 181)

حاجی امداد اللہ مہاجر کی کا قول

حاجی امداد اللہ مہاجر کی متوفی 1317ھ لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہیں اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ: ص: 7)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد ہسکفی حنفی کا قول

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا نمازی رب تعالیٰ کو تحیہ اور خود نبی کریم ﷺ کو سلام عرض کر رہا ہے۔

(در مختار: ج: 1، ص: 476)

علامہ احمد طحاوی کا قول

علامہ احمد طحاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں:

حضور انور ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے (بلکہ یوں سمجھے کہ آقا ﷺ ہمارے سامنے ہیں)

(حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار: ج: 1، ص: 225)

علامہ حسن بن عمار شربلائی کا قول

علامہ حسن بن عمار شربلائی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

نمازی کو تشہد کے الفاظ پڑھتے وقت بالارادہ و قصد یہ نیت کرنی چاہئے کہ ان الفاظ کی حقیقت اور مفہوم موضوعہ ادا کر رہا ہوں گویا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مالی، جسمانی عبادات کی انشاء کر رہا ہے اور انشائی طور پر ہی رسول اللہ ﷺ کو عرض سلام کر

رہا ہے۔ (مرآۃ الفلاح علی نور الايضاح: ص: 170)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کا قول

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

ہم نے تشہد کے بعض معانی اس لیے ذکر کیے تاکہ نمازی ان کی ادائیگی کے وقت ان کے معانی کی انشائی نیت کرے جیسا کہ اس کی مجتبیٰ نے تصریح فرمائی۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس لیے کہ نمازی کو الفاظ تشہد کے حقیقی معانی قصد کرنے چاہئیں گویا وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت اور نبی کریم ﷺ کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔ (بحر الرائق: ج: 1، ص: 343)

امام بدرالدین عینی حنفی کا قول

امام بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نمازیوں نے جب عبادت کے تحفے پیش کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انہیں بارگاہ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت برکت اور آپ ﷺ کی پیروی سے ملا ہے جب اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا السلام علیک ایہا النبی و رحمة اللہ و برکاتہ۔

(عمدة القاری: ج: 6، ص: 111)

علامہ عبدالوہاب شعرانی کا قول

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو دوران نماز صلوٰۃ و سلام کا حکم اس لیے دیا تا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حضور غفلت سے بیٹھے ہیں انہیں یہ تنبیہ کر دی جائے کہ اس بارگاہ میں ان کے نبی بھی موجود ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے لہذا نمازی آپ کو بالمشافہ سلام عرض کریں۔ (میزان الکبریٰ للشعرانی: ج: 1، ص: 167)

امام ابن حجر مکی یتیمی کا قول

امام ابن حجر مکی یتیمی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی کریم ﷺ کی روح اقدس ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ (الفتاویٰ الکبریٰ: ج: 2، ص: 9)

امام اسماعیل بن یوسف نبہانی کا قول

امام اسماعیل بن یوسف نبہانی متوفی 1350ھ لکھتے ہیں:

حضور انور ﷺ پر امت کے امور میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ قریب ہو یا دور۔ مزید راقم ہیں۔

حضور انور ﷺ کی روح مبارک سے کائنات میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی اور یہ بات نہیں کہ آپ ﷺ کی آرام کی جگہ دور ہو یا بہت زمانے گزر چکے ہوں اس لیے حضور انور ﷺ تمام زمانوں کے خطبات سنتے ہیں۔ (شواہد الحق: ص: 151)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری کا قول

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

کیونکہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ (شرح شفاء: ج: 3، ص: 464)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اس قول کی شرح میں لکھا ہے کہ جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ اے نبی تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ (شفاء بتریف حقوق المصطفیٰ: ج: 2، ص: 43)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

جب تم مسجدوں میں جاؤ تو تم حضور انور ﷺ کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ ﷺ مسجدوں میں موجود ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح)

غیر مقلد نواب حسن خان کا قول

غیر مقلد نواب حسن خان متوفی 1307ھ لکھتے ہیں:

بعض عارفین قدس سرہم نے فرمایا ہے کہ

نماز میں رسول اللہ ﷺ کو اس لیے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں میں ممکنات کے ہر فرد میں جلوہ گر ہے پس نبی اکرم ﷺ نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں پس نمازی کو چاہئے اس معنی و مفہوم سے آگاہ رہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہوتا کہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے منور اور فیض

یاب ہو۔ (مسک الختام بشرح بلوغ الرام: ج: 1، ص: 459)

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ متوفی 1340ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ظاہر مسلمانوں کی پریشانی کا باعث یہ ہے کہ اس قول کو صاحب اشتہار کی طرف سے سمجھے حالانکہ اس میں وہابیہ کا قول نقل کیا ہے۔ یہ قول وہابیہ کے پیشوا اسماعیل دہلوی کا ہے کہ اس نے تقویۃ الایمان میں لکھا اور شیطنیت پر سخت شیطنیت یہ کہ اس کلمہ کفر کو خود حضور اقدس ﷺ کی طرف نسبت کیا کہ حضور انور ﷺ فرماتے ہیں میں بھی تمہاری طرح ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان: ص: 42)

رسول اللہ ﷺ کی توہین کا کلمہ اور پھر اس کو خود حضور انور ﷺ کی طرف نسبت کرنا دوہرا استحقاق عذابِ نار ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے انبیاء کرام علیہم السلام کا بدن کھانا زمین پر۔ اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔

دوسری صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مزارات طیبہ میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں ﷺ۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 14، ص: 648)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

مگر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں معاذ اللہ اس کا اصلاً احتمال نہیں وہ آج بھی یقیناً ایسے ہی ہیں جیسے روزِ دفن مبارک تھے۔

وہ خود ارشاد فرماتے ہیں ﷺ

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک کھانا۔

(فتاویٰ رضویہ: ج: 9، ص: 271)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

حیاتِ انبیاء کرام علیہم السلام کا منکر گمراہ بد دین ہے اور خلتِ سرے سے طریانِ موت پر بھی دلیل نہیں نہ کہ معاذ اللہ استمرار

موت یہ لفظ صرف انقضائے عہد پر دال ہے جیسے بلا تشبیہ یہ کہنا کہ سلطان محمد خان خامس سے پہلے اتنے سلاطین ہو گزرے اس سے یہ نہ سمجھا جائے گا کہ سلطان حمید خان زندہ ہی نہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام سب بحیات حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں ﷺ

بے شک اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسم مبارک کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق

دیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 29، ص: 110)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

یقین جانو کہ حضور انور ﷺ سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ آپ ﷺ کی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی موت صرف وعدہ خدا عزوجل کی تصدیق کو ایک آن کے لئے تھی۔

ان کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد بن الحاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور آئمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین فرماتے ہیں۔

حضور انور ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی جالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور انور ﷺ پر روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 10، ص: 764)

شیخ شبیر احمد عثمانی کا قول

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی 1369ھ لکھتے ہیں:

انسانی روہیں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دجیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں یا کسی اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے چلے جاتے ہیں اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلہ سے تعلق برقرار رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر ہوتے ہیں اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا ہے۔

اور علامہ ابن قیم نے دعویٰ کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ اس وقت آپ ﷺ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

ان اقوال علماء سے بذریعہ اتم ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اپنی امت کے اعمال کو مشاہدہ فرماتے ہیں جب چاہیں جہاں چاہیں جس وقت چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں۔

الحمد للہ عزوجل! نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو ثابت کرنے کے لئے بدکار و گناہ گار نے ادنیٰ سی کوشش کر کے دلائل پیش کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے نبی محترم شفیع ام ﷺ کے ساتھ سچی محبت عطا فرمائے اور مرتے وقت ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم ﷺ، حشر میں شفاعت شفیع عظیم ﷺ اور جنت الفردوس میں نبی کریم ﷺ کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اویس بن اویس رضی اللہ عنہ

☆ قوله: عن اوس بن اوس رضى الله عنه

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں اور حضرت عمرو ابن اوس کے والد محترم ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کو اوس ابن ابی اوس بھی کہا جاتا ہے۔ قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں عمرو ابن اوس کے والد محترم ہیں۔

(مرآة المناجیح: جز: 8، ص: 515)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَابُ الْإِجَابَةِ آيَةُ سَاعَةٍ هِيَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کی گھڑی

یہ باب جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کی گھڑی کے متعلق ہے۔

884 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ أَنَّ الْجَلَّاحَ مَوْلَى عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثِنْتَا عَشْرَةَ يُرِيدُ سَاعَةً لَا يُوجَدُ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَالْتِمِسُوهَا آخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کا دن بارہ گھڑیوں کا ہوتا ہے اس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ سوائے مسلمان کے کوئی نہیں پاتا وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے لہذا اس کو عصر کے بعد آخری گھڑی میں ڈھونڈا کرو۔

(مسند الصحابة في الكتب التسعة: ج: 24، ص: 372)

885 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَسَمِعْتُ أَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَأْنِ الْجُمُعَةِ يَعْنِي السَّاعَةَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ يَعْنِي عَلَى الْمِنْبَرِ

ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنے والد محترم سے رسول اللہ ﷺ کی روایت کردہ حدیث سنی ہے جو جمعہ کی قبولیت والی گھڑی کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا ہاں میں نے ان کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام کے بیٹھنے سے نماز کے پورے ہونے تک ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی منبر پر۔

(مسند الصحابة في الكتب التسعة: ج: 32، ص: 332)

تشریح:

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

اس گھڑی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کرام نے اس حدیث میں نماز کو لغوی معنی پر محمول کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دعا ہے اور یہ گھڑی جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر مغرب تک ہوتی ہے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ امام کے آنے سے لے کر نماز جمعہ سے فراغت تک یہ گھڑی ہے۔ بعض نے کہا امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت نماز تک یہ

گھڑی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ج: 3، ص: 121)

اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ گھڑی جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اس گھڑی کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں۔ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز سے فارغ ہونے

تک یہ گھڑی ہے۔

معراج میں ہے کہ

خطبہ کے دوران دل میں دعائیں گئے کیونکہ خطبہ کے دوران سکوت کا حکم فرمایا گیا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

یہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ طحاوی لکھتے ہیں کہ

علامہ زرقانی نے فرمایا:

جمعہ کی گھڑی کے پچاس اقوال میں سے یہ دو قول زیادہ صحیح ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جمعہ کی گھڑی ان دو اوقات میں گھومتی رہتی

ہو لہذا ان دونوں اوقات میں دعا کرنی چاہئے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ ایک لطیف گھڑی ہے اور ہر شہر اور ہر خطیب کے اعتبار سے اس کا

وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے کیونکہ جس وقت ایک شہر میں دن ہوتا ہے دوسرے شہر میں رات ہوتی ہے اور جس وقت ایک شہر میں ظہر

ہوتی ہے دوسرے شہر میں عصر ہوتی ہے بہر حال سورج جس درجہ پر بھی حرکت کرتا ہے اس کی حرکت سے یہ گھڑی کسی قوم پر طلوع

ہوتی ہے اور کسی پر غروب ہوتی ہے۔ (رد المحتار: ج: 1، ص: 773)

حضرت ابو بردہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما

☆ قوله عن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم اور دوسرے صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم سے روایات لی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں ایمان لائے پھر ہجرت کر

کے حبشہ تشریف لے گئے پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور مقدس میں بصرہ کے حاکم

رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے کوفہ کا حاکم بنایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کوفہ میں رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنا حکم مقرر کیا تھا اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے یہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن عامر بن عنز بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن الجماہیر بن الاشعر بن ادو بن زید بن یثجب۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو موسیٰ ہے۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں آئے اور سعید بن العاص کے حلیف بنے وہ اپنے اشعری بھائیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے پھر مسلمان ہو گئے اور سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

ابو عامر نے کہا۔

صحیح یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آنے کے بعد پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر پچاس اشعریین کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر حبشہ چلے گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بھی اسی وقت مدینہ منورہ پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو زبید اور عدن کا عامل مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ کے عامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ پر مقرر رکھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ابن عامر کو بصرہ کا عامل مقرر کیا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ سے کوفہ تشریف لے گئے اور وہیں ٹھہرے۔ پھر وہاں کے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا جائے۔ سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یہ کوفہ کے عامل رہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے معزول کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم مقرر کیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں مذکور ہے جسے کامل میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ 42ھ میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں وصال ہو گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

مکہ مکرمہ میں وصال ہوا تاریخ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ (اسد الغابہ: ج: 3، ص: 246)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ ابن قیس ہے مکہ معظمہ میں ایمان لائے پھر حبشہ ہجرت کر گئے پھر کشتی والوں کے ساتھ ہجرت کر

کے مدینہ منورہ پہنچے۔ راہ خیبر میں حضور انور ﷺ سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو 20 بیس میں بصرہ کا حاکم بنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اہواز کا علاقہ فتح کیا۔ شروع خلافت عثمانیہ تک آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کے حاکم رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے کوفہ کا حاکم بنا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کوفہ کے حاکم رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنا بیچ مقرر کیا تھا اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں تشریف لے گئے وہاں ہی 52ھ باون میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 603)

بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعۃ المبارک کی فضیلت

یہ باب جمعۃ المبارک پڑھنے کی فضیلت کے متعلق ہے۔

886 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے احسن طریقے سے وضو کیا پھر جمعہ پڑھنے کے واسطے آیا پس توجہ سے سماعت کیا اور چپ رہا تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں اور تین روز زیادہ کے۔ جو کنکریاں ہٹانے لگ گیا تو اس نے فضول کام کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: ۸۸۶)

887 حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ مَوْلَى امْرَأَتِهِ أُمِّ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ يَقُولُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ غَدَتِ الشَّيَاطِينُ بِرَايَاتِهَا إِلَى الْأَسْوَاقِ فَيَرْمُونَ النَّاسَ بِالتَّرَابِثِ أَوْ الرِّبَاطِ وَيُثَبِّطُونَهُمْ عَنِ الْجُمُعَةِ وَتَغْدُو الْمَلَائِكَةُ فَيَجْلِسُونَ عَلَى أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَيَكْتُبُونَ الرَّجُلَ مِنْ سَاعَةٍ وَالرَّجُلَ مِنْ سَاعَتَيْنِ حَتَّى يَخْرُجَ الْإِمَامُ فَإِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ مَجْلِسًا يَسْتَمِئُ فِيهِ مِنَ الْإِسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ فَأَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنْ أَجْرِ فَإِنْ نَأَى وَجَلَسَ حَيْثُ لَا يَسْمَعُ فَأَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ لَهُ كِفْلٌ مِّنْ أَجْرِ وَإِنْ

ام عثمان کے مولیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر کے اوپر ارشاد فرماتے سنا کہ جب جمعہ المبارک کا دن ہوتا ہے تو شیاطین اپنے جھنڈوں کو اٹھا کر بازاروں کے اندر آ جاتے ہیں تو لوگوں کو حاجات اور کام کاج میں پھنسا کر جمعہ المبارک روکتے ہیں اور فرشتے صبح سے مسجد کے دروازہ پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں تو وہ تحریر کرتے ہیں اول گھڑی میں آنے والے کو اور دوسری گھڑی میں آنے والے کو حتیٰ کہ امام نکلتا ہے جب وہ اس جگہ بیٹھ جاتا ہے جس سے امام کو سماعت کرے اور دیکھتا رہے پس چپ رہے اور فضول کچھ نہ کرے تو اس کے واسطے دو گنا اجر ہے اور جو اس جگہ پر بیٹھا جہاں پر امام کو سماعت کر سکے دیکھتا رہے اور فضول کچھ نہ کیا چپ رہا تو اس کے اوپر ایک وزن ہے۔ اور جس نے جمعہ کے دن اپنے صاحب کو کہا چپ رہو تو اس نے بھی فضول کام کیا اور جس نے فضول کام کیا تو اسے اس جمعہ سے کچھ اجر نہ ملے گا پھر آخر میں فرمایا کہ یہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو ولید ابن مسلم نے ابن جابر سے روایت کر کے بالربائث فرمایا اور ان کی زوجہ محترمہ ام عثمان کا مولیٰ ابن عطاء ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: ۳ ص: ۲۲۰)

تشریح: جمعہ المبارک پڑھنے کے واسطے سعی کب واجب ہے

☆ من توضا فاحسن الوضوء ثم اتى الجمعة

جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا۔

یہ حدیث مبارکہ جمعہ المبارک پڑھنے کے لئے آنے کے فضائل کے متعلق ہے مگر یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ جمعہ المبارک پڑھنے کے لئے سعی کب واجب ہے؟

تو اس سوال کے جواب میں علماء کرام کے یہ اقوال ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح یہ ہے کہ پہلی اذان کے ساتھ ہی جمعہ کی طرف سعی کرنا واجب ہے اگرچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوئی ہے۔ (در مختار: جز: 3، ص: 35)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

”شرح المدیۃ“ میں مذکور ہے کہ

اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی اذان پر سعی واجب ہے جو منبر کے سامنے دی جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہی اذان اول تھی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اذان ثانی شروع کی جب لوگ زیادہ ہو گئے تو مقام زوراء پر یہ اذان دی جاتی تھی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وقت کے اعتبار سے یہی اذان اول ہے جو کہ زوال کے بعد منارہ پردی جاتی تھی۔ (رد المحتار: ج: 3، ص: 35)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

پہلی اذان کے ہوتے ہی سعی واجب ہے اور بیع وغیرہ ان چیزوں کا جو سعی کے منافی ہوں چھوڑ دینا واجب حتیٰ کہ راستہ چلتے ہوئے اگر خرید و فروخت کی تو یہ بھی ناجائز اور مسجد میں خرید و فروخت تو سخت گناہ ہے اور کھانا کھا رہا تھا کہ اذان جمعہ کی آواز آئی اگر یہ اندیشہ ہو کہ کھائے گا تو جمعہ فوت ہو جائے گا تو کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کو جائے۔ جمعہ کے لئے اطمینان و وقار کے ساتھ جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج: 1، ص: 149)

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ فقہاء کرام نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ جمعہ کے لئے سعی کے وجوب میں اذان کا اعتبار ہے اذان اول کا (حنفیہ کے نزدیک یہی صحیح ہے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمہ اللہ سے اس کی روایت کی) یا اذان خطبہ کا کیونکہ آیت سعی کے نزول کے وقت اذان اول تھی ہی نہیں (یہی امام طحاوی رحمہ اللہ کا قول ہے جس کو شرح نقایہ میں امام شمش نے نقل کیا) امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جمعہ کے وقت وجوب سعی اور ترک بیع کا حکم اس اذان کے وقت ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے کیونکہ پہلی اذان عہد رسالت اور ابوبکر و عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھی۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی مرقات میں بھی روایت ان الفاظ میں ہے: امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے لئے سعی اور ترک بیع کا وجوب امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جانے والی اذان سے ہے کیونکہ عہد رسالت اور زمانہ شیخین میں صرف یہی اذان تھی۔

(فتاویٰ رضویہ: ج: 28، ص: 224)

☆ ومن قال لصاحبه يوم الجمعة صه فقد لغا

جس نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا کہ چپ رہو تو اس نے بھی فضول کام کیا۔

جمعہ کے دن دوران خطبہ چپ رہنا واجب اور بات کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مذاہب اربعہ

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک چپ رہنا واجب اور بات کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہیں۔

1- مکروہ تحریمی، 2- مکروہ تنزیہی۔

اور امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

اگر اس تک آواز آرہی ہے تو خاموش رہنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ (شرح للنواوی: ج: 1، ص: 280)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کر سکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔ (درمختار: ج: 3، ص: 39)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین ہسکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہوا اس وقت سے ختم نماز تک نماز داؤد کا اور ہر قسم کا کلام منع ہے البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے جلد جلد پوری کر لے۔ (درمختار: ج: 3، ص: 38)

مسئلہ

خطبہ سننے کی حالت میں دیکھا کہ اندھا کنوئیں میں گرا چاہتا ہے یا کسی کو بچھو وغیرہ کا ثنا چاہتا ہے تو زبان سے کہہ سکتے ہیں اگر اشارہ یا دبانے سے بتا سکیں تو اس صورت میں بھی زبان سے کہنے کی اجازت نہیں۔ (درمختار و ردالمحتار: ج: 3، ص: 39)

اعلیٰ حضرت مجددین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجددین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ مسجد میں جمعہ کے وقت خطبہ کے وقت سلام و کلام کیسا ہے؟

الجواب

خطبہ کے وقت سلام و کلام مطلقاً حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 23، ص: 597)

☆ قوله عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال سابقہ و اوراق میں بیان کر دیئے گئے ہیں لہذا وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّشْدِيدِ فِي تَرْكِ الْجُمُعَةِ

باب: ترک جمعہ کے متعلق سخت وعید

یہ باب ترک جمعہ پر سخت وعید کے متعلق ہے۔



888 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدَةُ بْنُ سُفْيَانَ

الْحَضْرَمِيُّ عَنْ أَبِي الْجَعْدِ الضَّمَرِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعٍ تَهَاوَنًا بِهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ

حضرت ابو جعد ضمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو تین جمعہ سستی کی وجہ سے چھوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر مہر لگا دیتا ہے۔

یہاں پر تہاون سے مراد سہل سہل، سستی مراد ہے یعنی جو شخص محض غفلت اور سستی سے بغیر شرعی عذر کے تین جمعہ

کی نمازیں چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

(متدرک: 1 ص 415، معجم الکبیر: جز: 22 ص 365، سنن ابن ماجہ: جز: 3 ص 440، سنن ترمذی: جز: 2 ص 327)

تشریح: اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ متوفی 1340ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

الجواب

بلاشبہ بلا عذر شرعی ترک جمعہ اور ترک جماعت کی عادت موجب فسق و مسقط عدالت و وجہ رد شہادت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز: 11 ص 304)

وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ كَفَّارَةِ مَنْ تَرَكَهَا

باب: ترک جمعہ کا کفارہ

یہ باب ترک جمعہ کے کفارہ کے متعلق ہے۔



889 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ قُدَامَةَ بْنِ وَبَرَةَ الْعُجَيْفِيِّ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِينَارٍ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَنِصْفَ دِينَارٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَكَذَا رَوَاهُ خَالِدُ بْنُ قَيْسٍ وَخَالَفَهُ فِي الْإِسْنَادِ وَوَافَقَهُ فِي الْمَتْنِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو جمعہ بغیر عذر کے چھوڑ دے تو اسے چاہئے کہ وہ ایک دینار صدقہ کرے پس اگر یہ نہ ہو تو نصف دینار۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خالد بن قیس نے اس کو روایت کیا اور انہوں نے اسناد میں اختلاف کیا اور متن میں موافق ہوئے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3 ص 248، سنن نسائی: ج: 5 ص 204، مستدرک: ج: 1 ص 415، معجم الکبیر: ج: 7 ص 235)

890 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ وَاسْحَقُ بْنُ يُونُسَ عَنْ أَيُّوبَ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ قُدَامَةَ بْنِ وَبَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَاتَهُ الْجُمُعَةُ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِرْهَمٍ أَوْ نِصْفِ دِرْهَمٍ أَوْ صَاعٍ حِنْطَةٍ أَوْ نِصْفِ صَاعٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ بِشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ هَكَذَا إِلَّا أَنَّهُ قَالَ مُدًّا أَوْ نِصْفَ مُدٍّ وَقَالَ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُسْأَلُ عَنِ اخْتِلَافِ هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ هَمَّامٌ عِنْدِي أَحْفَظُ مِنْ أَيُّوبَ يَعْنِي أَبَا الْعَلَاءِ

حضرت قدامہ بن وبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا جمعہ بغیر عذر کے فوت ہو جائے تو وہ ایک درہم یا آدھا درہم یا ایک صاع گندم یا آدھا صاع صدقہ کرے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو سعید بن بشیر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے مگر انہوں نے فرمایا کہ ایک مد یا آدھا مد اور فرمایا کہ سمرہ سے روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس حدیث کے اختلاف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا میرے نزدیک ہمام ایوب بھی ابوالعلاء سے زیادہ محفوظ راوی ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 890)

تشریح:

جمعہ کا ترک بلا عذر گناہ ہے اور حدیث مبارکہ میں ترک جمعہ پر کفارے کے متعلق جو احادیث مبارکہ بیان فرمائی گئی ہیں یہ امر استحباب پر محمول ہیں۔

قوله قوله قال ابو داؤد و هكذا رواه خالد بن قيس و خالفه في الاسناد و وافقه في المتن
 اس حدیث مبارکہ کی سند اور متن میں اختلاف ہے۔ سند میں اختلاف اس طرح ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا مدار حضرت
 قتادہ رضی اللہ عنہ پر ہے اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت جنہوں نے کی وہ کئی ہیں۔ ایک تو ہمام ہیں جن کی روایت باب کی ابتداء میں
 آئی ہے وہ اسے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں عن قدامة بن وبرة عن سمرة بن جندب۔ دوسرے تلمیذ
 حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے خالد بن قیس ہیں۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ خالد نے ہمام کی اسناد میں مخالفت کی ہے اور
 آپ رحمہ اللہ نے اس مخالفت کو بیان نہیں فرمایا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیہقی میں خالد سے روایت کیا ہے جس کی سند یوں ہے عن
 قتاده عن الحسن عن سمرة۔ یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ کے درمیان قدامہ کے بجائے حسن کا
 واسطہ ہے اور تیسرے جو ہیں وہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ایوب ہیں جن کی کنیت ابو العلاء ہے انہوں نے اس حدیث مبارکہ کو
 مرسل ذکر کیا اور صحابی کا اسم شریف چھوڑ دیا۔ چوتھے جو تلمیذ ہیں وہ سعید بن بشیر ہیں انہوں نے متن کو ایوب کی مانند بیان کیا یعنی
 بدرہم اور نصف بدرہم۔ مگر انہوں نے یہاں یہ فرق کر دیا کہ صاع حطۃ کے بجائے مد کا ذکر فرمایا اور سند میں ان کی یہ مخالفت کی
 کہ سمرة کو بھی ذکر کر دیا برخلاف ایوب کے کہ انہوں نے سمرة کا ذکر نہیں کیا بلکہ حدیث کو مرسل ذکر کر دیا تھا۔ متن میں اختلاف
 یوں ہے۔ ہمام کی روایت میں یوں ہے فليتصدق بدینار وان لم يجد فنصف دینار اور دوسری روایت میں دینار کے
 بجائے درہم کا لفظ ہے اور اس میں صاع حطۃ اور نصف صاع کا اضافہ فرمایا ہے اور سعید بن بشیر کی روایت میں مد اور نصف مد کا
 ذکر ہے اس طرح یوں متن میں اختلاف ہو گیا۔

والله ورسوله اعلم عز وجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ

باب: جس پر جمعہ واجب ہے

یہ باب اس بارے میں ہے جن پر جمعہ واجب ہے۔

891 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ

أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَمِنْ الْعَوَالِي

نبی کریم ﷺ کی زوجہ مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

لوگ اپنے گھروں اور قریب سے جمعہ پڑھنے کے لئے آتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3 ص 173، صحیح ابن خزمہ: ج: 3 ص 127، صحیح البخاری: ج: 3 ص 424، صحیح مسلم: ج: 4 ص 210)

892 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ يَعْنِي الطَّائِفِيَّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ نُبَيْهٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هَارُونَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلَى كُلِّ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ جَمَاعَةٌ عَنْ سُفْيَانَ مَقْصُورًا عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَرْفَعُوهُ وَإِنَّمَا أَسْنَدُهُ قَبِيصَةُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ ہر اس آدمی پر ہے جو اذان سنے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ کو ایک جماعت نے سفیان، عبداللہ بن عمرو سے موقوفاً روایت کیا ہے اور انہوں نے مرفوع نہیں کیا اس کا اسناد قبصہ کی طرف کیا۔
(سنن دارقطنی: ج: 2 ص 6، سنن البیہقی الصغریٰ: ج: 1 ص 375، سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3 ص 173)

تشریح:

☆ قوله الجمعة على كل من سمع النداء

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی مضافات شہر میں جہاں تک اذان کی آواز پہنچے ان پر جمعہ فرض ہے اس سے معلوم ہوا کہ شہر کے آس پاس رہنے والوں پر بھی جمعہ فرض ہے جسے فناء شہر کہتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس شہر میں جمعہ کی اذان سن لی وہ اب بغیر جمعہ پڑھے سفر کو نہ جائے یا یہ مطلب ہے کہ اذان سنتے ہی دنیوی کاروبار چھوڑ دو، جمعہ کی تیاری کرو یہاں سے اذان سے دوسری اذان مراد ہے کیونکہ پہلی اذان حضور انور ﷺ کے زمانہ میں تھی ہی نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے اذان اول مراد ہے جو زمانہ عثمانی میں پیدا ہونے والی تھی حضور انور ﷺ نے اس کے احکام آج بیان فرمادیے۔ (مرآۃ الناجح: ج: 2 ص 316)

مسئلہ

جو جگہ شہر سے قریب ہے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: مگر شہر کی ضرورتوں کے لئے نہ ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان کھیت وغیرہ فاصل ہو تو وہاں جمعہ جائز نہیں اگرچہ اذان جمعہ کی آواز وہاں تک پہنچتی ہو مگر اکثر آئمہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز پہنچتی ہو تو ان لوگوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے بلکہ بعض نے فرمایا کہ اگر شہر سے دور جگہ ہو مگر بلا تکلیف واپس باہر جاسکتا ہو تو جمعہ پڑھنا فرض ہے لہذا جو لوگ شہر کے قریب رہتے ہیں انہیں چاہئے کہ شہر میں آکر جمعہ پڑھ جائیں۔

(بہار شریعت: ج: 1 ص 763)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قرشی اسدی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار مدینہ منورہ کے فقہاء میں سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ علم کے دریا تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایات لیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ابن عوام آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے قرشی اسدی ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات لیتے ہیں۔ 22 بائیں میں ولادت ہے آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ علم کے دریا ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 548)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْيَوْمِ الْمَطِيرِ

باب: بارش والے دن جمعۃ المبارک

یہ باب بارش والے دن جمعہ گھر پر پڑھنے کے متعلق ہے۔

893 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ كَانَ يَوْمَ مَطَرٍ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيَهُ أَنْ الصَّلَاةَ فِي الرَّحَالِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ صَاحِبٍ لَهُ عَنْ أَبِي مَلِيحٍ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ يَوْمَ جُمُعَةٍ

ابو لیح اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن بارش برس رہی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو منادی کا حکم ارشاد فرمایا کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ لیں۔ سعید نے ایک صاحب ابو لیح سے روایت کیا ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3، ص: 186، مسند احمد: ج: 42، ص: 198، مصنف ابن ابی شیبہ: ج: 2، ص: 234)

894 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ سَفِيَّانُ بْنُ حَبِيبٍ خَبَرَنَا عَنْ خَالِدِ الْحَدَّاءِ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدُيَّةِ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَأَصَابَهُمْ مَطَرٌ لَمْ تَبْتَ لَ اسْفَلَ نَعَالِهِمْ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُصَلُّوا فِي رِحَالِهِمْ

ابو لیح اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حدیبیہ والے زمانے میں جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اس حال میں کہ بارش برس رہی تھی جس سے جوتوں کے تلوے بھی نہ بھیگ سکے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ لیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 894)

تشریح:

نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے عاقل و بالغ ہونا اور شدید بارش، کیچڑ اور برف وغیرہ کا نہ ہونا شرط ہے۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں: درمختار میں ہے:

نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے عاقل و بالغ ہونا اور شدید بارش، کیچڑ اور برف وغیرہ کا نہ ہونا شرط ہے (التقاط) اور یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اور تحقیق شریعت نے بارش کی وجہ سے جماعت ترک کرنے اور مسجد میں حاضر نہ ہونے کی رخصت دی ہے حالانکہ مذہب معتمد پر دونوں واجب ہیں جیسا کہ ہم نے حکم جماعت سے متعلق اپنے رسالے میں اس کی تحقیق کی ہے بلکہ جمعہ کو چھوڑنے کی بھی بسبب بارش رخصت دے دی گئی باوجود وہ فرض قطعی اجماعی ہے۔

تنویر الابصار میں ہے:

اس شخص پر جماعت واجب نہیں جس کے لئے بارش، کیچڑ اور شدید سردی رکاوٹ بن جائے۔ ردالمحتار میں ہے:

رکاوٹ کے ذکر سے صاحب تنویر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مراد شدید بارش اور سخت کیچڑ ہے جیسا کہ نماز

جمعہ میں انہوں نے یہ قید لگائی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 16، ص: 387)

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

شدید بارش کی بناء پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کو ترک کرنا جائز ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک میں جواز

اور دوسرے میں عدم جواز کا قول ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 353)

بارش کے نزول کا فائدہ

امام عبدالرحمن بن ابی حاتم متوفی 327ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی کا جو بھی قطرہ نازل کرتا ہے اس سے زمین میں کوئی بندہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں کوئی موتی پیدا

ہوتا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15244)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ التَّخَلُّفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوْ اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ

باب: ٹھنڈی رات یا بارش کی رات میں جماعت سے رک جانا

یہ باب ٹھنڈی رات یا بارش کی رات میں جماعت سے رک جانے کے متعلق ہے۔

895 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَزَلَ بِضَجْنَانَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَأَمَرَ الْمُنَادِيَ فَنَادَى أَنْ الصَّلَاةُ فِي الرَّحَالِ قَالَ أَيُّوبُ وَحَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةً أَوْ مَطِيرَةً أَمَرَ الْمُنَادِيَ فَنَادَى الصَّلَاةُ فِي الرَّحَالِ

نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ضجنان علاقے پر ٹھنڈی رات میں نزول ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے منادی کو حکم فرمایا کہ وہ یہ اعلان کر دے کہ اپنی رہائش گاہوں میں پڑھ لیں۔ ایوب نے کہا ہے کہ نافع نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھنڈی بارش کی رات میں منادی کو حکم فرماتے کہ وہ یہ اعلان کر دے اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ لو۔

(سنن البیہقی: ج: 1، ص: 303)

896 حَدَّثَنَا مُوَمِّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ نَادَى ابْنُ عُمَرَ بِالصَّلَاةِ بِضَجْنَانَ ثُمَّ نَادَى أَنْ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ قَالَ فِيهِ ثُمَّ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ الْمُنَادِيَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ يَنَادِي أَنْ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ

فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ وَفِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ فِي السَّفَرِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ حَمَادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ
أَيُّوبَ وَعُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ فِيهِ فِي السَّفَرِ فِي اللَّيْلَةِ الْقَرَّةِ أَوْ الْمَطِيرَةِ

نافع نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ضحان کے علاقہ میں اذان کہی پھر اعلان کیا کہ اپنی رہائش
گاہوں میں نماز پڑھ لو۔ اس میں فرمایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ مؤذن کو نماز کہنے کا حکم ارشاد فرماتے پھر اعلان
کرواتے کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ لو وہ رات سفر میں ٹھنڈی یا بارش برسنے کی ہوتی۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمہ نے ایوب اور عبید اللہ سے روایت کر کے اس میں فرمایا کہ سفر میں رات ٹھنڈی یا بارش
برسنے کی ہوتی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۳: ص ۷۰)

897 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ
نَادَى بِالصَّلَاةِ بِضُجُنَّانٍ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ فَقَالَ فِي الْخَيْرِ نِدَائِهِ أَلَا صَلُّوا فِي
رِحَالِكُمْ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ
الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ أَوْ ذَاتُ مَطَرٍ فِي سَفَرٍ يَقُولُ أَلَا صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ضحان علاقے میں نماز کے واسطے اذان کہی وہ رات ٹھنڈی اور
تیز آندھی کی تھی اور اذان کے آخر میں ارشاد فرمایا اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھو۔ اپنی رہائش گاہوں میں نماز
پڑھو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ سفر کرتے وقت ٹھنڈی یا بارش برسنے کی رات میں مؤذن کو یہ حکم
ارشاد فرماتے کہ وہ یہ منادی کرے کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج ۱: ص ۳۹۸، سنن الدارمی: ج ۱: ص ۳۲۸)

898 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ يَعْنِي أَدْنًا بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ
وَرِيحٍ فَقَالَ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ
الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ أَوْ ذَاتُ مَطَرٍ يَقُولُ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ
نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فِي الْمَدِينَةِ فِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ
وَالْغَدَاةِ الْقَرَّةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى هَذَا الْخَبَرُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنِ الْقَاسِمِ عَنِ
ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيهِ فِي السَّفَرِ

نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ٹھنڈی اور آندھی کی رات میں اذان کہی پس فرمایا کہ اپنی رہائش

گاہوں میں نماز پڑھیں پھر ارشاد فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ٹھنڈی یا بارش برسنے کی رات میں مؤذن کو یہ حکم ارشاد فرماتے کہ وہ یہ منادی کرے کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھیں۔ نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ایک منادی نے بارش برسنے یا ٹھنڈی رات میں اعلان کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس خبر کو یحییٰ بن سعید انصاری نے قاسم، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کر کے اس میں فرمایا کہ سفر میں یہ ہوا۔

(سنن الصغیر للبیہقی: ج: 1 ص 431)

899 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَمَطَرْنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّ مَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فِي رَحْلِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہم سفر پر تھے پس بارش برسنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو چاہے اپنی رہائش گاہ میں نماز پڑھ لے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج: 3 ص 71، صحیح ابن حبان: ج: 5 ص 437، صحیح ابن خزیمہ: ج: 3 ص 81، صحیح مسلم: ج: 3 ص 483)

900 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبُ الزِّيَادِي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنِ عَمِّ مُحَمَّدٍ ابْنِ سِيرِينَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَلَا تَقُلْ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قُلْ صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ فَكَانَ النَّاسُ اسْتَنْسَكِرُوا ذَلِكَ فَقَالَ قَدْ فَعَلَ ذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُخْرِجَكُمْ فَتَمْشُونَ فِي الطِّينِ وَالْمَطَرِ

عبداللہ بن حارث ابن عمر محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش برسنے کے دن اپنے مؤذن سے ارشاد فرمایا: جب تم کہو اشہد ان محمداً رسول اللہ تو نہ کہنا حی علی الصلوٰۃ کہنا صلوا فی بیوتکم۔ لوگوں نے اس پر نکیر کی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ انہوں نے کیا جو مجھ سے بھی بہتر تھے بے شک جمعہ عزیمت ہے اور میں نے ناپسند کیا کہ کیچڑ اور بارش میں تمہیں چلنے میں حرج دوں۔

(متدرک: ج: 1 ص 420، صحیح البخاری: ج: 3 ص 422)

تشریح:

اس باب کی احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ بارش برسنے اور آندھی آنے کی وجہ سے اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ سکتے

ہیں کیونکہ یہ شرعی عذر ہے اور جہاں پر شرعی عذر پایا جائے تو وہاں رخصت دی جاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

بارش کے عذر کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور عام حالات میں جماعت میں سنت مؤکدہ ہے۔

(عمدة القاری: ج: 5، ص: 128)

☆ قوله ان ابن عباس قال لمؤذنه في يوم مطر اذا قلت اشهد ان محمداً رسول الله فلا تقل

حيى على الصلوة قال صلوا في بيوتكم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے پتہ چلتا ہے کہ بارش کے وقت الاصلوا فی الرحال کے کلمات کہنے

چاہئیں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اذان کے بعد کہنے چاہئیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

یہ دونوں امر جائز ہیں مگر افضل یہ ہے کہ اذان کے بعد یہ کلمات کہ جائیں۔ (عمدة القاری: ج: 5، ص: 128)

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث مبارکہ کی رو سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اذان کے دوران میں کلام کو جائز قرار دیا ہے اور امام اعظم

ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اذان کے درمیان کلام کرنا مکروہ ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: ج: 2، ص: 352)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اذان کے کلمات کو پے درپے کہنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اگر اذان کے درمیان مؤذن تھوڑی

دیر خاموش رہا تو اذان باطل نہیں ہوگی اور وہ خاموشی کے وقفہ کے بعد باقی اذان کہے گا اگر اذان کے درمیان مؤذن نے کلام کیا

تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے اگر اذان کے درمیان کوئی شخص اس کو سلام کرے یا اس کو چھینک آئے تو جواب نہ دے اور اگر جواب

دے تو ہر چند کہ یہ مکروہ نہیں ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اگر اذان کے درمیان اس نے کسی نابینا شخص کو کنویں کے پاس گرنے کے

قریب دیکھا یا دیکھا کہ سانپ کسی غافل شخص کی طرف دوڑ رہا ہے تو اس پر ان کو خبردار کرنا واجب ہے اور بعد میں باقی اذان کہے

گا اور جب کسی مصلحت کی بناء پر اذان کے درمیان معمولی کلام کیا تو اذان باطل نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثناء خطبہ

میں کلام کیا ہے لہذا ضرورت کے وقت اذان میں کلام بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور اگر اذان کے درمیان طویل کلام کیا یا طویل

سکوت کیا یا سو گیا یا اس پر جنون یا بے ہوشی طاری ہوگئی تو اذان دہرانے یا نہ دہرانے کے بارے میں فقہاء شافعیہ کے دو قول

ہیں۔

علامہ رافعی نے کہا: جب وقفہ طویل ہو تو ہر حال اذان دہرانا افضل ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں فرمایا:

جو چیزیں اذان میں مکروہ ہیں اقامت میں بھی مکروہ ہیں اور طویل وقفہ میں اذان کا دہرانا افضل ہے واجب نہیں ہے۔

(شرح المہذب: ج: 3، ص: 113 تا 115)

مسئلہ

صغیری شرح مدیۃ المصلیٰ میں ہے:

اثنائے اذان میں بات چیت کرنا منع ہے اگر کلام کیا تو پھر سے اذان کہے۔ (صغیری شرح مدیۃ المصلیٰ: ص: 196)

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

قولہ محمد بن سیرین

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، فقیہ اور متقی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو بکر ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات لیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد، عالم، فقیہ، زاہد، محدث تھے۔ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ مختلف علوم میں مشہور ہیں۔

مورق عجلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کوئی فقیہ عابد نہ دیکھا۔

خلف ابن ہشام کہتے ہیں کہ

رب تعالیٰ نے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو خشوع و خضوع، خوش خلقی عطا فرمائی تھی۔ لوگ جب انہیں دیکھتے تو خدا یاد آ

جاتا تھا۔

اشعث کہتے ہیں کہ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی شرعی مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کا چہرہ فق ہو جاتا اور ہم سے اجنبی ہو جاتے گویا وہ پہلا والا حال تھا ہی نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 77 ستر سال ہوئی۔ 110 ایک سو دس میں وفات ہوئی۔ مترجم نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔ بصرہ کے قریب ہی ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی حجرہ میں آرام فرما ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تعبیر خواب کے امام مانے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعبیر نامہ مشہور ہے۔

(مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 605)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

اظہار تشکر

الحمد للہ عزوجل آج فقیر و حقیر نے نعمۃ الودود فی شرح سنن ابوداؤد سے موسوم تیسری جلد مکمل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر جہاں ان گنت احسان ہیں وہاں یہ بھی ایک احسان عظیم ہے کہ مجھے اس جلد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اگر بتقصائے بشریت مجھ سے اس میں کوئی غلطی و کوتاہی ہو گئی ہو تو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے معاف فرمائے اور اسے دنیا و آخرت میں مقبول فرمائے۔ میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، اساتذہ کرام، تمام امت مسلمہ کی پیرو مرشد کے صدقے مغفرت فرمائے، ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت حبیب ﷺ، حشر میں شفاعت طبیب ﷺ اور جنت میں رفاقت حبیب ﷺ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب مغفرت، مدفن جنت البقیع و جنت الفردوس

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ

